اس کے بعد اس کا بیٹا حیدر خاں صغر سنی کے باعث عنان سلطنت نہ سنبھال سکتا تھا۔ اسلئے رنچن کی بیگم کوٹ رانی نے سہدیو کے بھائی اودیان دیو سے عقد کر کے حکومت اسکے سپرد کر دی۔ اودیان دیو کا منسد امارت پر بیٹھنا اس اور رنگ کو مسلمانوں کے دور حکومت میں خارج نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اودیان دیو کے عقائد کو صحیح طور پر مسلمانوں سے وابستہ کیا جا سکتا ہے۔ سو اسلئے اودیان دیو اگرچہ بدھ مذہب کے خاندان سے تھا۔ لیکن بین المذہبین اون وجوہات کے باعث جو اوپر بیان ہوئے ہیں اسے بھی مسلمانوں کے دور حکومت میں شامل کیا گیا ہے البتہ عدم وثوق اور سابقہ حکمرانوں سے تعلق رکھنے کے باعث اس اور رنگ کو زمانہ بے استقلالی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

رنچن کا عنان حکومت ہاتھ میں لے کر تھوڑے عرصہ بعد ہی مرجانا بیشک مسلمانوں کی امیدوں کا خون بہاتا ہے۔ ساتھ ہی جبکہ کوٹ رانی کی کوتاہ اندیشیوں پر پولیٹیکل چالوں پر غور کیجاتی ہے تو ناپسندی اور بھی بڑھتی ہے۔ رنچن کی وفات کے بعد حکومت ملک پرانے حکمرانوں کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ اس نے ایک غریب الوطن شاہ میر کو اسلام قائم رکھنے پر آمادہ کر دیا۔ جس سنہ اودیان دیو کے بعد جلد ہی رعایائے کشمیر کو اپنے حسن لیاقت سے مطیع و منقاد کر کے فرمانروائی کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔

## رنچن شاہ الملقب بہ ملک صدرالدین

ایام ابتلا ۲ سال ۷ ماہ ۱۳۲۵ء تا نہایت سنہ ۱۳۳۰ء مطابق ۷۲۵ھ تا ۷۳۰ھ

۱۳۲۵ء میں رنچن شاہ حکومت کشمیر پر متمکن ہو کر عدل و داد سے رعایا و برایا کو سرفراز کرنے لگا۔ مخالفین کو حکمت عملی سے حلقہ اطاعت میں لا کر ملک کو شر و فساد سے پاک کر دیا۔ اپنے آقا رامچندر کی لڑکی مسماۃ کوٹ رانی سے عقد کر کے باہمی کدورت و بغض کو رفع کرنے کے درپے ہوا۔ علاوہ ازیں رامچندر کے بیٹے راون چند کو بھی اپنا خسر داماد سے سرمہ احسان کو لے لگا۔ چنانچہ اس نے اسے سپہ کا خطاب دے کر اپنے

باپ کی جاگیر بدستور اُسکے حوالہ کردی ساتھ ہی ملک تبت کا وہ تمام حصہ جو کشمیر کے زیر فرمان تھا اُن کو بخشدیا جس سے اُسکے انتقام جوئی کے خیال کی پوری تلافی ہوگئی۔ شاہ میر جو گذشتہ سازشوں اور معرکہ آرائیوں میں اُسکا معاون مددگار رہا تھا منصب وکالت پر امور ہوکر امورات جہانبانی کا ایک خاص حصہ تک مالک ومختار بنگیا۔ اس کے علاوہ رینچن شاہ نے اپنے بیٹے حیدر خان کا آتالیق بھی اُسی شاہ میر کو مقرر کیا اور خود بھی عموماً اُسی کی رائے پر امورات ملکی کو انجام دینے لگا۔

سہدیو جو محرک زولچو کے موقعہ پر کشتوار بھاگ گیا تھا موروثی سلطنت حاصل کرنے کی خواہش میں وارد کشمیر ہوا۔ لیکن یہاں کی حالت ہی بدلی ہوئی پائی۔ رینچن بھی برسر مقابلہ ہوا۔ سہدیو تاب نہ لاکر تھوڑی سی جدوجہد کے بعد صبر کا پتھر کلیجہ پر رکھکر حسرت و یاس سے کشمیر اور حکومت کو ہمیشہ کے لیئے الوداع کہکر واپس چلا گیا۔

رینچن شاہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا تبت کا باشندہ اور بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ جب وطن سے آوارہ ہوکر کشمیر پہونچا تو اُسنے یہاں دوسرا ہی طریقہ یا لوگ مذہبی پابندیوں کو چھوڑکر خدا سے بھی منحرف ہوگئے تھے۔ گو گھر کا بنا ہوا ہندو کی جدا طریقہ برہمنے نام تو یہ لوگ شیو و مت کے پیرو بنتے تھے۔ لیکن درحقیقت انمیں کسی مذہب کی بو تک نہ آتی تھی وہ بے دینی اور لامذہبی سے رینچن کو بھی متاثر کیا۔ آخر جونہی اُسنے تخت حکومت پر قدم رکھا اُسے مذہب کی تلاش ہوئی شاہ میر کی مصاحبت اور زوجہ اقبال نے اُسکے دلمیں ایک گونہ اسلام کی نسبت نیک خیال پیدا کردیا تھا لیکن چونکہ تمام رعایا غیر مذاہب کی معتقد تھی تو قبل خیالات اس امر کے مانع ہوتے تھے کہ وہ کھلے طور پر دین اسلام قبول کرلے پہلے تو اُس نے تمام مذاہب مروجہ کی تحقیقات پورے طور پر کی اور ہر سب کو میزان امتحان میں تولا بعض صاحبوں سے آخر ایک دن اُسنے مصمم ارادہ کرلیا کہ کل صبح جس شخص کو میں سب سے پہلے دیکھونگا اُسی کا دین اختیار کرلونگا۔ اس کا محل لب دریا واقع تھا جب دوسرے دن صبح کو مسند سے اٹھا تو اُس نے دریا کی طرف کا دریچہ کھولکر دیکھا کہ کوئی شخص دریا کے کنارے پہ طریق اسلام نماز فجر ادا کررہا ہے حسب وعدہ اُس نے اُس فقیر کو بلا بھیجا۔ اسلام کے اصول سے تو پہلے ہی واقف تھا اُسنے خدا کا شکر ادا کیا اور

سلطان اہل وعیال فقیر مذکور کے ہاتھ سے مشرف باسلام ہوئے۔ بادشاہ بھی بخیر
تھا جو ۱۳ سیدن ۱۳۲۵ھ کو دار دسری نگر ہوا تھا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے کشمیر میں
دین اسلام کی بنیاد اس طرح ڈالی جس طرح اوپر ذکر ہوا۔ رینچن کا اسلامی نام ملک
صدرالدین قرار پایا۔ اسکے دین اسلام اختیار کرنے کے متعلق کسی نے یہ اشعار موزوں
کیے ہیں ؎

یار من بہر محفل آرائی ۔۔۔ شد تماشائی ہر تماشائی
رفت او کرد دعوی اسلام ۔۔۔ شد او کرد کفر آرائی
کفر و اسلام را بجنگ آورد ۔۔۔ خود عیاں جنگ را تماشائی

اسکی متابعت میں راوان چندراور بعض دیگر امرا اور عوام الناس بھی اسی وقت پر شاہ صاحب
کے دست مبارک پر بیعت اسلام میں داخل ہوئے۔ بقول "الناس علی دین ملوکہم" دین
اسلام کا نور چاروں طرف پھیل گیا۔ لوگ جوق جوق نئے دین میں شامل ہونے لگے ملک
صدرالدین اپنے عہد حکومت میں اشاعت اسلام کے لیے ہمہ تن ساعی رہا۔ لیکن یہ صرف
تائید غیبی ہی کی بدولت تھا کہ سوا دو سال کے قلیل عرصہ میں ملک صدرالدین مشرف
بزرگوار کے لیے موزیانے بہت وجہلم کے کنارے پر خانقاہ تعمیر کرائی جسکے متصل
ایک مسافر خانہ اور مسجد بھی تیار ہوئی۔ اور بلبل شاہ کا لنگر جاری ہوگیا۔ لنگر وغیرہ
مصارف کے لیے صدرالدین نے بارہ گنہ ناگام میں چند گاؤں وقف کر دیئے جو ان
چغتائی کے زمانہ تک خانقاہ مذکور کی جاگیر میں شامل رہے۔ مسلمانوں کی عمارتوں میں سب سے
پہلی عمارتیں یہی خانقاہ اور مسجد ہیں جو آج تک بلبل شاہ کے محلہ مرسومہ بہ بلبل لنگر بلبل
لنگر میں بدستور موجود ہیں۔ سوائے خانقاہ مذکور باقی تمام عمارات وقتاً فوقتاً منہدم
ہوگئی ہیں۔ اس خانقاہ کے متصل جانب شمال ملک صدرالدین نے اپنا محل بھی بنوایا
کرایا تھا جسکے متصل ایک جامع مسجد بھی بنوائی گئی تھی۔ لیکن اب ان تمام عمارات کا
نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ شاہی محلات کی جگہ اب حضرت ولیسی صاحب کا مقبرہ

---

لہ بعض ہندو مورخوں کا قول ہے کہ رینچن شاہ کشمیر کے بڑے وزیر سہدیو نے اسلام کی بنا کر وہ اسے
اپنے مذہب میں شامل کرلیں۔ لیکن انہوں نے منظور نہیں کیا لیکن اس کی نسبت کسی پرانی تاریخ کی شہادت نہیں ملتی

لہ بلبل شاہ کا اصلی نام سید شرف الدین تھا۔

(مسجد) تو ہیں لیکن جامع مسجد جو ہوڑے بڑے صحن میں بنی ہوئی تھی اب چھوٹے پیمانے پر بنائی گئی تھی اور بنانے والے کے نام سے شہور چلی آتی ہے۔

تاریخ کشمیر میں اس شخص نے انقلاب پیدا کر کے ملک صدرالدین کو نہ صرف وہ سرحد تک حکومت نصیب ہوئی اور صرف دو سال سات ماہ کی حکمرانی کے بعد حیدر خان ظالم ایک چودہ سالہ بچہ چھوڑ کر راہی ملک عدم ہو گیا۔

## اودیان دیو

ایام حکومت ۱۵ سال ۲ ماہ ۱۳ روز (۱۳۲۲ء تا ۱۳۳۷ء)

ملک صدرالدین کی وفات پر تخت کے لیے ہر سانس نعرہ اٹھا۔ حیدر خان تو نابالغ بچہ تھا بسبب الاتفاق اسے سلطنت سے برطرف کر دیا اور نئے حاکم کی تلاش میں ہوئے۔ آخر ۱۳۲۳ء کو کوٹ رانی بیوہ ملک صدرالدین نے اعیان دولت سے مشورہ کر کے پرانے راجہ سہدیو کے بھائی اودیان دیو کو جو واقعہ زوچو کے فرقت سے بھاگ کر سوات کشمیر میں پناہ گزین تھا اور اس وقت حدود بمبکل میں سکونت پذیر تھا بلا کر مسند آرائی حکومت کر دیا۔ ساتھ ہی خود بھی اودیان دیو کے سلک زوجیت میں داخل ہو کر کفیل ریاست ملکی والی بن گئی۔ اودیان دیو خود تو بڑا کم ہمت اور بے عقل تھا لیکن کوٹ رانی اعلیٰ درجہ کی پولیٹکل اور مردانہ قابلیتوں کی عورت تھی تمام معاملات حسن و خوبی سے سرانجام دینے لگی۔ اس نے شاہ میر کو منصب وزارت اور پنچو بٹ کاچاری کو عہدہ سپہ سالاری عطا کر کے حکومت کی بنیاد اعلیٰ پیمانہ پر قائم کر دی اور خود بھی کمال عقل و فراست و دلجمعی حکومت دیسے لگی۔ چار سال تک تو معاملات ملکی بخیر و خوبی سرانجام پاتے رہے۔ آخر ۱۳۳۷ء کو پے در پے چھیی اور پریشانی کے آثار نمودار ہو گئے۔ اودیان دیو ایک ترکی سپہ سالار مسمی ترکوں کا بے شمار لشکر ساتھ لیکر بیرہ پور کی راہ سے ملک کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ ترکوں کا تمام لشکر تمام ملک کا نپ اٹھا۔ زوالفقار خان کے حکم و ستم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ اودیان دیو تو ایسا گھبرا دیا کہ سر آمد دیکھا نہ نادید ہمت ہار بیٹھا اور سلطنت کو چھوڑ کر جموں کی جانب بھاگ گیا۔ کوٹ رانی جو اپنے باپ کے

زبردست ذوالقدر خان کے ہنگامے میں قدرت کے تماشوں کا مشاہدہ کر چکی
مستقل مزاجی سے سردار اپنی جگہ پر ڈٹی رہی۔ اگرچہ شوہر کی دو ن ہستی اور زندگی
بھر بھی گھبرا گئی تاہم اسنے ہمت نہ ہاری اور تمام امراء ذوالقدر اور دیگر سرداروں
اشتعال کو طلب کر کے غیرت آمیز الفاظ میں انکے دلوں میں وہ جوش بھر دیا کہ سب
مرنے مارنے کو تیار ہو گئیں پڑانے لگ گئے۔ اس مہم کا انتظام شاہ میر کے
سپرد کر کے تمام نیک و بد کا اسے ذمہ دار بنا دیا جس نے بکمال جوانمردی چاروں
طرف سے فوج جمع کرنی شروع کی نزدیک و دور کے تمام رؤسا اور اعیان ملک کے
نام اس مضمون کے پروانے لکھے کہ ذوالقدر خان کی فوج کشی کے وقت جو دن ہستی
اور بزدلی دکھائی کشمیر سے ظہور میں آئی وہ سب پر روشن ہے۔ اگر اس وقت ہم سب
بائے استقلال جمائے رکھکر مقابلہ کے لیے کھڑا ہو جاتا تو غریب رعایا کو ان مصائب کا شکار نہ
پڑنا پڑتا جسکے باعث ملک بھی اور ملک بھی تباہ و ویران ہو گیا۔ اب دوسرا غنیم سر پر
آن پہنچا ہے۔ اگر اب بھی ہم دل چھوڑ بیٹھے تو جو خرابی پیدا ہو گی وہ خود کچھ نے ہمیں پہلے
ہی تباہ کر لی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بزرگوں اللتاوت وغیرہ کے کارناموں کو مد نظر رکھکر
مرنے مارنے کو تیار ہو جائیں تو بمصداق "الفی منی تمام من اللہ" عجب نہیں کہ دشمن منہ
کی کھائے۔ ملک تباہی سے بچے اور آئندہ ہمیں ہمیشہ کو حملہ آوری کا حوصلہ نہ ہو۔ یہ بھی سمجھ لیں
ہمارے دل پیش آتی ہے جس سے نجات ملنی مشکل ہو جائیگی اس قسم کے پند و نصائح نامہ پیغام
اور اعلان دلخراش نے امیروں کے دلوں میں مردانگی اور جوانمردوں کے دلوں میں جوش
پیدا کر دیا اور سب متفق ہو کر جان توڑ کوشش کے لیے تیار ہو گئے۔ یکبارگی تقسیم بر ٹوٹ
پڑے۔ ایسا ہنگامہ جدال و قتال برپا ہو گیا کہ قیامت کا نمونہ بن گیا۔ اس موقعہ پر کشمیر یوں
نے اس شجاعت و جوانمردی سے تیغ رانی کی کہ ترکوں کی ترکی تمام ہو گئی اور دم کی کہا کر
واپس لوٹ گئے۔ شاہ میر خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا رانی کی خدمت میں حاضر ہوا۔
کوٹ رانی نے بھی اسکی خدمات کی پوری داد دی اور بڑی عزت افزائی کی۔ اسکے علاوہ
تمام ملک میں شاہ میر کی شجاعت اور جوانمردی کی دھاک بیٹھ گئی لوگ اسکے کارناموں
کے راگ گانے لگے۔ ہمگے ہی منصب وزارت پر ممتاز تھا۔ اب تو تمام سیاہ و سفید کا مالک
و مختار بن گیا۔ اسکے بیٹے جمشید اور علاؤالدین بھی علاوہ کامراج میں اعلیٰ مناصب پر ممتاز

ہو کر حکمرانی کرنے لگے جب دشمن کی طرف سے بالکل اطمینان ہو گیا تو کوٹہ رانی نے بمعہ دیوان اودیان دیو کی تلاش شروع کی اور اسے تخت سے بلا بھیجا پھر تخت پر بٹھلا کر لالچ کرنے لگے۔ اسکے بعد کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے اودیان دیو کی قابلیت کا اندازہ لگ سکتا۔ اسی امن و امان کی حالت میں سدہ سالہ حکومت کے بعد اودیان دیو کا جام حیات لبریز ہو گیا۔ ۱۳۴۳ء کو رخت سفر باندھ منزل مقصود کو چلا گیا۔ اسکے بعد کوٹہ رانی کے بطن سے لوتر نام ایک لڑکا تھا جسکا تالیق سپہ سالار رنچن مقرر کیا گیا تھا لیکن وہ ابھی نابالغ ہی تھا کہ اودیان دیو دنیا سے رخصت ہو گیا۔

## کوٹہ رانی

ایام حکومت ۵ سال ۱۳۴۳ء تا ۱۳۴۸ء

یوں تو ملکہ صدرالدین کی وفات کے بعد کوٹہ رانی ہی حکومت کر رہی تھی لیکن اودیان دیو کے انتقال پر اسنے اپنے بھائیوں کی معاونت سے خود مختار حکومت کی بنیاد قائم کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ وفات کے دوسرے دن لوتر کے حکومت کھڑا کر کے بھائیوں سمیت اندر کوٹ جا پہنچی۔ اور دیگر لڑکیں کی مرضی کے خلاف تخت شاہی پر روبق افروز ہو کر امور سلطنت کی سر انجام دینے لگی۔ رانی کی اس کارروائی سے سب کا دل کھٹا ہو گیا اور تمام رعایا بے اطمینانی اور بے استقلالی کے آثار نمودار ہو گئے۔ شاہ میر جو جدامجد کی بشارت کے مطابق ہر وقت موقع کا منتظر تھا موجودہ واقعات کے آئینہ میں امید کامیابی کی جھلک دیکھکر اندر کوٹ سے نکل کھڑا ہوا۔ سرینگر میں داخل ہو کر اسنے تمام اعیان ملک کو زر و دولت سے مالا مال کر کے اپنا دوست قائم کر لیا۔ صدا اسکے ساتھ تھا تمام رعایا نے عہد و پیمان مستحکم کر کے اسکی اطاعت قبول کر لی اور بالاتفاق اسے سریر حکومت پر بٹھلا دیا۔ بلا رانی کی سرپرستی میں بچہ بٹ نے مخالفت پر کمر باندھی لیکن وہ بیچارہ جلد ہی قتل ہو گیا اور ملک شاہ میر کے لیئے فتنہ و فساد سے بالکل پاک ہو کر دشمن سے خالی ہو گیا۔ کوٹہ رانی نے ۵ سال تک خود مختار حکومت کی۔

# اورنگ دوم

از ابتدائی ۱۳۴۲ء تا نہایت ۱۵۵۲ء مطابق ۷۴۳ھ تا نہایت ۹۵۹ھ سال ۲۰ قدر

آخر کار ۱۳۴۳ء کو سائیں قدر شاہ کی پیشینگوئی صادق آئی اور دشمنوں کو مغلوب و منکوب کر کے حکومت ملک کا سہرا شاہ میر کے سر بندھا۔ اس بادشاہ اورنگ کی زندگی اور حالات اس امر کے شاہد ہیں کہ بازیگاہ عالم میں واقعات کے حدوث کا سلسلہ علت و معلول اسی مسبب حقیقی کے دست قدرت میں ہے ورنہ ایک شخص کی زندگی کی تقلید کرنے سے ہمیشہ ایک نتیجہ نکلنا لازمی ہوتا۔ سپاہی کی حالت سے شہنشاہ کا رتبہ حرف بحرف پورا ہونا بادشاہی کے تصور میں درج تھا۔ گدا رسیدنے سے نادر شاہ اور غلام سب تکیں بنتا اسی منعم حقیقی کے دست قدرت کا محتاج ہے ورنہ اگر ہر ایک شخص ان کی زندگیوں کا نمونہ پیش نظر رکھکر ویسا ہی جاہ و حشم پیدا کرنا چاہے تو ضروری نہیں کہ ویسا ہی رتبہ حاصل کر سکے برخلاف اس کے اگر وہ شہنشاہ عالم چاہے تو ماتر گپت یا لچھمن دیو جیسے ناسمجھوں کے سر پر حکومت کا سہرا باندھ دے اسی طرح شاہ میر کے پہلے پہل داخل کشمیر ہونے کے وقت کس کو گمان تھا کہ اسی جلاوطن آوارہ روزگار کے ستارہ بخت میں حکومت کشمیر کا تاج کھچا ہوا ہے چونکہ تائید ایزدی ساتھ تھی۔ اس لئے اس کی زندگی میں ایسے ایسے واقعات پیش آئے جو کامیابی کے لئے بمنزلہ زوبان ثابت ہوئے۔ بڑھتے بڑھتے بخت مساعد نے سند امارت پر بٹھا کر حکومت سلاطین کشمیر کا بانی بنا دیا۔

علاوہ ازیں کشمیر میں دین اسلام کا بانی بھی اسی کو سمجھنا چاہیئے۔ اگرچہ اول اول ملک صدر الدین نے بیعت اسلام سے مشرف ہو کر ہدایت کا چراغ روشن کیا تھا لیکن ایک تو وہ بھی شاہ میر کی تبلیغ سے مسلمان ہوا تھا دوسرا اس کی مختصر حکومت نے اس کو اس قدر راغب کر دیا اور دوسرے پر طنجن شاہ عرف ملک صدر الدین کے انتقال پر ملال کے بعد اس کی ترویج بھی مفقود ہو گیا تھا اور یہ اگرچہ ذوالنون کے جملہ ہونے کے باعث مسلمان ہو گیا تھا

ہیں رہا اور اس نے مسلمان عورت سے شادی بھی کر لی لیکن ویسا کہ ہم اسے ہندو نہیں کہہ سکتے ویسے ہی اسے کٹا مسلمان بھی نہیں خیال کر سکتے۔ درحقیقت وہ کسی خاص مذہب کا پابند نہ تھا بلکہ وہ ابن الوقت موقع کا پابند تھا اس نے سخت پر ذم رکھا کہ نہ تو اسلام کی مخالفت ہی کی اور نہ اسکی اشاعت کیلئے کسی قسم کی کوشش کی البتہ شاہ میر اس کے عہد حکومت میں بھی اشاعت اسلام کیلئے سعی کرتا رہا۔ اگرچہ پہلے تو لوگ مذبذب حالت ہی میں تھے لیکن آخر کار شاہ میر کی تائید سے اسلام کا سکہ ایسا جما کہ روز بروز اسے ترقی ہونے لگی۔ سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک یہ مذہب پورے عروج پر رہا۔ اور بغیر کسی رکاوٹ کے ترقی کرتا رہا۔ ۱۵۰۲ء میں سلطان حسین مرزا نے خراسان کی طرف سے میر شمس الدین عراقی سفیر بنکر وارد کشمیر ہوا اس کے کشمیر پہنچتے ہی حسن شاہ کا انتقال ہو گیا جس سے میر صاحب کو آٹھ سال تک کشمیر ٹھیرنے کا موقعہ لگا۔ دوران قیام میں اس نے ظاہر میں تو بادشاہ دلی کے امن عافیت کو پکڑا اور اسکا معتقد بنا لیکن درپردہ مذہب تشیع کی بنیاد ڈالنے کی فکر میں ہر وقت سرگرداں رہنے لگا۔ اس مرتبہ اسے کامیابی نہ ہو سکی۔ آٹھ سال کی ہمہ تن کوششوں کے بعد یہ خراسان کو لوٹ گیا تاہم اس عرصہ میں اس نے علی بخاری کو اپنا معتقد بنا لیا تھا یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے ملک صدرالدین کی طرح پہلے پہل مذہب تشیعہ کی بیعت اختیار کی اور آہستہ آہستہ اپنے نئے دین کو وہ سروج دیا کہ چکوں کے زمانہ میں یہ مذہب راج دھرم ہی بن گیا تھا۔ میر شمس الدین عراقی خراسان پہنچا تو سلطان حسین مرزا کو بھی اس کے مذہبی عقائد سے آگاہی ہو گئی۔ چنانچہ والئے خراسان نے بہ زجر و توبیخ میر صاحب کو دربار سے نکلوا دیا۔ اب پھر میر صاحب کے دل میں کشمیر کی دلکشی ہوا لہرانے لگی۔ سلانعہ میل رجول نے اسے کامل یقین دلا دیا تھا کہ اہالیان خطہ کی ضعیف الاعتقادی اور سادہ لوحی اس کیلئے کامیابی کا وسیع میدان خوشگوار نتائج کیساتھ مہیا کر سکنے کی کافی گنجائش رکھتی ہے چنانچہ وہ دوبارہ سلطان محمد شاہ کے عہد میں دلی کشمیر ہو گئے۔ علی بخاری کی اخلاصمندی نے بہت سے امراء درباریوں کو میر صاحب کا معتقد بنایا خصوصاً فرخ چک انکے مریدان راسخ الاعتقاد میں داخل ہو کر انکی اخلاصمندی کا دم بھرنے لگا۔ اس وقت چکوں کی سوء بختی میر صاحب کے کام نہ آئی کیونکہ ان دنوں سید محمد میرکی کا ستارہ اقبال کمال عروج پر تھا اور وہ میر صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور اس نے انکو ملک سے خارج کر دیا لیکن جونہی آپ گئے مذہب تشیع کو تباہ و برباد کرتا رہا۔ سید محمد

کی وفات کے بعد میر شمس الدین عراقی پھر کشمیر آگیا سلطان فتح شاہ کے بھائیوں چکوں کی معاونت سے مذہب تشیعہ کو پورا رواج حاصل ہوا اور یہ مذہب بھی چکوں کے عروج کے ساتھ ہی ترقی کرنے لگا مسلمانوں میں دو فرقے ہو جانے سے باہمی تنازعات اٹھ کھڑے ہوئے۔ تمام جنگیاں شروع ہوئیں جس سے سلطنت میں بھی ضعف پیدا ہو گیا یہاں تک کہ اکثر امراء و ندا سرکش ہو گئے اور انہوں نے وہ عروج حاصل کیا کہ آخر کار سلطان محض برائے نام ہی سلطان سمجھے جانے لگے دراصل قوم چک ہی تمام سیاہ و سفید کی مالک و مختار بن گئی چکوں نے آخر میں سلاطین سے رشتہ داریاں بھی جوڑیں آخر کار ۱۲ سال کی حکومت کے بعد ۹۷۴ھ کو علی چک نے سرور بار سلطان حبیب شاہ کے سر سے تاج شاہی اتار کر اپنے بھائی غازی چک کے سر پر رکھ دیا سلطان میں نہ تو اتنی طاقت تھی اور نہ کوئی فوج تھی کہ مقابلہ کر سکتا۔ تخت و تاج پر جان و دل خاموشی ہی میں سلامتی سمجھی اور سلطنت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

# شجرہ نسب سلاطین کشمیر

شاہ میر عرف سلطان شمس الدین

| | |
|---|---|
| سلطان حیدر | سلطان حاجی الدین |
| سلطان شہاب الدین | قطب الدین |
| حسن خان | علی خان المتخلص بہ سکندر سلطان سکندر |
| میر خان عرف علی شاہ | شاہی خان عرف زین العابدین |
| ادھم خان | حاجی خان عرف حیدر شاہ۔ بہرام خان |
| فتح شاہ | حسن شاہ |
| سکندر شاہ | تاج شاہ |
| حاجی حیدر خان | سلیم خان |
| اسمٰعیل شاہ | ابراہیم شاہ |
| حبیب شاہ | ابراہیم شاہ ثانی |

محمد خان عرف محمد شاہ
شمس الدین ثانی
اسمٰعیل شاہ ثانی

# شاہ میر عرف سلطان شمس الدین

ایام حکومت ۳ سال ۵ ماہ ۱۳۴۳ء وفات ۱۳۴۳ء مطابق ۷۴۳ھ نوابی ۷۴۳ھ

سوات کے علاقہ سے نکلکر ۲۱ سالہ قیام کشمیر کے بعد ۱۳۴۳ء میں شاہ میر نے تاج شاہی سر پر رکھکر اپنا لقب سلطان شمس الدین مقرر کیا شجاعت، جلادت، مستعدی، دور اندیشی، استقلال کے علاوہ انصاف پسندی اور عدلت شعاری کے تمام وہ اوصاف جو ایک عادل اور با دل بادشاہ میں ہونے چاہئیں اس میں کما حقہ موجود تھے منصب وزارت کے دنوں میں بھی رعایائے کشمیر اس کی ایسی گرویدہ احسان ہوگئی تھی کہ دیان دیوادر کوٹہ رانی کی نسبت بھی اسکی قدر و منزلت بڑھ گئی تھی خصوصاً جبکہ ترکی سپہ سالار کے مقابلہ میں اُسے نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تو لوگ اسکی جانب اور بھی زیادہ راغب ہو گئے یہی وجہ تھی کہ کوٹہ رانی کی تخت نشینی پر بلا کسی دقت کے لوگوں نے اسکی اطاعت قبول کر لی عنان حکومت ہاتھ میں لیکر بھی اپنے اپنی سابقہ چال ڈھال کو نہ بدلا اور ہر طرح سے رعایا کی بہبودی اور آسائش کیلئے کوشش کرتا رہا سب سے بڑا احسان تو اس نے رعایائے کشمیر پر یہ کیا کہ مالیہ سرکاری بجائے دسویں حصے کے پانچواں حصہ مقرر کر دیا اگرچہ خود دین اسلام کا پیرو تھا لیکن اس نے تمام غیر مذاہب والوں سے وہ برتاؤ کیا کہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ دیا

کوٹہ رانی اندر کوٹ میں بھتیجی ہوئی سلطنت حاصل کرنے کی کوشش باستور کر رہی تھی سلطان شمس الدین نے فتنہ و فساد مٹانے کیلئے اسے اپنے حقد موالمت میں لانا چاہا۔ لیکن اس اولوالعزم رانی نے اپنے ملازم سے شادی کرنا منظور نہ کیا۔ شمس الدین کا دسوسہ اور بھی بڑھ گیا اور اس نے اندر کوٹ پر فوج کشی کر دی رانی نے مصلحت وقت دیکھکر صلح کر لی اور سلطان سے بیاہ پڑھا کر اس کے ہمراہ سرینگر آگئی لیکن رات کو اس نے اپنے شکم میں چھری بھونک کر تمام جھگڑوں قضیوں کا فیصلہ کر دیا۔

سلطان شمس الدین نے بکرمی سمت کو موقوف کر کے نیا سن جاری کیا جس کی ابتدا دور اسلام کے آغاز سے یعنی محمد شاہ کی تخت نشینی سے شروع کی یہ سن شاہان چغتائی کے زمانہ تک کشمیر ہی سن کے نام سے ملک میں رائج رہا۔

اس سلطان کے عہد میں طائفہ لون جو اویہ پانڈیو کے خاندان کا [illegible]

سے بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا انھوں نے تمام ملک میں شورش برپا کر دی لیکن سلطان کی ہر دلعزیزی کے مقابلہ میں ان کی دال نہ گل سکی اور منہ کی کھا کر مغلوب ہو گئے۔ اس بغاوت کی پاداش میں سلطان نے انہیں سلطنت کے کاموں سے بالکل خارج کر دیا اور بجائے ان کے افواج ملک سے وجیک کی سرپرستی کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے اکثر مقامات جلیلہ مالی ملکی اور جنگی انہیں لوگوں کے ہاتھ میں دیدیئے۔

آخر تین سال ۵ ماہ کی حکمرانی کے بعد ۱۳۴۲ء میں سلطان شمس الدین دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور بمقام بہتل دفن ہوا جہاں اسکا مقبرہ سلطان بادشاہ کے نام سے اب تک مشہور چلا آتا ہے اس کی تاریخ وفات کسی نے یوں لکھی ہے۔ آہ شمس باز زیر حجاب

اس بادشاہ نے جمشید اور علی شیر دو بیٹے چھوڑے جو یکے بعد دیگرے مسند حکومت ملک پر متمکن ہوئے

## سلطان جمشید

ایام حکومت ایکسال دو ماہ ۱۳۴۲ء لغایت ۱۳۴۳ء مطابق ۷۴۳ھ لغایت ۷۴۴ھ

۱۳۴۳ء میں مرحوم سلطان کا بڑا لڑکا جمشید جانشین ہوا جو اپنے چھوٹے بھائی علی شیر کو اپنا نائب اور مختار بنا کر بالاتفاق عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا لیکن ابھی ایک سال بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ علی شیر نے فوراً بغاوت اختیار کر کے علم کارزار برپا کر دیا پہلے پہل تو سلطان کی فوج پے در پے علی شیر پر غالب آتی رہی لیکن آخر کار علی شیر نے سلطان کے اہلکاروں سے سازش کر لی اور بمقام دانتی پورہ سلطان کو شکست فاش ہوئی آخر سلطان کے وزیر سیف الدین نے جو سرینگر میں سلطان کا قائم مقام تھا امور سلطنت سرانجام دے رہا تھا تاج و تخت علی شیر کے حوالہ کر دیا جس سے جمشید خود بخود سلطنت سے کنارہ کش ہو گیا اسی اثنا میں سلطان جمشید قضاء الٰہی سے جان بحق تسلیم ہو گیا جس سے تمام آئندہ جھگڑوں کا فیصلہ ہو گیا۔

۱۳۲۱ء سے ترقی کرتے کرتے سلطان جمشید کے عہد میں اسلام اس حالت کو پہونچ گیا تھا کہ اس میں کئی ایک صاحب کمال پیدا ہونے شروع ہو گئے تھے منجملہ ان کے خلاصی بن پنا بن اور یاس بن تین بھائی ایسے صاحب کمال تھے کہ ان کی برکت سے گذر سے ہیں

کرامات زہد و اتقا مام کشمیر میں سیان زد خلائق تھا اور لوگ جوق جوق ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے خلاص بن اور پدس من دونوں انتقال کر گئے تو یاس من جو سب سے چھوٹا تھا۔ آرزو ام خلق دیکھکر حجاب سے باہر ہونے لگا تھا سی تام ایک مہ جبین عورت سے لے دام محبت میں اسیر کر کے راہ راست سے منحرف کر دیا لیکن جلد ہی خواب خرگوش سے وہ بیدار ہو گیا اور اپنے کردار سے تائب ہو کر بارگاہ الٰہی سے مغفرت کا خواستگار ہوا۔ سندی بھی یاس من کا زہد و اتقا دیکھکر اپنی حرکات سے نادم ہوئی اور راہ حق اختیار کر کے یاس من کے مرید ان با اخلاص میں داخل ہو گئی۔ ان تینوں بھائیوں کی کرامات اور خرق عادات دین اسلام کی ترقی میں ایک بڑی حد تک معاون و مددگار ہوئیں۔ جن کے باعث اکثر اہالیان ملک کے دلوں میں اسلام کی صداقت نقش برسنگ ہو گئی۔

# سلطان علاؤالدین علی شیر

ایام حکومت ۱۲ سال ۲ ماہ ۱۳۴۵ء (۱۱ سال ۸ ماہ) ۱۳۴۵ء سلطان شہاب الدین ۱۳۵۶ء نہایت سنہ ۱۳۵۷ء

وزیر سراج الدین کی امداد سے ۱۳۴۵ء میں علی شیر تخت حکومت پر متمکن ہوا اس نے اپنا لقب سلطان علاؤالدین رکھا۔ اس سلطان کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا تقریباً تمام پرانی عمارتیں جو حادثات آتشزدگی کے سوختوں پر ویران ہو گئی تھیں اس نے از سر نو تعمیر کرائیں بلکہ اپنے نام پر شہر سرینگر میں محلہ علاؤالدین پورہ بھی آباد کیا جو آجتک اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے۔

طائفہ دون جو سلطان شمس الدین کے وقت سے حکومت سلاطین سے بیزار چلا آتا تھا اسکے عہد میں سرکردان ہو کر کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا اور قوم ناٹک کو بھی ہمراہ لیگیا لیکن سلطان علاؤالدین نے بڑی حکمت عملی سے انہیں قابو میں لاکر محبوس کر لیا۔

اہل ہنود کے آخری دور کے زمانہ میں جو فسق و فجور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا تھا اس کے تدارک کیلئے سلطان نے ایک حکم جاری کیا کہ بدکار عورتیں اپنے شوہروں کی میراث سے بالکل محروم رکھی جائیں جس سے بہتیری فاحشہ عورتوں نے بدکاریوں سے تائب ہو کر پرہیزگاری اختیار کر لی۔ اس سلطان کے آخری دور حکومت

میں بیوقت بارش کے باعث قحط عظیم برپا ہوگیا۔ تاہم سلطان نے اس ہولناک اثر کو بالکل کمزور کردیا۔ آخر گیارہ سال ایک ماہ کی حکومت کے بعد ۱۳۵۹ء مطابق ۷۶۰ھ کو داعی اجل ہوا۔ تاریخ وفات ہے

بہر تاریخ وفات سلطان — ہاتفے گفت بحالش فردوس (۷۶۰ھ)

## سلطان شہاب الدین[1]

ایام حکومت ۱۱ سال سوا ماہ — سنہ جلوس ۱۳۶۰ء — سنہ وفات ۱۳۵۹ء مطابق ۷۶۰ھ — سنہ وفات ۷۶۰ھ

۱۳۵۹ء میں سلطان علاؤالدین کا بڑا بیٹا شہاب الدین تخت خلافت پر متمکن ہوکر داد دہش میں مصروف ہوا۔ تاریخ تاجپوشی ہے

ہاتف غیب بہر سال جلوس — برگوشت بہشت نامی (۷۶۱ھ)

چونکہ شہاب الدین سلطان شمس الدین کے دوسرے بیٹے کا لڑکا تھا اس لئے آئین ملک کے رو سے اسے تاجپوشی کا کوئی حق نہ تھا لیکن واقعات کا سلسلہ کچھ اس طور پر واقع ہوا کہ سلطان علاؤالدین اپنے بھائی حمیشیہ کو معزول کرکے حکومت ملک پر قابض ہوگیا جس سے حکومت شہاب الدین کے ہاتھ لگ گئی۔ اس کی نسبت روایت ہے کہ لڑکپن کے زمانہ میں ایک دن شہاب الدین شکار کھیلنے گیا تھا۔ شکار میں اس نے کسی جانور کے پیچھے گھوڑا ڈالا جو تیز جھاڑی میں سر شاخ سقف آ کے نکل گیا کہ اپنے تمام ہمراہیوں سے جدا ہوگیا

[1] مصنف تاریخ فرشتہ رقمطراز ہے کہ سلطان شہاب الدین اور قطب الدین بھی سلطان علاؤالدین کے بھائی تھے لیکن کسی دوسری تاریخ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی پس اس میں شک نہیں کہ شہاب الدین اپنے دادا سلطان شمس الدین کے عہد میں پیدا ہوا تھا۔ اور کسی کے عہد میں اس نے شہاب الدین پوریہ کی بنیاد بھی ڈالی تھی لیکن یہ امر اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ سلطان شمس الدین ہی کا لڑکا تھا۔ صاحب تاریخ حسن بھی فرشتہ کے قول کی تصحیح کرتا ہے۔ لیکن پرانی تاریخوں کے مقابلہ میں اس کا قول مستند نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ دور اسلام کے شروع ہوتے ہی تاریخ نویسی کو بھی عروج ہوگیا اور اس وقت کی بہت سی پرانی کتابیں مل سکتی ہیں۔ ملا احمد کی تاریخ اس سے تھوڑے عرصہ بعد ہی لکھی گئی تھی جو صحیح ہونے کی کافی دلائل رکھتی ہے +

عرف رائے شیر دل بھنڈ اور اختہ جی داس کے قدم بقدم چلے آتے تھے ساتھ رہگئے اس دوپہر دوپہر سے شہاب الدین کو شدت پیاس سے غش آنے لگا۔ پانی کی تلاش میں ادھر اُدھر پھرتے پھرتے ایک جارنہ دو شیشہ کچھ پیالہ ہاتھ میں لئے درہ کوہ سے نکل آئی شہاب الدین نے اسے عنایت ایزدی سمجھا اور عارفہ کی دعوت پر پیالہ لیکر پیا اختہ جی کو پیالہ خود لیا اور پس ماندہ جھنڈا کو دیدیا جو کچھ اس سے بچ رہا اسے رائے شیر دل نوش جان کر گیا اور اختہ جی کیلئے کچھ نہ بچا۔ پیالہ واپس لیتے اس عورت نے شہاب الدین سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے شہاب الدین تو ایک الوالعزم بادشاہ ہوگا اور بہت سے فتوحات کریگا بھنڈ اور رائے شیر دل علی الترتیب تیرے سپہ سالار اور وزیر بنینگے مگر تشنہ لب اختہ جی کو مار کر پیاسا نہ پھر چکا ہے اور جا بھی نہ جائیگا جب یہ لوگ شکار سے واپس آئینگے تو گھر پہونچتے ہی اختہ جی راستے ملک عدم ہو گئے جس سے عورت مذکور کی پیشینگوئی کا یقین کامل ہو گیا اب جبکہ نصیب نے یاوری کی تو شہاب الدین سلطان بنگیا اسنے بھنڈ کو سپہ سالار اور رائے شیر دل کو وزارت عطا کر کے عورت کی پیشینگوئی کی تکمیل کر دی۔

ان تینوں رفیقوں نے حکومت ملک پر تسلط پاکر نظام مملکت کے لئے پوری کوشش کی اور امانت ملکی بڑی دانشمندی اور قابلیت سے سرانجام دینے لگے۔ ذوالقرنین کے وقت سے تمام ملک میں یہ انتظامی اور عسکری پھیلی ہوئی تھی۔ اکثر جاگیردار اور علاقہ دار چند چند قریوں اور قصبوں پر دست تسلط جما کر بعض تو بالکل خود مختار بن بیٹھے تھے اور بعض بشرط نذرانہ و کچھ رسوم باختلاف و تخالف دیا کرتے تھے لیکن درحقیقت وہ سب خود مختار ہی تھے تخت کی حکومت بالکل نہ مانتے تھے شہاب الدین نے اول تو تمام سرکشوں و باغیوں کی کوشمالی کر کے انہیں مطیع و منقاد کیا اور پھر ملک کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا تمام صوبہ کشمیر کی علاقہ بندی کر کے خراج کیلئے مناسب قواعد جاری کئے جب ادھر سے بھی فراغت ہو گئی۔ تو جہاں گیری پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار فوج آراستہ کر کے اس نے

---

لہ اس عارفہ کی نسبت بعض مورخوں کا قول ہے کہ یہی مشہور ملا بھی عارفہ تھی جس کے کرامات جھنگ کشمیر میں مشہور ہیں مگر یہ صحیح نہیں یاد رہے کہ ملا بھی اس واقعہ سے قریباً ایک سو سال بعد سلطان زین العابدین کے زمانہ میں گذری ہے +

سیدتاج الدین یمنی کے بیٹے سید حسن کو ہیرول فوج مقرر کیا اور بارہ مولہ کے راستہ نکل کھڑا ہوا۔ پکلی۔ سوات کنڑ۔ باجوڑ اور علاقہ قوم گکھڑ تسخیر کر کے کابل جا پہنچا۔ وہاں کا حاکم سلطان احمد خاں اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ لیکن ایک خونریز لڑائی کے بعد میدان کارزار سے بھاگ نکلا۔ سید حسن نے تعاقب کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ اور شاہ کابل احمد خاں زندان میں رہا۔ آخر کار سید تاج الدین یمنی کی سفارش سے رہا ہوا۔ سلطان شہاب الدین نے اس کا مورد ملک اسے واپس دیکر وہاں کی حکومت پر مستور اس کے سپرد کر دی۔ رابطہ استحکام قائم رکھنے کے لئے سلطان نے اپنی ہمشیرہ احمد خان کے عقد میں دے دی اور اس کی بہن سے خود شادی کر لی۔ ساتھ ہی اس کی بیٹی کی شادی سلطان کے بھائی قطب الدین سے قرار پائی۔ فتح کابل کے بعد شہاب الدین نے بدخشان کا رخ کیا۔ بدخشان۔ نغمان۔ غزنی۔ غور۔ قندھار و ہرات فتح کرتا ہوا خراسان پہنچ گیا۔ آخر کار ان اطراف کے اکثر ممالک قبضہ اقتدار میں لا کر کوہ ہندوکش کی راہ سے کشمیر کی طرف مراجعت اختیار کی۔ لیکن راستہ میں گکھڑ اور دردستان کے وسیع قطعوں نے اس کی توجہ اپنی جانب منعطف کر لی اور سلطان ان علاقوں کو بھی مفتوح کر کے تبت جا نکلا۔ اس زمانہ میں تبت والے کاشغر کے قبضہ میں تھا۔ سلطان کی نقل و حرکت سے آگاہ ہو کر والئے کاشغر نے اس کے مقابلہ کے لئے بیشمار فوج بھجوائی لیکن خوش نصیب شہاب الدین مظفر و منصور خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا کشمیر لوٹ آیا۔ یہاں پہنچکر بھی اس نے اپنے بہادروں کو دم نہیں لینے دیا۔ پہلے تو اس نے اپنے سپہ سالار کوہتیوں اور کشتواڑ کی تسخیر پر مامور کیا جو اس مہم کو بھی دنوں ہی میں سر کر کے آن موجود ہوا۔ اور پھر کسی بڑی مہم کی طیاریوں میں شروع ہو گیا۔ چنانچہ ۶۰۳ھ ۱۲۰۶ء کو پچاس ہزار سوار۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور پانچ لاکھ پیدل فوج آراستہ کر کے بارہ مولہ کے راستے ملک سے نکل طغرا ہوا۔ یوسف زئیوں کا ملک سواد باجوڑ اور پشاور فتح کر کے لاہور پہنچا۔ جہاں اسے خبر ملی کہ شاہان دہلی کی بدانتظامی نے ملک پنجاب میں شور و فساد برپا

---

لہ سید حسن بہادر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے فرمان کے مطابق ملک کشمیر کا راستہ اور رسم و رواج دریافت کرنے کیلئے کشمیر آیا تھا۔ سید حیدر بھی اس کے ہمراہ ہیرول میں ہی تھا یہاں پہنچکر جب یہ بار یاب دربار ہوا تو سلطان شہاب الدین نے اس کی حسن قابلیت سے خوش ہو کر اسے اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔

کر رکھا ہے۔ موقعہ غنیمت جانکر اس نے پہلے تو ملتان اور لاہور پر حملہ آور ہو کر ان علاقوں کو فتح کیا اور پھر تقریباً تمام ملک پنجاب کو روندتا ہوا عازم دلی ہوا جب دریائے ستلج کے کنارے پر پہنچا تو فیروز شاہ تغلق کی فوج جو سلطان کے مقابلہ پر متعین تھی آ پہنچی اور فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی۔ خاندان تغلق کی حکومت پہلے ہی سے بوسیدہ ہو رہی تھی اور بادشاہ دہلی میں سے شہاب الدین جیسے خونخوار دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ اس لئے پس و پیش ہی میں تھا کہ امیر کبیر امیر سید علی ہمدانی جو قطب الاقطاب دوران تھے۔ درمیان آ گئے۔ اور انہوں نے سلطان شہاب الدین کو صلح کر لینے کا حکم دیا۔ شیخ الاعتقاد سلطان اُن کے زبان کے مطابق صلح پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت ۷۷۵ھ میں عہد نامہ لکھا گیا جس کے رو سے قرار پایا کہ سرہند سے کشمیر تک کا تمام علاقہ سلطان شہاب الدین کے قبضۂ تصرف میں رہے اور باقی ملک بدستور فیروز شاہ کے زیر حکومت تسلیم کیا جائے۔ اس کے علاوہ فیروز شاہ کی تین لڑکیاں سلطان کے آدمیوں سے منسوب ہوئیں۔ یعنی ایک تو سلطان کے لڑکے حسن خان سے دوسرے اس کے بھائی قطب الدین سے اور تیسرے اس کے سپہ سالار سید حسین بہادر سے نامزد ہوئی۔ جس سے تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو گیا۔ اور سلطان نے ممالک مقبوضہ کا خاطر خواہ انتظام کر کے کشمیر کو مراجعت اختیار کی۔

سلطان شہاب الدین ربط و ضبط ملک اور دیگر امورات جہانبانی میں اپنی نظیر آپ ہی تھا چنانچہ اس کا زمانہ حسن انتظام کے لحاظ سے قابل رشک خیال کیا جاتا ہے۔ شجاعت اور مردانگی جو اس کی فتوحات سے اور بلند خیالی اور عالی دماغی مفتوحوں اور مظلوموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے خوب عیاں ہے۔ جن جن ملکوں اور علاقوں کو اس نے فتح کیا

---

ملہ مصنف وقایع کشمیر کا قول ہے کہ جناب امیر سید علی ہمدانی رح سلطان شہاب الدین کی آخری بیوش کے دنوں میں وارد خطہ ہوئے تھے۔ سلطان کا بھائی قطب الدین ان دنوں کشمیر تھا وہ آن کی خدمت کی بیغی انجام دیتا رہا۔ چار ماہ تک یہاں رونق افروز رہکر آپ ہند وستان کی طرف تشریف لے گئے۔ جب بمقام فیروز پور پہنچے تو سلطان بھی آپ کی خدمت میں باریاب ہوا آپ ہی کی تحریک سے متخاصمین میں صلح ہوئی۔ مگر وقائع کشمیر کی تاریخ بہ ہے ۷ سال تاریخ مقدم اور اید حج از مقدم شرائف اور شیخ نورالدین ولی کی ولادت بھی اسی سلطان کے زمانہ میں ہوئی تھی۔

پھیرا نہیں سکے حاکموں اور درباریوں کے حوالہ کر دیا جس سے اُس کا نام نامی چار دانگ عالم کیا روشن ستاروں کی طرح چمکنے لگا۔

فیروز شاہ سے صلح کرنے کے بعد اُس نے مستقل طور پر کشمیر میں قیام اختیار کیا اور رعایا آباد کی ملک اور بہبودی رعایا کی جانب متوجہ ہوا اس کے عہد میں شہاب الدین پورہ کو جو اب شاہ آباد کے نام سے مشہور ہے اور جسکی بنیاد اُس نے اپنے دادا سلطان شمس الدین کے عہد میں ڈالی تھی کمال رونق اور وسعت حاصل ہو گئی بلکہ بجائے سرینگر کے وہی دارالخلافہ بھی مقرر ہو گیا۔ یہیں اُس نے ایک عالیشان جامع مسجد بھی بنوائی جس کے آثار آجتک شہاب الدین کی شان و شوکت کی گواہی دیتے ہیں۔ فوجوں اور پلٹنوں کیلئے اس نے ایک ہزار بارکیں تعمیر کرائیں اور ملک کو امن و امان اور فارغ البالی اور خوشحالی سے منور کر دیا۔ اسلام کی خداداد ترقی دیکھکر بعض برہمنوں اور خصوصاً مندروں کے پجاریوں کو جنکی روزی بتوں کے بنے رہنے سے آمدنی کم ہونے لگی تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف آگ بھڑکانی شروع کر دی ہندو مرنے مارنے پر تیار ہو گئے کئی جگہ سے فتنہ و ہنگامہ کی خبریں جب سلطان کے سمع مبارک تک پہنچے تو اس نے اس شورش کا استیصال پولیٹیکل لحاظ سے نہایت ضروری سمجھا کئی پرانے مندر اور معابد جہاں مفسد لوگ جاکر پناہ لیتے تھے اور جنہوں سے امداد کے خواستگار ہوتے تھے مسمار اور منہدم کرائے گئے بیج بہارہ کا مشہور و معروف مندر بیجیشور تو بالکل کر دیا گیا اس کے علاوہ سرینگر کے بھی کئی مندر ویران کئے گئے۔ ابھی یہ فتنہ فرو نہیں ہوا تھا کہ سلطان نے اپنی سندھی بیگم کی ایک بھانجی لاہور سے نکاح کر لیا جس سے بیگم ناراض ہو کر اپنے ملک میں چلی گئی۔ سلطان نے ناراض ہو کر اپنے بیٹوں حسن خان اور علی خان کو بھی جو بیگم کے بطن سے تھے کشمیر سے باہر نکال دیا۔

۱۳۸۵ء میں طوفان سیلاب نے کشمیر میں قیامت برپا کر دی۔ تقریباً دس ہزار گھر گھٹتی ہوئی جوں اور بہتی ہوئی لہروں کی نذر ہو گئے بیشمار لوگ غائب ہو کر مصیبت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ہنگاموں کی شورش ابھی ختم نہ ہوئی تھی اور بیگم سے ناراض ہو کر چلے جانے اور دیس میں اپنے بیٹوں کو بھی ملک کرنے کا رنج ابھی فراموش نہ ہوا تھا کہ طوفان کے تازے صدمہ نے اس کو بیمار کر دیا سلطان نے آثار مرگ دیکھکر اپنے بیٹے حسن خان کو کشمیر میں واپس بلوا بھیجا لیکن ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ سلطان علیین جالت مرگ میں اپنے بھائی ہندال المعروف قطب الدین کو اپنا جانشین مقرر کر کے انتقال کر گیا۔

تاریخ وفات — زدہ بار کشمیر جوں رشت پست | زدہ بار کشمیر رشہاب ہ قطب
شہاب دوگر قطب جائش فشت | ۷۸۳ھ

محلہ بلدیہ میں اس کا مقبرہ ہے جس پر ایک سنگین گنبد بھی بنایا گیا تھا لیکن انقلاب زمانہ نے اس کا نام و نشان بھی باقی نہیں رکھا۔ البتہ سلطان زین العابدین کے مقبرہ سے تقریباً قدم کے فاصلہ پر اب بھی اس کی قبر کے نشان ملتے ہیں۔ ہمارے پیر شیر شاہ کے محلہ میں پرتاب سنگھ نام ایک سرکاری اہلکار نے اس مقبرہ کی کچھ مرمت کرائی تھی لیکن اب پھر شکستہ حال ہو رہا ہے۔

# سلطان قطب الدین

ایام حکومت ۱۳۷۸ء تا ۱۳۹۴ء مطابق ۷۸۰ھ تا ۷۹۶ھ

۱۳۷۸ء میں سلطان قطب الدین نے سریر سلطنت کو زیور عدل و انصاف سے زینت بخشی۔ اس نے شہر سرینگر میں محلہ قطب الدین آباد کیا۔ اور اپنا پایہ تخت شہاب الدین پورہ سے تبدیل کر کے خود بھی وہیں آ رہا۔ جہاں اس نے کئی ایک عالیشان عمارتیں اور محل تعمیر کرائے۔ یہ بادشاہ بڑا عادل منصف مزاج اور رعایا پرور تھا اگرچہ اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا۔ لیکن تعصب سے کوسوں بھاگتا تھا۔ تمام مذاہب اور تمام اقوام کو ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ اس کے عہد میں تمام مذاہب والوں کو پوری آزادی حاصل تھی۔ علم دوست بھی اول درجہ کا تھا۔ اکثر عالموں فاضلوں اور شاعروں کی صحبت میں رہتا۔ باوجود مشاغل جہانبانی اکثر مطالعہ میں مصروف رہتا۔ شعر بھی موزون رکھتا تھا بلکہ شاعرانہ مذاق کا مادہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ کا موجود تھا۔ ذیل کے اشعار اس کے طبع زاد ہیں جن سے اس کی قابلیت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے ؎

اے دیگر و شمع رویت عالمے پروانہ — وز لب شیرین تو شوریست در ہر خانہ
من چہ دہم آشنائی سوختم خون جگر — آشنا را حال ما این است وائے بر بیگانہ
قطب مسکین گر گناہے سرزد از پیش کمن — عیب نبود گر گناہ میکند دیوانہ

سلطان قطب الدین نے مفسدوں اور فتنہ پردازوں کا انسداد بھی بطریق احسن کیا۔ جب حاکم لوہر کوٹ نے لوائے بغاوت کھڑا کیا تو اس پر فوج قاہرہ بھیجی اگرچہ اس کی خوب

گوشمالی کی۔ حاکم لوہر کوٹ لڑائی میں مارا گیا اور قطب الدین کی فوج اس علاقہ میں اپنا تسلط بٹھا کر واپس آگئی۔

سلطان مرحوم کا بیٹا حسن خان جو باپ کی طلبی پر کشمیر آرہا تھا شہاب الدین کی وفات کے بعد اپنے چچا قطب الدین کے دربار میں حاضر ہوگیا جس نے بکمال نوازش اسے بھی امورات ملکی میں شامل کرلیا لیکن کچھ عرصہ بعد مخالفوں کی فتنہ انگیزی نے سلطان کو اس سے بدگمان کردیا۔ یہاں تک کہ ایک دن آپ نے اس کی گرفتاری کا حکم دے دیا لیکن حسن خان کو اپنے باپ کے وزیر رائے شیر دل کے ذریعہ عین وقت پر خبر مل گئی اور وہ وزیر موصوف کے مشورہ سے بھاگ کر قطب الدین کے مخالفوں کے پاس لوہر کوٹ چلا گیا۔ جب وزیر کی کارستانی کی اطلاع سلطان کو ہوئی تو وہ سخت آشفتہ خاطر ہوا اور رائے شیر دل کو گرفتار کرکے زندان بھیج دیا لیکن انقلاب چشیدہ وزیر حبس سے بھاگ کر حسن خاں کے پاس لوہر کوٹ چلا گیا جہاں دونوں نے متفق ہو کر ظلم رسیدہ راجگان لوہر کوٹ سے سازش کرکے قطب الدین کی مخالفت پر کمر ہمت چست باندھی۔ لیکن تقدیر کے مقابلہ میں ان کی ایک بھی پیش نہ چل سکی اور اسی علاقہ کے بعض زمینداروں نے موقعہ پاکر دونوں کو گرفتار کرلیا اور قطب الدین کے پاس لے آئے جس نے رائے شیر دل کو تو قتل کرادیا اور حسن خاں کو جیلخانہ بھجوادیا۔

اس بادشاہ کے زمانہ میں کئی مرتبہ سخت قحط برپا ہوا۔ لیکن جود و سخا اور بذل و عطا نے اس کے خوفناک اثرات سے ملک کو بالکل محفوظ رکھا۔

جلوس کے دوسرے سال ۷۸۱ھ میں امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ نے دوسری مرتبہ گلشن کشمیر کو قدوم میمنت لزوم سے سیراب کیا۔ آپ کے آپ کے ہمراہ سات سو سادات بھی وارد خطہ ہوئے۔ قطب الدین جو اپنے بھائی کے عہد میں بھی اپنی مہمان نوازی پر مامور رہ چکا تھا۔ کمال حسن عقیدت سے پیش آیا۔ آپ محلہ علاؤالدین پورہ میں لب دریا ایک سنگین صفہ تیار کرکے مشغول عبادت الٰہی ہوئے اور آپ کے ہمراہی بھی حضرت امیر اور سلطان کے زیر سایہ امن و امان سے ایام زندگی بسر کرنے لگے قطب الدین عموماً ان کی صحبت بابرکت سے مستفید ہو کر سعادت ابدی حاصل کرتا رہتا۔ اور آپ کے اوامر کی تعمیل صدق دل سے ایک ادنیٰ غلام کی طرح بجا لاتا۔

چنانچہ اس کے عقد میں دو سگی بہنیں بختیں جب حضرت امیر نے آسے فہمائش کی کہ بموجب دین محمدی دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا ممنوع ہے تو سلطان نے فوراً ایک کو طلاق دیدی حضرت امیر بھی سلطان کی خوش اعتقادی سے اس کے حال پر بڑی مہربانی فرماتے تھے چنانچہ انہوں نے تبرکاً اپنا کلاہ مبارک اسے عطا فرمایا جس کو سلطان ہمیشہ اپنے تاج میں رکھتا تھا اس کی اولاد بھی بدستور اس کو تاج میں رکھتی رہی یہاں کہ آخر کار ۸۱۷ھ میں سلطان فتح شاہ یہ کلاہ متبرک اپنے ساتھ قبر میں لیگیا جس پر مولوی محمد صاحب نے جو اس زمانہ میں مشائخان دین کے سرحلقہ تھے پیشینگوئی کی کہ تاج شاہی از سر شاہان کشمیر برافتاد۔ و سرداری آنہا رو بہ نگونساری نہاد۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی دن سے حکومت سلطان میں ضعف آنا شروع ہوگیا۔ اس مرتبہ حضرت امیر چھ ماہ تک یہاں قیام پذیر رہے۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ ۸۷۵ھ میں پھر وارد خطہ ہوئے۔ لیکن جلدی ہی بعزم زیارت حرمین پھکلی تشریف لے گئے جہاں آپنے اس جہان فانی سے دار البقا کا راستہ اختیار کیا۔ نعش مبارک خشلتان میں لیجا کر دفن کی گئی۔

اکثر سادات[1] جو آجکل کشمیر میں پائے جاتے ہیں۔ اسی زمانہ میں حضرت امیر کے ہمرکاب پانچ بیس مرتبہ وارد خطہ ہوئے انہوں نے بھی یہیں کی رہائش اختیار کرلی۔ اس کے علاوہ ہزاروں کشمیری بھی حضرت امیر کے دست بیعت سے مشرف باسلام ہوئے چنانچہ مذہب اسلام نے اس سلطان کے عہد میں باوجود اس کی بے تعصبی کے اپنا پورا تسلط جمالیا۔ آپکے فیضان صحبت نے لوگوں کو ایسا متقی اور پرہیزگار بنا دیا تھا کہ نہیں دونوں میں ایک کشمیری مسلم مسمی شیخ سلیمان جس کا اصلی نام سرکٹ تھا بمن و برکت اور شیخیت میں اسقدر ممتاز ہوا کہ اچھے اچھے صاحب کمال اس کی مرتبت کا رشک کرتے تھے۔ اس کہانی اور گذشتہ واقعات سے معلوم ہوگا کہ کشمیر میں مذہب اسلام کی اشاعت میں اس وقت تک کسی

---

[1] امیر محمد صاحب ہمدانی نے کسی سید زادے پر برانگیختہ خاطر ہو کر تمام سادات کے قتل عام کا حکم دیدیا تھا بچ رہے وہ حضرت شاہ ہمدان کے ہمراہ کشمیر چلے آئے منجملہ ان سات سو سادات کے چند مشہور اور قابل ذکر اصحاب مندرجہ ذیل ہیں۔ میر سید حیدر۔ سید جمال الدین سلطان۔ سید کمال ثانی۔ سید جمال الدین محمد شاہ۔ سید فیروز المعروف۔ سید جلال الدین۔ سید محمد کاظم۔ میر سید کمال الدین خطیب۔ سید محمد قریشی۔ میر سید عبداللہ۔ سید نگر۔ سید احمد قریشی۔ پیر محمد قاری۔ سید نعمت اللہ وغیرہ ان لوگوں کے مفصل حالات تاریخ خواجہ اعظمی اور تذکرۃ الصالحین کشمیر میں درج ہیں۔

قسم کا جبر و تشدد نہیں کیا گیا بلکہ لوگوں نے اپنی خوشی اور رضامندی سے نئے دین کی مطابعت اختیار کر لی تھی۔ اس سلطان کے عہد میں لوگوں کی پوشش میں تغیر عظیم واقع ہوا۔ اس سے پہلے یہاں ہندوستانی فیشن کے لباس کا رواج تھا۔ تنگ پاجامے چھوٹے کرتے یا دھوتیاں پہنتے تھے لیکن حضرت امیر کے ارشاد کے موافق سلطان نے لباس تبدیل کر لیا۔ اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز بادشاہ کو مرغوب خاطر ہو رعایا بھی اسی کی طرف جھک جاتی ہے۔ بنابرہ مشہور مقولہ ہے "الناس علی دین ملوکھم" اس لئے رعایائے ملک نے بھی بادشاہ کی مطابعت میں لباس کا وہی طریقہ اختیار کر لیا۔ یہ لباس ترکی لباس کا نمونہ تھا۔ حضرت امیر چونکہ خود صاحب فقر اور صوفی منش تھے اس لئے انہوں نے درویشانہ مذاق بھی اس میں شامل کر دیا اور سیاہ چوغہ کے ایک لمبا کوٹ مروج کر دیا جو تھوڑی سی بہت ترمیم کے بعد آجتک کشمیر میں بدستور پہنا جاتا ہے۔ اور ہندو مسلمان اس کو استعمال کرتے ہیں۔ آخر ۱۶ سال سات روز کی جہانبانی کے بعد ۷۹۵ھ میں سلطان قطب الدین نے رحلت اختیار کی۔ اور روضہ میر حاجی محمد کے متصل محلہ لنگر شہر میں مدفون ہوا۔

تاریخ وفات۔

قطب برخواست زروئے کشمیر — وقطب اوج + سکندر
از سر جاہ سکندر بنشست — ۷۹۶ھ

---

# سلطان سکندر

ایام حکومت ۷۹۴ھ لغایت ۸۱۷ھ مطابق ۱۳۹۱ء لغایت ۱۴۱۷ء سنہ ۸۲۰ھ ہجری

۱۳۹۴ء مطابق ۷۹۶ھ میں اپنی ماں نورہ[1] کی استمداد سے میرزا آشکار خلافت پدری پر متعین ہو کر سلطان سکندر کے نام سے مشہور ہوا۔ تاریخ جلوس یہ ہے:۔

شاہ عادل سکندر ثانی — کز و یافت سریر تخت و تاج
ملک روشن بنور شرع از و ست — گرچہ بودہ ز ظلم چوں شب داج
بہر تاریخ سال سلطنتش — عقل گفتہ بشیر داد و داج

نورہ مردانہ قابلیت کی بیگم تھی جب تک یہ زندہ رہی اس نے اپنے بیٹے کو ایسے ایسے قابل فرد

[1] تاریخ فرشتہ میں اس کا نام سورہ لکھا ہے۔ (فوق)

مشورہ دیئے جس سے سلطان سکندر کی سلطنت کو وہ رونق حاصل ہوگئی جو پرانے زمانے کے وقت بھی کشمیر کو نصیب نہ تھی۔ جب شاہ محمد کہ بادشاہ کا داماد تھا۔ فتنہ پردازوں کی انگیخت سے سلطان کی مخالفت پر آمادہ ہوا تو مادر ہمایوں نے آگاہی پاکر اپنے داماد اور اس کے ساتھ ہی اپنی بیٹی دونوں کو زہر دیکر صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اسی اثنائے میں رائے مادر سی نے جو سلطان کا وزیر اعظم تھا۔ اندرونی مخاصمت کے باعث بادشاہ کی مخالفت کا بہانہ سامنے رکھکر اس کے سگے بھائی میرزا ہیبت خان کو بھی سموم کرکے مار ڈالا لیکن جب سکندر کو اپنے بدباطن وزیر کی کجرائی سے آگاہی ہوئی تو سخت متردد ہوا اور وزیر موصوف سے بدظن ہوگیا چونکہ رائے مادر سی کمال زور و شور پر تھا۔ یکایک اس کا تدارک نہ کرسکا لیکن در پردہ اس کی بیخکنی کی فکر میں ہوگیا۔ وزیر بھی تاڑ گیا اور اپنے بچاؤ کی تجویزیں سوچنے لگا چنانچہ اس نے سلطان کے پاس ظاہر کیا کہ اہالیان تبت کو چک دائرہ اطاعت سے منحرف ہوگئے ہیں اور ان کی گوشمالی کے لئے بذات خود لشکر کشی کرنے کی اجازت چاہی سلطان بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ بدکردار اس کی نظروں سے دور ہی رہے۔ فوراً اجازت دیدی مادر سی کو معلوم نہ تھا کہ وزیر بے تدبیر کن تجویزوں میں ہے۔ لشکر دہ پہنچکر اس نے تمام ملک میں طلاطم طوفان برپا کردیا۔ تمام ملک تبت کو مسخر کرکے سلطان سے منحرف ہوگیا اور نئی سلطنت قایم کرکے خود مختار بادشاہ بنگیا۔ سلطان سکندر نے اس کی تادیب کے لئے بڑی دل لشکر بھیجا یا۔ حدود تبت میں جنگ عظیم برپا ہوا۔ آخر کار کئی ایک خونریز لڑائیوں کے بعد تک حرام وزیر مغلوب ہوکر مقید ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد جیل کے مصائب سے تنگ آکر رائے مادر سی نے بھی زہر کا پیالہ نوش جان کرکے اپنا کام تمام کردیا۔ اس معرکہ کے بعد سلطان نے از سر نو ملک تبت پر اپنا قبضہ جمالیا۔ تمام بڑی رسومات جو زمانہ قدیم سے سروج چلی آتی تھیں اس کے عہد میں یکقلم موقوف ہوگئیں۔ باج تتہ جو عرصہ دراز سے جاری تھا۔ اس نے ہندو مسلمان تمام اقوام کو معاف کردیا۔ اس کی بذل و عطا اور فراخدلی و سخاوت افزائی کا شہرہ سنکر عراق۔ خراسان اور ماوراء النہر وغیرہ بلاد قرب و جوار سے لوگ جوق جوق جمع ہوکر ملازمت شاہی میں داخل ہونے لگے علم و ہنر کی قدر بدرجہا بڑھ گئی۔ انتظام مملکت اور بہبودی رعایا کے لئے اس نے بہت کوشش کی۔ یہ سلطان بڑا صاحب اقبال تھا۔ بہت سی فتوحات کرکے اپنے مقبوضات

لودو دور تک بڑھایا۔ جس طرف لوائے عزیمت کھڑا کرتا فتح مندی اور فیروزی کے لئے حاضر رہتی۔

اسی سال جبکہ سلطان موصوف نے تخت سلطنت پر قدم رکھا حضرت امیر کبیر میر علی ہمدانی کے نوجوان خلف الصدق تخمیناً ۳۳ سال سید میر محمد ہمدانی برفاقت تین سو گیارہ رفقا وارد خطہ ہوئے۔ اور بائیس سال تک اس ملک میں قیام پذیر رہکر یہیں رہگرائے عالم جاودانی ہوئے[۱]۔ سلطان سکندر نے آپ کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی اور فیوضات باطنی سے بہرہ ور ہو کر بجا آوریٔ خدمات میں دل و جان سے کوشش کرتا رہا۔ آپ کی رہائش کیلئے محلہ نوشہرہ میں ایک عالیشان مکان تعمیر کیا گیا۔ اس کے علاوہ اس نے سید صاحب کے فرمان کے مطابق بتخانہ کالی شور کی جگہ جس کو سلطان قطب الدین نے مسمار کرکے حضرت امیر[۲] کے لئے صفہ بنوایا تھا۔ اب حضرت موصوف کی یادگار میں خانقاہ[۳] معلے تعمیر کرائی۔ اس خانقاہ کے متعلق ایک لنگر خانہ بھی جاری کیا گیا جس کے مصارف کیلئے سلطان سکندر نے تین گاؤں وقف کر دیئے۔ جو سکھوں کے زمانہ تک اسی خانقاہ کی جاگیر میں شامل رہے۔ سید مذکور کے مشورہ سے اس نے تمام ممنوعات دیگر بدعات مشروع مثل شراب خوری۔ قمار بازی۔ زنا کاری۔ چوری اور دیگر رسومات یا بالکل ممنوع کر دیں اور ساز و سرود۔ چنگ و رباب جس کے لوگ عرصہ دراز سے والہ شیدا ہو رہے تھے۔ ایسے اوٹھا دیئے کہ ملک میں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اسی اثنا میں ملک سیہہ بٹ جو سلطان کا وزیر خاص تھا۔ معہ جو پیش و اقارب میر محمد ہمدانی کے ہاتھ سے مشرف باسلام ہو گیا اور اپنی لڑکی بارعہ کو سید مذکور کے عقد مواصلت سے افتخار بخشکر اس سے سلسلہ

---

[۱] آپ کا مقبرہ یلی سرینگر میں ہے [۲] کشمیر میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی اسی نام سے مشہور ہیں [۳] درحقیقت یہاں کوئی مقبرہ نہیں۔ البتہ اس مقام کو حضرت امیر کی نشست گاہ ہونیکا فخر حاصل ہے اس لئے یہ مقام بھی متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ اس جگہ ایک عالیشان مسجد ہے جس کی ایک طرف وہ متبرک صفہ ہے جہاں حضرت امیر سکونت پذیر تھے۔ اس کے علاوہ حضرت امیر کا ایک چغہ اور عصائے یہاں رکھا ہوا ہے جس کی زیارت کے لئے حضرت کے عرس کے دن تقریباً تمام کشمیری مسلمان آبادی جمع ہوتی ہے۔ اس خانقاہ کی ابتدا سلطان قطب الدین کے وقت میں ہوئی۔ اس کے بعد جس قدر انقلابات اس متبرک خانقاہ نے دیکھے آئندہ موقعوں پر درج کئے گئے ہیں +

بہت خوش ہوا چنانچہ جواب اس خط مشتمل بر کمال مناسبت کے اس نے ایک زرہ بافتی اور خلعت شاہی اور خلعت گراں قدر سلطان کے لئے بھیجا کر اظہار خوشنودی کیا۔ اس کے بعد سلطان نے بھی مولانا نورالدین کو بے شمار تحفہ و نفائس دیگر صاحبقران کی خدمت میں ارسال کیا۔ امیر نے بکمال خوشی و مسرت تحفہ و نفائس قبول کئے اور ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا اور اس کے ایلچی کو حکم دیا کہ واپسی پر سلطان ہماری ملاقات کے لئے حاضر ہے جب امیر تیمور مراجعت پذیر ہوا تو امرائے دیوان اعلیٰ نے سلطان کے نام ایک حکم نافذ کیا کہ باریابی کے موقع پر وہ تیس ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ اشرفی طلائی بطور نذرانہ پیش کرے۔ اسی اثنار میں جب سکندر کو اطلاع ہوئی تو اس نے زین الدین کو امیر کی خدمت میں بھیجا یا جس نے بمقام جموں باریابی حاصل کر کے معروض سمع اقدس کیا کہ سلطان حسب الحکم بہیں حاضر ہونے کو تھا کہ راستہ میں بمقام چھٹیاں اپنے ایلچی مولانا نورالدین سے ملاقی ہوا جس نے اسے نذرانہ پیش کرنے کا حکم سنایا۔ اب اس کے انتظام کے لئے سلطان کشمیر کو لوٹ گیا ہے۔ اور عنقریب حاضر خدمت ہوگا۔ امیر تیمور اپنے امرا کے لیے جا احکام جاری کرنے سے سخت برآشفتہ ہوا اور کہنے لگا کہ ملک کی حیثیت سے بڑھ کر نذرانہ طلب کیا گیا ہے اس نے اس نے زین الدین کو حکم دیا کہ وہ اپنے سلطان کو مطلع کر دے کہ از قسم نذرانہ وہ کوئی تردد نہ کرے اور ۱۰ رجب ۸۰۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۴۰۱ء کو دریائے اٹک کے کنارے پر حاضر رہے لیکن سلطان ابھی بارہ مولا ہی پہنچا تھا کہ امیر تیمور دریائے اٹک عبور کر کے سمرقند کو روانہ ہو گیا۔ اس لئے سکندر نے اپنے بیٹے شاہی خان کو قابل کار اور ہوشیار ایلچیوں کی رفاقت میں امیر کے پاس سمرقند بھیجوا دیا۔ اور خود واپس لوٹ آیا شاہی خان عرصہ سات سال تک امیر تیمور کے ہمرکاب سمرقند ہی رہا۔ آخر تیمور کے انتقال کے بعد ۸۰۸ھ میں مراجعت اختیار کر کے کشمیر آ گیا۔

اس میں شک نہیں کہ بحیثیت نامور و شوکت شاہی سکندر کی سلطنت کشمیر کیلئے باعث فخر تھی اور ممالک غیر سے بھی اس نے اکثر لوگ بلوا کر مناصب جلیلہ اور مدارج اعلیٰ پر مامور کئے جس سے اس کی مردم شناسی اور علم دوستی بھی ظاہر ہوتی ہے لیکن اس نے رعایا کے ایک ضروری اور لازمی جزو ہندو قوم کو وہ اذیت دی یا اس کی چشم پوشی کی وجہ سے

اور اہلکاروں خصوصاً ملک حیبت آلدین نے جو ظلم و ستم ہندو رعایا کے ساتھ کیے وہ
بادشاہ اور عادل بادشاہ کے واجب نہ تھے۔ بہرحال ۲۲ سال ۱ ماہ ۱۲ روز شمسی تک پور
جاہ و جلال کے ساتھ فرمانروائی کرنے کے بعد جب آخری وقت آپہنچا تو اس نے اپنے تینوں بیٹوں
یعنی میر خان شاہی خان اور محمد خان کو طلب کر کے میر خان کو جو سب سے بڑا تھا ولیعہد مقرر کر کے علیشاہ
کے لقب سے سرفراز کیا اور باقیوں کو اس کی مطابعت کا سبق سنا کر ۲۲ محرم ۸۲۰ھ میں رحلت فرمائی
عالم فانی سے ہو گیا۔ اور مندرلوئی شوہ کے احاطہ میں شمال کی طرف مدفون ہوا۔ تاریخ ہائے
وفات کئی ایک مسلمان شاعروں نے بڑی قابلیت سے موزون کی ہیں مگر یہاں

---

لہ سلطان سکندر نہایت سخی اور فیاض بادشاہ کشمیر میں گزرا ہے اس کی سخاوت کا شہرہ
سنکر ہندوستان۔ عراق۔ خراسان اور دیگر ممالک سے قابل اور برگزیدہ لوگ دربار
کشمیر میں جمع ہو گئے تھے۔ علم و فضل کا کمال چرچا تھا۔ شوکت و عظمت اور دبدبہ و رعب
اور کثرت افواج میں ممتاز تھا۔ سومات یاد دور کر کے اس نے بہت سے احکام حسنہ جاری کیے
جن میں سے تین کا ذکر تاریخ فرشتہ میں بھی لکھا ہے۔ اول یہ کہ اس ملک میں شراب کشید کرنے پینے خریدنے
اور بیچنے کی سخت ممانعت تھی۔ دوسرا یہ کہ اس نے تمغہ جوا ایک قسم کا ٹیکس ہوتا تھا اپنی تمام ہندو مسلمان
رعایا کو معاف کر دیا تھا تیسرا یہ کہ ستی کی رسم کی جس کی رو سے ہندو عورت اپنے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ
جلائی جاتی تھی سخت ممانعت کر دی۔ اور اس کو ایک ظلم قرار دیا۔ مرنے سے پہلے اپنے تینوں بیٹوں
کو اپنے پاس بلوایا اور ان کو اتحاد و اتفاق کی وصیت کی۔ ایسا زیرک اور نیک دل بادشاہ یکایک
اپنی رعایا کے ایک کثیر حصے کی دل آزاری پر کس طرح آمادہ ہو گیا۔ بظاہر نہایت تعجب انگیز
بات ہے۔ لیکن جب بہ نظر تعمق دیکھا جائیگا اور مختلف تاریخوں کی ورق گردانی کی جائیگی
تو معلوم ہوگا کہ جو کچھ اسناد ازل پس پردہ کہتا تھا اسی پر عمل کیا جاتا تھا۔ اس کی کیفیت
یہ ہے کہ جبتک سلطان سکندر کی ماں جو نہایت فاضلہ اور مدبرہ عورت تھی زندہ رہی اپنے بیٹے
کو امور ریاست بہ نہایت آگاہ کرتی رہی۔ بلکہ اس کی اولاد حکومت میں مہمات ملکی میں خود دخل
دیتی رہی۔ اس کے انتظام اور اس کی وجاہت سے نہ سلطان کو انحراف کی طاقت تھی اور
نہ امرائے کشمیر کوئی فتنہ پیدا کر سکتے تھے۔ جب سلطان کی ماں کا انتقال ہو گیا تو رائے مادر سی
نے جس پر امہات شاہی کا دارومدار تھا پہلے درپردہ پھر علانیہ بغاوت اختیار کر لی اور ملک میں شورش فتنہ برپا
ہو گیا۔ اس فتنہ کے فرو ہونے کے بعد حضرت میر محمد ہمدانی کشمیر میں فتنہ لینے لائے۔ بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۳۰

صرف خوت سکندر ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

# سلطان علی شاہ

ایام بالغت ۷ سال ۹ ماہ ۷ روز از ۸۱۳ھ تا ۸۲۳ھ سلطان ۱۰ سال ۱۰ ماہ نہایت ۸۲۳ھ

۸۱۳ھ میں علیشاہ باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے سلطان مرحوم کے وزیر و مشیر ملک سیف الدین کو بدستور عہدہ وزارت پر ممتاز رکھا جس نے سنتے سلطان کو بھی ہجا رسے ہندوؤں کی تخریب و تکذیب پر آمادہ کر دیا۔ تعصب مذہبی میں علی شاہ باپ سے بھی چار قدم آگے نکلا چنانچہ اس نے ہندوؤں کو یوجا پاٹ سے بھی روک دیا قشقہ لگانے کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹ جن کے ہاتھ پر پہلے تو سلطان نے بت کی پوجا سے توبہ کی پھر سہبٹ پنڈت نے جو بادشاہ کا مشیر تھا اور جس نے برضا و رغبت خود دین اسلام قبول کیا تھا اپنی لڑکی بارہ کا حضرت میر سے نکاح کر دیا سلطان کو حضرت کی صحبت سے آداب دین یعنی علم فقہ و حدیث اور خدمت اسلام کا اور بھی شوق ہوا۔ سہبٹ کا اعزاز بھی بڑھایا بلکہ سیاہ و سفید کا اسی کو معتمد علیہ قرار دیا سہبٹ نے جس کو اپنے سابقہ دین اور مذہبی بھائیوں سے عداوت تمام ہو گئی تھی۔ کیونکہ مذہب تبدیل کرنے کے بعد وہ بھی اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ برہمنوں کی دلی آزاری اور ایذا رسانی پر کمر باندھی اور کچھ دنوں کے بعد بادشاہ کو بھی اپنا ہمخیال بنا لیا۔ اب داد فریاد کی کوئی گنجائش نہ رہی برہمنوں کو سخت ایذائیں دیجیں۔ سونے چاندی کے بت دار الضرب میں گلا کر سکہ کا کام لیا گیا۔ ہندو مورخوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جس قدر ظلم و ستم کشمیر میں سلطان سکندر کے نام سے ہوا ہے اس کا بانی مبانی دراصل سہبٹ ہی ہے جو بادشاہ کو خوش کرنے کیلئے ہندوؤں پر طرح طرح کے جور و جفا روا رکھتا تھا چنانچہ صاحب گلدستہ کشمیر پنڈت ہرگوپال کول صفحہ ۱۰۲ پر لکھتے ہیں اس نے (یعنی سہبٹ نے) مسلمان ہو کر بادشاہ کو اپنے پرانے دھرم کے برخلاف ترغیب دی اور کہا کہ مندار کا توڑنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ گلزار کشمیر میں جس کے مصنف دیوان کرپا رام صاحب مالک الماء ہندوؤں کے کشمیر آنجہانی ہیں اور جنہوں نے کمال بے تعصبی اور اعتدال سے اپنی تاریخ لکھی ہے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ سہبٹ نے جو سپہ سالار تھا حصول جاہ و منزلت کی خاطر اپنا دین بدلا اور بادشاہ کو مندر جلانے غارت کرنے کی طرف راغب کیا۔ لیکن صاحب گلدستہ کشمیر کا ایک اور بیگانہ گیستا کر پرشید محمد جلالی صاحب نے بادشاہ کو [illegible]

سخت ممانعت کردی گئی۔ بیچاروں نے اس کے مظالم سے تنگ آکر خودکشی اختیار
بعض گھر بار چھوڑ کر باہر کو بھاگ گئے۔ بعض خود بھی نسی میں جل گئے کئی دریا میں غرق ہو گئے۔ ہزاروں نے
مسلمان ہو کر اپنی جان بچائی۔ سینکڑوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ باقیوں نے جلاوطنی اختیار
کرنے پر کمر باندھ لی۔ جب وزیر کو لوگوں کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے راستوں پر
پہرے بٹھا دیئے کہ کوئی شخص پروانہ راہداری کے بغیر باہر نہ جانے پائے۔ آخر کار جب اس
کے مظالم حد سے گزر گئے تو حاکم الحاکمین نے ۷۹۳ھ میں ملک سیف الدین کو صفحہ
ہستی سے معدوم کر دیا۔ جس سے تقریباً تمام جور و بدعت کا فیصلہ ہو گیا
جیسا کہ تعصب میں یہ شخص لاثانی تھا ویسے ہی فہم و ذراست اور معاملہ فہمی میں بھی بے نظیر
تھا اس میں شک نہیں کہ اگر سیف الدین میں مادہ تعصب کسی قدر کم ہوتا تو اس کا نام آب زر
سے لکھنے کے قابل تھا۔ کشمیر میں اس کی عقل و دانش کی بہت سی روائتیں مشہور ہیں
لیکن یہاں ان کا تذکرہ محض طوالت کا باعث ہے۔ اس وزیر نے تین سلطنتوں
کا زمانہ دیکھا۔ یعنی قطب الدین۔ سلطان سکندر۔ اور سلطان علی شاہ۔ ان تینوں کے
عہد میں امور ملکی کا انصرام نہایت قابلیت سے انجام دیتا رہا۔ اور چالیس برس
تک منصب وزارت پر ممتاز رہ کر اس عالم سے انتقال کر گیا۔

ملک سیف الدین کے انتقال پر علی شاہ نے اپنے بھائی شاہی خان کو منصب
وزارت پر سرفراز کیا۔ جس نے پہلے مظالم کی بیخ کنی کر کے عدل و انصاف کا سکہ بٹھا دیا۔ اس

---

یقینی شاہ صفحہ ۳۰ پایہ ثبوت سے گرا دیا ہے۔ میر سید محمد ایک صوفی منش اور فقیر کامل بزرگ تھے
دل آزاری اہل تصوف کا شیوہ نہیں ہے۔ پھر تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جب میر سید محمد
صاحب تک ان معاملات کی خبر پہنچی تو انہوں نے ایسی بدعات سے سلطان کو منع کیا لیکن کچھ
عرصے بعد امیر ہمدانی صاحب کے تشریف لیجانے کے باعث میر بٹ کی مہربانی سے پھر کشمیر پر ظلم و ستم
کی تازہ گھٹا چھا گئی۔ سلطان کی دنانت پر نہایت دردناک مرثیے لکھے گئے وہ مرثیے بہت مشہور ہیں
جن کے مطلع یہ ہیں۔ ؎ کجاست شاہ سکندر کجاست سیا فش۔ دراتظار بلا کانہ گوئی چوگانش + زہجر تا دل ہر کس بہ خون آلودست۔ بگرد در کہ اب است و دیدہ جیحون است +

(فوق)

ملہ یہ مندر آجکل جنیشور شاہ کے نام سے مشہور ہے جس میں سلاطین کشمیر کے علاوہ اور بھی کئی نامی گرامی اصحاب مدفون ہیں۔ جو مہاراج گنج بازار کے متصل واقع ہے +

کی صحبت سے سلطان پر وہ اثر کیا کہ اپنے کردار ناشائستہ سے سخت نادم اور بیزار ہو گیا اور تلافی مافات کے فکر میں ہوا چنانچہ چھ سال چھ ماہ کی حکمرانی کے بعد سلطنت اپنے بھائی شاہی خان کو سپرد کر کے زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم ہوا۔ لیکن جب جموں پہنچا۔ تو وہاں کے راجہ نے جو اس کا خسر تھا[1] ترک سلطنت پر اسے بہت کچھ سخت سست کہا۔ یہ سوم کی ناک وہیں کھسل گیا۔ اور راجہ جموں سے بیشمار فوج لیکر براہ پھکلی واپس آگیا جب اوڈی پہنچا تو شاہی خان بھی اپنی افواج آراستہ کر کے برسر مقابلہ ہوا لیکن شکست کھا کر سیالکوٹ کو بھاگ گیا۔ علیشاہ پھر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا۔ اور بدستور سابق جور و بدعت سے رعایا کو برباد کرنے لگا۔

ان دنوں راجہ جسرتھ خان گکھڑ نوح پنجاب میں بڑے عروج پر تھا۔ شاہی خان اس کے پاس چلا گیا۔ اور اس سے امداد لیکر کشمیر پر چڑھ آیا۔ بلکہ جسرتھ خان بذات خود اس کے ہمراہ آیا۔ اور دونوں بھائیوں میں خونریز لڑائی چھڑ گئی لیکن جلد ہی علیشاہ مغلوب ہو کر جسرتھ خاں کی قید میں آگیا۔ اور شاہی خان مظفر و منصور داخل کشمیر ہوا۔ رعایا پہلے ہی سے علیشاہ کے مظالم سے نالاں اور شاہی خان کے حسن انتظام کی مداح تھی۔ سب نے بغیر قیل و قال اس کی اطاعت قبول کر لی۔

سلطان علیشاہ نے چھ سال نو ماہ تک حکومت کی۔ اس کے حسب میں والے کا شجرہ یوں ہے کہ ہر دو نسبت اپنے قصبہ میں کرتے اور سلطان حسن مطاعت کے باعث بالکل فارغ البال ہو کر کوئی

[1] صاحب گلدستہ کشمیر لکھتے ہیں کہ بارادہ حج ترک سلطنت کر کے جب جموں پہنچا تو وہاں کے راجہ نے جو اس کا خسر بھی تھا اس کو ملامت کر کے واپس بھیجا۔ صاحب گلزار کشمیر لکھتے ہیں کہ سلطان نے راجہ جموں سے اپنے بھائی کو بھگا کر جلاوطن کرنے پر جو دو دفعہ برتر کہہ کر ناراضی ظاہر کی تھی اس کا آنجناب کو بہت قلق تھا۔ صاحب تاریخ فرشتہ لکھتے ہیں کہ بارادہ ترک سلطنت کے بعد علیشاہ رخصت لینے کے لئے اپنے خسر راجہ جموں کے پاس آیا جس نے اس کو برگشتہ شاہی کی ترغیب دی اور راجہ جموں نے بھی ایسا ہی کیا۔ لیکن ہوتا وہ ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ چنانچہ علیشاہ کشمیر اعظمی کے دنوں راجہ جموں کو علیشاہ کا خسر لکھا ہے۔ صاحب گلزار کشمیر اور صاحب گلدستہ کشمیر دونوں لکھتے ہیں کہ علیشاہ کا آنا تو تسلیم کرتے ہیں لیکن سلطان کا راجہ کو کشمیر پر حملہ کرنے کی ترغیب دینا نہیں مانتے ہیں لیکن یہ کہ جموں نہیں بلکہ جا کر پنجاب تو تاریخ کشمیر اعظمی میں جو شہنشاہ کی نسبت ہے اور جسکو آج پونے دو سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے لکھا ہے مولانا نادری کشمیری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ترک سلطنت کے بعد سلطان علیشاہ جموں گیا کیونکہ وہاں کے راجہ کی لڑکی کی رانی تھی راجہ نے ترک سلطنت پر امارت کی ترغیب دی اور اس کو لشکر کشی پر آمادہ کیا ہیں نے اس واقعہ کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی مختلف تاریخوں سے اقتباس کر کے ناظرین کے سامنے رکھدیا ہے جس کو چاہیں تسلیم کریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (مؤلف)

# سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ

ایام حکومت ۵۱ سال ۹ ماہ ۳ روز سنہ ۸۲۳ھ نہایت سنہ ۸۷۴ھ مطابق سنہ ۱۴۲۰ء نہایت سنہ ۱۴۶۹ء

انگلستان اور فرانس میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ "بادشاہ کا انتقال ہو گیا ہے خدا بادشاہ کو سلامت رکھے" اور اسی کے مطابق فارسی میں مشہور ہے "بادشاہ مُرد بادشاہ زندہ باش" بظاہر بادشاہ مر گیا بادشاہ سلامت رہے۔ نہایت بے جوڑ بے ربط اور مہمل فقرہ معلوم ہوتا ہے لیکن جب بنظر غور سے دیکھا جائے گا تو معلوم ہو گا کہ یہ الفاظ نہایت پُر معنے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ایک بادشاہ کا انتقال ہوتے ہی دوسرے کی حکومت شروع ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ تقاضائے قدرت ہے کہ کوئی ملک بغیر بادشاہ کے نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ایک بادشاہ کے انتقال کرتے ہی دوسرے کی سلامتی کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

علی شاہ سے کیا ہندو اور کیا مسلمان سب بیزار تھے۔ ہندو تو اس لئے کہ ان کو اُس کے عہد میں ملک سیف الدین یعنی سیہ بٹ وزیر نے سخت ایذائیں دیں۔ ان کے مذہب میں رخنہ اندازی کی۔ اور مسلمان اس لئے کہ ملک میں ظلم و ستم کے باعث نہایت بے اطمینانی کی حالت تھی۔ اور سلطان تمام اختیارات ملک سیہ بٹ کو تفویض کر کے ہر وقت عیش و عشرت میں غرق رہتا تھا۔ تخت کشمیر جب علی شاہ سے خالی ہو گیا اور شاہی خان کے بادشاہ ہونے کی خبریں گوش زد خلائق ہونے لگیں۔ تو رعایا نہایت محظوظ ہوئی اور خوشی کے شادیانے بجانے لگی۔

شاہی خان نے تخت نشین ہو کر زین العابدین اپنا نام رکھا۔ جلوس کی تاریخیں بہت کہی گئیں اور جلسے بھی شان و شوکت سے ہوئے۔ ایک تاریخ کا یہ مصرع ہے

علی سایۂ السلطان خدائے واہب ۸۲۳ھ جس سے یہ تاریخ بادشاہ کی آئندہ زندگی پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے۔ تاج شاہی زیب سر کر کے اس نے اپنے چھوٹے بھائی محمد خاں کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ اور امورات جزوی و کلی اسی کے تفویض کر دیئے۔ ملک حیدر اور احمد ریڈ کو منصب سپہ سالاری پر سرافراز کیا اور ملک مسعود

شاکور کو رتبہ دارالہامی بخشا۔ لیکن قضاۃ باوجود اس کے تنخواہ اور تنخیص و انفصال مقدمات کا کام خاص اپنے ہاتھوں میں رکھا۔

یہ بادشاہ شجاع۔ کریم النفس۔ عادل اور عالم تھا۔ تعصب یا کاری، جور و جفا اور ظلم و دغا اس کے پاس بھی نہ پھٹکنے پاتے تھے۔ جلوس کے دن اس نے سابقہ حکمرانوں کے تمام قید سی اور محبوس رہا کر دیئے۔ اس کے بعد اس نے تمام ان رسومات بد کو جو سابقہ سلاطین یا راجگان کی کرتا دنشی سے ملک میں پھیل رہی تھیں یک قلم موقوف کر دیا۔ تسخ نویسی منسوخ کر دی۔ جرانہ اور مقدار وہ جو نقد اور غریب رعایا سے وصول کیا کرتے تھے منسوخ قرار دیا۔ غرضیکہ تمام رسومات ملکی و مال کی نسبت جدید قواعد و ضوابط مرتب کئے اور ان کا خلاصہ تختہ ہائے سنگ پر کندہ کرا کے کوچہ و بازار اور شہر و دیہات میں نصب کرا دیا تاکہ لوگ ان کاروں کے دھوکا و فریب سے بچ رہیں اسی طرح سوداگروں اور تجارت پیشہ لوگوں کے لئے بھی عام اشتہار جاری کر دیئے۔ کہ اب وہ لوگ غارت گری کو ترک کر دیں اور بضاعت اختیار کریں۔ تقلیل اور معقول منافع پر مال و اسباب فروخت کیا کریں۔ اور زیادہ کا دھبہ اور فریب بازی سے اجتناب کریں۔ لوگوں کی امانت میں خیانت نہ کریں۔ گز۔ جریب۔ پیمانے اور ترازو ملاحظہ کر کے پوری مقدار اور اوزان کے پیمانے بازار میں رکھے۔ اس سے پہلے جو سونا اور چاندی سلطان سکندر اور علیشاہ کے زمانہ میں مندروں اور مورتیوں کو نذر کر کے جمع ہو جاتا تھا کسالوں میں مضروب کیا جاتا تھا جس سے رائج الوقت سکوں میں زر کساد پیدا ہو گئی۔ سلطان زین العابدین نے پرانی ضرب کو موقوف کر دیا اور خالص دھاتیں مسکوک کر کے نیا سکہ جاری کیا۔ چنانچہ اس وقت کے سکوں کے نلدونہ[1] اب بھی ملتے ہیں۔

اس بادشاہ کی سخت نشینی سے ملک کی کایا پلٹ دی۔ سرکشوں اور فتنہ پردازوں کو اس حکمت عملی سے ذلیل و خوار یا مطیع و منقاد کر لیا کہ ملک بھی ان کے شر سے بچ گیا اور کوئی فساد بھی برپا نہ ہوا۔ ایسی گہری یا نسی کا آدمی تھا کہ عقلمند سے عقلمند آدمی اسکی دشمنی اور دوستی میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔ اگر کوئی شخص ہزار عتاب بھی ہوتا تو اس

---

[1] ان دس نلدوں یعنی پیسوں کا وزن ایک باڑ پتہ ہے ۱۲ [2] یہ سلطان علیشاہ کے سکے

چال بازی سے اسے ملک سے نکال دیتا کہ وہ علاوطنی کو بھی سلطان کی عنایت ہی سمجھتا۔ لوگ اس کے جائز ناجائز احکام کی تعمیل بین رضامندی سے کرتے بلکہ اسے فخر سمجھتے۔ اس کے عہد میں طائفہ کو چکاں کئی پشتوں سے سلاطین کے کوکہ چلے آتے تھے۔ اب اس قدر عروج پا گئے کہ امور ریاست میں بھی دخل انداز ہونے لگے چاروں طرف قتل و تغلب کا سکہ جاما شروع کر دیا جس سے سلطان سخت برافروختہ ہوا۔ اس بات کو دیکھ کر وہ لوگ بھی جھنجلا گئے۔ اور اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ آخر کار سلطان نے اس گروہ کو بلا کر اجمل نوشہرہ پہنچا کر اس طرح قتل کیا کہ اس فتنہ محشر انگیز کی خبر بھی کسی کو کانوں کان نہ ہوئی۔ اسکا قاعدہ تھا کہ ہر ایک شخص کو متوسط درجہ پر رکھنے کی کوشش میں رہتا تاکہ لوگ جادۂ اعتدال سے تجاوز نہ کر سکیں۔ نامحرموں اور بیگانی مستورات کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا اور اپنے متعلقین اور اہل کاروں کو بھی ہمیشہ ایسی حرکات سے روکتا رہتا تھا۔ چوروں چکاروں کے بارے میں علاوہ دیگر قوانین ایک یہ بھی مشتہر کر رکھا تھا کہ اگر کسی کا مال و اسباب چور لیجائیں تو وہ مال یا اس کی قیمت گاؤں کے رئیسوں سے وصول کی جائے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ چور تقریباً بالکل غتما ہو گئے۔

انفصال مقدمات میں جو اس نے اپنا فرض منصبی بنا رکھا تھا اسکی مہم و فراست اور تحمل و دانش کی جو وقتاً فوقتاً ظہور میں آتی رہی کئی ایک مثالیں مشہور ہیں بعض اوقات ایسے ایسے فیصلہ دیتا کہ دانایان دہر بھی اس کی ذہانت اور طباعی پر عش عش کر اٹھتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی عورت نے سوکن کے جلاپے سے اپنے شیر خوار بچہ کو مار ڈالا اور تہمت قتل کی دوسری پر لگا دی۔ دانشمند جج بھی جب اس قضیہ کے تصفیہ میں لاچار ہو گئے تو یہ مقدمہ سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ اس نے ملزمہ کو خلوت میں طلب کر کے بوعدہ معافی اصل حقیقت دریافت کی لیکن وہ بدستور اس فعل سے انکار ہی کرتی رہی آخر کار سلطان نے اسے کہا کہ اگر تم بے گناہ ہو تو کپڑے اتار کر ننگے بدن دربار سے گذر جاؤ لیکن ملزمہ نے اسے منظور نہ کیا۔ اور ایسی رسوائی سے موت کو اچھا سمجھا۔ اس کے بعد مدعیہ کو بلوا کر پوچھا گیا۔ وہ بھی بدستور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲ سلطانت کر کے حکومت کشمیر شاہی خان کے سپرد کی اور آپ جموں میں پہنچا

استقامت پر قائم رہی لیکن جب سلطان نے اُسے دربار سے تن عریاں نکلنے کا حکم دیا تو وہ فوراً طیار ہو گئی۔ اور کپڑے اُتارنے لگی سلطان نے اُسے روکا اور دوسری عورت کے لئے جلادوں کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا۔ آخر جب جان پر آئی تو اُس نے اپنے مجرم ہونے کا اقبال کر لیا اور اپنے کئے کی سزا پائی۔

اسی اثنا میں اس نے شہر سری نگر میں جانب غرب عالی شان عمارتوں کا ایک محلہ تعمیر کر کے نوشہر[1] کے نام سے موسوم کیا۔ اسی محلہ میں سلطان نے اپنا محل سرا اور محلات دربار بھی تعمیر کرائے۔ دربار عام کے لئے بارہ منزلہ عمارت بنائی گئی تھی ہر ایک منزل میں بچاس بچرے واقع تھے جن میں سے ہر ایک بچرے میں پورے پانچ سو آدمی سما سکتے تھے۔ یہ قصر نگارین جیسا کہ وسعت اور بلندی میں رشک زمانہ تھا ویسے ہی صنعت و حرفت اور نقش و نگار میں اعجوبہ روزگار گنا جاتا تھا۔ سرکاری طور پر یہ محلات زینہ ذیب کے نام سے موسوم تھے۔ لیکن عوام اسے زائنوڈان کے نام سے پکارتے تھے۔ علاوہ ازیں نالہ سندھ سے ایک نہر کالی گئی تھی جو اس محل کے صحن سے گذرتی تھی۔ یہ عجیب و غریب عمارتیں عرصہ دراز تک سلطان زین العابدین

---

بقیہ حاشیہ ص ۳۵۔ تو راجوں نے ترک سلطنت پر نامت کی۔ اور واپس جانے کا مشورہ دیا۔ راجوں اور راجہ پوروں نے سلطان کی امداد پر تیار ہوئے۔ آخر شاہی خاں شکست کھا کر جسرتھ کے پاس پہنچا جو اُن دنوں پنجاب پر متصرف تھا۔ اس کے بعد علیشاہ نے تن تنہا شاہی خاں اور جسرتھ پر فوج کشی کی لیکن شکست کھائی شاہی خاں نے تاج سلطنت سر پر رکھا۔ اور ہر چند راجہ جموں اور دیگر نے اس کی تباہی و مخالفت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی۔ پھر بھی اپنی مشہور حلیم الطبعی عالی حوصلگی اور بلند خیالی سے اُس نے ان کو معاف کر دیا۔ تذکرہ بے مثل راجگان راجپور صفحہ ۱۴۱۔ اُن دنوں۔ اجپور کا راجہ شہاب الدین خاں عرف سکارسینہ تھا۔ فوق۔ ۱۲

[1] جو نوشہرہ سری نگر کے متصل اب ایک علیحدہ گاؤں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی شہر کا ایک محلہ تھا۔ ۱۲

[2] یعنی بادشاہ کے مکان۔ ۱۲

کے جاہ و جلال اور عظمت و شان کی زندہ یادگار ہم پہنچاتی رہیں آخر کار چکوں کے شور و فساد کے زمانہ میں مخالفوں نے اس عالی شان عمارت کو بھی آگ لگا کر غنیمت و نابود کر دیا۔[1]

انتظام ملک کے بعد سلطان ممالک قریب و جوار پر فوج کشی کی تیاریاں کرنے لگا۔ ملک تبت جو سلطان علیشاہ کے وقت والیئے کاشغر کے قبضہ میں آگیا تھا یاد آکر باعث ملال خاطر ہونے لگا۔ ایک لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار ہمراہ لے کر اس ملک پر چڑھائی کر دی۔ ادھر سے والیئے کاشغر نے بھی لڈی دل لشکر غنیم کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا۔ بمقام شتی نسی واقعہ تبت جنگ عظیم برپا ہوئی۔ اس لڑائی میں اس قدر سپاہی اور سردار کام آئے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اگرچہ کشمیری فوج تعداد میں غنیم کے لشکر سے بہت کم تھی لیکن تائید غیبی ان کے شامل حال تھی۔ دشمن مغلوب ہوا اور سلطان مظفر و منصور ہو کر ہر دو تبت پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے سال اپنے پرانے رفیق اور معاون جسرتھ خان گکھڑ کو ہمراہ لے کر پنجاب کی جانب روانہ ہوا۔ اور پشاور سے دریائے ستلج تک تمام علاقہ اپنے قبضہ اقتدار میں لاکر بادشاہ دہلی سے مبارزت طلب ہوا۔ فریقین میں خونریز لڑائیاں ہوئیں مگر بڑی جد و جہد کے بعد آخر کار صلح پر نوبت پہنچی۔ اور فیروز شاہ متعلق کے عہد نامہ کے مطابق سرہند سے کشمیر تک تمام ملک زین العابدین کے حصہ میں آیا۔ واپسی پر اس نے امرا اور سرداران لشکر کو گرانبہا انعام و اکرام سے سرفراز کیا سپاہیوں، مبارزوں اور دلاوروں کو بھی گرانقدر رقمیں عنایت فرما کر مالا مال کر دیا ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اسکا قاعدہ تھا کہ جب کسی ملک کو فتح کرتا تو جو مال غنیمت اس کے ہاتھ آتا سب کا سب لشکریوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ علاوہ ازیں عموماً خراج مقرر کر کے ملک بھی موروثی مالکوں کے حوالہ کر دیتا تھا جس سے اسکی رعایا اور سپاہ دونوں خوش و خرم رہتے بلکہ ہر وقت اس کے بدلے جانیں لڑانے کو تیار رہتے تھے۔

جب معرکہ آرائی اور جہانگیری سے فراغت پا کر کشمیر پہنچا تو ربط و ضبط ملک آبادی مزروعات اور بہبودی رعایا کے انتظام میں از سر نو مصروف ہوا۔ بعض قطعات اراضی

---

[1] کہتے ہیں کہ ایک سال تک اسکی بنیاد سلگتی رہی۔ ۱۲

نے پانڈو چک کو بغرض تاراج نہ مروا ڈالا اور اس کے تعلقداروں اور ساتھیوں سب کو ایک ایک کر کے تہ تیغ بیدریغ کر ڈالا۔ مقتولوں کی عورتوں اور بچوں کو موضع ببل پورہ اور ترین بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب مقتولوں کی اولاد جوان ہوئی تو انہوں نے طائفہ نیاک سے جو اُن اطراف کی اقوام میں سے خیل صاحب ثروت و حشمت تھا رشتہ خویشاوندی پیوستہ کیا اور پھر موضع تریہگام میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔ منجملہ اُن کے پانڈو کا لڑکا حسین چک جو باپ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تھا ترقی کرتے کرتے شاہی دربار میں پہنچ گیا اور خدمات حسنہ کے باعث عنایات خسروانہ سے ممتاز ہوا الغرض اس کے علاوہ زین العابدین نے اور بھی بہت سے مقامات آباد کئے اور اُن میں سے اکثر محتاجوں کے لئے وقف کر دیئے منجملہ ان کے وہ سات مقام جو اس کے نام سے مشہور ہوئے حسب ذیل ہیں:-

(۱) زینہ ڈیب یا رازدان وہ شاہی محلات ہیں جو محلہ نوشہرہ میں آباد کئے گئے تھے اور جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) زینہ گیر وہ علاقہ ہے جسکا ذکر ابھی ہوا اور جو آج تک اس بادشاہ کی یادگار میں اسی نام سے چلا آتا ہے۔ اور بنائت سرسبز و آباد ہے۔

(۳) زینہ پور وہ قصبہ ہے جو سری نگر سے مشرق کی طرف علاقہ سراج میں آباد ہے۔

(۴) زینہ کوٹ یہ بھی ایک گاؤں ہے جو علاقہ سائیر الواضع پائین میں واقع ہے

(۵) زینہ کدل مشہور پل جو مہاراج رنبیر گنج بازار سری نگر کے اوپر کیجانب واقع ہے۔

(۶) زینہ بازار یہ بازار بھی شہر سری نگر میں واقع ہے اور زینہ کدل سے نائد کدل تک چلا گیا ہے۔

(۷) زینہ لنک یہ ایک جزیرہ ہے جو جھیل ولر میں آباد کیا گیا تھا اور آج تک زین العابدین کی یادگار بہم پہنچاتا ہے اس موقعہ پر جزیرہ زینہ لنک کی تعمیر کی نسبت ذرا وضاحت سے بیان کرنا لازمی ہے یہ جزیرہ ۵۰ گز لمبا اور ۵۰ گز چوڑا ہے کہتے ہیں کہ ایک دن جب سلطان زین العابدین جھیل ولر کی سیر و سیاحت میں مصروف

تھا اس نے شہر بندمت نگر کے ایک مندر کے آثار پانی کی تہیں دیکھے ہوئے جو عموماً سیلابوں میں پانی کم ہونے پر دکھائی دیتے تھے۔ اس نے حکم دیا کہ اسی مقام پر عمارت تعمیر کی جائے اس کے اہتمام کے لئے ایک بڑی کشتی طیار کی گئی جس میں پتھر اور مٹی بھروا کر اسی موقعہ پر غرق کی گئی۔ اسی کشتی کی بنیاد پر یہ جزیرہ طیار ہوا۔ جب کشتی غرق کرنے کا موقعہ آیا تو مندر نظروں سے غائب ہو گیا۔ سلطان خود موقعہ پر آیا غواصوں کو اسکی تلاش کا حکم ہوا اور انہوں نے غوطہ لگا کر مندر کو ڈھونڈ لیا بلکہ اس میں سے دو بت بھی نکال لائے جب جزیرہ طیار ہو گیا تو اس پر ایک عالی منظر کا شانہ بنوایا جسکا پہلا طبقہ پتھروں سے دوسرا اینٹوں سے اور تیسرا لکڑی سے طیار کیا گیا تھا اسکے متصل ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کرائی گئی تھی اور عمارت تو تمام منہدم ہو گئی ہے لیکن یہ مسجد باوجود خستہ حالی کے اب تک موجود ہے۔ اس جزیرہ کی تعمیر کے لئے کاریگر علاوہ کشمیر کے گجرات سے بھی بلوائے گئے تھے زینہ لنک کی تعمیر کا مادہ تاریخ یہ ہے ؎

تمازیں عیاں و اندراں جشن کنند ۔۔۔ پیوستہ جو تاریخ خوانش خرم باد

موضع زینہ پور کو بھی اس نے عالی شان عمارتوں اور باغات سے معمور کر کے رشک ارم بنا دیا تھا اس کی سیرابی کے لئے قصبہ شوپیاں سے ایک نہر بھی کھودی گئی تھی اس سے پہلے بجبل ڈل کا پانی بمقام جبر کدل دریائے جہلم سے ملتا تھا اس نے مٹی ڈلوا کر اس جگہ کو بند کر دیا اور جھیل کا پانی باہر نکالنے کے لئے نالہ طیار کرا دیا۔ جس سے یہ گنہ اجین کی زراعت بھی سیراب ہو گئی۔ اس نالہ پر سات پتھری پل بھی بنائے گئے تھے جو آمد و رفت میں بڑی آسائش بہم پہنچاتے تھے۔ اسکے علاوہ مندر نارپہ اور اندر کوٹ کے پتھر جمع کر کے اس نے اندر کوٹ سے سوپور تک ایک مضبوط ڈیم طیار کیا جو شہر کی حفاظت کا کام دیتا تھا۔ اس ڈیم کی نگہبانی و مرمت کے لئے موضع رادوگام وقف کیا گیا

اس کے علاوہ اس نے ممالک دور و دراز سے ہر فن کے ماہروں جیسے سنگتراش اور صناعوں کو مستقل طور پر بلا کر صنعت و حرفت کا بازار گرم کر دیا۔ کچھ ایسے معماروں اور تجاروں کو ملازم رکھ کر لوگوں کو ان کے فنون سکھلائے۔ اسی طریق

کاغذ گری۔ صحافی۔ جلد سازی۔ قلمدان سازی۔ مہر کنی قابلہ گری اور قالین بافی تمام صنعتیں بڑے اخراجات اور سعی سے ملک میں مروج کیں۔ مزید برآں کئی باریک فہم نازک خیال زہین اور دماغ اشخاص انتخاب کر کے سرکاری خرچ پر دوسری ولایتوں کو بھجوائے تاکہ مختلف صنعتوں اور حرفتوں میں مہارت حاصل کریں۔ اور اپنے ملک میں واپس آکر اہل ملک کی تعلیم و تربیت کریں۔ اپنے محل سرا کے متصل اس نے ایک تعلیمی درس گاہ قایم کی جہاں بالکل مفت تعلیم دی جاتی تھی بلکہ طالب علموں کو جملہ ضروری و کلی اخراجات کے لئے بھی اس نے ایک جاگیر عطا کر رکھی تھی اس تعلیم گاہ سے ہزاروں کو فیض حاصل ہوا۔ اسکے علاوہ بھی جا بجا تعلیم و تدریس کے لئے مدارس جاری کئے۔ حکیم حاذق اور طبیب کامل جگہ جگہ سے بلوائے اور کشمیر میں بھی علم طب کو رواج دیا۔ شفاخانہ بنوائے۔ آمد و رفت کے راستوں میں منزلیں سرائیں اور مسافر خانے تعمیر کرا کے ملک کو امن و امان اور آسائش و آرام کا گھر بنا دیا۔ اس سے پہلے اہل ایران کشمیر میں آتشبازی کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ اس کے عہد میں جب نام ایک آتشباز دربار میں آیا۔ جس نے طرح طرح کے کھیل و تماشہ کر کے تماشائیوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کے ارشاد سے اس نے کئی کشمیریوں کو بھی اس فن میں استاد کامل بنا دیا۔ کشمیر میں تفنگ سازی اور آتشبازی کا موجد بھی جہانگیر ہے۔

باوجود اسقدر شان و شوکت اور جاہ و جلال کے یہ بادشاہ ہمیشہ سادہ وضع رہتا تھا اور خزائن و دفائن جمع کرنے کی طرف بالکل مائل نہ ہوتا تھا بلکہ ہمیشہ سے ترقی ملک اور آسائش رعایا کا خیال دامنگیر رکھتا تھا جس طرح بادشاہ خود ہمہ صفت موصوف تھا ویسے ہی اسے اہل کار اور مشیر بھی مل گئے تھے جو ہر ایک اوصاف حمیدہ اور صفات پسندیدہ میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تھا۔ ہندوستان اور خراسان سے زر کثیر دیا اس نے بے بدل عالم اور فاضل بلوائے اور ان کو مناصب جلیلہ عطا کر کے اپنی مصاحبت اور مجالست میں رکھا۔ خود ان کے قابل قدر مشوروں سے استفادہ اٹھاتا اور دوسروں کو بھی فیضان صحبت سے مستفیض کرنے کی کوشش کرتا۔

یہ بادشاہ علم کیمیا اور سیمیا میں بھی بخوبی ماہر تھا۔ کان نمک اور کان جواہر
اسی نے دریافت کی تھیں چنانچہ جواہرات نہ پنہ رتن اسی کے عہد سے مشہور چلے آتے ہیں۔
یہ بادشاہ اپنی سال گرہ کا جشن بڑی دھوم دھام سے منایا کرتا تھا اس موقع پر ایک کہوں
روپیہ خرچ ہو جاتے تھے۔ رات کو دریائے بہت (جہلم) کے کناروں پر اس آب و
تاب سے جشن چراغاں کرتا کہ تمام شہر قلعہ نور بن جاتا تھا۔

کشمیری راجوں اور بادشاہوں میں سب سے پہلے زین العابدین نے دیگر ہمسر
بادشاہوں کے ساتھ سلسلۂ اتحاد قائم کرنے کی طرف توجہ کی۔ وہ لوگ بھی اسکی
دوستی کو فخر سمجھتے تھے اور اسکی خوبیوں کے مداح تھے خاقان سعید ابوسعید خاں نے
خراسان سے اسکے لئے تیز رفتار اسپان تازی اور شتران راہوار بادیہ پیما بطور
تحفہ بھجوائے۔ اس نے بھی سلسلہ ارتباط مستحکم کرنے کے لئے کئی خروار زعفران
قرطاس مشک عطر گلاب سرکہ کاسہائے بلورین کشمیری شال وغیرہ عجائبات کشمیر
خاقان مذکور کو بھجوائے۔ اسی طرح سلاطین ترکستان و ہندوستان سے بھی
بتریل ہدایا و تبایا رشتہ مودت و اخلاص قائم کر کے ہر ایک کو اپنے دام محبت
میں اسیر کر لیا۔ شریف مکہ سلطان محمود گجراتی، سلطان بہلول لودھی۔ خدیو مصر
اور سلطان روم کو بھی تحفہ و تحائف بھیجا کر رابطہ اخلاص اور رشتہ وداد کو مستحکم کر لیا۔
کشمیر والے اسے دو راج ہنس جو نہایت ہی خوش رنگ اور خوش شکل تھے۔
جھیل مان سر سے اسیر کر کے اس کے پاس بھجوائے۔ کہتے ہیں کہ اگر ان جانوروں
کے آگے پانی اور دودھ ملا کر رکھ دیتے تھے تو وہ اپنی منقاروں سے دودھ کے
اجزا پانی سے جدا کر لیتے تھے۔ غرض اس نے تقریباً نصف دنیا کو اپنا دوست بنا
لیا اور دشمن سے بے فکر ہو کر عیش و آرام سے حکمرانی کرتا رہا۔

اسکے عہد میں سب سے بڑھ کر جو امن رعایائے کشمیر کو تھا وہ یہ تھا کہ اس کے
وجود میں تعصب مذہبی اور ظلم و تعدی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ شیر کبری کے ایک گھاٹ
پانی پینے کی مثال اسی زمانہ پر صادق آتی ہے کیا مجال کہ کوئی شخص کسی سے ظلم تو در
کنار سختی سے بھی پیش آئے کسی مسلمان کو یہ جرأت نہ تھی کہ ادنیٰ سے ادنیٰ ہندو
کا دل دکھا سکے بلکہ یہ بادشاہ ہندوؤں کو مسلمانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا اور ہر

ایک مذہب ملت کی دلجوئی میں ہمہ تن ساعی رہتا تھا سلطان سکندر اور علیشاہ کے زمانہ سے ہندوؤں پر جو مظالم اور سختیاں ہو رہی تھیں اس نے ان سب کا تدارک بخوبی کر دیا ہندو مذہب کو اس نے وہ عروج دیا جو راجگان کے وقت میں بھی اسے نصیب نہ تھا ظلم رسیدوں کو بڑی بڑی جاگیریں اور اعلیٰ مراتب عطا کر کے ان کے افسردہ دلوں کو تر و تازہ کر دیا۔ جن لوگوں کی جاگیریں غضب الٰہی میں آکر ضبط ہو گئی تھیں اُن کو واپس دے دیں۔ جو لوگ پہلے وقتوں میں ملک چھوڑ کر بھاگ گئے تھے بعضوں کو تو سلطان نے خود واپس بلا لیا اور بعض خود بخود اس کے جود و احسان کا شہرہ سن کر وطن مالوف کو لوٹ آئے اُن کے علاوہ ہندوستان سے کئی ہزار ہمن بھی یہاں آ گئے اور انہوں نے یہیں کی بود و باش اختیار کر لی بعض پنڈت جو سابق سلاطین کے عہد میں ملک سیف الدین کے ہاتھ سے زبردستی مسلمان بنائے گئے تھے انہوں نے پھر اپنا دین اختیار کر لیا کسی قاضی یا مفتی کو جرأت نہ ہوتی کہ مزاحمت کرتا۔ اہل ہنود کی تمام مذہبی رسومات جو اشاعت اسلام کے بعد بالکل معدوم ہو گئی تھیں پھر زندہ ہو گئیں۔ اس نے فرقہ ہنود کی سرپرستی بہانمک کی کہ اُن سے ایک تحریر کرالی کہ وہ لوگ اپنے مذہب کے برخلاف کوئی ایسی کارروائی نہ کریں گے جس سے اُن کے عقائد میں فرق آئے اور اُن کے مذہب کو ضعف پہنچے یعنی قشقہ ہی لگائیں۔ اور علانیہ اپنے آپ کو ہندو کہیں سو جو کچھ اُن کی مذہبی کتابوں میں درج ہے اُس پر عمل کریں۔

ہندو مورخوں نے سلطان کی اس طرفداری اور ہندوؤں پر مراحات خسروانہ مبذول رکھنے کے متعلق عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ سلطان ابتدائے عہد میں ہندوؤں پر چنداں التفات نہ تھا۔ لیکن ایک دفعہ وہ ایسا بیمار ہو گیا کہ زندگی سے قطعی ناامیدی ہو گئی۔ شہر کے بت شاہی طبیب اور دیگر اطبا نے علاج کرنے میں بہت زور لگایا لیکن سب ناکام رہے۔ انہیں دنوں ایک ہندو جوگی جو علم سیمیا میں ماہر اور یگانہ روزگار تھا کشمیر کے کسی گوشہ میں رہا کرتا تھا۔ امرا و وزرا اُس کے پاس دوڑے گئے اور امداد کے طالب ہوئے۔ مورخان ہنود لکھتے ہیں کہ زین العابدین مر چکا تھا۔ اُس جوگی نے اپنی روح اُس میں

ڈال کر اس کو زندہ کر دیا۔ اور خود مر گیا۔ جوگی نے قبل عمل کرنے کے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ جب میری روح سلطان کے بدن میں منتقل ہو جائے تو میرے قالب کو میرے اصلی آسن پر لیجاؤ۔ اور اس کو خوب حفاظت میں رکھو۔ تاکہ سلطان کو صحیح اور تندرست کر کے میں پھر اپنی اصلی حالت پر آجاؤں۔ شاگرد جوگی کے بدن کو جو بالکل بے حس و بے حرکت تھا۔ باہر لایا۔ اور اس سے کہا کہ اپنے سلطان کو جا کر دیکھ لو۔ میرے استاد نے اس کو اچھا کر دیا ہے۔ اب میں استاد کے معالجہ کے لئے اس کو اپنے استھان میں لئے جاتا ہوں۔ چونکہ زین العابدین میں ایک ہندو کی روح موجود تھی۔ اس لئے قدرتاً اسے ہندوؤں سے محبت تھی۔ اور وہ ان سے نیک سلوک کرتا تھا۔ لیکن ارباب دانش سے مخفی نہیں ہے۔ کہ روح ایک بدن سے دوسرے بدن میں منتقل نہیں ہو سکتی۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ جوگی صفائے قلب کی وجہ سے صاحب کشف و استجاب الدعوات ہو کر کسی بیمار کا علاج کرے گا۔ اپنی دعا کی تاثیر اور خلوص دل کی وجہ سے اس کو اچھا کر دیگا یا کسی اہل غرض کی مراد پوری کر دے گا۔ مرض منتقل ہو سکتا ہے روح کا منتقل ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔ بابر بادشاہ کی موت اور ہمایوں کی بیماری کا حال سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ دونوں باپ بیٹے سخت بیمار تھے۔ بابر نے خلوص دل سے دعا مانگی کہ بار الٰہا ہمایوں کی جسقدر بیماری ہے وہ ہی میری بیماری میں شامل کر کے اس کو صحت و تندرستی عطا فرما۔ دعا دل سے نکلی تھی۔ اپنا اثر کر گئی۔ بابر زیادہ بیمار ہو گیا اور ہمایوں تندرست ہونے لگا یہاں تک کہ تیسرے ہی دن بابر کا انتقال ہو گیا۔ قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ جوگی اور سلطان زین العابدین کا بھی معاملہ ایسا ہی ہو گا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ کا ذکر ہے مورخان ہنود لکھتے ہیں۔ کہ ایک شہزادہ کشتی میں سوار ہو کر دریا کی سیر کر رہا تھا جب عالی کدل پر پہنچا تو ایک پنڈتانی کو جو خوبصورت گہرے ہوش و حواس تھی دیکھا۔ اور دیکھتے ہی بیہوش ہو گیا۔ آدمیوں کے ساتھ ہوش جاتے رہے۔ شاہ کے ساتھ وہ برہمنی پانی کا گھڑا دریا کے کنارے پر رکھ رہی تھی جب اس نے گھڑا سر پر رکھا تو شہزادہ نے گھر سے کو گلہ کا نشانہ بنایا جس

سے گھڑا تو ٹوٹ گیا۔ لیکن پانی اسی طرح معلق رہا۔ جو اُس حسن کی دیوی کے جیت
ست اور اسکی عصمت و پاک دامنی کا نتیجہ تھا۔ اسی حالت میں وہ اپنے گھر گئی
جب خاوند نے یہ حال دیکھا۔ تو اُس نے خشمناک ہو کر چلے دل سے بد دعا دی۔
کہ جس نے یہ حرکت کی ہے اُس کے سینے میں درد اُٹھے اور اُس کو ویسا ہی
نصیب ہو۔ برہمن کی دعا قبول ہو گئی۔ شہزادہ ایسا بیمار ہوا کہ جان کے لالے
پڑ گئے۔ جب سلطان کو اصل معاملہ سے آگاہی ہوئی۔ تو وہ بامید برہمن کے گھر
گیا۔ اور دعائے صحت کا خواستگار ہوا۔ برہمن نے بادشاہ کو بہت سی پند و نصائح
کیں۔ کہ بادشاہ اور شاہزادے جب اپنی رعایا کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔ تو
غریب رعایا کا کہاں ٹھکانا ہوگا۔ آخر برہمن نے شاہزادہ کی صحت کی دعا مانگی۔ جو
بارگاہ حقیقی میں قبول ہوئی۔ بادشاہ کے دل پر اس واقعہ سے بڑا اثر ہوا۔ اور
وہ رعایا اور خصوصاً ہندوؤں کی دلجوئی میں اور بھی سرگرمی دکھانے لگا۔

ہندوؤں کے میلوں اور تیرتھوں میں سلطان بذات خود موجود رہتا تاکہ
کوئی شخص اُن کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرنے پائے۔ پنڈتوں کے بیٹوں
کو عربی فارسی تعلیم دلوا کر بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز کیا۔ بعض منادر جو ہندوؤں
کے گرے تھے از سر نو تعمیر کرائے۔ مندر رشٹی شور واقعہ کوہ سلیمان کی مرمت کرائی
جس میں چار نئے حجری ستون لگائے اور اُس کے سقف اور گنبد کو بھی مرمت
کر کے مستحکم و استوار بنا دیا۔ سلطان زبانوں میں مہارت تامہ رکھتا تھا۔ ہندی
فارسی اور تبتی زبانیں بخوبی جانتا تھا۔ طب ہندی کو فارسی کا لباس پہنا کر کشمیر
میں جاری کیا۔ اور ہری بٹ ایک ہندو حکیم کو طبیب شاہی کے اعزاز سے
سرفراز فرمایا۔ ہندوؤں کی مذہبی کتابیں جو دست برد میں آگئی تھیں۔ ہندوستان
سے منگوا کر ملک میں تقسیم کیں۔ ویدوں شاستروں پرانوں اور مہابھارت کتھا کا فارسی
میں۔ اور فارسی کتابوں کا سنسکرت میں ترجمہ کرا کے ہندو مسلمانوں کے دلوں
سے ذاتی بغض و عناد کی جڑھ کاٹ دی جس کا اثر آج تک دونوں قوموں میں پایا
جاتا ہے یعنی موجودہ زمانہ میں بھی کشمیری ہندو مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور
برتاؤ دوسرے ممالک کے لئے بھی قابل رشک ہیں۔ انہیں ایام میں سلطان کے

ماتھے پر ایک پھوڑا نکلا جس سے وہ سخت لاچار ہو گیا۔ آخر جب حکیم شری بٹ کے معالجہ سے اُسے صحت ہوئی تو اُس نے حکیم موصوف کو انعام دینا چاہا لیکن اس نے کسی قسم کا نقدی انعام لینے سے انکار کیا اور درخواست کی کہ میری قوم کو زر جزیہ معاف کر دیا جائے۔ اس کی درخواست بپا بہ قبولیت پہنچی اور لوگ جزیہ کی مصیبت سے آزاد ہو گئے۔ سلطان نے ایک ہندو برہمن (کشمیری پنڈت) کو وزیر تعلیمات مقرر کیا۔ مندروں کے اخراجات کے لئے جاگیریں عطا کیں اور سلطان کے حکم سے ہر مندر کے ساتھ ایک پاٹھ شالا بھی تعمیر کیا گیا جس میں ہندو دیا تھی آزادی سے اپنا علم حاصل کیا کرتے تھے۔ دار الترجمہ کا افسر اعلےٰ بھی ایک برہمن کشمیری تھا جس کے ماتحت بڑے بڑے قابل مسلمان تھے۔ سلطان سکندر بت شکن اور سلطان علی شاہ کے زمانہ میں ہندوؤں کو مسجدوں میں داخل ہونے بلکہ اُن سے چھو جانے تک کی سخت ممانعت تھی لیکن اس بادشاہ نے یہ سختی ہٹا دی اور ہندوؤں کو بشرط طہارت مسجدوں میں داخل ہونے اور اُن کے صحن میں بیٹھنے اور دیکھنے کی عام اجازت دے دی۔ سلطان نے ہندوؤں کے ساتھ ایک اور

حاشیہ صفحہ ۴۶ سے کلام فوق میں ایک نظم "ایک کشمیری اور پنجابی کا مکالمہ" درج ہے۔ پنجابی کہتا ہے تم لوگ نہایت خوش نصیب ہو کہ کشمیر میں ہندو مسلمانوں کا اتفاق ضرب المثل ہے۔ کسی فرقہ کو کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ کشمیری جواب دیتا ہے اپنے ملک میں بے تعصبی اور باہمی اتفاق کو تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اُس کے خیال میں بعض غیر ملکیوں اور خصوصاً ایک نئے فرقہ کی وجہ سے تعصب پیدا ہو جانے کا احتمال ہے اور افسوس ہے کہ بدقسمتی سے آج کل یہ احتمال یقین کے درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ اور کشمیر میں اس کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ کشمیری کا جواب ملاحظہ کے قابل ہے کہتا ہے ؎

شکر ہے اب تک تعصب کا نہیں کوئی نشان
دیکھئے آگے دکھائے کیا خدائے دو جہان

زندگی اپنی بسر ہو گی وطن میں بے ضرر
بچ گئے ہم اجنبی لوگوں کی نظروں سے اگر

غیر ملکی جس جگہ جائیں گے آفت لائینگے
آئیں گے خود اور اپنے ہم وطن بھی لائیں گے

ہو رہی ہے جس کی باتوں کی یہاں سے ابتدا
اب خدا حافظ مآل خطۂ کشمیر کا

کب پڑیگی اُن کی اوروں کی بھلائی پر نظر
خود نما شاہین بن گئے گھر ہار کو جو پھونک کر

رعایت یہ کی کہ ان کے قومی اور مذہبی مقدمات کے انفصال کے لئے پنچ مقرر کئے۔ کاڈکشی جو عہد اسلامیہ سے جاری ہو گئی تھی۔ اور سلطان سکندر اور علی شاہ کے زمانہ میں زور پر تھی اس ہر دلعزیز امن پسند اور رحم دل بادشاہ نے اس کی ممانعت کے احکام جاری کر دیئے نہ صرف یہی کیا بلکہ رسم ستی کو بھی جو ہندوؤں کی قدیم الایام سے رسم چلی آتی تھی اور سابقہ سلاطین کے وقتوں میں بند کر دی گئی تھی۔ اور ہر چند کہ زین العابدین بھی اس رسم کے اجرا پر راضی نہ تھا اور ستی کو ایک صریح ظلم سمجھتا تھا لیکن صرف ہندوؤں کے پاس خاطر سے اس رسم کو پھر جاری کر دیا۔ جس سے جملہ اہل ہنود اس کے ازحد احسان مند ہو گئے شکار کی ممانعت بھی کر دی گائے کا ایک کثیر حصہ اس کو اپنے مذہب کے خلاف سمجھتا ہے بعض بعض ہندو متقشف ہوں اور تیوہاروں پر گوشت ہی نہیں کھاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے دربار میں بھی بہت سے کشمیری پنڈتوں کو بڑے بڑے عہدے دے رکھے تھے۔ بلکہ جگنا تہر جی سے لائق و فائق و دیانت عالم و فاضل برہمن اور کوہ کھتری عامل و کامل جو کی معقول مشاہروں پر ملازم رکھے تھے جنکی قدر و منزلت مسلمان درباریوں سے بھی زیادہ کرتا تھا اور ان کی صحبت سے اکثر مستفید ہوتا رہتا۔ قدرت نے اسے ایسا حلیم الطبع بنایا تھا کہ ملزموں اور مقصروں پر بھی سیاست نہ کرتا تھا بلکہ بڑے الفاظ سے بھی کسی کو یاد نہ کرتا تھا تا مذہبی سے جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا فوراً پورا ہو جاتا تھا۔ انہیں اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے باعث اس نے ہندو مسلمان رعایا کے دلوں میں ایسا گھر کر لیا تھا کہ ہر ایک اسپر جان قربان کرنے کو تیار تھا۔ عوام اسے بڑشاہ بادشاہ عظیم کے نام سے پکارتے تھے اور دل سے اسکی عزت کرتے تھے۔ تاریخ ہندوستان میں جو پایہ شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کو حاصل ہے اس سے دو چند عزت و افتخار کا

---

حاشیہ صفحہ ۱۶۹۔ پنڈتوں کو مسلمانوں سے لڑوائیں گے اور سب کشمیر کو بس اوٹ کر کھا جائیں گے۔

یہ تمام حالات علی شاہ کی تاریخ میں وضاحت سے درج ہیں۔ اس سلطان کا نام بڈشاہ (بڑا بادشاہ) کے علاوہ بڈشاہ (بڑے شاہ) ہندوؤں کا راجہ اہل ہندوؤں کی رعایت ہی سے مشہور ہے دیکھو گلدستہ کشمیر صفحہ پنڈت ہرگوپال کول نمبر ۱۱۔ فوق نے تاریخ نہ لکھی۔

مستحق یہ سلطان ہے جو آج تک ہندو مسلمان دونوں اقوام کے نزدیک بڑی عزت کا رتبہ رکھتا ہے

ایک مسلمان نے جو سلطان کے مقربوں میں تھا شراب کے نشہ میں ایک ہندو کو اسقدر مارا کہ اُس کی جان نکل گئی۔ سلطان کو خبر ہوئی حکم دیا کہ اس روسیاہ کو گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں تشہیر کیا جائے۔ تاکہ شراب نوشی کا انجام۔ اور تقرب شاہی کے گھمنڈ میں کسی بے گناہ کے قتل کا نتیجہ معلوم ہو۔ اور باقی لوگ بھی خبردار ہو جائیں ؎

خوبیٔ اخلاق کان دُنیا و دین رازیور است  بافقیری خوش بود بادشاہی خوشتر است[1]

کچھ عرصہ بعد سلطان کے بھائی اور نائب السلطنت محمد خاں کا انتقال ہو گیا۔ سلطان نے اسکی جگہ اُس کے بیٹے حیدر خاں کو منصب نیابت عطا کر دیا اور تمام مہمات ملکی و مالی کا متکفل بنا دیا۔ انہیں دنوں میں مسعود بٹ اور شیرو بٹ جو بادشاہ کے کوکہ تھے اور معاملات مملکت میں بڑی اعتبار کلی رکھتے تھے۔ اندرونی نقص و عناد کے باعث ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ یہ مخاصمت یہاں تک بڑھ گئی کہ موقعہ پاکر شیرو بٹ نے مسعود کو قتل کر ڈالا۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اُس نے قصاص میں قاتل کو بھی قتل کرا ڈالا۔ تاہم بادشاہ کو اس کے ضائع ہو جانے کا بڑا رنج ہوا اور اس نے ایک لاکھ روپیہ اس کی روح کے تصدق میں خیرات کیا۔

سلطان زین العابدین کے نسل زندگانی کا ثمر تین بیٹے تھے لیکن آپس کی بے اعتدالیوں اور زنانہ جنگیوں نے اس اولوالعزم سلطان کی زندگی کو بالکل تلخ بنا دیا۔ ان میں سب سے بڑا ادہم خاں تھا۔ لیکن وہ بادشاہ کی نظروں میں حقیر تھا دوسرا بیٹا اس کا حاجی خاں تھا اور بادشاہ اسے بہت چاہتا تھا۔ اور تیسرا لڑکا ہرام خاں تھا اور یہ منافقت پیشہ تھا۔ جب یہ لڑکے جوان ہوئے تو ایک دوسرے سے رشک کرنے لگے۔ جس نے بڑھتے بڑھتے خوفناک صورت اختیار کر لی۔ اور تینوں بھائیوں میں نفاق کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ یہ دیکھکر بادشاہ نے رفع شر کی خاطر ادہم خاں کو معہ فوج باغیاں بلت کی سرکوبی کے لئے بھجوا دیا۔ لیکن وہ جوانمرد تھوڑے ہی عرصہ میں تمام ملک کو تہ و بالا کر کے مظفر و منصور بیشمار مال غنیمت کے ساتھ پاپ کی خدمت میں آحاضر ہوا جس سے خوش ہو کر بادشاہ نے اسے نوازش نامے

[1] گلدستہ کشمیر مصنفہ پنڈت ہرگوپال کول

خسروانہ سے سربلند کیا۔ ادہم خاں کے یہاں پہنچنے پر سلطان نے حاجی خاں کو لوہرکوٹ کا حاکم بنا کر دار السلطنت سے دور بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ بعد حاجی خاں اپنے بھائی بہرام خاں سے متعدد ہو گیا۔ اور کمال کوتہ اندیشی اور غیر عاقبت اندیشی سے بلا اجازت سلطان لشکر گراں قدر لے کر کشمیر پر چڑھ آیا۔ ہر چند بادشاہ نے اسے ایسی حرکت سے منع کیا۔ لیکن وہ خود سر باز نہ آیا۔ آخر سلطان بھی فوج آراستہ کر کے بیٹے کے مقابلہ کو نکلا اور دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس معرکہ میں ادہم خاں نے خوب داد شجاعت دی۔ حاجی خاں کے بہت سے نامی گرامی سردار مارے گئے اور وہ تنگ آکر بیرہ پور کی طرف بھاگ گیا ادہم خاں نے تعاقب کر کے بھائی کے بہت سے ہمراہی مار ڈالے۔ لیکن حاجی خاں جان بچا کر نکل گیا۔ باغی فوج کے جو سپاہی سلطان کے ہاتھ آئے تھے عذاب ہائے شدید سے مروائے گئے۔ باغیوں کی عبرت کے لئے مقتولوں کے سروں سے ایک مینار بنایا گیا۔ حاجی خاں کے رفیقوں، مشیروں اور منصوبہ بازوں پر تاخت و تاراج مچا کر بادشاہ نے انہیں بالکل بے دست و پا کر دیا۔ غضب سلطانی سے خوف زدہ ہو کر حاجی خاں کی فوج کے بہت سے آدمی ادہم خاں کے پاس آکر پناہ گزین ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد بادشاہ نے ادہم خاں کو اپنا ولیعہد مقرر کر لیا۔ اور امور سلطنت ملکی و مہمات سلطنت میں بھی اسے شریک کر لیا۔ انہیں ایام میں ۸۰۳ھ ہجری مطابق ۱۴۰۰ء کو کثرت بارش کے باعث فصل دھان خام رہا جس سے قحط نازل ہو گیا۔ اس قحط میں بہت سی خلقت بھی ضائع ہو گئی۔ نیک دل بادشاہ کو رعایا کی تباہی سے سخت فکر پیدا ہو گیا۔ ہر وقت ملول اور اندوہگین رہتا۔ موسم کھلنے پر اس نے دوسرے ممالک سے غلہ منگوا کر رعایا میں تقسیم کیا جس سے قحط کی شدت رفع ہو گئی۔ اس کے تھوڑے دن بعد ادہم خاں نے خیرسری سے علاقہ کامراج میں دست تطاول دراز کیا اور طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے لگا۔ نقد و جنس جو کچھ کسی کے پاس دیکھتا زبردستی ضبط کر لیتا۔ اس کے مظالم سے تنگ آکر لوگ بادشاہ کے پاس آکر داد و فریاد کرنے لگے۔ لیکن جو حکم بادشاہ صادر کرتا ادہم خاں اسے بالکل خاطر میں نہ لاتا۔ بلکہ عمداً اس کے برخلاف کرتا۔ یہاں تک کہ آخر کار ایک دن ہمراہی لے کر سری نگر پر چڑھ آیا اور محلہ قطب الدین پورہ میں علم بغاوت کھڑا کر کے شہر میں تاخت و تاراج مچانے لگا۔ سلطان نے اس کی حرکات سے

متوحش ہو کر بانتہالت وہ دادا اُسے رام کیا اور واپس کا مراج بھجوا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے خفیہ طور پر حاجی خاں کو پیغام بھیجا کہ وہ تعجیل تمام تر فوج لے کر واپس آجائے حاجی خاں بھی موقعہ کا منتظر تھا خبر پاتے ہی فوراً آگیا اور بھائی سے نبرد آزمائی کرنے کے لئے بمقام سوپور قیام پذیر ہو گیا۔ ادھر سے ادہم خاں بھی لشکر جرار ساتھ لے کر نکلا اور حاجی خاں کے لشکر کو شکست فاش دے کر تمام سوپور کو تہ و بالا کر گیا۔ یہ خبر سنکر سلطان نے ادہم خاں کی سرزنش کے لئے لشکر قاہرہ متعین کیا۔ جس نے ادہم خاں کے جان نثاروں اور بہادروں کو تہ تیغ کر کے اُس کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ غریب کو خدا کی مار۔ ہزیمت کے وقت سوپور کا پل ٹوٹ گیا جس سے ادہم خاں کے تین سو آدمی غرق لجہ فنا ہو گئے۔ دوسرے دن بادشاہی فوج گراں لے کر سوپور آگیا اور دریائے جہلم کے جنوبی کنارے پر خیمہ زن ہو گیا۔ دوسری طرف ادہم خاں مخالفت کا جھنڈا کھڑا کئے لڑائی کا منتظر بیٹھا تھا۔ اُدھر حاجی خاں بمقام بارہ مولا باپ کی معاونت کے انتظار میں چشم براہ تھا۔ سلطان نے تیسرے بیٹے بہرام خاں کو بھائی کے استقبال کے لئے بارہ مولا بھیجا یا جس نے اظہار بیگانگت و یک جہتی کر کے بھائی سے عہد و پیمان کر لیا اور اُسے ساتھ لے کر سوپور کی طرف مراجعت پذیر ہوا۔ یہ لوگ دوآبہ گاؤ کھچ[1] تو ادہم خاں باپ اور بھائیوں کی متفقہ طاقت سے مایوس ہو کر پنجاب کو بھاگ گیا۔ اور بادشاہ حاجی خاں کو ساتھ لیکر دار السلطنت کو لوٹ آیا۔ اب کے سلطان نے حاجی خاں کو ولیعہد بنایا اور تمام معاملات حکمرانی اس کے سپرد کر دیئے۔ پہلے پہل تو حاجی خاں سابقہ ایام کی ندامت دھونے کے لئے باپ کی خدمت میں کمربستہ رہا جس سے بادشاہ بہت خوش ہو گیا اور تمام اولاد سے زیادہ محبت کرنے لگا جس کے ثبوت میں اس نے اپنی کمر خاص مکلل شمشیر بھی اس کو بخش دی۔ اور جاگیر خاص بھی اُسے عطا کی۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد حاجی خاں پھر جادہ اعتدال سے منحرف ہو گیا اور بادشاہ اس کے حرکات شنیع اور اطوار قبیح سے سخت کبیدہ خاطر ہوا۔ اسی اثنا میں سلطان بعارضہ اسہال مبتلا ہو گیا اور مہمات ملکی کچھ عرصہ کے لئے معطل ہو گئے۔ بعض امیروں نے ادہم خاں کو پیغام بھیجکر بلوا لیا۔ لیکن بادشاہ نے اس سے کوئی التفات نہ کی۔ آخر ادہم خاں نے

[1] دوآبہ گاؤ کھچ تحصیل سوپور بر لب دریائے جہلم ۱۲

بھائی سے صلح کر لی اور دونوں الگ ہو گئے۔ بہرام خاں کو بھائیوں کا اتفاق نہ بھایا اور اس نے منافقت کر کے جلد ہی دونوں کو ایک دوسرے کے برخلاف کر دیا۔ اسی اثنا میں خیر خواہان حالی نے بادشاہ کی خدمت میں وکیل مقرر کرنے کے لئے التماس کی بادشاہ نے یہ ظاہر کر کے کہ میری اولاد میں سلطنت کے لئے کوئی نظر نہیں آتا اس معاملہ کو تقدیر پر رہنے دیا۔ اس کے بعد ادہم خاں باپ سے رخصت ہو کر بھائیوں سے علیحدہ محلہ قطب الدین پور میں جا بیٹھا۔ لیکن حاجی خاں اور بہرام خاں اسے کب چین لینے دیتے تھے فوجیں آراستہ کر کے بھائی کے اخراج پر آمادہ ہو گئے۔ ادہم خاں بھی مقابلہ پر تیار ہو گیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ہر روز کشت وخون کا بازار گرم رہتا۔ ادھر بادشاہ کی حالت بھی دگرگوں ہو رہی تھی جب اس نے بیٹوں کے جنگ وجدل کا حال سنا تو بیماری اور بھی زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ اطبا معالجہ سے عاجز آ گئے اور انہوں نے اسے لاوا کر دیا۔ طبیعت روز بروز بگڑتی گئی یہ حتی طاری ہو گئی۔ اور ایک شب و روز بادشاہ کی یہی حالت رہی۔ اسی اثنا میں ادہم خاں میدان جنگ سے نکل کر باپ کی عیادت کے لئے آیا۔ حسن خاں کچھی جو امرائے نامدار سے تھا حاجی خاں سے جا ملا اور اسی رات بہت سے ہمراہیوں سمیت اس نے حاجی خاں کی بیعت قبول کر لی۔ دوسرے دن ادہم خاں کو بفریب وہ محل سے نکال کر حاجی خاں دیوان خانہ خاص میں جا داخل ہوا۔ اور تمام بادشاہی خزائن و دفائن پر قابض ہو گیا۔ اسکی فوج قلعہ کے باہر مرنے مارنے کو طیار کھڑی تھی جب ادہم خاں نے دیکھا کہ معاملہ دگرگوں ہے اور اسے تاب مقاومت نہیں تو راہ فرار اختیار کر کے بارہ مولہ کے راستہ روانہ ہندوستان ہو گیا۔ اس کے ملازموں اور ہمراہیوں میں سے بہت سے آدمی ہمدل ہو کر اسکا ساتھ چھوڑ بیٹھے۔ حاجی خاں کا سپہ سالار زین لارک ادہم خاں کے تعاقب میں گیا۔ لیکن اس کے آدمیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسی دوران میں حاجی خاں کا لڑکا حسن خاں بھی پونچھ سے آ کر باپ سے مل گیا جس سے اس کو اور بھی تقویت ہو گئی اسی حالت میں سلطان زین العابدین ۶۹ برس کی عمر میں ۵۲ سال دو ماہ اور تین روز کی بے مثال جہانبانی کے بعد بیٹوں کی فتنہ پردازی سے تنگ آ کر دنیائے فانی سے عالم جاودانی میں جا داخل ہوا۔

فغان زین چہ رخ دولالی کہ ہر روز بجا ہے افگند ماہ شب افروز

اور باپ کی قبر کے سامنے مزار سلاطین میں مدفون ہوا۔ کون آنکھ تھی جو ایسے ہر دل عزیز بادشاہ کے ماتم میں آنسو نہ بہاتی۔ اور کون دل تھا جو اس رحم دل بادشاہ کے غم میں صد چاک نہ ہوتا۔ رعایا نے بہت ماتم کیا۔ شاعروں نے مرثیے لکھے۔ دو ایک شعر درج ذیل ہیں ؎

سلطان زین العابدین نور حدیقہ خلد بریں — بے نور شد تاج و نگیں بے ہمتا رفت و سوگوار

از بہتر تاریخش عیاں بے سر شدہ اندر جہاں — عدل و کرم علم و حلم جاہ و حشم صلح و صفا

**دیگر**

دریغا بادشاہ سلیماں صفت — ایام وقت زین العابدین رفت

جہان تاریک شد از ماتم او — کہ خورشید زمان زیر زمین رفت

کشید از آسماں سر ہاتف غیب — نداد رو داد شاہ ملک دین رفت

۸۷۹ھ - (۱) - (۸۸۰)

---

# شہنشاہ اکبر اور سلطان زین العابدین

شہنشاہ اکبر کو ہندوستان میں کمال ہر دل عزیزی حاصل ہے۔ اور اس کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہے بھی اسی کے قابل لیکن زین العابدین بھی کشمیر کے ہندو مسلمانوں میں کم ہر دل عزیز نہیں ہے۔ اس کی شہرت بمقابلہ اکبر کے اس لئے کم معلوم ہوتی ہے کہ اکبر کو ابو الفضل اور ملا عبد القادر جیسے لوگ سر پر چڑھے لگا کر اڑانے والے مل گئے۔ نیز اس کے دربار میں اکثر اہل فرنگ بھی آتے رہے اور انہوں نے جا کر اپنے ملک اور اپنی تاریخوں میں اس کی خوب شہرت کی۔ زین العابدین کے حالات کشمیر تک ہی رہے اور وہ بھی اس قدر نایاب تھے کہ اول تو ملتے نہیں تھے اور اگر کسی کے پاس تھے بھی تو وہ اسے سینہ بسینہ رکھتا تھا۔ زین العابدین کا انتقال ۸۸۰ھ ہجری کو ہوا اور اکبر ۹۶۳ھ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ قریباً ایک سو سال کا فرق ان دونوں میں تھا۔ زین العابدین کے زمانہ میں چھاپہ کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اس لئے اس زمانہ کی تاریخیں قلمی اور غیر مطبوعہ ہوا کرتی تھیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ قلمی کتابیں عموماً

نایاب ہوتی ہیں۔ اس لئے کتابوں کی کمیابی کی وجہ سے ہی زین العابدین کے حالات تاریکی میں رہے۔ اور ہر چند کہ اکبر کے زمانہ میں چھاپہ کا رواج نہ تھا۔ لیکن اس کے حالات پرگیزوں فرانسیسوں اور انگریزوں نے (جو عموماً اس کے دربار میں آیا کرتے تھے) اپنے اپنے ملکوں میں بذریعہ اشاعت محفوظ رکھے۔ اور بالخصوص اکبر نامہ اور آئین اکبری نے جو زمانہ سلف میں مدرسوں اور کتبوں میں پڑھائی جاتی تھیں اس کو اور بھی شہرت دی۔ پھر اکبر کے حالات جب انگریزی اور فارسی سے اردو زبان میں مولانا آزاد دہلوی نے لکھے تو انہوں نے اپنی مشہور جادو نگاری سے اس کی شہرت کو بقائے دوام کا خلعت پہنایا۔ چھاپہ کی برکت سے اکبر نامہ اور آئین اکبری اور اکبر کے زمانہ اور حالات کی دیگر تاریخیں آج ہر شہر اور ہر تاجر کتب کی دوکان سے مل سکتی ہیں۔ لیکن کشمیر کی حتی فارسی یا سنسکرت تاریخیں ہیں وہ ہنوز پردہ گمنامی میں ہیں۔ اور صرف دو تین زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔ ان میں بھی زیادہ تر حالات مشائخان اسلام اور اہل اللہ حضرات کے ہیں۔ شاہان کشمیر کے حالات جن تاریخوں میں درج ہیں وہ ہنوز قلمی ہیں۔ اور بوجہ قلمی ہونے کے نہایت نایاب ہیں۔ اس لئے ایسے انتخاب روزگار بادشاہ کے مفصل حالات بھی بہت کم پبلک میں آئے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ زین العابدین کئی باتوں میں اکبر سے زیادہ مرتبہ اور جاہ و جلال رکھتا تھا۔ سلطان خود عالم تھا کئی زبانوں سے آگاہ تھا۔ شاعر تھا اور شعر فی البدیہہ کہتا تھا۔ ہندوؤں کی دلجوئی اور دل جوئی کے لئے ایسی ایسی رعایتیں کیں کہ خود ہندو راجوں سے نہ ہو سکیں رعایا کے آرام اور امن عام کے لئے تدبر اور متانت اور جسر یانہ وغیرہ جرمانہ اور تحصیلدار رعایا سے لیا کرتے تھے موقوف کر دیا۔ رشوت لینے والوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کیں۔ قتل کا حکم بہت کم دیتا تھا۔ زدوکوب سے ہی مستغنی تھا۔ نرمی اور ملائمت اور حکمت عملیوں سے زیادہ کام لیا کرتا تھا۔ چوروں اور مجرموں کو سخت سزائیں ہی نہ دیتا تھا۔ حکم تھا۔ کہ قیدیوں کے پاؤں میں زنجیر رہا کرے۔ اور ان سے عمارت کا کام لیا جایا کرے۔ یعنی ان سے عموماً مٹی اور پتھر اٹھوائے جاتے تھے۔ لکڑی کا استعمال کم رکھتا تھا۔ خصوصاً ماہ رمضان میں بالکل

نہیں کھاتا تھا۔ زین العابدین کیسا عابد نیک نام اور انصاف پرور بادشاہ تھا اسی ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ملک کا روپیہ ملک کے کام ہی میں خرچ کرتا تھا۔ خزانوں کے جمع کرنے کا اُس کو مطلق شوق نہیں تھا۔ اپنے ذاتی اخراجات ذاتی جاگیر اور ذاتی آمدنی سے بہم پہنچاتا تھا۔ سنا ہے کی کان اسکی ذاتی جائیداد تھی جس میں ہزاروں مزدور رات دن کام کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ اور مصالحات بھی ذاتی خرچ کے لئے وقف تھے۔ سرکاری خزانہ سے اُس کا کوئی واسطہ نہ تھا۔

## سلطان زین العابدین اور علوم و فنون کی قدردانی

سلاطین کشمیر میں سے ہندوؤں کے ساتھ جس سلطان نے کمال بے تعصبی اور درحقیقت اصلی رعایا پروری سے کام لیا ہے۔ وہ سلطان زین العابدین عرف بڈشاہ ہے جسکو آج تک ہندو مسلمان نیک نامی کے ساتھ یاد کر رہے ہیں رعایا نہایت امن سے تھی نہ مسلمانوں کو بے چینی تھی اور نہ ہندوؤں کو کسی کا خوف تھا۔ کشمیر کی شہرت ہندوستان سے گذر کر بلخ بخارا۔ عرب خراسان اور ایران تک جا پہنچی تھی۔ علما فضلا اور صاحب کمال لوگ خود بخود کھچے چلے آتے تھے۔ اور سلطان کے دامن عاطفت میں زندگی بسر کرتے تھے۔

آمدے سلطان زین العابدین بڈشاہ ما  فوجہ کشمیر شد بیٹے ترمی سیت کے ساتھ

سلطان کی مجلس میں ہر فن کے صاحب کمال موجود رہا کرتے تھے۔ جن لوگوں نے اس دربار کی مفصل کیفیت سنی ہے وہ اکبری دربار کو اس کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ سلطان مکہ معظمہ اور دیگر ممالک عرب سے کتب احادیث منگواتا اور فرصت کے وقت اُن کے مطالعہ میں مصروف رہتا۔ ان کے علاوہ دیگر علوم و فنون کی کتابیں بھی دوسرے ممالک سے منگوا کر اپنے ملک میں شائع کرائیں بعض کے ترجمے فارسی میں کرائے بعض سنسکرت میں اور بعض کو کشمیری حروف کا لباس پہنایا۔

اس بادشاہ کے عہد میں اکثر بڑے بڑے صاحب کمال اہل دل اولیائے کرام عالم و فاضل اور شعرائے نامدار گذرے ہیں ان میں سے صرف چند نامیکہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے سلطان کا کسی نہ کسی حیثیت سے واسطہ اور تعلق رہا ہے۔

سید حسین منطقی اصل وطن شہر ہمدان ملک خراسان تھا چونکہ علم منطق میں کمال رکھتے تھے اسلئے منطقی کے نام سے مشہور ہیں۔ امیر تیمور کے غلبہ سے قریباً پچاس ہمراہیوں کے ساتھ وطن سے ہجرت کی سلطان سکندر بت شکن کے زمانہ میں وارد کشمیر ہوئے۔ بادشاہ کے خلاف ایک سازش کے الزام میں خود بخود ہی کشمیر سے بجانب دہلی چلے گئے۔ جب سلطان زین العابدین تخت نشین ہوئے تو اسکی فیاضی اور علم دوستی کی شہرت سنکر پھر کشمیر میں چلے آئے سلطان نے سید حسین کے دست مبارک پر بیعت اختیار کی۔ جس سے اس کو کمال صفائی قلب حاصل ہوئی[1] بادشاہ نے ایکدن اپنے مرشد سے تبرک مانگا۔ آپ نے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔ اور وعدہ کے دن کوئی چیز زیر عبا چھپائے ہوئے سلطان کے ہاں آئے اور فرمایا تمہارے لئے تبرک لایا ہوں بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے ایک نوزائیدہ بچہ نکال کر اس کے حوالہ کیا اور کہا کہ میں تم کو اپنا بیٹا بطور تبرک بخشتا ہوں اس کا نام محمد رکھنا۔ بادشاہ خوش بھی ہوا اور حیران بھی۔ اور اس نے یہ گرانمایہ اپنی ایک حرم محترم کو جو سادات بیہقی کے خاندان سے تھی اور لاولد تھی حوالے کر دیا۔

سید محمد ابن منطقی سید حسین کے بیٹے تھے۔ ان سے بہت سے کشف و کرامات مشہور ہیں سلطان نے زینہ لنک کی تعمیر کے بعد جشن شکرانہ منعقد کیا۔ سید منطقی بھی اسمیں شامل تھے جب اس محفل پر شور و سرور میں امور غیر مشروعہ یعنی ناچ رنگ وغیرہ شروع ہوئے آپ کی رگ غیرت جوش میں آئی اور اپنے آپ کو دریائے ارپل میں جو کنار سے کم نہیں ہے ڈالدیا۔ سلطان اور اعیان دولت نہایت متفکر و متردد ہوئے۔ غواصوں کو تلاش کا حکم دیا لیکن کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر بے نیل مرام ہو کر واپس شہر آیا۔ جب موضع واشم میں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت میر دریا کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں۔ بادشاہ آپ

[1] سلطان کے صفائی باطن کے متعلق مورخان اسلام انکی کئی کرامات اور خوارق عادات لکھتے ہیں منجملہ ان کے یہ قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایکدن سلطان زینہ لنک میں تنہا بیٹھا تھا۔ اسکا بیٹا حاجی خاں بانو کے شیطان باپ کے قتل کے ارادہ سے وہاں آگیا۔ سلطان نے اسکو دیکھکر کہا کہ میری تسبیح مسجد میں رہگئی ہے جلدی جاکر اٹھالا۔ حاجی خاں غیب جو نہ سکا اور الٹے پاؤں واپس آیا جب مسجد میں گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ سلطان وہاں بیٹھا ہوا وظیفہ پڑھ رہا ہے۔ حیران ہو کر پھر زینہ لنک میں آیا دیکھا تو سلطان بدستور اپنی جگہ موجود ہے۔ زین العابدین نے اس سے تسبیح مانگی تو وہ شرمندہ ہو کر باپ کے قدموں پر گر پڑا۔ ۱۲

کے پاؤں پر گر پڑا اور معافی کا طلبگار ہوا۔ آخر عمر میں بادشاہ کی خدمت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ البتہ سال میں دو ایک مرتبہ ضرور جایا کرتے تھے۔ چونکہ اکثر امرا ان کا اثر زیادہ دیکھ سکے انہوں نے موقعہ پاکر آپ کو شہید کر دیا۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ کے دو ایک شعر اس غرض سے لکھے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ صوفیوں کا مذہب کیا ہوتا ہے اور سلطان زین العابدین کے زمانہ میں ہندو مسلمان کس اتفاق و یگانگت سے بسر کرتے تھے فرماتے ہیں ؎ بہ بتخانہ مردم عبادت چہ کنشت بہ چشم اہل نظر خوب و زشت یکسان است ہر آنگہ ز مذہب و ملت بپرسی از و نیست بدین عشق سرخیل حق پرستان است۔

سید محمد علی بلخی بلخ کے بادشاہ تھے سو سال کی حکومت کے بعد کہ ابھی شباب ہی پورا نہیں آیا تھا سلطنت و تاج کو لات مار کر خدا کی یاد اختیار کی۔ اشارہ غیبی سے کشمیر میں آئے وہ زمانہ سلطان سکندر بت شکن کا تھا۔ شیخ العالم شیخ نور الدین ولی نے مقام روپہ ون سے بابا نصیر الدین کو استقبال کے لئے بھیجا۔ سلطان زین العابدین بھی ان کی نہایت عزت کرتا تھا۔ چنانچہ ناگام ان کے اخراجات کے لئے وقف کر دیا تھا۔

سید جانباز ولی سکونت اصفہان تھا نام اصلی سید محمد علوم ظاہری و باطنی میں کمال رکھتے تھے۔ سلطان زین العابدین کی شہرت اور علما و فضلا کی قدردانی نے کشمیر کو وطن بنانے پر مجبور کر دیا۔ سلطان نے بھی خاندان درگاہ کے لئے تین گاؤں وقف کر دیئے تھے۔

سید برجور دار و سید شمس الدین اندرابی۔ سید صاحب کیلئے سلطان نے ایک عظیم خانقاہ تعمیر کی جسمیں علم ہدایت و ارشاد لینے کیلئے اکثر طالبان علم دین رہا کرتے تھے۔ میر اندرابی سلطان کے زمانہ میں کشمیر میں رونق بخش ہوئے اور محلہ ملار ٹہ شہر سری نگر کو وطن قرار دیا۔ سلطان نے ان کے خادموں کیلئے اسی محلہ میں ایک خانقاہ اور درس گاہ تعمیر کرا دیا جہاں سے چشمہائے علوم جاری ہوتے رہے۔

شیخ بہاؤ الدین گنج بخش۔ آپ شیخ نور الدین ولی، سید محمد مدنی اور شیخ سلطان کشمیری وغیرہ کے ہم صحبت تھے۔ شیخ نور الدین ولی باوجود صاحب کمال ہونے کے اپنے آپ کو حضرت گنج بخش کو خوشامد دیا کرتے تھے۔ سلطان زین العابدین کرار یائے کرام کی خاک پا کو طلبائے چشم سمجھا کرتا تھا۔ ایک دن نہایت ادب سے محلات شاہی میں آئے اور دریا کی سیر کرنے کی دعوت دی

---

ملہ تاریخ کشمیر غلامی تاریخ کبیر کشمیر

لیکن آپ نے اُسے قبول نہ فرمایا۔ آپ کا اصل نام بہاؤالدین ہے گنج بخش کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سلطان زین العابدین کو ایک دن یہ بشارت دی کہ تمہارا گنج ہائے فراواں داد یم و ترا بادشاہ اعظم ترین گردانیدیم۔ اس بشارت کے بعد سلطان کو وہ شہرت و شوکت نصیب ہوئی کہ اسکی اپنی زندگی ہی میں اسکا نام "بڈشاہ" یعنی بہت بڑا بادشاہ مشہور ہو گیا ۸۴۶ھ ہجری میں آپ چوروں کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ سلطان یہ خبر سنکر خود موقعہ پر پہنچا۔ اور ایک عالی شان مقبرہ تعمیر کرایا۔

حضرت شیخ نورالدین ولی آپ موضع کیمورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کرامات و خوارق عادت حد بیان سے باہر ہیں آپ کے دست مبارک پر ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔ بلکہ عارفانہ آپ کی ملاقات اور راہی پر حکمت نکتے اور آپ کے مصنفہ کشمیری اشعار در اشلوک تمام کشمیر میں مشہور ہیں۔ سلطان زین العابدین کہتا تھا کہ میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ شیخ الشیوخ نورالدین جیسا ولی میرے ملک میں موجود ہے۔ ۶۳ سال ایک ماہ اور ۲ دن کی عمر کے بعد آپ نے بعد ادائے نماز عشاء ۲۰ رمضان المبارک کو انتقال فرمایا۔ مزار آپ کا چرار شریف میں ہے۔ جنازہ کے ساتھ علماء و عوام الناس کے سلطان معہ ارکان دولت و اعیان مملکت شامل تھا۔

ملا احمد کشمیری مناظرہ و مباحثہ میں فرد کامل تھا۔ شاعری اور تاریخ نویسی میں اعلےٰ پایہ رکھتا تھا۔ سلطان نے قدر دانی فرما کر اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ ملا احمد صاحب مصنف بھی تھا۔ تاریخ وقائع کشمیر اور ترجمہ مہابھارت اسکی یادگار ہے۔ مرنے کے بعد مزار سلاطین میں جگہ پائی

ملا احمد فہیم و عالم اور مصاحب ندیم ہونے کے علاوہ شاعر و ظریف بھی تھا۔ ایک دن بزم آراستہ تھی۔ امراء و زراء اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بادشاہ سلامت تخت پر جلوہ افروز تھے کہ ملک الشعراء ملا احمد بھی دربار کا شملہ پیشانی پر شاخ ارغوان کا کر جھومتا جھامتا اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔ سلطان نے جو اپنے دربار کو ہر ملک اور ہر قسم کے لوگوں سے آراستہ رکھتا تھا مسکرا کر فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

بیت شاخ پیشانی ملا احمد کشمیر ہو ہیں ۔ گر ندیدستی تو در آفاق انسان مخوار ۔

ملا احمد بھی خاموش رہنے والی اسامی نہ تھے۔ فوراً بول اٹھے ؎

نتائج پیشانی خدیو اگر گرگ واری داشتیم تا نیائیم در میان ماوہ گاواں در شمار

وہ زمانہ عجب تھا۔ عجب لوگ تھے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور بہت سا انعام عطا فرمایا۔ سے حسد اور حاسدوں سے زمانہ کبھی خالی نہیں رہا۔ مولانا احمد بھی اس سے نہ بچ سکے۔ دربار ملک الشعرائی کا خطاب ملا۔ حاسد اور بھی جل گئے۔ آخر کہہ سنکر بادشاہ کو ملا احمد سے برافروختہ کر دیا۔ بادشاہ نے ناراض ہو کر کشمیر سے باہر نکال دیا۔ وہ پنجاب پہنچکر آگرہ میں آرہا۔ ایک مدت تک وہاں سرگردان رہا۔ آخر یہ ربانی الہکہ بادشاہ کی خدمت میں بھجوائی ؎

نے بہ نجوم زمنجد اخبرے نے بہ منطق زجزو وکل اثرے

ہر من ایں کسر و جر چرا دانند احمد از غیر منصرف خوانند

سلطان نہایت خوش ہوا۔ مولانا کو واپس بلایا۔ اور بیش از پیش انعام و اکرام عطا فرمایا۔

پنڈت رتناگر کی تاریخ رتناگر کا نسخہ بالکل نایاب تھا جو کاہن پنڈت کو بھی اپنی تاریخ لکھنے کے وقت باوجود کمال کوشش کے دستیاب نہ ہو سکا تھا۔ وہ نسخہ ملا احمد کو پنڈت پرجابٹ سے مل گیا لیکن ملا احمد اسوقت اپنی تاریخ مکمل کر چکا تھا تاہم اسنے بطور ضمیمہ اپنی تاریخ میں شامل کر دیا۔ نسخہ رتناگر میں جو زبان سنسکرت میں ہے۔ ان راجاؤں کے حالات بھی درج ہیں جن سے کلہن پنڈت مطلق لاعلم رہا ہے۔ اور جنہیں اپنی تاریخ میں ان کا ذکر ہی چھوڑ گیا ہے۔

حافظ بغدادی وطن اصل بغداد تھا۔ سلطان کی شہرت سنکر وطن کو ترک کیا اور ہزار ہا کوس کا فاصلہ طے کر کے کشمیر میں داخل ہوا۔ سلطان نے بھی جو نہایت جوہر شناس اور سخن دان تھا۔ قدر دانی فرمائی اور مصاحبوں میں داخل کر کے فکر معیشت سے آزاد کر دیا۔ حافظ بغدادی سے بیشتر لوگوں کو علم و عمل کا فیض حاصل ہوا۔ ملا یار سما اصل وطن معلوم نہیں لیکن سلطان کے عہد میں کشمیر میں آیا۔ سلطان نے اسکی قابلیت دیکھکر مدرسہ بادشاہی کا مدرس اعلیٰ مقرر کر دیا اور معقول جاگیر بھی عطا کی۔

ملا قاضی جمال الدین ملک نہدسی سلطان کی فیض بخشی کا شہرہ سنکر کشمیر میں آئے۔ ریاضت و عبادت میں زیادہ تر مشغول رہتے تھے۔ سلطان نے ان کو اپنے حضور میں بلوایا اور ساتھ کر تعلیم کی۔ عہدہ قاضی القضاۃ ان کے سپرد کیا جس کو انہوں نے نہایت عمدگی سے انجام دیا۔

مولانا قاضی میر علی بخاری۔ آپ بخارا سے کشمیر میں آئے۔ علم و فضل میں صاحب کمال تھے۔ سلطان نے منصب قضا پر سرفراز فرمایا۔ اور عنایات خسروانہ کے دروازے کھول کر عطائے جاگیر کے ذریعہ مالا مال کر دیا مولانا نے اپنی تمام عمر لوگوں کو استفادہ اور فیض پہنچانے میں صرف کر دی۔

مولانا کبیر سلطان کے استاد تھے۔ ابھی عمر بہت چھوٹی تھی کہ ہرات میں تحصیل علوم کیلئے چلے گئے سلطان کو انکا فراق نہایت ناگوار تھا۔ ہزار روپے زاد راہ بھیجکر ہرات سے منگوایا۔ اور جدا نہ خانہ انکے سپرد کر دیا تھوڑے دنوں کے بعد شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز فرمایا اس سے پہلے منصب کشمیر میں نہیں تھا۔ ایک عالیشان بیت العلوم تعمیر کرا کے سپرد کیا۔ اور کئی گاؤں طالب علموں کے وظیفوں کے لئے وقف کر دیئے۔ بیت العلوم میں دار الاقامت بھی تھا جہاں طالب علم رات کو رہا کرتے تھے۔

ملا احمد یہ شخص خراسانی تھا۔ علوم ریاضی میں بڑے کمال حاصل تھا۔ کہا ہوکہ جب عود بجاتا تھا۔ تو سامعین نقش دیوار بن جاتے تھے۔ سلطان نے جوہر فن اور علم کا قدردان تھا۔ سکو سرکار ملازمت میں داخل کر لیا۔ اور وقتاً فوقتاً اسے انعام و اکرام سے مالا مال کرتا رہا۔ سلطان نے اکثر سازوں کی خود ریاب و طنبور وغیرہ کو ملا کے خالص سکھانے سے مرمت کر جواہرات سے مرصع کیا تھا۔ ناچنے والے اور مطرب اہل نغمہ اکثر ہندوستان سے بھی آگئے اور سلطان کے دربار دولت سے لپٹ کر رہیں کے سیر ہے۔

ملا جمیل سنجیدگی خوش طبعی میں بے مثیل و بے مثال تھا اسکا کام دربار کو خوش رکھنا تھا خواہ کیسا ہی سنجیدہ و ملال ہو۔ ملا جمیل اپنے عجیب و غریب لطیفوں اور خوش رنگ کلام سے خوش کر دیا کرتا تھا جسطرح لاد و چاپلوس دل لگی کی باتوں سے اکبری دربار اور بادشاہ کو زندہ دل بنائے رکھتا تھا اسی طرح ملا جمیل بھی سلطان اور ارکین کو محظوظ کیا کرتا تھا۔

سوم سید اہل بیت میں سے تھا۔ دار الترجمہ میں ایک معزز عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور چونکہ کشمیری سنسکرت اور فارسی میں صاحب کمال تھا اسلئے فارسی تصانیف کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ہندی اور کشمیری زبان میں شعر بھی کہتا تھا۔ زینہ جب نام ایک کتاب اسنے سلطان کے حالات میں لکھی ہے۔

بودی بٹ یہ بھی اہل ہنود سے تھا۔ عجیب دماغ اسنے پایا تھا۔ ذہن اس قیامت کا رسا اور حافظہ اس بلا کا تیز تھا کہ شاہنامہ فردوسی زبانی یاد تھا۔ سلطان کو شاہنامہ سننے کا شوق خاص تھا۔ اور بودی بٹ کی زبان سے جو کمال خوش الحانی سے پڑھا کرتا تھا سننے کو وجد کی حالت میں آجاتا تھا۔ اسکی یادگار ایک کتاب زین نام ہے جو علم موسیقی میں نہایت معتبر ہے۔ سلطان اس شخص کی نہایت قدر کرتا تھا۔

پنڈت زونراج دار الترجمہ میں تاریخ نویسی کے عہدہ پر ممتاز تھا۔ اور رنک احمد کا ہم پلہ تھا۔ زونراج کے کاہن پنڈت کے نواسہ یعنی راجہ جے سنگھ کے لڑکے سلطان زین العابدین کے وقت تک کے تاریخی حالات بزبان سنسکرت نظم میں تالیف کئے جس پر سلطان نے بڑا انعام و اکرام اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

# سلطان حیدر شاہ

ایام حکومت ایک سال ۲ ماہ ۱۹ روز ۱۴۷۴ء تا ۱۴۷۵ء ۸۷۹ھ تا ۸۸۰ھ

سلطان زین العابدین کی وفات حسرت آیات کے بعد حاجی خاں کی دلی تمنا پوری ہوئی۔ باپ کے انتقال کے تیسرے دن مسند تخت خلافت پر جلوہ افروز ہو کر جشن جلوس کی تیاریوں میں مصروف ہوا۔ اس تجمل و احتشام سے اس نے یہ جشن رچایا کہ کشمیر میں جشن الفل ہو گیا۔ قرب و جوار اور اطراف و اکناف کے بے شمار راجے تہنیت کے لئے اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ تلاع فاخرہ عطا کر کے سلطان نے رخصت کیا۔ تاجپوشی کے موقعہ پر اس نے سلطان حیدر شاہ کا لقب اختیار کیا اور اسی نام سے مشہور ہوا۔ بہرام خاں کو اس نے منصب وزارت عطا کیا اور پرگنہ ماگام اس کی جاگیر میں کر دیا۔ اپنے بیٹے حسن خاں کو ولیعہد مقرر کر دے کر اس نے حاجی خاں کا کام اس کے بھائیوں کا اتفاق دیکھ کر فتنہ انگیز اکین دولت میں بد اعتمادی کے آثار ظاہر ہونے لگے زمانہ شناس حسن خاں مصلحت وقت دیکھ کر ممالک محروسہ پنجاب کو نکل گیا۔ حاجی خاں سے کچھ دنوں کے لئے مفسدہ پردازوں کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن وہاں جا کر بھی وہ آرام سے نہیں بیٹھا بلکہ راجوڑی، کلگھر وغیرہ علاقہ جات فتح کر کے جہلم کی طرف بڑھا۔ اور بہوگ پال کے بہت سے شہر اور گاؤں جلاتا ہوا پانچ چھ ماہ کے بعد بے شمار مال و اسباب لے کر کشمیر کی طرف واپس ہوا۔

سلطان حیدر شاہ خود رائی اور شراب کا شدت سے عادی تھا۔ بادشاہ کو غافل دیکھ کر امراء و زراء بھی رعایا پر زبردستی سے جی چرانے لگے۔ دنیا کے بہشت سے امن و امان بھی غائب ہو گیا اور دھما چوکڑی شروع ہو گئی۔ کمینہ لوگ ارباب نشاط اور خود غرض ہر وقت سلطان کے گرد رہنے لگے۔ ملک میں پھر وہی حالت پیدا ہو گئی جو زمانہ شمال کے ہندو راجاؤں کے زمانہ میں تھی۔ بادشاہ کو ہست و قائل دیکھ کر اہالیان لشکر اور ذمہ دار اہل کاروں نے بھی رعایا پر دست تطاول شروع کر دیئے۔ کذا الان و الحفیظ۔

بہ نیم جیغہ جو سلطان ستم روا دارد ۔۔۔ زنند لشکر بانش ہزار مرغ بہ سیخ
اگر ز بارع رعیت ملک خورد بیسے ۔۔۔ بکاوند غلاماں ہزار درخت بہ بیخ

باپ کے طرز عمل اور طریق حکومت کو پامال کر دیا۔ لوٹے تمام حجام نے بادشاہ کے مزاج میں ایسا دخل پایا کہ ولی عہد سلطنت حسن خاں اور اُس کا باپ بہرام خاں تک جو ہر الہام عطا اُس سے خوف کھاتے تھے۔ اور کوئی بات اُس حجام کی خلاف مرضی نہیں کہہ سکتے تھے۔ لوٹے نے رشوت ستانی اور ظلم رانی سے وہ قیامت برپا کی کہ تمام رعایا چیخ اٹھی جس شخص سے کوئی بدلہ لینا ہوتا تھا یا کسی سے عداوت ہوتی تھی یا جس امیر سے حسب مراد رشوت نہیں ملتی تھی۔ اُس سے سلطان کا مزاج منحرف کر دیتا اور موقع دیکھ کر اُس کو لیٹ وتا بود ہی کرا دیتا تھا۔ سلطان کا حکم پلٹ جائے لیکن میان حجام کا ارشاد بمنزلہ آیت قرآنی سمجھا جاتا تھا۔ غرض سب لوگ اس سے خائف تھے۔ انتہا یہ ہے کہ حسن خاں کہ جس نے سب سے پہلے سلطان کی بیعت اختیار کی تھی اور جس کی خاص کوشش اور معاونت سے سلطان کو سلطنت نصیب ہوئی تھی وہ بھی اسی بدکیش کی مخالفت کے باعث قتل کیا گیا۔

تاریخ کلہن پنڈت کشمیر میں لکھا ہے کہ اس حجام نے ہندوؤں کو خصوصیت سے نہایت تنگ کیا۔ اُن کے ناک کٹوا ڈالے۔ کسی کو جان سے مارا کسی کو دریا بُرد کیا

---

سلہ تعجب ہے کہ یہ واقعہ صرف اسی تاریخ میں لکھا ہے لیکن مندرجہ ذیل تاریخیں اس واقعہ کے متعلق بالکل خاموش ہیں۔ مکمل اکشمیر مصنفہ دیوان کرپارام صاحب ہر الہام جنوں و کشمیر تاریخ فرشتہ۔ تاریخ جدولی تاریخ کشمیر اعظمی۔ ایک غافل اور بد انجام بادشاہ سے ایسے احکام صادر ہونا جو عقل اور انصاف اور رعایا پروری کے خلاف ہوں ناممکن نہیں ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ حجام کے اشتعال دینے سے بادشاہ نے ہندوؤں پر سختی کی ہو لیکن مورخین کا اس واقعہ کو نہ لکھنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یا تو ایسا ہوا ہی نہیں اور ہوا ہے تو اظہار میں مبالغہ سے کام لیا گیا ہے مسلمان مورخوں نے جس طرح سلطان سکندر اور علی شاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے ہندوؤں پر سختیاں کی اور اُن کی ایسی کارروائیوں پر افسوس ظاہر کیا ہے اسی طرح اگر سلطان حیدر شاہ کے زمانہ میں ہندوؤں پر سختی ہوتی تو وہ اپنی مشہور راست گوئی اور

غرض ہندوؤں کی تباہی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور غافل سلطان سے ہندوؤں نے تنگ آکر مسلمانوں کے مقابر و مساجد کو (جو سلطان سکندر کے زمانہ میں مندروں کی جگہ بنائے گئے تھے) آگ لگا دی۔ اور ایک بلوہ عظیم پیدا کیا حجام نے اس واقعہ کو بادشاہ کے پاس خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا۔ چنانچہ بادشاہ نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ جہاں کوئی ہندو نظر آئے ہلاک کر دیا جائے اس طرح ہزاروں ہندو تیغ کے گھاٹ اتارے گئے۔ اور ہزاروں تبدیل لباس اور نہ بتوام نہ بتوام (یعنی میں ہندو نہیں میں ہندو نہیں) کہہ کر بچ گئے۔

انہیں دنوں میں ادہم خاں تسخیر کشمیر کے لئے تبت سے بہت سا لشکر جمع کر کے جموں پہنچا جہاں اس نے حسن خاں کے قتل کا قصہ سنا اس لئے اس نے کشمیر کا ارادہ فسخ کر دیا۔ اور بالاتفاق راجہ ملک دیو والئے جموں جنگ مغولان میں جا شامل ہوا۔ اتفاقاً ایک تیر اس کے منہ پر لگا اور وہیں گر کر مر گیا۔ سلطان نے اس کی نعش منگا کر بڑی دھوم کے متصل حملہ سپہ بار میں مدفون کی۔ انہیں ایام میں کثرت شراب خوری کے باعث سلطان ایک مرض صعب میں مبتلا ہو گیا اور امورات ملکی میں خلل آنے لگا۔ ارا کین دولت نے جو پہلے ہی حیدر شاہ کی سلطنت سے بیزار ہو رہے تھے اتفاق کر کے بہرام خاں کو حکومت ملک کے لئے ناگام سے بلانا چاہا۔ لیکن اس تجویز کی خبر ادہم خاں کے بیٹے فتح خاں کو جس کو بادشاہ نے نظم و نسق ملک کے لئے سرینگر بھجوایا تھا۔ عین وقت پر پہنچ گئی اور وہ لشکر جرار ساتھ لے کر بلا اجازت کشمیر چلا آیا۔ بے شمار مال غنیمت بھی ساتھ لایا جس کو اس نے بادشاہ کے پیش کر دیا۔ چونکہ بلا اجازت واپس آگیا تھا دشمنوں کو حیدر شاہ کے کان بھرنے کا موقعہ مل گیا۔ اور انہوں نے اسے بھتیجے سے برانگیختہ کر دیا جس سے فتح خان مایوس ہو کر گھر بیٹھ گیا۔ آخر کار ایک سال ایک ماہ اور ۹ روز کی جہانبانی کے بعد ایک دن بادشاہ محل میں بیٹھا شراب نوشی کے مزے اڑا رہا تھا کہ اس کے پاؤں نے لغزش کھائی اور بام سے گر کر شراب ناب اور چنگ و رباب پر تصدق ہو گیا۔

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲۔ صحیح وقائع نگاری سے کام لے کر ضرور اسکا ذکر کرتے مسلمانوں کے علاوہ صاحب گلزار کشمیر کا اسکے متعلق بالکل خاموشی اختیار کرنا ضرور معنی خیز ہے۔ ۱۲ منوق

# سلطان حسن شاہ

ایام حکومت ۱۲ سال ۱۰ ماہ ۱۴۷۵ء ولادت ۱۴۴۸ء مطابق ۸۵۲ھ
وفات ۹۲۳ھ

سلطان حیدر شاہ کی اچانک موت پر ۱۴۷۵ء کو مرحوم کے بیٹے حسن شاہ نے اپنے چچا بہرام خاں کی مرضی کے خلاف ملک احمد بٹ کی اعانت سے دولت خانہ زرشاہی میں مسند سلطنت پر جلوس کیا۔ سلطان نے سعادت کے صلہ میں ملک احمد کو منصب وزارت پر سرافراز کیا اور سنجر بیٹا اور احمد لاگری کو سپہ سالار اور رئیس ملک بنایا۔ دوسرے دن اس نے عمالقوں کی بیخ کنی پر کمر باندھی اور جن جن لوگوں کے فتنہ و فساد سے مخلوق مخاصب کو مقید کر دیا۔ بہرام خاں بھتیجے کی دست درازی سے خوف زدہ ہوا اور اپنے بیٹے یوسف خاں کو ساتھ لے کر راہنبد رستان ہو گیا۔ اس کی برہمی اور آوارہ گردی سے بیزار ہو کر زاستہ ہی میں اس کے ہمراہی اور رفیق بہرام خاں کو داغ مفارقت دے کر چلے گئے۔ حسن شاہ جب چچا سے مطمئن ہو گیا تو اس نے انتظام سلطنت شروع کیا سیاپ کے طرز عمل اور قواعد و ضوابط منسوخ کر کے اس نے سلطان زین العابدین کا آئین پھر جاری کر دیا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا جس سے اکثر خود غرض اراکین کے مقاصد میں خلل آنے کا احتمال پیدا ہو گیا اور انہوں نے بہرام خاں سے خط و کتابت شروع کر دی یہاں تک کہ جنگ پر آمادہ کر کے اسے واپس بلا لیا۔ حسن شاہ حیدرہ پیرو سیاحت پر روانہ ہو گیا تھا کہ بہرام خاں علم غارت استادہ کئے ہوئے کامراج میں آ داخل ہوا۔ حسن شاہ بھی فوج لے کر سوپور پہنچ گیا اور چچا بھتیجے میں جان توڑ لڑائی شروع ہو گئی۔ سلطان کا سپہ سالار تاتمی بٹ قرلپورہ کے مقام پر بہرام خاں سے ہم نبرد ہوا اور خوب خونریز لڑائی ہوئی اسی اثنا میں بہرام خاں کے منہ پر ایک ایسا تیر لگا کہ وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا لیکن تاتمی بٹ نے تعاقب کر کے اس بیٹے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور بے شمار مال غنیمت کے ساتھ محبوس کو سلطان کے پیش کیا جس نے بڑی سنگدلی سے چچا کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی جس کے بعد وہ تیسرے دن مر گیا۔ ملک احمد بٹو نے اس کی نعش کی بڑی عزت

کرنا چاہی لیکن مرحوم زین العابدین کے ہمراہیوں کے ہمراہیوں نے خود زین العابدین
ولی عہدی کے بیٹے کی لاش کو دفن کر دیا جس سے کینہ ور سلطان سخت برہم ہو گیا اور
اس نے زین العابدین کی آنکھوں میں سلائی پھیر دا کر قید کر دیا اور وہ
پچاس برس تک قید کے مصائب جھیلتا رہا کر کے قید خانہ ہی میں انتقال کر گیا۔
اسکے عہد میں حاکم بھلدل پور وغیرہ نے بغاوت برپا کی اور سلطان نے اس کے
فرو کرنے کے لئے تارمی بٹ سپہ سالار کو متعین کیا تارمی بٹ پہلے جموں گیا وہاں سے
راجہ عجب دیو والئے جموں کی فوج بھی ہمراہ لے کر بھلدل پور پر حملہ آور ہوا۔ ادھر سے
تاتار خاں حاکم لاہور مقابلہ پر آیا۔ اور بمقام سیال کوٹ فریقین میں جنگ عظیم برپا
ہوا۔ تاتار خاں شکست کھا کر بھاگ گیا اور تارمی بٹ نے تمام سیال کوٹ کو تاخت
و تاراج کر کے ویران کر دیا۔ اس معرکہ آرائی میں بہت سا مال غنیمت تارمی بٹ کے
ہاتھ لگا جس کو لے کر فاتح سپہ سالار کشمیر کو لوٹ آیا۔
حیات خاتون دختر سید حسن بن سید ناصر تبتی کے بطن سے اس کے تین
محمد خان اور حسن خان دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بادشاہ کے حکم سے محمد خان کی پرورش
تارمی بٹ کی بیوی نے کی اور حسین خان بلک احمد ایچو کے گھر آغوش میں تربیت
پانے لگا انہیں دنوں میں احمد ایچو اور تارمی بٹ میں مخالفت کے آثار پیدا ہو گئے
جس کے باعث تمام ارکین دولت میں پھوٹ پھیل گئی اور خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں
دونوں فریقوں نے ایک دن رات کو جمع ہو کر دربار خانہ شاہی میں مجادلہ و محاربہ برپا
کر دیا اور نشیمن شاہی میں آگ لگا دی۔ اس کارروائی سے سراسیمہ ہو کر بادشاہ نے
ملک احمد ایچو کو معہ متوسلین و اقارب قید کر دیا اور اس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا
وہ بیچارہ اسی حالت قید میں دنیا سے گذر گیا[1] اور سید ناصر تبتی کو ملک سے خارج
کر دیا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد اسے واپس بلا بھیجا جب وہ مکہ معظمہ پہنچ کر بنگال پہنچا

[1] ملک احمد ایچو حضرت بابا اسمٰعیل کبار اولیاء متوطنین پرگنہ اوڑی میں سے تھا۔ اس نے اپنی زندگی ہی
میں محلہ دیدہ مر متصل خانقاہ شہر سرینگر میں اپنے لئے مقبرہ تعمیر کرایا تھا۔ جہاں دفن ہوا
اس کی قبر پر یہ دو شعر لکھے ہوئے ہیں۔ [illegible]

قوانفاقیہ موت سے انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اپنے خسر سید حسن کو دہلی سے بلوا کر زمام ملک اس کے ہاتھ میں دے دی لیکن اس غدار وزیر نے بادشاہ کو امرائے کشمیر سے بدظن کر دیا جس نے بعضوں کو قتل کرا دیا اور بعض اُس کے خوف سے ملک چھوڑ گئے۔ چنانچہ مشہور سپہ سالار تاتار خاں بٹ بھی اس کے پنجۂ ستم سے نہ بچ سکا اور قید ہو گیا۔ اسی طرح جہانگیر اگرے نے راہ فرار اختیار کر کے لوہر کوٹ میں پناہ لی۔

یہ سلطان بھی پرائیویٹ زندگی میں باپ کا سعادت مند بیٹا تھا۔ دن رات نوش و نغمہ و سرود میں سرشار لعبتان طناز کے ہم آغوش رہتا تھا۔ اس نے اپنی انجمن نشاط کو ایک ہزار دو سو ہندوستانی قوالوں سے آراستہ کر رکھا تھا۔ ہر وقت راگ و رنگ اور عود و چنگ کی دلربا صدائیں محفل شاہی میں گونجتی تھیں۔ ایام حکومت کے ساتھ ساتھ باد و عیش و عشرت بھی ترقی کرتا گیا یہانتک کہ سلطانت ملکی سے غافل ہو کر دن رات مخمور و مسرور رہنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر اُمرائے کشمیر بھی جادہ اعتدال سے منحرف ہو گئے اور طوائف الملوکی سے ملک میں بدامنی پھیل گئی اور رؤسائے تمرلب و جوار بھی اکثر باغی ہو گئے۔ سلطنت کشمیر صرف کوہستانی پاڑ کے اندر اندر محدود رہ گئی تاہم اس کی زندگی میں بارہ لاکھ روپیہ رائج الوقت اور ایک ہزار گھوڑے ممالک بیرونی سے خزانہ شاہی میں سالانہ داخل ہوتا رہا۔

۸۸۵ھ مطابق ۱۴۸۰ء کو حادثۂ آتش زدگی نے محلہ قطب الدین پورہ اور اسکندر پورہ میں طلاطم طوفان برپا کر دیا اور تقریباً نصف سری نگر جل کر راکھ ہو گیا۔ خانقاہ معلی اور جامع مسجد بھی اس آگ میں شہید ہو گئے لیکن سلطان نے بڑی عالی حوصلگی سے ان دونوں متبرک مقامات کو بصرف کثیر دنوں میں از سر نو تعمیر کر کے پہلے سے بھی بارونق بنا دیا اور خانقاہ کی تولیت و امامت قاضی حمید الدین کے سپرد ہوئی جو مشہور مؤرخ قاضی ابراہیم کا باپ تھا

آخر کار ۸۸۷ھ میں سلطان حسن شاہ کثرت عیاشی اور شراب نوشی کے باعث مرض اسہال میں مبتلا ہو گیا۔ انہیں دنوں میں میر شمس الدین عراقی سلطان حسین سمرا والئے خلجان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵ - اے وریناما غلط پند اشتیم۔ تاریخ استقال ۱۵ شعبان المعظم ۸۸۷ھ ہے۔ فوق

کی طرف سے بطور سفارت سلطانی پوشش کی خاص پوستین لے کر کشمیر پہنچا جس کے ذریعہ سلطان والیٔ خراسان نے بعض کشمیری صنائع و نفائس بھی طلب کئے تھے لیکن وہ حسن شاہ کی علالت کے باعث بار یاب نہ ہو سکا۔ اسی اثنا میں سلطان کا انتقال ہو گیا۔ تاریخ وفات ؎

افسوس آن سلطان حسن — خاقان لقب قیصر حشم
بگذشت از بزم زمن — سوئے شبستان عدم
از بہر سالش یک قلم — بے دل شد از غم دیدہ نم
رقص و نوا ماتم و ما — نوش و سرود و ماہ و صنم

سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک شاہ میر کی اولاد نے بڑے استقبال کے ساتھ حکومت کی اور اگرچہ آخری دو سلاطین کی بد وضعی اور بد کرداریوں نے امراء و زراء اور رعایا سب کو پہلے ہی سے متوحش کر رکھا تھا اور ان میں بھی بغض و عناد اور فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو چکی تھی۔ لیکن اس مخالفت اور مخاصمت کا ہیجان حسن شاہ کی وفات کے بعد پھوٹا اور اس نے وہ رنگ بدلے کہ یہ خاندان بالکل ہی نیست و نابود ہو گیا۔

# سلطان محمد شاہ

ایام حکومت ۲ سال ۷ ماہ ۱۴۸۷ء ولادت ۱۴۷۰ء مطابق ۸۹۲ھ ولادت ۸۶۵ھ ہجری

حسن شاہ نے قبل از وفات وصیت کی تھی کہ اس کے لڑکے نابالغ اور کم عمر ہیں اس لئے بہرام خاں کے بیٹے یوسف خاں یا ادہم خاں کے بیٹے فتح خاں میں سے کسی کو حکومت ملک دی جائے لیکن جو کوئی اسکا جانشین ہو وہ اس کے لڑکے محمد خاں کو ولیعہد قرار دے۔ اس وقت تو سید حسن نے بھی اس وصیت کو منظور کر لیا تھا لیکن اسکی وفات کے بعد ارکین دولت اور اعیان مملکت میں تنازعہ برپا ہو گیا۔ بعض محمد خاں کے معاون بن گئے اور بعض فتح خاں کی طرفداری پر اڑ گئے۔ شاہزادے ایک دوسرے کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور معرکہ جدال و قتال گرم ہو گیا۔ اسی اثناء میں باوجود اس کے کہ محمد شاہ کی عمر اس وقت سات سال سے زیادہ نہ تھی سید حسن بیہقی

سے بہرام خاں اور اور ہم خاں کی اولاد کی نسبت اسی کو ترجیح دی کیونکہ اول تو وہ اسکا ہبا بنا تھا اور پھر خورد سال بچہ تھا اور اسے یقین تھا کہ سلطان کی صغر سنی میں اس کی خوب بن آئے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ۱۴۸۴ء میں محمد شاہ کو تاج پہنا کر مہمات ملکی کا متکفل خود بن گیا سید حسن نے اپنے رعب و داب کا سکہ ایسا جما رکھا تھا کہ دیگر ارکین سلطنت کو بلا بانٹ تسلط کی ملاقات ہی نصیب نہ ہو سکتی تھی۔ اس خود غرضی کا نتیجہ یہ ہوا کہ امرا سب کشمیر مخالف ہو گئے اور انہوں نے راجہ جسوں کو جو تاتار خاں لودھی کے خوف سے کشتواڑ میں پناہ گزین تھا اپنے ساتھ شامل کر کے ایک دن رات کو باغ نوشہرہ میں سید حسن کو جس اور سادات کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور سادات کی دست قدرت کو تباہ کرنے کے لئے دریائے جہلم کے پل توڑ ڈالے اس کافی جمعیت جمع کر کے دوسری جانب مخالفوں کی پیش بندی کا مقابلہ کرنے کو بیٹھ رہا سید حسن کا بیٹا سید محمد جو سلطان کا ماموں تھا اپنی جمعیت آراستہ کر کے مخالفوں کی سرکوبی کو نکلا اسی اثنا میں حیدر علی ریشہ نے تجویز کی کہ بہرام خاں کے بیٹے یوسف خاں کو جو قید میں تھا کسی حیلہ سے رہا کر کے تخت نشین کیا جائے لیکن وہ ابھی تجویز ہی میں تھا کہ سید علی خاں نے یوسف خاں کو جیل ہی میں ہلاک کر ڈالا۔ بٹ نے چاہا کہ وہ سید علی خاں کی اس بے جا جرأت کا انتقام لے لیکن وہ بھی تیغ تہمہ کا ہو گئی ہیبت ہو کر مظلوم سے جا ملا۔ بہرام خاں کی بیوہ بیگم نے تین روز تک بیٹے کی لاش اپنے پاس رکھی اور جب دفن کی تو مقبرہ پر مجاور بن کر بیٹھ رہی اور تمام عمر اسی کے فراق میں روتی رہی۔ یہ نیک بخت اور صالح بیگم خاندان کی روایات کے بعد دنیا اور اسکی نعمتوں سے بیزار رہ کر یکسو تھی۔ دائم الصوم رہتی اور افطار کے وقت بھی نان جویں کے چند لقموں کے سوا کچھ نہ کھاتی تھی لیکن اب بیٹے کے داغ مفارقت نے اسے بالکل تارک الدنیا بنا دیا۔ اس بیچ بھی آتش فتنہ فرو نہیں ہوئی اور رنگ و فساد بڑھنے لگا سید محمد اور سید علی خاں اور ان کے بھائی بھی شاہی استقلال اور ستم سے باغیوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن ایک اور خرابی پیدا ہو گئی کہ تمام ملک میں ایک بھاری ہوئی لوگ روزمرہ کی ضروریات میں لوٹ مار اور غارت تاراج کرنے لگے چوروں چکاروں کو بھی خوب موقعہ مل گیا دن کے گھر میں ہی چوری ہونے لگی اور لوٹ گھسوٹ کر کے چلے جاتے۔ سادات

نہ غنیموں اور چوروں کے خوف سے اپنے مکانوں کے اردگرد خندق بنوالئے اور بالکل محفوظ و مامون ہو گئے لیکن باقی رعایا کو اپنی بے اعتدالیوں اور سرکشی کا خمیازہ خوب بھگتنا پڑا۔ اسی اثنا میں جہانگیر اگرے باغیوں کے سطالبہ پر ہرکوٹ سے کشمیر آگیا۔ اور اسکا بیٹا داؤد اگرے اور اس کا بھراہی اور معاون رفیق اگرے معہ فوج پل بنا کر دریا عبور کر گئے اور سادات پر حملہ کر دیا۔ داؤد اگرے مارا گیا اور رفیق اگرے اسکی رفاقت سے بیزار ہو کر بھاگ گیا اور سادات طبل فیروزی بجانے اور خوشیاں منانے لگے۔ سلطان زین العابدین کی طرح انہوں نے بھی باغیوں کے سروں سے دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے ایک مینار طیار کر دیا۔ اب تو سادات کا حوصلہ بڑھ گیا تھا دوسرے دن پیش دستی کر کے دریا پار ہو گئے۔ ادھر سے غنیم بھی بڑے جوش و خروش سے بالمقابل ہوا اور عین پل پر خونریزی شروع ہو گئی۔ اتفاقاً پل ٹوٹ گیا اور فریقین کے بہت سے آدمی دریا برد ہو گئے۔ سادات نے اپنی معاونت کے لئے تاتار خاں کو زاد و پیغام کر کے بلوا بھیجا تھا لیکن جب وہ پہنچا تو وہاں کا راجہ فوت ہوا۔ اس وجہ سے تاتار خاں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور وہ ناکام واپس چلا گیا۔ اسی طرح لڑائی ماہ تک سلطان کے معاولوں اور ملک میں خانہ جنگیاں برپا رہیں۔ آخر کار باغی سرداروں نے اپنی فوج کے تین حصہ کئے اور ۹۲۰ھ میں دریا سے بہت عبور کر کے فوج سادات پر بلائے ناگہانی کی طرح آپڑے۔ کئی سادات مارے گئے باقی بھاگ کر بنیاہ لینے کو شہر میں جا گھسے۔ فاتح افسر نے تعاقب کیا اور سری نگر میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔ غارتگری کے بعد انہوں نے شہر کو آگ لگا دی۔ اس آگ سے سخت نقصان ہوا اور یہاں تک اس نے تباہی کی کہ خانقاہ معلی تک پہنچ گئی لیکن اس متبرک آستان کو نقصان نہ پہنچا سکے بغیر فرو ہو گئی۔ اس ہنگامہ میں فریقین کے دس ہزار آدمی کام آئے۔ سید محمد جس کی عمر اس وقت ستر سال کی تھی کسی فقیر کے ہاں چھپ رہا۔ اور باقی تمام سادات بھی منتشر ہو کر جہاں جسکے سینگ سمائے روپوش ہو گئے۔ مخالف فتح و نصرت کے ڈنکا بجاتے ہوئے دیوان خانہ شاہی میں داخل ہو گئے اور خلاصہ توقع سلطان کی تعظیم بجا لا کر اسکے مطیع و منقاد بن گئے۔ ایسی حالت میں سلطان کی کیا وقعت ہو سکتی تھی ہر ایک اپنی جگہ آپ ہی سلطان تھا۔ سید علی خاں کو کسی ایک اور سادات کے ساتھ ملک سے نکلوا دیا۔

یہ حالت بہت زیادہ عرصہ تک نہ رہی اور تھوڑے ہی دنوں میں پھر باہم کش مکش شروع ہو گئی اور ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ پھر بھڑک اٹھی۔ انہیں دنوں میں جب تاتار خاں لودھی کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا فتح شاہ میدان خالی پا کر جالندھر سے راجوری چلا آیا اور ملک موروثی کے حاصل کرنے کی اور بیڑین میں لگا ہوا تھا۔ کہ بعض امرائے کشمیر نے اس سے خط و کتابت شروع کر دی۔ کئی ایک ملک حرام سردار اس کے پاس بھی چلے گئے یہاں تک کہ اس کے پاس بہت سی فوج جمع ہو گئی۔ اور وہ کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے بالکل تیار ہو گیا۔ فتح شاہ کچھ عرصہ تک اس انتظار میں بیٹھا رہا کہ جہانگیر مرزا اس سے شامل ہو جائے۔ لیکن اس کے بہت سے مخالف پہلے ہی فتح شاہ کے پاس پہنچ چکے تھے اس لئے جہانگیر مرزا نے دیدہ و دانستہ دشمن کے منہ میں جانا مناسب نہ سمجھا اور محمد شاہ کی رفاقت پر اڑا رہا۔ فتح شاہ فوج آراستہ کر کے بیڑہ بور کے راستہ پر کنہ اوون میں آ داخل ہوا۔ ادھر محمد شاہ نے بھی اپنی فوج آراستہ کر لی تھی غنیم کے مقابلہ کو بڑھا اور چشمہ کی دوسری جانب صف آرائی کر کے کشت و خون کی آگ روشن کر دی۔ پہلے تو فتح شاہ کی فوج نے غلبہ کیا اور محمد شاہ کے سپاہی ہٹتے گئے۔ آخر کار جہانگیر مرزا نے خود آگے بڑھا اور گھبرائی ہوئی سپاہ کا حوصلہ بڑھاتا ہوا ایک بار دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ جو شجاعت اور جوانمردی اس موقعہ پر اس بہادر حملہ آور نے دکھائی بیان سے باہر ہے۔ دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا فتح شاہ تک پہنچ گیا قریب تھا کہ اسے گرفتار کر لیتا۔ لیکن عین اسی وقت شور اٹھا کہ محمد شاہ گرفتار ہو گیا اس لئے جہانگیر مرزا اپنے سلطان کی امداد کے لئے

---

۱؎ راجوری میں اس وقت برہان الدین خاں عرف بیرم سے حکومت کرتا تھا۔ فتح شاہ یا فتح خاں جو سلطان زین العابدین کا پوتا تھا جالندھر سے ۹۳۳ھ یا ۹۴۳ھ میں سادات اور اہل کشمیر کے باہمی فسادات کی خبریں سن کر اور اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے راجوری ہوتے ہوئے آیا مدد و نیابت تعظیم اور مصالحت سے پیش آیا۔ لیکن جب جہانگیر مرزا نے جو سلطان کشمیر کا مختار کل تھا راجوری کو لکھا کہ سلطنت کے دشمن سے مدارات نہ کرنا۔ اور اس کو اپنے پاس پناہ دینا مناسب نہیں ہے۔ تو راجہ نے امداد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس انبوہ میں شہزادہ نے جمعیت بہم پہنچائی تھی جس کو ہمراہ لے کر وہ سلطان

پیچھے ہٹ آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صرف دشمنوں کی کارستانی نہیں۔ اسکا نتیجہ موڑنا تھا کہ فتح شاہ کو موقع ہاتھ آگیا اور چشم زدن میں میدان خالی کر کے چمپت ہو گیا۔ آخری حملہ میں جہانگیر مارگرے نے فتح شاہ کے بیچاس نامی گرامی افسار مے۔ محمد شاہ مظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ سری نگر پہنچ کر اس نے تمام نمک حرام سرداروں کے گھر بار و بیران کر دیئے۔ منجملہ ان کے تازی بٹ جو فتح شاہ سے جا ملا تھا اور ابھی تک اس کے ساتھ تھا اس کا خانمان بالکل برباد کر دیا جس سے کچھ دنوں کے لئے امن قائم ہو گیا۔ لیکن فتح شاہ کب خاموش بیٹھنے والا تھا۔ اس ہزیمت سے بھی اسکی تسلی نہ ہوئی بمقام بہرام گلہ قیام پذیر ہو کر اس نے دنوں ہی میں کافی جمعیت اکٹھی کر لی اور پھر کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ اور جہانگیر مارگرے کی فوج سے کریو ناگام پر دوچار ہو کر جنگ و جدل میں مصروف ہوا۔ ادھر یہ لڑائی خون کی ندیاں بہا رہی تھی ادھر فتح شاہ کا سردار تازی بٹ تھوڑے سے آدمی لے کر سری نگر داخل ہو گیا اور سلک سیف ڈار وغیرہ امراء کو جو محمد شاہ کی قید میں تھے جیل خانہ سے رہائی دلا کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔

اب جہانگیر مارگرے کو بھی تشویش ہوئی لیکن وہ بھی بڑا صاحب حوصلہ اور بوٹیکل آدمی تھا اس نے والئے راجوڑی کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ سلطان نے بعد فتح یابی کے راجہ راجوری کو خلعت گراں بہا دے کر رخصت کیا۔ فتح شاہ دوبارہ مغلوب ہو کر ہیرہ پور کے راستہ بھاگ گیا۔ لیکن حالت لڑائی میں بھی فتح شاہ کی کافی دلجوئی ہو گئی کیونکہ جاتے ہی وہ جموں پر قابض ہو گیا۔ جہاں اطمینان سے بیٹھ کر فوج جمع کرنے لگا چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ عالی ہمت نیسری مرتبہ کشمیر پر چڑھ آیا۔ اسی اثنا میں جہانگیر مارگرے نے سادات بیہقی کو جو ملک سے خارج کئے گئے تھے واپس بلا لیا تھا اس موقعہ پر ان کو ساتھ لے کر میدان کارزار میں آیا جنہوں نے شجاعت اور جوانمردی کے خوب جوہر دکھلائے بہت سے شہید بھی ہوئے لیکن بالآخر فتح شاہ کے بھرائی سیف ڈار وغیرہ ان کی بے مثال شمشیر زنی کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ فتح شاہ کی مستقل مزاجی سے پھر بھی نہ چوکنے دیا اور جونہی موقعہ پر لشکر گراں

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۹ سے مقابلہ کو نکلا۔ خوفی ۔ ۱۲

لے کر آمد جو ہوا۔ بہت سی خونریز لڑائیاں ہوئیں آخر کار جہانگیر اگرے زخمی ہو کر میدان سے نکل گیا۔ اب کیا تھا فتح شاہ کھلے دروازے ملک میں داخل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سید حسین اور سید حسن بن سید حسن اہی فتح شاہ کا دم بھرنے لگا۔ محمد شاہ تخت چھوڑ کر جائے پناہ ڈھونڈنے کی فکر میں بھاگ نکلا۔ فتح شاہ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا دارالسلطنت میں داخل ہوا اور تمام شاہی خزانوں اور سامان حرب و ضرب پر قابض ہو گیا۔

# سلطان فتح شاہ

ایام حکومت ۱۲ سال ۱۱ ماہ ۲۹ یوم۔ ولادت ۱۳۹۳ء مطابق ۷۹۵ھ۔ وفات ۱۴۱۹ء مطابق ۸۲۲ھ

اس سلطان نے تخت نشین ہو کر کاروبار مملکت اپنے معاون ملک سیف ڈار کے سپرد کر دیا اور خود اس کے صلاح و مشورہ سے امورات جہانبانی سرانجام دینے لگا۔ سیف ڈار بھی سلطان کی مطابعت اور فرمانبرداری میں ثابت قدم رہا اور حتی الامکان مہمات ملکی بڑے استقلال اور نیک نیتی سے سرانجام دیتا رہا لیکن بہت زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ ملک شمس چک، سرہنگ رینہ اور موسی رینہ ملک سیف ڈار کے عروج سے

لے تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ چند زمینداروں نے محمد شاہ کو گرفتار کر کے فتح خاں کے حوالے کر دیا۔ فتح خاں نے اپنے بھائیوں اور محمد شاہ کو دیوان خانہ میں قید کر دیا۔ اور حکم دیا کہ تمام سامان عیش و عشرت اکل و شرب اور جمیع ضروریات اُن کے لئے مہیا رکھیں۔ ملک سیف ڈار بھی ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا تھا۔ سبحان اللہ

سلہ ملک شمس چک ہمت چک کا بیٹا اور معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ پہلے پہل وہ سید محمد بھقی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اس کے بعد ملک احمد اتو کے بیٹے ملک نور و زاتو کے مصاحبوں میں شامل ہو گیا۔ ذاتی شجاعت اور بہادری کے باعث نام حاصل کرتے کرتے اس نے ملک ڈار کے ہاں رسوخ پیدا کر لیا جس نے اسے اپنی ملازمت کا رتبہ عطا کر کے ہم نشین بنا لیا۔ اسی اثنا میں بانڈو چک کے بیٹے حسین چک کی لڑکی اس کے عقد نکاح میں آ گئی جس سے وہ بھی امیروں کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ بڑھتے بڑھتے اس گھر کے بھید سے نے آقا کی مخالفت پر کمر باندھ لی اور اسے مروا کر منصب وزارت خود سنبھال بیٹھا۔

متردد ہو کر اسکی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور بادشاہ کو بھی اس کے برخلاف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی فوج آراستہ کر کے سیف ڈار اور سید محمد کی مدافعت کے لئے تیر و ترکش نکال میدان میں آ گئے۔ پہلے تو انہوں نے شہر کے پل توڑ ڈالے اور پھر عوام مرہٹہ معرکہ جدال و قتال برپا کر کے دشمنوں سے لڑنے لگے۔ اس ہنگامہ میں بھی ہزاروں آدمی مارے گئے۔ ایک دن ہنگام کارزار میں ملک سرہنگ ریہ نے ملک سیف ڈار کے مرکب سواری کو زخمی کر کے اسے بیدل اور بیدست و پا کر دیا تاہم سیف ڈار نے داد شجاعت دینے میں کوتاہی نہ کی اور دل کھول کر تلوار چلائی۔ کشتوں کے پشتے باندھ دیئے۔ لیکن اس انبوہ کثیر میں وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ آخر کار مارا گیا اس کے ساتھ ہی کسی کے تیر خون آشام نے نور رنگ سرہنگ کی آنکھ کا کام تمام کر کے اسے بھی سیف ڈار کے ساتھ ہی عدم آباد کو بھجوا دیا۔ جب طرفین کے سرغنہ مارے گئے تو آتش محاربہ بھی سرد ہو گئی۔ اس واقعہ کے بعد ملک شمس چک نے منصب وزارت سنبھالا اور سیف ڈار کی طرح عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا لیکن اعلیٰ ترین منصب نے جلد ہی اس کے وجود میں نخوت اور رعونت پیدا کر دی اور کاجی چک اور بعض دیگر امرا کو ورغلا کر سید محمد ہمدانی کی مخالفت پر طیار ہو گیا۔ اور اسے ملک سے نکالنے کی نیت سے لڑائی شروع کر دی۔ سید محمد نے محمد شاہ سلطان معزول سے سازش کر لی۔ اور ابراہیم ماگرے۔ حاجی پڈسار اور ملک عبدی ریہ کو اپنا طرفدار بنا کر خانقاہ بلبل شاہ کے متصل شمس چک کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ شمس چک تاب مقابل نہ دیکھ کر بھاگ نکلا اور پل عالی کدل عبور کر کے دوسری طرف چلا گیا۔ کاجی چک بھی اس کے پیچھے ہی روانہ ہوا۔ جب پل پر پہنچا تو سید محمد کے آدمی مفروروں کی راہ روکنے کے لئے پل توڑ رہے تھے بلکہ انہوں نے بہت سا فرش اوکھیڑ بھی دیا تھا تاہم کاجی چک گھوڑے کو جست کرا کے دریا کے پار نکل گیا۔ لیکن اس کے ہمراہی جو آقا کی طرح کود کر پار جانا چاہتے دریا میں گر کر ہلاک ہو گئے۔ اب شمس چک اور کاجی چک کے بالاتفاق بھاگ جانے کی خبر ابی اور کاہراج کی طرف پہنچ گئی۔ سید محمد اور اس کے ساتھی ان کے متعاقب تربیہ گام تک گئے اور انہوں نے ان کے گھر بار کو آگ لگا کر خاکستر بنا دیا لیکن شمس چک اور کاجی چک دونوں جانیں بچا کر ترکستان چلے گئے۔ جب سلطان فتح شاہ

نے وزیر کے بغیر اپنی ہار ہی میں مات کا نقشہ دیکھا۔ تو تخت کو سلام کر کے پنجاب کو نکل گیا۔ مخالفوں کا قلع قمع کر کے سید محمد نے سلطنت اختیار کی اور سوپور پہنچ کر دیا بہت کے کاسے پر اقامت پذیر ہو گیا۔ اثنائے ہزیمت میں جب شمس چک نے غنیم کی واپسی کی خبر سنی تو وہیں سے لوٹ آیا اور بہرام ڈار، ملک عثمان۔ قومی ملک اور قوم ڈانگر کو اپنے ساتھ شامل کر کے انتقام جوئی کے درپے ہوا۔ اسی اثنا میں محمد شاہ بھی کمینگاہ سے نکل کر سید محمد سے آملا۔ یہ دیکھ کر شمس چک سید محمد کے مقابل تو نہ ٹھہر سکا لیکن شبخون مارنے پر مستعد ہو گیا۔ یہ خبر محمد شاہ اور سید محمد کو بھی وقت پر مل گئی اور انہوں نے موسیٰ ریہ کو کچھ سپاہی دے کر کیمپ میں چھوڑ دیا اور خود گھات لگا کر کمینگاہ میں بیٹھ گئے۔ آدھی رات کے وقت شمس چک کیمپ پر حملہ آور ہوا۔ اہل کیمپ بھی ہوشیار تھے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ ادھر سید محمد بھی گھات سے نکل شیر کی طرح آپڑا اور خوب گھمسان کی تلوار چلنے لگی۔ سینکڑوں سپاہی کھیت رہے اور حاجی چک کے بدن پر پچاس زخم کاری لگے اور اس کا کان بھی کٹ گیا آخر جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو وہ ہزیمت اختیار کر کے میدان خالی چھوڑ گئے۔ شمس چک فتح شاہ کے پیچھے دوڑا جو پنجاب کو جا رہا تھا اور بمقام توشہ آفا سے جا ملا۔ فتح شاہ کی حکومت اس مرتبہ دو سال ۱۱ ماہ رہی۔

---

# سلطان محمد شاہ بار دوم

ایام حکومت ۲ سال ۹ ماہ ۱۴۹۱ء تا ۱۴۹۳ء ولادت ۱۴۵۱ء مطابق ۸۹۶ھ تا ۹۱۷ھ

۱۴۹۳ء میں دوسری مرتبہ سلطان محمد شاہ حکومت ملک پر مامور ہوا۔ سید محمد ہیچتی جسکی طفیل اسے سلطنت ملی تھی منصب وزارت اختیار کر کے داد جہانبانی دینے لگا۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ سلطان حسن شاہ کے عہد کے اختتام ۱۴۸۷ء میں میر شمس الدین عراقی خراسان سے تحفے لے کر کشمیر آیا تھا لیکن بادشاہ کی وفات کے باعث دربار میں پیش نہ ہو سکا اس کے بعد اس وقت تک میر موصوف کشمیر ہی میں سکونت پذیر رہا۔ سلطان محمد شاہ اور فتح شاہ کے فساد کے دنوں میں یہ شخص بابا اسمٰعیل کیخدست

میں بجا دلیا کے کشمیر میں شمار کیا جاتا ہے پہنچا اور اس کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔ یہاں وہ
وہ مذہب تشیع کا پیرو تھا اور اس نے دوران قیام میں بابا علی بخار کو اپنے مذہب کا معتقد
بنا لیا تھا جب محمد شاہ نے دوسری مرتبہ تخت حاصل کر لیا اور سید محمد اسکا مدار المہام بن
گیا تو میر عراقی کو اپنا وطن یاد آیا اور آٹھ سال بعد ۹۱۵ھ میں واپس خراسان ہو گیا لیکن جب
سلطان حسین مرزا شمس الدین کے مذہبی عقائد سے واقف ہوا تو اس نے اسے اپنے
ملک سے خارج کر دیا چونکہ میر صاحب کو ملک کشمیر میں کافی تعارف حاصل ہو چکا تھا اسلئے
خراسان سے جلاوطن ہو کر انہوں نے کشمیر ہی کی طرف رجوع کیا۔ اور یہاں پہنچ کر بابا علی بخار
کی معاونت سے علانیہ مذہب امامیہ کی اشاعت کرنے لگے۔ ملک موسیٰ رینہ۔ کاجی چک اور
غازی چک بھی آپ کے معتقد اور مریدان با اخلاص بن گئے جو نئے دین کے پھیلانے
میں اپنے مجتہد کے معاون و مددگار ثابت ہوئے۔ جب سید محمد کو اس کی اطلاع ہوئی
تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور اس نے میر شمس الدین عراقی کو میر و تشدد کشمیر سے
نکال کر اسکردو بھجوا دیا۔ سید کی اس حرکت نے میر صاحب کے مریدوں کو برافروختہ کر دیا
ان میں جو سر آور وہ تھے انہوں نے ابراہیم ماگرے اور حاجی پڈر سے عہد و پیمان کر کے
فتح شاہ اور شمس چک کو جو دارالشہر میں قیام پذیر تھے بلوا بھیجا۔ فتح شاہ جو ہر وقت تاک
میں لگا رہتا تھا ایسے موقع کو کب ہاتھ سے دینے والا تھا پیغام سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور
براہ جموں میرپور پہنچا کہ موسم سرما حاجی پڈر اور ابراہیم ماگرے کی فوج سے جو اس کے
استقبال کے لئے وہاں متعین ہوئی تھی آملا۔ بمقام خانپور فریقین جنگ و جدال میں مشغول ہوئے
اگرچہ محمد شاہ کی فوج فتح شاہ کے سپاہیوں سے تعداد میں بہت کم تھی لیکن سید محمد
کی شجاعت نے مخالفوں کی کچھ پیش نہ چلنے دی اور بڑی جوانمردی سے غنیم کی جماعت کثیر کو
ہمی بس پا کر دیا۔ دوسرے دن ہی قریب تھا کہ فتح شاہ حسب عادت میدان چھوڑ جاتے
لیکن عین وقت پر مشیت ایزدی نے سید کی ترکتازی کی تمام کر دی۔ اور وہ اجل
رسیدہ جب کہ وہ دشمن پر بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہو رہا تھا اچانک
گھوڑے سمیت ویران کنوئیں میں جو کہیں میدان جنگ میں واقع تھا گر گیا۔ سید کے
ہمراہی اسے کنوئیں سے نکالنے کے لئے پہنچ گئے لیکن غنیم نے یک بارگی حملہ کر کے
سب کو گھیر لیا۔ اسی طرح سید محمد اور اسکی جماعت کو چاہ عدم میں ڈال کر مخالف شاد یانے

بھاگنے لگے بیچارہ محمد شاہ بیدست و پا ہو کر بھاگ نکلا اور ساڑھے سال ۹ ماہ کے بعد فتح شاہ کو اپنی سلطنت حوالے کر کے نوشہرہ کی طرف چلا گیا۔ اس معرکہ میں محمد شاہی فوج کے ۲ ہزار سات سو جانباز سپاہی کام آئے جن میں سے ۱۵ سو سپاہیوں کے پاؤں میں زعفران موزہ تھے۔ سید محمد کے افسروں نے اس کی لاش کنوئیں سے نکال کر مزار سلاطین میں دفن کر دی۔ شمس چک نے مخالفوں کا قلع قمع کرنا شروع کیا سید محمد کا سکان ہو گئی سال کے بعد بصورت کشیر حال ہی میں طیار ہوا تھا اس نے بلا کر اس کے نقش و نگار اور رسوائی در و دیوار تمام خاک میں ملا دیئے۔ اس عالیشان محل کی ویرانی نے عوام کے دلوں میں سخت چوٹ لگائی اور انہوں نے اس عبرت ناک واقعہ کی یاد گار میں زبان کشمیری دلسوز اشعار موزوں کیئے۔ اس انقلاب عظیم کے بعد سید محمد کے تین بیٹے سوئے سوئے گام میں بہرام خاں کے گھر پہنچ گئے تب جو اپنے مخالفوں کی کثرت دیکھکر فرار ہو گئے۔ نجلان کے سید مرتضے کو دشمنوں نے تبت کے پہاڑوں سے گرا کر ہلاک کیا۔ بڑے لڑکے سید ابراہیم علاقہ تبت میں گرفتار ہو کر قید ہو گیا اور ۱۲ سال بعد نشدان سے مخلصی حاصل کر کے محمد شاہ کے پاس نوشہرہ جا پہنچا تیسرا سید یعقوب عالم طفولیت میں اپنی غمخوار دایہ کی حفاظت میں دشمنوں سے محفوظ رہا۔

## سلطان فتح شاہ باردوم

ایام حکومت ۱۲ سال ۸ ماہ ۱۵۰۱ء ولادت سنہ ۱۴۸۱ء مطابق سنہ ۹۰۷ھ جلوس سنہ ۹۳۰ھ

فتح شاہ نے حریف کے تخت پر قدم رکھ کر شمس چک کو وزارت پر مستعد کیا۔ اس کی تخت نشینی کے دوسرے روز اور سید محمد کی وفات کے تیسرے دن رات کے آخری حصہ میں ہولناک ہو شربا آیا مذکور کیا ہے قیامت کا سونہ تھا زمین بید کیطرح لرزنے لگی۔ ہزاروں مکان خاک میں مل گئے سینکڑوں جانیں تلف ہو گئیں اور تین ماہ

---

لہ سونہ اس نے زعفران سے تشبیہ بہادری و شجاعت کا نشان سمجھا ہے ۱۲ سنہ کشمیری اس کے سلطانی جو سلطان زین العابدین کے جلوس سے شروع ہوتا ہے واقعہ ۱۲ ماہ آشوج سنہ کشمیری کو یہ حادثہ نازل ہوا اس زلزلہ کو بھی اہل کشمیر سید محمد کی بیگناہ موت پر استدلال کرتے ہیں ۱۲

ناک میں سے زور زور سے حرکت محسوس ہوتی رہی۔

پہلے تو شمس چک حسب منشاء سلطان امورات سلطنت سرانجام دیتا رہا۔ لیکن آہستہ آہستہ اس نے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر باقی تمام امرائے دولت اور سلطنت کو امورات مملکت سے بالکل بیدخل کر دیا اور تمام سیاہ و سفید کا مالک و مختار بن گیا جس سے باقی اہل کاروں میں سخت بے چینی پھیل گئی۔ لیکن سوائے رینہ چاڈورہ اور راجہ ماگرے نے چالاکی اور خوشامد سے بادشاہ کو ایسا قابو کر لیا کہ وہ دفعتہً شمس چک کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا جب اُدھر سے اطمینان ہو گیا تو ان فتنہ انگیزوں نے بر سر دربار شمس چک کو گرفتار کر لیا اور جیل خانہ بھیج دیا۔ چونکہ قوم ڈانگر اور سیف ڈار کے متعلقین پہلے ہی سے اس کے مظالم سے نالاں تھے موسیٰ رینہ نے بکمال دانشمندی انہیں لوگوں میں سے ابرہیم ڈار اور دتی ملک کو شمس چک کے مارنے پر متعین کیا۔ ایک دن یہ دونوں اپنے موافقوں کا اشارہ پا کر حبس خانہ میں داخل ہوئے۔ شمس چک دشمنوں کے بغیر ہتھیار لئے ہوئے دیکھ کر سخت گھبرایا۔ لیکن حوصلہ کر کے باوجود پابزنجیر ہونے کے جان توڑ مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ اس وقت کار دشمنی کے سوا اور کوئی ہتھیار اس کے پاس نہ تھا تاہم کمر ہمت باندھ کر شیر ببر کی طرح جھپٹا اور اس زور و غضب سے حملہ آور ہوا کہ سامنے آیا ایک ہی زخم کھا کر ٹھنڈا ہو گیا یہاں تک کہ دو تین کے بعد اس نے تیس آدمیوں کو کشتہ اور اسی قدر کو مجروح کیا۔ چنانچہ مثل مشہور ہے ؎

بچوب و سنگ نجستند و نمشت — کہ شمس چک تعصب کس را نکشت

لیکن تا بہ کے آخر کار مخالفوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ چار ماہ تک منصب وزارت پر سرفراز رہ کر اپنے آقا سید محمد کے پاس جا پہنچا اور اپنے نابکار بیٹے کو جو منصب وزارت پر سرفراز ہوا تھا سزائے اعمال جس بیکسی سے باپ کے ساتھ ساتھ تھا ہمراہ لے گیا ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو — از مکافات عمل غافل مشو

اس نے ہاتھ کشی کی غدر سے اس کے خاندان کو تباہ کر دیا اور کسن بیکسی کے عالم میں کیفر کردار کو پہنچا۔

اس کے بعد وزارت کا کام ملک موسیٰ رینہ نے اپنے ہاتھ میں لیا جو ابرہیم ڈانگر کی بہن کا بیٹا تھا۔ اس نے فرانفس منصبی حسن و خوبی سے ادا کر کے شمس چک کے قتل کا ملزم

قوم ڈانگر کو قرار دے کر اس نے اپنے آپ کو تمام الزاموں سے بری کر لیا اور ان بیچاروں کو ملک سے بدر کر کے ذلیل و خوار کر دیا۔ ان کو بھی اپنے کئے کی پوری سزا مل گئی اور پرستان حال ہندوستان میں آوارہ گردی کرنے لگے۔ اسی اثنا میں شمس الدین عراقی جسے سلطان شہاب الدین کے عہد میں کشمیر سے بدر کیا گیا تھا سلطان کی معزولی اور سید محمد کے انتقال کی خبر سن کر اسکردو سے کشمیر آگیا۔ مریدوں اور معتقدوں نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ محلہ بڈشی پل میں سکونت اختیار کی جب شمس چک بھی آگیا تو اس نے موسیٰ رینہ کو جو اس کے مریدان با اخلاص سے تھا دین کی اشاعت پر آمادہ کیا جس نے خانقاہ اسلی کے مقابلہ کی ایک عالی شان خانقاہ محلہ بڈشی پل میں تعمیر کرائی اور مذہب تشیع کے پھیلانے میں ہمت سعی کرنے لگا۔ مسلمانان اہل سنت پر قیامت برپا ہو گئی بعض قتل کئے گئے۔ بعضوں کو ملک سے خارج کر دیا گیا اور بعض جبراً شیعہ بنا لئے گئے۔ اسی طرح ہندوؤں کی تخریب و تذلیل بدرجہ غایت ہونے لگی۔ لوگ زبردستی شیعہ بنائے جانے لگے صرف سرینگر شہر کے چھتیس ہزار آدمی شیعہ ہو گئے۔ کوئی پوچھنے والا تو تھا ہی نہیں موسیٰ رینہ کی وزارت نے شمس عراقی کے مقاصد پھیلانے میں وہ نمایاں کوشش کی کہ لوگوں کو سکندر بت شکن کا زمانہ ہی بھول گیا۔ فیاد دین تو روز بروز ترقی کرنے لگا لیکن ملک تباہ ہو گیا۔ اور ہندو اور اہل سنت مسلمان عذاب ہائے شدید کا شکار ہونے لگے۔

موسیٰ رینہ ایسا زبردست آدمی تھا کہ اس کے مقابلہ میں سلطان کی بھی کوئی حقیقت نہیں فی الحقیقت یہ وہی جن کی اولوالعزمی اور بزرگی کا شہرہ تمام ملک میں پھیل رہا تھا۔ ڈانگروں کی طرح اس نے ایسا ذلیل و خوار کیا کہ کاچی چک، سرشنک چک اور سہہ چک جیسے نامدار موسیٰ رینہ کے بیٹے علی رینہ کی امداد میں پیدل چلتے تھے۔ نو سال تک ملک میں یہی دبدبہ پھیلی رہی آخر سنہ ۱۰۱۷ھ کو اکبر ابھیم ہاگرے کے بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل کر کے آیا سے موسیٰ رینہ سے بدگمان کر دیا چنانچہ سلطان نے اسی کو رینہ صاحب کی جگہ کشمیر پر مقرر کیا جس نے دریائے بہت کے پل توڑ کر دوآبہ الاہار تو سکندر پور کی جانب سے تلوار فوج کے ساتھ محاربہ و مقابلہ کا بازار گرم کر دیا۔ موسیٰ رینہ بھی اپنے ہمراہی لے کر آمادہ پیکار ہوا۔ اعوام و خواص موسیٰ رینہ کے مذہبی تشدد کے باعث اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ تمام رعایا کیا اہل شہر اور کیا اہل دیہات اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور لاچار اسے بھاگنا

پڑا لیکن پنجۂ تقدیر سے کہاں جا سکتا تھا۔ پنجاب کی جانب بھاگا جاتا تھا کہ موضع راولپور میں انگور کی بیل کنہ اجل کی طرح اس کی گردن میں گھس گئی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اٹھنا چاہتا تھا کہ اس کے رفیق سفر نے ایک ہی لات سے سر پھوڑ مغز باہر نکال دیا گویا عیا قاتل و دم بیاد اش رسید۔

لاش سری نگر پہنچائی گئی اور جامع مسجد کے سامنے اس کے آبائی مقبرہ میں مدفون ہوئی۔

موسیٰ رینہ کا کام تمام کر کے ابراہیم ماگرے نے سند وزارت پر قدم رکھا۔ اس نے ملک عثمان اور دتی ملک کو جو کوہستان پنجاب میں آوارہ و سرگرداں پھرتے تھے کشمیر بلا لیا اور ان کو اپنا معاون بنا کر زمام حکومت دینے لگا۔ اسی اثنا میں ابراہیم ماگرے کی نظر عنایت پا کر ساری قوم ماگرے کے افراد بھی ہندوستان سے آ گئے اور اس کے زیر سایہ پرورش پانے لگے۔ یہاں وارد ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اس سرکش قوم نے غلبہ پا لیا اور باقی تمام سرداروں اور امیروں سے سازش کر کے ابراہیم ماگرے کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور بہت سی جد و جہد کے بعد اسے مغلوب کر کے چالیس روز مسند صدارت سے برطرف کر دیا۔ اور اسکی جگہ ملک عثمان کو مدار المہام بنا دیا۔

فتح شاہ بیچارہ نام کا سلطان تھا موم کی ناک جدھر چاہا پھیر لیا۔ نہ اس کی درستی سے فائدہ نہ اس کی شکستگی کا ڈر۔ سلطنت اور اسکا انتظام تمام سر و اسر ان ملک کے ہاتھ میں تھا اور سلطان اپنی معزولی کے خوف سے جس فریق کو زبردست پاتا اسی سے مل جاتا۔ ابراہیم ماگرے کی تباہی کے بعد ملک عثمان کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اس کی وزارت کو ابھی تین مہینے ہی نہ گزرے تھے کہ ملک کاجی چک، جہانگیر پڈر اور گدا ملک نے بادشاہ کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ جنہوں نے دتی ملک اور غازی چک کو بدر دربار کشمیر کیا۔ زبردست سے پارہ پارہ کر دیا۔ اور ملک عثمان کو بادشاہ کے سامنے سے اٹھا کر زندان میں پہنچا دیا اس کارروائی سے ملک میں سخت شور اٹھا اور بدامنی پھیل گئی۔ ادھر تو ہم ڈانگ اٹھ کھڑی ہوئی ادھر ابراہیم ماگرے نے خونریزی کا بازار گرم کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ اور اس کے مشیر کاجی چک اور جہانگیر پڈر ہندوستان کو بھاگ نکلے لیکن ابراہیم ماگرے نے مصلحت جان کر فتح شاہ کے تعاقب اپنا وکیل بھجوایا اور اسے بیدہ پور سے واپس

بلا کر بہت دیر تخت حکومت پر بٹھا دیا اور خود اس کا وزیر بن گیا۔ اس عالی ہمت وزیر نے پہلے ہی ملک عثمان کو قید سے رہا کر دیا اور اُسے زر بار احسان کر کے اپنا مددگار بنا لیا اسی طرح اُس نے اگروں سے بھی عہد و پیمان کر لیا۔ ملک بہا گیر اور کاجی چک دھیرو بھاگ کر پنجاب چلے گئے۔ اتنی اثنا میں جب آئی کہ محمد شاہ معہ لشکر و سپاہ کو ہتھیان ملہ پال میں بقریب کتھوالی گیا ہوا ہے اور سید محمد کے بیٹے سید ابراہیم کے سوا سیدوں کے گھروں میں چھوڑ گیا فتح شاہ نے چاہا کہ اس ملک میں بھی دشمن کو چین نہ لینے دے اس لئے بہت سی فوج تیار کر کے عنان حکومت کو نوشہرہ کی جانب معطوف کیا جب اس کی اطلاع سید ابراہیم کو پہنچی تو وہ بہت گھبرایا تاہم از روئے حلاوت جبلی تیغ انتقام کھینچ کر برسر شتابا گیا۔ بمقام نارسی کوٹ فریقین میں سخت ہنگامہ کارزار برپا ہوا اس معرکہ میں سید ابراہیم نے وہ شجاعت اور دلاوری دکھائی کہ فتح شاہ کو باوجود کثیر جمعیت کے بے نیل مرام لوٹنا پڑا۔ بہادر سید ابراہیم نے تعاقب کیا اور دشمن کے سینکڑوں نامدار سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ فتح شاہ اپنا سا منہ لے کر واپس چلا گیا۔ اور سید ابراہیم منصور و فیروز نوشہرہ کو مراجعت پذیر ہوا۔ واپسی پر محمد شاہ نے بہادر سید سالار سید ابراہیم کی مردانگی اور جرأت کی خوب داد دی اور اُسے خاں کا خطاب عطا کر کے خاص امیروں میں داخل کر لیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک سال تک کشمیر میں امن قائم رہا لیکن اس کے بعد احسان فراموش ملک عثمان نے سکندر مینہ سے موافقت کر کے ابراہیم ماگرے کی بیخ کنی پر کمر باندھ لی چنانچہ فتح شاہ کی تحریک سے ابراہیم ماگرے کے بیٹوں ملک ابدال اور ملک فیروز کو اہوں سے محصور کر لیا اور ابراہیم ماگرے بھاگ کر لوہر چلا گیا۔ دو سال ملک عثمان حکمران رہا اور سکندر میر کو منصب سپہ سالاری عطا کیا ابراہیم ماگرے جیسا کہ عالی دماغ تھا وہ لوہر سے بھی مستعد و مستقل مزاج اور جان توڑ بہادر تھا وہ یہ کہہ کر بھی خاموش نہ بیٹھا۔ چک اور پڑہ جو بجائے ہیں آوارہ پھر رہے تھے اُن سے اپنے ساتھ متفق کر لئے اور سلطان محمد شاہ کو آگے رکھ کر جمعیت کثیر سے کشمیر پر حملہ آور ہو گیا۔ بمقام سوپور لب دریا اس نے پائے استقامت جمائے اور دشمن کی پیش دستی کا انتظار کرنے لگا۔ فتح شاہ بھی ملک عثمان اور سکندر میر کو ہمراہ

لشکر بڑھا اور رحیم کے مقابل دریا کی دوسری طرف ڈیرے ڈال کر مہم کی تجویز کرنے لگا۔ ملک عثمان نے بادشاہ اور شنکر رینہ کو تو وہیں چھوڑا اور خود باتفاق لوہر بارگر سے زنگی چک وغیرہ امرا کو ہمراہ کے راستہ بمقام کریوہ پوسنگر میں جہاں پہلے ہی سے محمد شاہ کی فوج بیٹھی تھی دشمن پر حملہ آور ہوا۔ چنانچہ اُن کو پس پا کر کے اس نے میدان خالی کرا لیا۔ محمد شاہی سپاہ افتاں و خیزاں سوپور کیمپ کو لوٹ آئی۔ کاجی چک اور علی رینہ جو اس فتنہ کے بانی مبانی تھے اس تازہ ہزیمت سے بالکل نا امید اور مایوس ہو گئے۔ اسی دن شام کو علی رینہ دریائے جہلم کے کنارہ پر آ کھڑا ہوا اور فتح شاہ کی فوج کو مخاطب کر کے بولا کہ میں ہوں ملک علی پسر ملا حسین ایک وہ مقرب بادشاہ کے اور حصہ آئین کہ میں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ فتح شاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے تین آدمی بھیجے جن کو علی رینہ نے بزبان شائستہ کہا کہ میں سلطان کا قدیم نمک پروردہ ہوں۔ اگرچہ اس وقت سرد و عتاب ہوں تاہم حق نمک مجبور کر رہا ہے کہ بادشاہ کے کام آؤں بادشاہ کو خبر پہنچا دو کہ ملک عثمان کو دشمنوں نے قتل کر دیا ہے اور ان کی فوج منتشر ہو گئی ہے۔ کل علے الصباح دریا عبور کر کے وہ تمہاری فوج پر بھی حملہ آور ہوں گے اگر سلامتی درکار ہے تو صبح ہونے سے پہلے پہلے تو سہ میدان کے راستہ پونچھ چلے جاؤ ورنہ نصیب اعدا کوئی مصیبت نہ دیکھنی پڑے۔ یہ کہکر وہ تو رخصت ہو گیا لیکن جب فتح شاہ نے سنا تو اُس کے اوسان خطا ہو گئے۔ بغیر سوچ و بچار معمولی سامان سفر اٹھا کر بھاگ نکلا اور رات تو سہ میدان طے کر کے علہ و پنجاب میں جا داخل ہوا ؎

زصد شمشیر یک برّے توی ہو زصد جوشن کلاہ خودی ہو

بادشاہ کا بھاگتا تھا کہ علی رینہ بیں ماندہ فتح شاہی فوج پر آ پڑا اور آناً فاناً سب کو ملک سے نکال دیا۔ جب ملک عثمان نے سلطان کی فراری اور فوج کی تباہی کا حال سنا تو بیحد صدمہ ہو کر سرینگر کو بھاگ آیا۔ رات پرگنہ لار میں نالہ سندہ پر قیام کیا اور صبح موضع اکہال کے نزدیک پہاڑی غار میں روپوش ہو گیا۔ لیکن دشمن کی کینہ ور تلاش کے ہاتھ سے نہ بچ سکا آخر ابراہیم ماگرے نے گرفتار کر کے اسے جان سے مار ڈالا۔ تاریخ وفات اس کی نکلتی ہے۔ اس مرتبہ سلطان فتح شاہ نے ۱۲ سال نو ماہ تک حکومت کی۔

۹۲۰ھ

# سلطان محمد شاہ بار سوم

ایام حکومت ۵ ماہ ۱۵۱۴ء مطابق ۹۲۰ھ

ابراہیم آگرے کی سلطنت سے محمد شاہ تیسری مرتبہ پانچ ماہ کے لئے مسند حکومت پر بیٹھا۔ ان دنوں کشمیر میں کچھ ایسی ہوا پھیل رہی تھی کہ اونچے والے کسی کے قول و فعل اور عہد و پیمان کا کوئی اعتماد اور بھروسہ نہ رہا تھا۔ ہر جانی اور ابن الوقت امرا اور منافق اور دروغ گو وزرا تھے۔ فتح شاہ اور محمد شاہ کی باہمی خصومت نے ان کی سلطنت کی جس سے دن عید رات شب برات ہر گھڑی سلطان پیارے شاہ مشطر بخ سے بڑھ کر رتبہ نہ رکھتے تھے یہی لوگ اپنی خود غرضی اور جاہ پسندی سے جیسا چاہتے تھے کشت رات کا نقشہ جما دیتے تھے۔ آخر محمد شاہ کو تخت نصیب ہوا تو کل فتح شاہ کی باری ہے اور علی ہذا القیاس اس مرتبہ پیارے محمد شاہ ہی کلفت راہبی دور کرنے پایا تھا کہ فتح شاہ پھر فوج لے کر چڑھ آیا۔ محمد شاہ کے سپاہی کاجی چک اور رہا جاگیر پذیر فتح شاہ سے جا ملے۔ وہ کیا کر سکتا تھا سیدا برا ہیم خاں کو ساتھ لے کر نوشہرہ چلا گیا بارے الحمد للہ کہ جان سلامت لے گیا۔

# سلطان فتح شاہ بار سوم

ایام حکومت ۲ سال ۲ ماہ ۵ روز سنہ ۱۵۱۴ء لغایت سنہ ۱۵۱۶ء مطابق سنہ ۹۲۰ھ لغایت سنہ ۹۲۳ ہجری

سنہ ۱۵۱۴ء میں سلطان فتح شاہ بمرافقت جہانگیر پذیر سے متحمل ادرا حشام سے داخل سری نگر ہوا اور تیسری اور آخری مرتبہ تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ اب کے اس نے آتے ہی دن کے فتنہ و فساد اور بغض و عناد کے دور کرنے اور مفسدہ پردازوں کے دہن آز کو بند کرنے کے لئے ملک کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور باقی تین حصہ جہانگیر پذیر کاجی چک اور شکر رینہ کے حوالہ کر کے خود بھی دیگر امرا کی طرح ایک جاگیر دار بن گیا۔ دیکھا سال بعد سنہ ۱۵۱۵ء میں محمد شاہ اور برادر ابراہیم آگرے سے پھر حملہ آور ہوئے

اور پرگنہ بانگل میں لڑائی شروع ہوگئی جس میں ابراہیم ہار گیا اور اس کے دو بیٹے مارے گئے اور محمد شاہ بھاگ کر پونچھ کی طرف نکل گیا۔

اس کے دوسرے سال ۱۵۱۷ء کے موسم بہار میں پنڈت لوگ حسب معمول ہرکہ گنگا کے متبرک میلہ پر گئے جب کوہ مہانتھ پر شب باشی کے لئے ٹھہرے تو آدھی رات کو غول بیابان کی ہیبت ناک آواز اور بادلوں کی سی متوحش ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس بیم و ہراس کے عالم میں منزل مقصود کا راستہ سمجھ کر سب کے سب ایک جانب کو روانہ ہو پڑے جب کوہ ہیپ رڈن کی چوٹی پر پہنچے تو آگے تیش گڑھا تھا جو نظر نہ آسکا اور ایک ایک کر کے تقریباً تمام ہزار یاترین اس گھاٹ میں گر گئے۔ اسی طرح قریب نو ہزار آدمی جاں عدم میں گر کر فنا ہو گئے۔ اس ہیبت ناک واقعہ کی تاریخ کسی نے اس طرح لکھی ہے ؎

از بیاباں کشیدہ مستاریخ　　غول گفتا تیاہی پنڈتاں

دتیاہی پنڈتاں اسد ہائے بیاباں ۱۵۱۷ء تاریخ

آخری مرتبہ بھاگ کر قریب ۱۲۵ دو سال تک تو محمد شاہ آوارہ پھرتا رہا۔ آخر ۱۵۱۷ء میں سکندر لودی[1] کے پاس پہنچا اور اس سے تیس ہزار سوار و پیادہ کمک لے کر ملک سورولی کی تسخیر کے ارادہ سے پھر کشمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ جب علاقہ راجوڑی[2] کے میدان داتورہ میں پہنچا تو جہانگیر پڑاؤ اور شنکر رینہ نے آگاہ ہو کر اس سے خط و کتابت شروع کر دی اور عہد و پیمان مستحکم کر کے انہوں نے اسے کشمیر بلا بھیجا۔ ادھر کاجی چک اور نصرت رینہ بھی بادشاہ سے جدا ہو گئے اور علم بغاوت کھڑا کر کے قلعہ ہرشن میں جا بیٹھے۔ فتح شاہ جہانگیر پر

---

[1] سلطان سکندر سلطان بہلول لودھی کا بیٹا تھا جو ایک سنار کے بطن سے تھا ۱۴۸۸ء میں دہلی کے تخت پر بیٹھا اور ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء میں انتالیس سال پانچ مہینے حکومت کرنے کے بعد انتقال کر گیا۔ سلطان ابراہیم لودھی اس کا جانشین ہوا جس نے بابر کی بارہ چودہ ہزار فوج کے مقابل اپنی ایک لاکھ فوج اور کئی سو جنگی ہاتھیوں کے ساتھ محض امرا کی سیاہ دلی اور اپنی غیر دلیرانہ سپہ سالاری کی وجہ سے شکست کھا کر لودھیوں کی حکومت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ ۱۲ فوق

[2] اس زمانہ میں راجوڑی کا علاقہ راجہ بہادر جاں عرف بہادر سنگھ کے تصرف میں تھا جو ۹۱۴ھ سے ۹۷۰ھ تک حکمران رہا۔ فوق ۱۲

کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اہل قلعہ تاب مقاومت نہ لا کر کوہستان کی طرف بھاگ گئے۔ محمد شاہ کو جب ملک کے اندرونی حالات سے آگاہی ہوئی تو اس کا حوصلہ بڑھ گیا اور باقی تمام فوج وہیں چھوڑ کر صرف دو ہزار آدمی ساتھ لے کر کشمیر آ گیا۔ کاجی چک اور نصرت ریزہ راستہ ہی میں اس سے مل گئے۔ اور سب کے سب گھلے بندوں سری نگر میں داخل ہو گئے۔ فتح شاہ نے سوائے مضروری کے کوئی چارہ نہ دیکھا اور ملک خالی کر گیا۔ فتح شاہ نے بحیثیت مجموعی تینوں مرتبہ اٹھارہ سال دس ماہ اور اکیس روز تک سلطنت کی اور باوجود ملک سے دست بردار ہو کر سلطنت امرا میں تقسیم کر دینے کے نمک حرام جہانگیر بڈ ہشنکر ریزہ اور کاجی چک اپنی بے ایمانیوں سے باز نہ آئے اور بیچارے کو ملک سے نکال کر چھوڑا۔

نیش عقرب نہ از پئے کین است  مقتضائے طبیعتش این است

---

# سلطان محمد شاہ بار چہارم

ایام حکومت ۱۰ سال ۸ ماہ ۱۷ روز سنہ عرفانیت ۱۵۱۷ء سنہ ۱۵۲۷ء

مطابق سنہ ۹۲۳ سنہ عرفانیت ۹۳۳ ہجری

قسمت نے پھر محمد شاہ کی یاوری کی اور وہ ۱۵۱۷ء میں کاجی چک کی امداد سے سلطنت کشمیر پر متصرف ہوا۔ اس مرتبہ کاجی چک وزیر اور مدار المہام بنا۔ کچھ عرصہ تک ملک جھگڑوں جھیلوں سے پاک اور سلطان بھی نظم و نسق ملک کی جانب متوجہ رہا۔ لیکن ملک کی بدقسمتی سے ابراہیم کاجی چک اور دیگر امرا میں اتفاق نہ رہ سکا۔ اس لئے نصرت ریزہ اور لوہر گرے نے بغاوت برپا کر دی۔ اور بہانگیر بڈ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا اور تینوں ملنے کی تیاری کرنے لگے۔ کاجی چک کو بھی مفسدوں کے ارادوں کی خبر مل گئی اور وہ بھی اپنا بندوبست درست کر کے چھاپہ کا انتظار کرنے لگا۔ آدھی رات کو شور مچا اور کاجی چک اپنی فوج لے کر نکل آیا بمقام زالہ گر خونریز لڑائی شروع ہو گئی۔ سینکڑوں مارے گئے ہزاروں مجروح ہو گئے۔ کاجی چک کے بدن پر بھی کئی زخم لگے بلکہ اسکی انگلیاں اور ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن بڑی بہادری سے لڑتا رہا۔ آخر نصرت ریزہ مارا گیا اور اس

سکے بھی ہیں پاہو کر منتشر ہو گئے۔ محمد شاہ کاجی چک کی اس کارروائی سے بڑا خوش ہوا۔

اسی سال فتح شاہ کو جہانبانی کا شوق پھر دامن گیر ہوا لیکن جلد ہی ۱۵۱۸ء میں اجل نے بمقام نشہرہ اس عیش زدہ کے منصوبوں کا خاتمہ کر دیا۔ سلطان نے اس کی لاش سنگا کمر آدم خاں کے مقبرہ کے پاس محلہ سہ باریں مدفون کر دی۔ حضرت امیر نے جو سرمونچ سلطان قطب الدین کو تبرکاً عنایت کیا تھا اور جسکو اس وقت سے تمام سلاطین اپنے تاج میں رکھتے آئے تھے فتح شاہ کے ہاتھ لگ گیا تھا اسکی وفات پر وصیت کے مطابق یہ کلاہ مبارک اس کے کفن میں رکھ کر مدفون کیا گیا۔ اس واقعہ پر جو پیشین گوئی مولوی محمد الی صاحب نے کی تھی سلطان قطب الدین کے حالات میں لکھی گئی ہے۔

جہانگیر بیگ کے سر میں خود سری کی ہوا ابھی باقی تھی اور وہ علاقہ پانپور میں تاخت و تاراج کر رہا تھا۔ کاجی چک نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے مسعود چک کو بھیجا لیکن جہانگیر بیگ پر خوف زدہ ہو کر یہ فاقت گداشی چک گورید کی طرف بھاگ گیا سنہ ۱۵۲۰ء میں فتح شاہ کا بیٹا اسکندر شاہ بھی باپ کی طرح آماد فساد ہوا۔ اس نے ملک ابدال لوہر اگر سے اور عیدی رینہ کو اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے قلعہ ناگام میں مستقل پیر ہو گیا۔ جہانگیر بیگ اور گدائی ملک بھی گورید سے واپس آ گئے اور انہوں نے پرگنہ لار میں فتنہ و فساد شروع کر دیا۔ کاجی چک نے مسعود چک اور دولت چک کو جہانگیر بیگ کے مقابلہ کے لئے بھیجا اور خود سکندر شاہ کی مدافعت کو نکلا تھوڑی سی جد و جہد کے بعد سکندر شاہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور ملک پورشر کر نجاب کو روانہ ہو گیا۔ ادھر گدائی ملک بھی دولت چک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لیکن جہانگیر بیگ نے رفیق کی انتقام جوئی میں مسعود چک پر حملہ کیا اتفاقاً ایک تیر اسکی آنکھوں میں لگا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔ آخر کار جہانگیر بیگ بھی تنگ آ کر سفر ہندوستان کو بھاگ گیا اور کچھ عرصہ تک کے لئے امن و امان قائم ہو گیا۔ کاجی چک نے مسعود کی جگہ دولت چک کو سرفراز کیا اور سرحد کی جاگیر بھی اسی کو دے دی۔

جب کاجی چک کا اقتدار بڑھ گیا تو اولاد شاہ بھی اسکی نظروں میں ناچیز معلوم ہونے

لگا۔ جو نشاہ کو ناگوار خاطر ہوا وہ ملک علی بدال ملک لوہر کرے اور رنگی چک وغیرہ کو متحد اور متفق کر کے اسکی بیخ کنی کے درپے ہوا۔ جب کاجی چک کو معلوم ہوا کہ امرائے دولت اور ارکین سلطنت بادۂ اتحاد و مساعدت سے سرشار ہو گئے ہیں تو سخت تشویش پیدا ہوئی۔ اور جلدی ہی وزارت اور اختیارات کو خیرباد کہہ کر نوشہرہ میں اقامت اختیار کر لی۔ انہیں دنوں ظہیر الدین بابر بادشاہ دہلی نے جو تسخیر ہندوستان کے تخت و تاج سے فارغ ہو چکا تھا کوچک بیگ اور شیخ علی بیگ کو لشکر جرار کے ساتھ نوشہرہ کے راستہ کشمیر بھیجا۔ جب وہ لوگ نوشہرہ کے نزدیک پہنچے تو کاجی چک کو بھی ان کے ارادے سے آگاہی ہوئی۔ اگرچہ وہ بھی محمد شاہ کا مخالف تھا لیکن غیروں کا اس کے ملک پر حملہ کرنا اسے گوارا نہ ہوا اور اس نے ادھر اُدھر سے بہت سی جمعیت اہم پہنچا کر اپنے بیٹوں غازی خاں اور حسین خاں کو جن کی عمریں بیس سال کے لگ بھگ تھیں غنیم کی مدافعت پر متعین کیا۔ یہ دونوں بھائی قلیل جماعت کے ساتھ رات کے وقت دشمن پر جا اور ہوئے۔ حسین خان شیخ علی بیگ کے خیمہ میں گھس گیا اور اس کے سر پر جا کھڑا ہوا۔ شمشیر خون آشام کھینچ کر اس نے علی بیگ پر وار کیا جس نے اپنا کیہ آگے رکھا۔ لیکن وہ پارہ پارہ ہو گیا۔ دوسرے وار پر اس نے جوزن اس سے سر کاٹا۔ یا لیکن وہ بھی کٹ گیا لیکن تیسری مرتبہ چار بانی کے بھیجے گھس گیا۔ اور امان مانگنے لگا۔ حسین خاں نے بڑی عالی حوصلگی سے اسے معاف کر دیا اور خیمہ سے باہر نکل آیا۔ اس معرکہ میں حسین خاں کے بدن پر نو زخم لگے۔ غازی خاں کے مقابلہ پر ایک مغل آیا مگر اس نے ایک ہی نیزہ سے اسے گرا دیا۔ ساتھ ہی نیزہ کے زور سے خود بھی زمین پر گر پڑا اور قاتل مقتول دونوں کا وہیں خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد مغلیہ افواج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور تمام لشکر اپنے مقتولوں اور اسیروں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اسی اثنا میں کاجی چک نے سلطان محمد شاہ سے خط و کتابت کر کے اپنے جرائم کی معافی مانگ لی اور گوٹھ شاہ کی جلاوطنی کے بعد وارد خطہ ہو کر سلطان کے مقربوں میں داخل ہو گیا۔ سکندر شاہ جو بخیال حکومت کاجی چک کے ہمراہ آیا تھا گرفتار ہو گیا۔ محمد شاہ نے اسکی آنکھیں نکلوا دیں۔ آخر اسی عذاب سے وہ بیچارا جان بحق تسلیم ہو گیا اور محلہ زالہ گر میں مدفون ہوا۔ اس کے بعد علی رینہ اور طائفہ

لہ پرانی تاریخوں میں مغلوں کو ہمیشہ ترک ہی لکھا گیا ہے ۱۲

ناگرے کے سیلے حصہ میں کینہ دیرینہ جوشش ہوا اور وہ لوگ موضع کچھامہ میں لڑائی کے لئے آستادہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ تک علی رینہ تانری چک کے ہاں محبوس رہا لیکن اس کے بعد قید سے مفرور ہو کر ہندوستان کو چلا گیا۔ اسی اثنا میں ۱۵۳۷ء میں کاجی چک نے بہر حق نمک فراموش کر کے کسی حیلے سے سلطان محمد شاہ کو معزول کر دیا اور خود ہمراہیوں سمیت موضع لڈیمن چودرہ کوہ کے درمیان واقع تہا قید کر دیا۔ اسکی جگہ سلطان کے بیٹے اور اپنے بھتیجہ زادہ ابراہیم شاہ کو سامنے کھڑا کر دیا۔ اس مرتبہ محمد شاہ نے ۹ سال ۸ ماہ ۱۷ روز حکمرانی کی۔

# سلطان ابراہیم شاہ

ایام حکومت ایک سال ۱۱ ماہ ۱۰ روز ۱۵۳۷ء الغائت ۱۵۳۸ء مطابق
۹۴۴ھ الغائت ۹۴۶ھ ہجری

کاجی چک نے بھتیجی کو تخت سے معزول کر کے اس کے بیٹے ابراہیم شاہ کو تخت خلافت پہ بٹھایا اور خود مدار المہام بن کر امورات ملکی و مالی سرانجام دینے لگا۔ علی رینہ جو تانری بٹ کے گھر سے بھاگ نکلا تھا فوراً شہر پہنچ گیا اور رینگی چک اور طائفہ ناگریاں کے ساتھ شامل ہو گیا۔ باہمی مشورہ کر کے انہوں نے ابدال ملک کو بابر بادشاہ دہلی کی خدمت میں کمک کے لئے بھجوایا جو ابدال ملک کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ شیخ علی بیگ اور محمد خاں کو بیس ہزار جرار فوج دے کر اس کے ہمراہ بھیجا ۱۵۳۰ء مطابق ۹۳۵ھ کو یہ لوگ بڑے طمطراق کے ساتھ کشمیر پہنچے۔ ادھر سے کاجی چک جملہ سپاہ و حشم کے ساتھ بڑھا۔ بمقام تانگل واقعہ پرگنہ تانگل ایک دوسرے کے مقابلہ پر آ گئے۔ ملک تانری جو کشمیری فوج کا ہراول تھا عنیم سے محاربہ و مقاتلہ میں مصروف ہوا لیکن اسکی فوج نے شکست کھائی جس سے مغلوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ ایک دم حملہ کر کے کاجی چک کی فوج پہ آ پڑے اور خوب گھمسان کی تلوار چلنے لگی۔ ہر چند کشمیری بہادروں نے پوری پوری داد شجاعت دی اور بڑی دلی اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے لیکن تقدیر کے مقابلہ میں ان کی دال نہ گل سکی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس

اثنا میں ایک ترک جو کاجی چک سے لڑنے کی ہوس دہلی سے ساتھ لایا تھا اور رستم دامیخند بار کو خاک پا سمجھتا تھا میدان میں آیا اور نعرہ زن ہوا۔ کاجی چک کجا است۔ کجا است کو بیار جنگے کم۔

بیا تا نبرد دلیران کنیم ۔۔۔ دریں رزمگاہ جنگ شیران کنیم۔
بہ بینیم ناخود بلندی کراست ۔۔۔ دریں جنگ فیروزمندی کراست۔

بہ لاف و گزاف سنکر بہادر کاجی چک بھی نعرہ مکا اور ہزیمت خوردہ گروہ سے نکل کر اس جوان رعنا کے مقابل ہو گیا ترک بھی شیر ببر کی طرح لپکا اور تیغ درخشاں کو جولانی دے کر اس نے دشمن پر وار کیا کاجی چک نے اپنا آپ بچا کر اور غضبناک ہو کر ایک نیزہ اس زور سے اس کے سینے پر مارا کہ پشت کی دوسری طرف جا نکلا۔ اور وہیں است کاجی چک کہ از آگرہ تا کشمیر ہر اسے جان خود میطلبیدی کے نعرے لگ گئے۔ دولت چک نے بھی اس معرکہ میں وہ جوہر دکھلائے کہ اسکی تیغ رانی کی دھاک بندھ گئی۔ جب قتل کرتے کرتے تلوار بھی ٹوٹ گئی۔ تو گرز اٹھا لیا۔ ایک ترک کے سر پر لگ کر وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ بے ہتھیار دیکھ کر ایک ترک تلوار کھینچ کر جھپٹا لیکن اس جوانمرد نے حملہ آور کے ہاتھ سے تلوار چھین کر اسکا کام تمام کر دیا۔ آخر جب خود بھی سخت مجروح ہو گیا تو فوج سے باہر نکل آیا لیکن ملک ابدال نے اسے گرفتار کر لیا۔ اسی طرح سید ابراہیم خاں نے دوران ہزیمت سے واپس ہو کر نشان برقیامت برپا کر دیا اور انہیں بتا دیا کہ بہادران کشمیر کے سامنے شیران زابلستان کا رہبر ہی آب ہوتا ہے۔ آخر ترکوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کی جس سے سید کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور باوجود اتنی جوانمردی اور دلیری کے دام تقدیر نے اس کو مغلوں کے پھندے میں ڈال دیا اور وہ بیچارہ بھی قید ہو گیا۔ اس لڑائی میں کشمیر کے کئی بہادر مثل سیمی چک۔ سرنگ چک۔ تازی چک۔ سید چک وغیرہ مارے گئے اور سید ابراہیم خاں۔ دولت چک اور غازی چک جیسے نامدار مجروح ہو کر خیمہ میں گئے۔ کاجی چک مجروح ہو کر معرکہ کارزار سے نکل گیا اور گکھڑوں کے ملک میں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ فرقہ لگریاں اپنے سرداروں کو لے کر جبل فیروزی سجانے ہوئے سری نگر کو روانہ ہو گیا۔ دولت چک غازی اور سید ابراہیم خاں کے دست و پا بستہ

کشتی کے رستے روانہ کیا۔ اثنائے راہ میں ایک دن شاہ کو وقت دولت چک کشتی سے پانی میں کود پڑا اور غوطہ لگا کر روپوش ہو گیا۔ کشتی والے آدھی رات تک تلاش کرتے رہے۔ لیکن وہ مہر گل نیلوفر کے نیچے اس طرح جا چھپا تھا کہ انکا کچھ سراغ نہ مل سکا۔ جب کشتی روانہ ہو گئی تو دولت چک پانی سے نکل کر بھاگ گیا۔ سید ابراہیم خاں اور غازی خاں بدستور قید میں رہے۔ سری نگر پہنچکر بابر شاہی فوج نے دستان کو لوٹ لیا۔ علی رینہ بطل بدر نوشہرہ تک اس کے ہمراہ گیا۔ اس لڑائی پر ملک ابدال ملک ہرا گرے۔ ریگی چک اور علی رینہ نے ملک کے چار مساوی حصہ کر لئے اور ہر ایک اپنے اپنے مفوضہ جاگیر پر متصرف ہو کر حکمرانی کرنے لگا۔ ساتھ ہی انہوں نے محمد شاہ کو بھی کوہستان لداخ سے لاکر برائے نام تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ سلطان ابراہیم شاہ نے ایک سال گیارہ ماہ ۱۰ روز حکمرانی کی۔

## سلطان محمد شاہ بار پنجم

ایام حکومت ۲ سال ۹ ماہ ۱۰ روز سنہ ۱۵۲۹ء تا غائت سنہ ۱۵۳۱ء مطابق سنہ ۹۳۵ھ تا غائت سنہ ۹۳۷ھ ہجری

اس مرتبہ قور ہا گرے بادشاہ کی معاون بنی اور ملک ابدال منصب وزارت پر ممتاز ہوا۔ تقسیم ملک چھ حصہ ملک کی آمدنی سے خرچ بابت شاہی کے لئے ایک رقم مقرر ہو گئی جسے بادشاہ اور اس کے متعلقین پرورش پانے لگے باقی تمام آمدنی امرائے ملک ہی ہضم کر جاتے۔ ملک میں بدنظمی اور بدعملی دیکھ کر اطراف و اکناف کے بادشاہوں کے منہ میں پانی بھر آیا اور وہ چاروں طرف سے حملہ آور ہونے لگے سب سے پہلے نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ دہلی کے ہمائی میر اکاہ ان نے ہمائی سے اجازت حاصل کر کے لشکر کشی کی تیاری شروع کی اور سنہ ۱۵۳۱ء میں تین ہزار سوار جانباز ساتھ لے کر چڑھ آیا خود تو نوشہرہ میں قیام کیا اور مجرم بیگ، باشا بیگ اور شیخ علی بیگ اور رنگ کو فوج ظفر موج حوالہ کر کے کشمیر بھیجوا دیا۔ امرائے کشمیر خواب غفلت میں تھے کہ یہ بہادر سردار یلغار کرتے ہوئے آدھی کشمیر پائمال کر کے موضع آلمہ درجن

متصل سری نگر پہنچ گئے یہاں سے مجرم بیگ نے مرزا کامران کی خدمت میں فتح نامہ بھجوایا جس کو پڑھ کر وہ بہت محظوظ ہوا اور دل ہی دل تمام لاہور کو نہایت فرحناک ہو گیا تاریخ فتح نامہ جو مجرم بیگ نے طبع زاد کہہ کر مرزا کے پاس بھجوائی تھی۔ اس کے تین شعر یہ ہیں ؎

بحکم پادشا بے کز حسد بیش — بفہم آسان شود تفہیم فردوس
سفر کردم بسوے ملک کشمیر — کہ از خوبی دہد تاریخ فردوس
چو کردم فتح نیم او بتاریخ — خرد گفتا کہ فتح نیم فردوس

اب سرداران کشمیر کی آنکھیں کھلیں۔ دشمن کو سر پہ دیکھ کر بہت گھبرائے۔ تاہم سب نے متفق ہو کر فوج جمع کر لی اور موضع درجن کے پاس ایک کریوہ پر قامت پذیر ہو کر حرب وضرب میں مشغول ہوئے۔ کاجی چک نے جب یہ حال سنا تو وہ بھی اپنی فوج لے کر بیٹوں سمیت کوہستان گکھڑ سے نکل آیا اور امیران کشمیر سے آملا۔ مجرم بیگ دریائے جہلم عبور کر کے کشمیری فوج پر حملہ آور ہوا لیکن بہت سے کشت وخون اور کشاکشی کے بعد اسکا لشکر منہزم ہو کر اپنے کیمپ کو لوٹ گیا ان کے دریا پار ہوتے ہی کشمیری فوج کوہ سلیمان طے کر کے موضع کوپہ کار میں آ بیٹھی تاہم کچھ عرصہ تک مثل بدستور محاربہ ومقاتلہ میں مصروف رہے آخر کار جب انہوں نے دیکھا کہ فتح کشمیر کوئی آسان کام نہیں تو انہوں نے صلح کا مسئلہ پیش کیا۔ امرائے کشمیر بھی آئے دن کی کشمکش اور خونریزی سے جان بلب ہو رہے تھے فوراً راضی ہو گئے جب عہد وپیمان مستحکم ہو گیا تو تمام امرائے کشمیر خانقاہ معلی میں جمع ہوئے۔ مجرم بیگ اور شیخ علی بیگ بھی بسواری کشتی وہاں پہنچے کاجی چک بھی کشتی میں سوار ہو کر استقبال کو بڑا۔ تھوڑی دیر تک وہیں صلح گفتگو ہوتی رہی جس کے بعد فریقین اپنے اپنے قیام گاہوں کو چلے گئے۔ دوسرے دن امرائے کشمیر نے میرزا کامران کے لئے تحفہ وتکائف طیار کر کے ترکی فوج کو بارہ مولہ کے راستہ رخصت کر دیا۔ دولت چک اور جہانگیر باگرے پھکلی تک اس کے ساتھ گئے۔

کاجی چک کے کشمیر آنے سے تقسیم ملک میں تغیر وتبدل ہو گیا۔ سلطان محمد شاہ اور سید ابراہیم خاں کے لئے معقول جاگیریں مخصوص کر کے باقی ملک کو امرائے کشمیر نے بجائے چار حصوں کے پانچ حصوں میں منقسم کیا۔ جن میں سے ایک حصہ

کاجی چک کے تفویض ہوا اور اُس نے اپنا صدر مقام زینہ پور میں مقرر کیا۔ دوسرا حصہ ملک ابدال کو ملا جو کبھی سری نگر اور کبھی کچھوا ہ میں سکونت رکھتا۔ تیسرا امیر بیگ کے حوالہ ہوا اور وہ بانگل میں قیام پذیر ہوا اور چوتھا حصہ رتی چک کے سپرد ہوا اور اُس نے کامراج میں طرح اقامت ڈالی۔ اور پانچواں حصہ علی رینہ کے ہاتھ آیا اور وہ ڈورا اور موضع ترش میں مقیم ہوا۔

کشمیری ابھی ہوش ہی نہ سنبھالنے پائے تھے کہ ۱۵۳۲ء کو سلطان ابوسعید مرزا والیٔ کاشغر نے جو ان دنوں ملک تبت میں مقیم تھا اپنے بیٹے سکندر خان اور میرزا حیدر سپہ سالار کو لشکر جرار دے کر تسخیر کشمیر کے لئے تعین کیا۔ یہ لوگ سات ہزار اسپان کوتل اور چودہ ہزار سواروں کے ساتھ لیہ لداخ کے راستہ کشمیر پر حملہ آور ہوئے۔ اس اچانک حملہ سے امرائے کشمیر کو بالکل سراسیمہ کر دیا اور ان پر ایسا رعب طاری ہو گیا کہ خوالقرنین تاتاری کا زمانہ یاد آگیا۔ چھوٹے بڑے سب کے سب ملک خالی کر کے بھاگ نکلے بعض قلعوں میں محصور ہو گئے اور بعض ترک وطن کر گئے۔ اکثر جزیرہ زینہ لنک میں جا کر روپوش ہو گئے۔ اسی اثنا میں میرزا حیدر سپہ سالار منہ سری نگر میں آگیا اور محلہ فرشہر میں قیام پذیر ہو کر حکومت تعدی دراز کرنے لگا۔ چند روز قیام رکھ کر میرزا حیدر کامراج کی طرف بڑھا۔ جدھر جاتا لوٹ مار اور قتل و غارت کا ہنگامہ برپا کرتا جاتا۔ ہزاروں مرد عورت اور بچے گرفتار کر کے حلقہ غلامی میں داخل کئے۔ مال و اسباب اور اشیاء و املاک غارت کر کے اس نے کمال سفاکی و بیباکی سے تمام ملک کو ویران کر دیا۔ امرائے کشمیر جانیں بچانے کے لئے اس شیر نیستان کے پیچھے پیچھے فاصلہ پر دبکے پھرتے تھے اور کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ تھی۔ موسم سرما اسی حالت میں گذر گیا۔ اور اوائل بہار میں تمام اکابران ملک صحرائی بالیوں میں جمع ہو گئے اور جان توڑ مقابلے کے لئے تیار ہو گئے میرزا حیدر بھی چادور سے اٹھ کر صحرائی مذکور کو روانہ ہوا اور جانبین ایک دوسرے کا خون بہانے پر طیار ہو گئے گویا (نظم)

ودو دریائے آتش علم برکشیدند — بزانو نہ صحت قلم درکشیدند
دو لشکر بہم اژدہا وار پیچان — بہم برکشیدند تا بانہ پیچان

بسے تیر و پیکاں بدو ہر دو دست — بسینہ کشادہ ز بازو ے دست
کماں کیانی در کماں بنہ — ز تبلہ میان دو لشکر دگر

جنہ روز تک فریقین بڑے جوش و خروش سے قتل خوستے رہے۔ امرائے کشمیر جن کے سینوں میں موسم سرما کا کینہ دبا ہوا تھا بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنے لگے۔ خصوصاً علی رینہ حسین رینہ جاڈو اور ادھ علی بٹ نے تو دشمن کے پیروں کے پرخچے خالی کر دیئے۔ اسی اثنا میں علی رینہ پانچسو سوار لے کر اشرف میرزا کی فوج پر ٹوٹ پڑا۔ گویا بجلی گری۔ اور غنیم کے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر وزیر ملک بیگ میسنہ اور میرزا حیدر میسرہ کی طرف سے دو ہزار سوار لے کر اشرف میرزا کی امداد کو پہنچے۔ اب علی رینہ نے ہاتھ پاؤں بہت مارے لیکن جب پیچھے سے کوئی امداد نہ پہنچی تو ہجوم عساکر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی دیگر امرا کی ارواح بھی میدان چھوڑ گئی۔ اس لڑائی میں کشمیر کے کئی سو امرا اور ایک ہزار چھ سو سپاہی سوار و پیادہ مقتول ہوئے۔ اس ہزیمت سے امرائے کشمیر اور بھی پریشان و سرگردان ہو گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں جا چھپے۔ میرزا حیدر نے اس فتح یابی کا مژدہ سلطان ابوسعید کی خدمت میں بھجوایا جسکی تاریخ قاضی کاشغر نے اس طرح منظوم کی ؎

بحمداللہ کان شاہ عادل — سلطان مکندر خاقان دوراں
ز منتش شد سرسبز و خرم — صحرائی بابل باغ سلیماں
ہر کہ اعدا در روز آنجا — قادر شد آمد م از فضل یزداں
از للت ایزد فتح و ظفر یافت — بر شہر کشمیر تا ملک ایران
تاریخ فتحش حق نہاں است — روز چہارم از ماہ شعباں

امرائے کشمیر نے جب دیکھا کہ باری خود خرچیوں اور زنانہ جنگیوں کی وجہ سے ملک غیروں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے۔ تو ہزیمت خوردہ سپاہیوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ پہلے تو جہاں موقع دیکھتے جا بجا مار کر غنیم کے لشکر میں ابتری اور پریشانی ڈال دیتے۔ دشمنوں کو اچانک چھپ چھپا کر مارتے گرتے۔ آخر ملک کاجی پک اور ابدال نگر سے فوج کشمیر پر حملہ آور ہوئے اور ملک پر قبضہ ہونے کی نوبت دی۔ جس سے کشمیریوں کی سب خوابی میں بیدار ہو کر جنگ پر آمادہ ہوئے۔ میدان جنگ میں زور آزمائی ہونے لگی

سپاہی کثرت سے قتل ہوئے۔ مرزا حیدر اور دائم علی بیگ جو افواج کاشغری کے سپہ سالار تھے نہایت متردد ہوئے۔ کہ فتح و نصرت کے بعد یہ آثار ہزیمت کیسے؟ آخر جب انہوں نے صبح سے شام تک کے جنگ میں دیکھا کہ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو سوچنے لگے کہ اگر اب شکست ہوگئی تو نہایت شرمساری کا موقع ہوگا۔ شام تک جب لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہوا فوجات کو فریقین اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے صبح کو میرزا حیدر نے ملک ابدال نگری اور ملک کاجی چک کے ذریعہ سلطان کاشغر اور ہرات کے نام سلطان کشمیر (محمد شاہ) کے درمیان صلح کے نامہ و پیغام ہونے لگے آخر صلح نامے لکھے گئے۔ اور یہ قرار پایا کہ محمد شاہ اپنی دختر نیک اختر شاہزادہ سکندر خاں کے عقد ازدواج میں لائے کاشغریوں نے بھی تمام کشمیری امیروں کو رہائی دی اور میرزا حیدر بتاریخ ۱۰ ماہ اسفار ۱۱۴۴ کشمیری مطابق ۹۴۵ ہجری کو لداخ کے راستے کاشغر کی طرف روانہ ہوگیا۔

ماہ جون (ماہ بیساکھ) تک زمینداران کشمیر کاشغریوں کے جور و ستم سے ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے اس لئے فصل خریف کی کاشت نہ ہوسکی اس سے پہلے فصل ربیع بھی میرزا حیدر کے تطاول سے ضائع ہو چکا تھا اور جو غلہ زمینداروں کے گھروں میں تھا وہ بھی انہیں کی نذر ہو چکا تھا۔ اب شالی لگانے کے موقعہ پر شالی کا بیج لگایا گیا لیکن فصل طیار نہ ہوسکی اس لئے ۱۱۴۵ھ میں سخت قحط نمودار ہوا۔ غلہ بالکل عنقا ہوگیا۔ ایک من غلہ پانچ ہزار ٹنکہ کو فروخت ہوتا اور وہ بھی نہ ملتا۔ ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔ دوسری فصل طیار ہونے تک یہی حالت رہی۔ اس کے بعد دو سال تک امن رہا یہانتک کہ ۱۱۴۷ھ مطابق ۹۴۲ ہجری کو سلطان محمد شاہ جہان فانی کے انقلابات کا عبرت ناک نظارہ دیکھ کر ملک بقا کو چل دیا۔ اس کے زمانہ آخر میں ورستار سے دُم دار طلوع ہوئے جو آفات و مصائب کا پیش خیمہ سمجھے گئے۔ حکام اور اعمال جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ بادشاہ برائے نام حکومت کرتا تھا۔ کاجی چک اور ابدال نگر کے ہاتھ میں سارا انتظام تھا۔ بادشاہ نے اپنی بارہ سالہ دختر نیک اختر کو ۱۱۴۶ھ میں ۹۴۳ ہجری کو سلطان حیدر چک کے عقد میں دیا۔ سلطان حیدر نے ۱۱۴۷ھ سے ۱۱۵۶ھ تک حکمرانی کی۔

# سلطان شمس الدین

ایام حکومت ۱ ماہ ۲۰ روز سنہ ۱۵۲۷ء لغایت سنہ ۱۵۲۸ء مطابق
سنہ ۹۳۳ھ لغایت سنہ ۹۳۴ ہجری

باپ کی وفات پر سلطان شمس الدین تخت سلطنت پر متمکن ہوا اور کاجی چک اس کا وزیر بنا جو سلطان کا رشتہ میں ماموں بھی تھا۔ مگر ملک بدستور سابق پانچ حصوں میں منقسم ہو کر سنڑوا ایران کشمیری کے ماتحت میں تھا اور بادشاہ باپ کی طرح امرا کا ذلیلہ خوار رہا اس کے عہد میں کاجی چک چند امرا کو اپنے ساتھ متفق کر کے فرقہ باگرے کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گیا۔ رینگی چک اور ملک ابدال باگرے جانین بچانے کی تجویزیں سوچ رہے تھے کہ کاجی چک فوج لے کر ان کے سر پر جا پہنچا تھوڑے دنوں کی جدوجہد کے بعد دولت چک اور زینو چک ابدال باگرے سے منحرف ہو گئے اور کاجی چک سے آملے تاہم بہت سے فتنہ و فساد کے بعد آخر صلح ہو گئی اور کاجی چک واپس آگیا کچھ عرصہ کے بعد ابدال باگرے نے پھر سر اٹھایا لیکن ملک کاجی چک کی پرانی چالوں نے بہت جلد اس فساد کو دبا دیا۔ کاجی چک کے مخالف منہ کی کھا کر خاموش ہو رہتے تھے کیونکہ اس دور اندیش نے سلاطین کشمیر سے رشتہ داریاں پیدا کر کے سب کو اپنا ہوا خواہ بنا لیا تھا آخر ایک سال کی حکومت کے بعد سلطان شمس الدین کا انتقال ہو گیا۔

# سلطان اسمٰعیل شاہ

ایام حکومت ایک سال ۵ ماہ ۱۵ روز سنہ ۱۵۲۸ء لغایت سنہ ۱۵۳۰ء
مطابق سنہ ۹۳۵ھ لغایت سنہ ۹۳۷ ہجری

سلطان شمس الدین کی وفات پر سنہ ۱۵۲۸ء کو کاجی چک نے اپنے ماما زاد برادر عم کے بھائی اسمٰعیل شاہ کو گدی دی اور بادشاہی خود کرنے لگا۔ اسمٰعیل شاہ تو نام نہاد بادشاہ تھا اور اصل تمام سیاہ و سفید کا مالک کاجی چک ہی تھا اس کی گدی سنہ

ہیشہ ہی اس بات کی شاہد ہے کہ وہ اول درجہ کا خود سر اور نخوت پسند تھا اور کسی دوسرے کو خاطر میں نہ لاتا تھا جس کا نتیجہ پہلے بھی کئی مرتبہ بھگت چکا تھا۔ لیکن جبلی عادت کیا نہ رود جز بہ گور از دست۔ اب کے بھی اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر دیگر امراء کو بے وجہ خاطر کر دیا۔ جنہوں نے جادہ اطاعت سے روگرداں ہو کر کاجی چک کی بیخ کنی کے لئے ملک ابدال ماگرے سے عہد و پیمان کر لیا۔ جب کاجی چک کو امرائے دولت کے منحرف ہونے کی اطلاع ہوئی اور یقین ہو گیا کہ ان کی متفقہ طاقت سے عہدہ برا ہونے کی جرأت نہیں رہتے۔ تو وہ حسب دستور سابق ہندوستان کی طرف بھاگ گیا اور اپنے پرانے رفیقوں کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ موسم سرما تو کوہستان گمٹھر ہی میں بسر کیا۔ لیکن جب موسم بہار کا موقع آیا تو اپنے معاونوں سے کمک لے کر کشمیر پر چڑھ آیا۔ طائفہ ماگریاں قلعہ سوپور میں متحصن ہو گیا اور کاجی چک مفوض گھوڑوں میں قیام پذیر ہو کر ان سے لڑنے لگا۔ ملک ریگی چک فوج آراستہ کر کے آگے بڑھا۔ کاجی چک نے دولت خان اور سید ابراہیم کو تو ماگریوں کے مقابلہ کے لئے چھوڑا اور خود ریگی چک پر حملہ آور ہوا۔ ریگی چک کشمیر کو چھوڑ کر سری نگر جلا علاؤ الدین پورہ کے قلعہ میں بیٹھ گیا۔ اور کاجی چک محلہ کلاش پور میں جھنڈا کھڑا کر کے محاربہ و مقاتلہ میں مصروف ہوا۔ آخر کار ریگی چک بھاگ کے راستہ لار کو بھاگ گیا اور کاجی چک منظفر و منصور سوپور چلا گیا۔ اسی اثنا میں جب کاجی چک ریگی چک سے لڑ رہا تھا ماگرے قلعہ سے باہر نکل آئے اور دریائے بہت کا پل جو پہلے بخوف غنیم توڑ دیا گیا تھا مرمت کر کے دولت خان اور سید ابراہیم کی فوج پر آپڑے۔ تاہم اگرچہ ماگریوں کی نسبت ان کی جماعت کم تھی سادات بیہقی کی جوانمردی اور بے مثال شمشیر زنی نے ان کی ایک بھی پیش نہ چلنے دی۔ ریگی چک کا بھائی مسعود چک سید یعقوب خان بیہقی کے ہاتھ سے مارا گیا اور ادھر جب ریگی چک بھی مضمور ہو گیا تو ماگرے پریشان اور خستہ حال ہو کر پنجاب کو بھاگ گئے۔ کاجی چک فتح و نصرت کا جھنڈا کھڑا کر کے سری نگر میں داخل ہو گیا۔ اسمٰعیل شاہ بدستور سلطان بنا رہا۔ لیکن ملک کی تقسیم تین حصوں میں ہو گئی۔ ایک حصہ سلطان اسمٰعیل شاہ کے لئے وقف رہنے دیا گیا۔ دوسرا کاجی چک سنبھال بیٹھا۔ اور تیسرے حصہ پر سید ابراہیم خان تابع ہو گیا۔

اس ہنگامے کے بعد کچھ عرصہ کے لئے کاجی چک کو فراغت کلی حاصل ہو گئی اور وہ باستقلال تمام جملہ امور ات مملکت سرانجام دینے لگا۔ کاجی چک سیف الدین عراقی کا مرید تھا جب ملکی جھگڑوں سے اسے فرصت مل گئی تو اپنے دین کی تشہیر کرنے میں مصروف ہوا۔ سینکڑوں ہندوؤں اور اہل سنت مسلمانوں کو جبراً کر کے شیعہ بنا کر اپنے مذہب کو رونق دینے لگا۔ سیف الدین عراقی نے اس مذہب کی احوط نام ایک کتاب تصنیف کی جس کو کاجی چک نے دستور العمل بنا کر تمام ملک میں شائع کرا دیا جس سے مذہب امامیہ روز بروز ترقی کرنے لگا۔ سلطان اسمٰعیل شاہ ڈیڑھ سال قہری حکومت کر کے ۱۵۳۴ء میں جہاں بحق تسلیم ہوا۔

## سلطان ابراہیم شاہ ثانی

ایام حکومت ۱۰ ماہ ۱۵۴۰ء مطابق سنہ ۹۴۷ ہجری

۱۵۴۰ء میں اسمٰعیل شاہ کے لڑکے ابراہیم شاہ کے حصہ میں مسند نشینی آئی اور باپ کی طرح نشانہ خلق کے لئے سلطان بن گیا۔ کاروبار مملکت بااختیار خود کاجی چک بدستور سرانجام دیتا رہا۔ انہیں دنوں میں ملک ابدال مگرے اور ریگی چک وغیرہ سرداران فرقہ اگریاں جو کاجی چک سے بہ نسبت اٹھا کر پنجاب میں آرام و سرگرداں پھر رہے تھے میرزا حیدر اور خواجہ جانی بانڈے کی وساطت سے بمقام لاہور ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ انہوں نے کاجی چک کے مظالم اور مذہبی تعصب کا خاکہ ایسے مبالغہ آمیز اور دردناک الفاظ میں بادشاہ کے سامنے کھینچا کہ بادشاہ بیحد برافروختہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی کتاب احوط کا ایک نسخہ پیش کر کے انہوں نے ہمایوں اور اس کے درباریوں کے دلوں پر نقش برسنگ کی طرح کھدوا کر دیا کہ رعایائے کشمیر کس کس مظالم نشانہ بن کر تباہ ہو رہی ہے۔ اس وقت تو بادشاہ خود ان کے ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گیا لیکن چونکہ ملک خود شیر شاہ کے ہاتھوں سے بھاگا پھرتا تھا ان کی امداد کی نسبت اُسے اپنے تئیں قوی حال کرنے کا خیال زیادہ مدنظر ہوا۔ شیر شاہ ابدال جو شیران عالی سے تھا اس امر کے دافع ہوا۔ اور ہمایوں بر سند حکومت بیٹھکر جو دو سخا

کو روانہ ہو گیا۔ اور ان کی التماس پر اصلا التفات نہ کی۔ ہم میرزا حیدر بیان خاطر امرائے کشمیر و رعایت دین ہمایوں سے اجازت حاصل کر کے ملک ابدال ناگرے وغیرہ کے ہمراہ بجانب کشمیر روانہ ہو گیا۔ میرزا حیدر ابھی کشمیر سے کچھ منزل دور تھا کہ ملک کاجی چک نے اس کی سد راہ کے لئے ناکوں پر جا بجا مورچے تیار کر دیئے۔ میرزا حیدر یہ حال چھوڑ کر جیرہ مار کی راہ سے ہوا و رجب ۹۳۳ھ ہجری میں وادی خطہ ہو گیا۔ ملک کاجی چک نے راہ شور و زور سے اس راستہ کی محافظت نہ کی۔ اسی دوران میں سلطان ابراہیم شاہ نے چار ماہ کی حکومت کے بعد دفعتہً انتقال کیا جس سے ملک کاجی چک کی ہمت ٹوٹ گئی۔ کاجی چک اور سید ابراہیم خاں میر منشی کو سلطان کا انتقال ہو گیا ہے اور میرزا اطاعن دار السلطنت میں جا پہنچا ہے۔ براہ بھیرہ پور پنجاب میں آ گئے اور شیر شاہ سوری سے امداد کے طالب ہوئے۔ جو ہمایوں کو ایران میں ہمگاں کر رہا تھا۔ یہاں اپنی حکومت مستحکم کر رہا تھا۔

میرزا حیدر بہ کمال جاہ و جلال شہر میں داخل ہوا۔ اس مرتبہ خلاف توقع امرائے کشمیر سے بڑے اختلاط اور ارتباط سے پیش آیا۔ اس نے بھی ملک کے تین حصے کئے۔ ایک اپنے لئے رکھا۔ ایک ملک ابدال ناگرے کو دیا اور تیسرا حصہ ملک کاجی چک کے ہاتھ آیا۔

خلق نے لوٹ کے لوٹو اویا حسینوں سے ۔۔۔ سمجھ لیا کسی مردے کا اس کو مال مجھے

# سلطان نازک شاہ

## میرزا حیدر ترک

ایام حکومت ۱ سال ۱ ماہ ۱۰ روز سنہ ۱۵۴۰ء الی ۱۵۴۱ء مطابق

سنہ ۹۴۷ھ الی سنہ ۹۴۸ھ ہجری

میرزا حیدر نے ملک میں اقتدار حاصل کر کے مرحوم فتح شاہ کے بیٹے نازک شاہ کے سر پر تاج سلطنت رکھا اور خود عنان حکومت ہاتھ میں لے کر منصب امیر الامرائی

سرانجام دینے لگا انہیں دنوں میں ملکت ابدال مگرے کا انتقال ہوگیا اور میرزا حیدر نے از راہ نوازش خبر وارثان اُس کے بیٹے حسین مگرے کو باپ کی جاگیر اور اسکا منصب عطا کر دیا۔ اس کے علاوہ دیگر امیروں اور رعایا کو بھی احسان مندی ساتھات اور حسن سلوک سے ایسا ممنون احسان کیا کہ لوگوں کو اس کے سابقہ مظالم بھی خواب و خیال ہو گئے اپنی زیبائش کے لئے اس نے تلہ اندر کوٹ میں طرح اقامت ڈالی جس طرح مسلمان اہل سنت اسکی حمایت و نصرت پر ستی میں فسادان تھے اسی طرح اہل ہنود بھی اس کی سخاوت و قضیانہ کار روائیوں اور دیگر عنایتوں سے مسرور و احسان مند تھے۔

آوارہ دشت کا جی چک نا امیدی اور مایوسی کے عالم میں بھٹکتا ہوا جب شیر شاہ افغان کے پاس ہندوستان پہنچا اور اُس سے معاونت کا خواستگار ہوا تو اپنی ہمشیرہ زادی جو سلطان حسین شاہ مرحوم کی پوتی صاحبہ تھی اس نے شیر شاہ کے عقد میں دی اور جہاں تہاں سے بدن کو کھلا کر اپنی مصیبت اور جوانمردی کا نقش اس کے دل پر بٹھایا کہ شیر شاہ کی نظروں میں اسکی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی اور اُس خان خاناں عطا کر کے حسین خاں شیروانی اور عادل خاں کو پانچ ہزار جرار سپاہیوں کے ساتھ اسکی اعانت پر مامور کر دیا۔ ملک حاصل کر کے کاجی چک کشمیر آیا اور تمام ملک کو زیر و زبر کرنے لگا۔ میرزا حیدر اپنے اہل و عیال اندر کوٹ چھوڑ کے نادر خود ملک سریگی چک، عیدی رینہ اور حسین مگرے کو ساتھ لے کر مقام وتہ نار نعیم سے مقابل ہوا۔ ایک ماہ تک وہیں لڑائی جاری رہی جس کے بعد کثرت بارش اور طغیانی آب کے باعث فریقین کو اپنے اپنے کیمپ بدلنے پڑے کاجی بمقام گیرواگیا اور میرزا حیدر موضع کوتہر میں راہ استقامت استوار کر کے خون کی ندیاں بہانے لگا۔ اس کے بعد دوسرے دن موضع واتہورہ میں آخری خونریز لڑائی ہوئی۔ ہر چند دلاوران کاجی چک نے شمشیر زنی اور تیغ گزاری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا۔ لیکن فتح و نصرت خدا کے ہاتھ ہے یکایک کاجی چک کے پاؤں اکھڑ گئے اور دولت خان اور سید امیر ابراہیم خاں سمیت براہ چیڑار پونچھ کر بھاگ گیا۔ ادھر غازی چک بھی شیر شاہی افواج کو ہمراہ لے کر ہیرپور کے راستہ ملک سے نکل گیا۔ میرزا حیدر طبل فیروزی بجاتا ہوا سرینگر پہنچا۔ اس فتح کی تاریخ ملا یوسف خطیب نے فتح مکرر کہی ہے۔

۹۵۲ھ

ملک سے چک اجازت حاصل کر کے اپنی جاگیر میں کامراج چلا گیا۔ کچھ عرصہ تک میرزا حیدر کی معاونت میں سرگرم رہا لیکن آخر کار اس کے دماغ میں بھی بھوت مخالفت سما گئی اور میرزا کی حکم عدولی کرنے لگا۔ آخر ۹۹۵ھ میں میرزا یعقوب حاجی بانڈے و حسین ماگرے اور حیدر رینہ وغیرہ امرا ریگی چک کی سرزنش کے لئے عازم کامراج ہوا۔ اب ریگی چک گھبرایا اور کرناہ کے راستے کاجی چک کے پاس کوہستان نوشہرہ کو چلا گیا۔ اس کے پیچھے میرزا حیدر نے اسکا تمام مال و اسباب تاخت و تاراج کر کے اس کے گھر کو آگ لگا دی لیکن دوسرے سال ۹۵۴ھ مطابق ۱۵۴۷ء ہجری میں وہ پھر کاجی چک کو ساتھ لے کر چڑھ آیا اور کوہستان گلمرگ میں مصدر فساد ہوا۔ ان دنوں میرزا حیدر پرگنہ کامراج میں قیام پذیر تھا۔ خبر پاتے ہی فوج لشکر لے کر ان کی سرکوبی کو بڑھا۔ بہت سے کشت و خون کے بعد آخر شعبان ۹۵۴ھ میں کاجی چک سراسیمہ ہو کر بھاگ گیا۔ متواتر شکستوں اور ناکامیابیوں نے اب کے اسے نہایت ہی شکستہ دل کر دیا تھا۔ جب بمقام تھنہ پہنچا تو تپ لرزہ نے آدبایا۔ جس نے ایسا پکڑا کہ جان لے کر رہا۔ تاریخ وفات لوت سردار ۹۵۱ھ ہجری ہے۔

کاجی چک کی وفات کے ساتھ ہی کچھ عرصہ کے لئے تمام فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو گیا میرزا حیدر کامران و شاد کام گلمرگ سے لوٹ آیا۔ عیدی رینہ اور حسین ماگرے کو اس نے الطاف خسروانہ سے زیر بار کر کے مطیع و منقاد کر لیا۔ سکہ و خطبہ تو بدستور ناوک شاہ کے ہی نام پر رہا لیکن در اصل حکومت ملک میرزا نے اپنے ہاتھوں میں لے لی۔

ملک عیدی رینہ کو منصب سپہ سالاری دیا اور خود انتظام مملکت میں ساعی ہوا۔ مضافات کشمیر شمل تبت۔ کشتواڑ۔ پکلی۔ دانگلی وغیرہ علاقہ جات حیطہ تصرف میں لا کر سلطنت کشمیر کو ترقی دی۔ لوگوں کو صنعت و حرفت کی طرف مائل کیا اور طرح طرح کے اسباب عیشت مہیا کر دیئے۔ دور دور سے استادان کامل اور ہنرمندان بے بدل منگائے اور تانہ صنعتیں اور دستکاریاں ملک میں مروج کیں۔ تمام قسم کے طاق و دراڑہ۔ دریچہ پکیہ وار و کاغذ گیری پنجرے۔ بدوشالی خشک کرنے کے ظروف جن کو اہل کشمیر تارہ کہتے ہیں پہلی مرتبہ ملک میں رائج کئے۔ عالموں فاضلوں دانشمندوں اور ہنرمندوں کی قدر افزائی بھی بدرجہ غایت کرتا اور ہمیشہ ان کی

محبت سے سنتید ہوتا۔

مدت دراز سے میر شمس الدین عراقی کے حاوی و مسلط ہونے کے بعد مسلمانان کشمیر میں تفرقہ پیدا ہو گیا تھا اور مذہب تشیع کی اشاعت کے سبب مسلمان مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ جن کا ذاتی بغض و عناد مذہبی حدود سے نکل کر سیاسی حلقوں میں بھی پھیل گیا یہ حالت مشاہدہ کر کے میرزا حیدر مغل اور حیران ہو گیا اور اس کے استیصال کی تجاویز سوچنے لگا بجائے اس کے کہ مرزا حیدر دونوں فریقوں میں صلح کرا دیتا اور ان کے لیڈروں کو نمائش و تنبیہ کرتا۔ اسے یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ مذہب تشیع سے پہلے مسلمانان کشمیر میں کوئی فساد اور بگاڑ نہ تھا اس لئے کشمیر اور اہل کشمیر کی ابتری و بے حالی کا بہت بڑا باعث اسی مذہب کا اجرا ہے اس لئے جب تک اس کو بیخ و بن سے نہ اکھاڑ جائے گا ملک سے فتنہ و فساد کبھی دور نہ ہو گا لیکن اس تجویز نے جب عملی صورت اختیار کی تو کوشش اس کے استیصال کی کی گئی تھیں وہ سب رائیگاں گئیں کیونکہ یہ مذہب اپنے پیروؤں کے دلوں میں اپنا پورا سکہ جما چکا تھا۔ بلکہ بخلاف اس کے ایک بھاری جماعت جو مسلمانان کشمیر کی رشتہ دار تھی اور ملک کے سیاسی حلقہ میں اقتدار کامل رکھتی تھی۔ سرنگوں ہو گئی۔ اور مرزا کی حکومت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی اہل سنت جو عرصہ تک کاجی چک اور اس کی جماعت کے ظلم و ستم سہہ سہہ کر تنگ آ گئے تھے۔ اور اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے دینی باتیں بجا لا رہے تھے۔ میرزا کا رخ دیکھ کر شیعوں کی تاخت و تاراج پر آمادہ ہو گئے۔ اور ان دل جلوں نے ان کے گھر بار کو آگ لگا کر پھونک دیا۔ خانقاہ میر شمس الدین عراقی جو سری نگر محلہ جدی بل میں واقعہ تھی جلائی گئی۔ بابا علی بخار کے مرید شیعہ مذہب کی جو پیرو تھے تلقین دین کر رہا تھا سخت بے رحمی سے قتل کیا گیا قاضی میر علی کو جلا وطن کر کے اس کے گھر بار کو لوٹ لیا۔ اسی طرح ملا حاجی خطیب بھی جو اعیان تشیع میں ایک با اثر رکن تھا قتل کیا گیا میر عراقی کے سینکڑوں معتقد اس ہنگامہ میں مارے گئے اور ہزاروں گھر ویران ہو گئے۔ اس پر بھی میرزا حیدر کی چشم خشمگین سرد نہ ہوئی اور اس نے میر صاحب کے بڑے بیٹے میر واعظ اسحاق کو اسکردو سے بعجلت طلب کر کے مروا دیا اور

سال بھر تک مقید رکھ کر اسے بھی قاضی ابراہیم اور قاضی عبدالغفور کے فتوے پر ہلاک کر دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ پیر یوان دین سے دریافت کر بلا لکھی ہے

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا مرزا کے تعصب نے شیعوں کو سخت مشوش کر دیا۔ اسکے سپہ سالار عبدی بیگ کے اندر ہی اندر سلگتی ہوئی آگ کو مشتعل کر دیا۔ خواص اہل تشیع کو مرزا کی مخالفت اور معاندت پر آمادہ کر کے اس نے حاجی بابا سے اور سلطان نازک شاہ کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ تاہم ظاہراً تمام امرایان کشمیر مرزا کی اطاعت میں بدستور سرگرم تھے۔ لیکن در پردہ اس کی مخالفت کے تجاویز میں سرگرداں تھے۔ سب سے بالاتفاق تخت کوٹ کو مصدر فساد ظاہر کیا اور میرزا کو اسکی گوشمالی کرنے کے لئے آمادہ کر دیا۔ ناسمجھ میرزا نے اپنے چچیرے بھائی میرزا قمر بہادر کو ایک ہزار سوار اور ڈیڑھ ہزار کشمیری سپاہی ساتھ دے کر تخت کوٹ کی تسخیر پر مامور کیا۔ عبدی بیگ بھی بظاہر قمر بہادر کے ساتھ ہو لیا۔ جب یہ لوگ بارہ مولہ پہنچے تو امرائے کشمیر کی کاناپھوسیوں اور سرگوشیوں سے قمر بہادر کو شک پیدا ہو گیا۔ اس نے بہانہ کر کے لشکر کو واپس کر دیا اور مہم ملتوی رکھنے کی اجازت چاہی۔ مگر قسمت کے مارے اور عقل کے اندھے میرزا حیدر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور اس نے ایک نہ سنی بلکہ جواب دیا کہ تمل طاقت میں کشمیریوں سے کم نہیں ہیں۔ اسی اثنا میں حسین اگرے نے اپنے بھائی علی اگرے کو بھی مرزا کی خدمت میں بھیجا اور امرائے کشمیر کے حالات سے اطلاع دی۔ لیکن میرزا کی حماقت اور سکی ہم چو ما دیگرے نیست کی خام خیالی نے اسے بھی یہی جواب دیا۔ اسی اثناء میں ۲۱ ماہ رمضان کو اندر کوٹ میں حادثہ آتش زدگی واقع ہوا جس سے مغلوں کے بہت سے گھر جل گئے۔ میرزا قمر بہادر وغیرہ مغلوں نے پھر عرضی بھجوائی کہ اگر حکم ہو تو اس سال چڑھائی معطل رکھی جائے اور ہم لوگ واپس آ کر اپنے اپنے مکان تعمیر کر لیں۔ بدنصیب مرزا کو پھر بھی کوئی خیال نہ پیدا ہوا۔ اور ہر دفعہ انہیں آگے ہی بڑھنے کو کہلا بھیجا۔ آخر کار بصد مجبوری قمر بہادر بمعہ افواج حکم حاکم مرگ مقاجات تخت کوٹ پہنچ کر امرائے کشمیر کے مشورہ سے ایک تنگ درہ کو جو ستانی میں جہاں تنگ ہو گیا کشمیری سرداروں نے اس علاقہ کے تمام زمینداروں کو سازش میں پھانس کر مغلوں کی معاونت کا راستہ مسدود کرنے پر تعینات کیا۔ اور خود

کا دل دہل پر چڑھ گئے دوسرے دن علی الصباح کشمیری لشکر پہاڑوں اور ٹیلوں سے اتر کر میدانوں پر حملہ آور ہو گیا۔ جب کیا تھا مغل فرغے میں پھنسے ہوئے تھے۔ دشمن نے پہاڑوں سے پتھر پھینکنے شروع کئے جن سے کچل کچل کر مغل ہلاک ہونے لگے اس موقعہ پر مغلوں نے بھی شجاعت و مردانگی کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا لیکن ایسی حالت میں محدود سے چند کیا کر سکتے تھے زوال آفتاب تک تو بڑی جانفشانی اور ثابت قدمی سے لڑتے رہے آخر کار تنگ آ کر ہر پل کی طرف بھاگ گئے۔ دلاور خان کشمیر اور کریم خان کاہلگامہ کشمیری اور پہاڑی سپاہیوں کے ان کے تعاقب میں دوڑے لیکن قراول بہادر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ عبدی بیگ پانچ سو سوار بہ افسری نسر بیگ اور بخشک ہر پل کے محاصرہ کے لئے چھوڑ کر خود پونچھ کو روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن امرائے کشمیر کی استمالت و مدارات پر قلعہ سے باہر نکل آیا اور سیدھا کشمیری فوج کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جونہی نزدیک پہنچا تمام لشکر انکار پر کمر باندھ کر اس پر ٹوٹ پڑا اور میر زا گرفتار ہو گیا یہ دیکھ کر سید مرزا بھی بیس بائیس معلوں کو ساتھ لے کر قلعہ سے باہر نکل آیا اور موقعہ پا کر گکھڑوں کے ملک کی طرف بھاگ گیا۔ قراول بہادر اور اس کے ہمراہی دست و بستہ عبدی بیگ کے لشکر میں پہنچائے گئے جس نے پونچھ سے لوٹ کر قراول بہادر و قطب علی کوکہ اور محمد نظیر افسران فوج کو تو مقید رکھا اور باقی تقریباً سات قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دیا۔ اسکے بعد عبدی بیگ نے سید ابراہیم ہمقبی نازکی چک اور دولت چک کو بھی کوہستان نوشہرہ سے بلا لیا اور ہیرہ پور کے راستے اپنے ہمراہ کشمیر لے آیا تمام کشمیری جن میں سے اکثر شیعہ تھے میرزا حیدر سے منحرف ہو کر عبدی بیگ سے جا ملے۔ اب میرزا جب رہی خواب خرگوش سے بیدار ہوا اور اپنی کوتاہ اندیشی اور خام خیالی پر افسوس کرنے لگا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا اس کا ستارہ اقبال مطلع زوال میں غروب ہو چکا تھا۔ قراول بہادر قطب علی کوکہ اور محمد نظیر اسکی حمایت سے جیل خانوں میں تڑپ رہے تھے۔ عالمگیر شور و فساد برپا ہو گیا سنا تمات کشمیر باغی ہو گئے ملا قاسم اور ملا باقی جو امرائے عظام میں سے حکومت تبت پر ملا قاسم میں سے سوسم مرہا میں اور ملا باقی تبت سے اتفاق کر کے ملا قاسم کو بار ڈالا اور ملا باقی

بھاگ کر اسی مصیبت کی ساعت میں اندر کوٹ پہنچا مولانا نے عبداللہ سمرقندی جو
میرزا کے معتمدان خاص سے تھا پھکلی کے ربط و ضبط میں مصروف تھا انہیں دنوں
وہ بھی رعایا کی سرکشی سے عاجز آکر بھاگ آیا محمد کوٹ کے حادثہ کی خبر سنکر اس
کے رہے سہے اوسان ہی خطا ہو گئے بے اختیار کشمیر کی طرف بڑھا لیکن
جب بارہمولہ کے پاس پہنچا تو کشمیریوں کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ اسی طرح یوسف
میرزا کو کشتواڑ سے ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگ آیا لیکن راستہ ہی میں ڈیڑھ ہزار
افغانوں سمیت مارا گیا یہ تمام حادثات ایک دن کے اندر میرزا نے سنے اسی روز جب اسی
دن محمد کوٹ کی خبر وحشت اثر اس کے کان میں پہنچی تو بیخود ہو گیا چاروں طرف
سے ایک دم بلائیں نازل ہو گئیں اور جان سے نا امید ہو گیا ؎

فریاد ز جور دستم چرخ کبود ۔۔۔ ہر گز گرہ بستہ کسی را نگشود
ہر جا کہ دلے یافت کرد اے دارد ۔۔۔ صد داغ و گر بر سر آن داغ افزود

باوجود اس کے میرزا حیدر نے استقلال اور جوانمردی کو ہاتھ سے نہ دیا اور تھوڑے
سے جانباز سپاہی اپنے محلات کی محافظت کے لئے اندر کوٹ چھوڑ کر خود ایک
ہزار مغلوں کے ساتھ سرکشوں کی طرف متوجہ ہوا میرزا ہی نالہ گر ہی پہنچا تھا کہ
پیچھے سے چک بھی تین ہزار سوار ہزار اندر کوٹ میں داخل ہو گیا لوٹ مار کر کے
اس نے مصیبت زدہ میرزا کے محل کو آگ لگا دی یہ دیکھ کر میرزا کے ایک معتمد علی نے
سلطان زین العابدین کے مکانات جو پرگنہ زینہ گیر میں واقع تھے پھونک دیئے نیز
اس کے لشکریوں نے عیدگی زینہ اور نور و چک کے خانمان جلا کر خاکستر کر دیئے
لیکن میرزا حیدر کو اپنے رفیقوں کی یہ حرکات پسند خاطر نہ ہوئیں اور اس نے
انہیں سخت تنبیہ کیا۔ زمانہ برگشتہ تھا میرزا کی سخت کلامی نے اس کے سپاہیوں
کے دلوں میں ہی کدورت پیدا کر دی اور وہ بیدل سے ہو گئے۔ آخر کار اسی
گرداب انقلاب میں پھنسا ہوا میرزا قسمت آزمائی کے لئے آگے بڑھا۔ امرائے کشمیر
قلعہ خانپور میں آخاست گزین تھے جس کے فرو یک ہی سوتھ راہتور نامی یہ پیغام بھیجا کہ
ہی جانور اور دشمن کے بڈگاؤں لشکر اور اس کے جوش و خروش کو دیکھ کر کھلم کھلا مقابلہ
کی جرأت نہ کر سکا اور باہمی صلاح و مشورہ کر کے شیخون مارنے کو طیار ہوا چنانچہ

ذیقعدہ ۹۵۷ھ مطابق ۱۵۵۰ء کو سیاہ رات کے پردے میں میرزا حیدر آٹھ سو جریدہ سوار لے کر کیچ سے نکلا۔ دشمنوں کے غلبہ اور دست درازی سے مغل جو اس ہاتھ ہو رہے تھے۔ ایک ایک کر کے انقلاب زدہ آقا کا ساتھ چھوڑنے لگے یہاں تک کہ قلعہ کے دروازے پر پہنچکر آٹھ سو میں سے صرف تیس آدمی اسکے ہمراہ رہ گئے اب میرزا حیدر کو یقین ہو گیا کہ اسکی بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ توکلت علے اللہ جان ہتھیلی پر رکھ کر اسی برائے نام جماعت کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو گیا۔ لیکن اسکی تقدیر کے ساتھ ہی بیس ماندہ رفیق بھی اس سے منہ موڑ گئے اور جب اندر گیا صرف آٹھ جانباز دوست کے ساتھ رہ گئے۔ حال ہمت مرد اہیر ہی پیچھے نہ ہٹا اور بے دھڑک غنیم پر جا گرا گویا بلائے آسمانی ٹوٹ پڑی۔ نیزے کے متواتر کئی کئی ہاتھ لگے تھوڑی ہی دیر میں اس نے چوتالیس دشمنوں کو شمشیر خوں سے ہلاک کر دیا۔ لیکن تاب کے آخر کار خود بھی اسکے ایک تیر کا نشانہ ہو گیا۔ جب نا مغلوں کو پتہ لگا کہ میرزا مارا گیا تو خوشی کے نعرے مارنے لگے۔ دولت بیگ اور قاری بیگ نوشتہ کی بیحرمتی کرنی چاہی لیکن سید محمد بیقی نے باتفاق سلطان نارک شاہ حسین ناگرے اور دیگر اہل بیت امرا استدعا کر کے اس کے جسد عنصری کو اٹھا لیا اور سلطان حسین نے اپنے والد کے مقبرہ کے متصل مزار سلاطین میں دفن کر دیا۔ قبر کی حفاظت کے لئے انہوں نے ایک مہینہ تک پہرے رکھے۔ لوح مزار پر علاوہ اس الہی چڑھی شعر کے جو میں تاریخی حالات وصف میں یہ شعر بھی کندہ ہے ؎

| | |
|---|---|
| شہ گورگاں میرزا حیدر آخر | ملک شہادت زد و کوس شاہی |
| قضائے الٰہی چناں بود و تقدیر | شدہ بہر دلش قسمائے الٰہی |

---

لہ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ اس رات سب سپاہ بھاگ گئی تھی جب میرزا حیدر خواجہ ملا جی یا بگ کے خیمہ کے متصل پہنچا تو اتفاقاً شاہ نظیر کا ایک تیر جو میرزا کا قورچی تھا اور پیچھے کھڑا دشمن پر تیر بارش کر رہا تھا میرزا کو جا لگا اور ملک پار درہ راوی ہے کہ کسی قصاب کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ مبین کا قول ہے کہ کمال کوکہ کے ہاتھ سے بتقدیر شمشیر قتل ہوا۔ مرزا کے جسم پر سوائے تیر کے اور کوئی نشان نہ ملا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے قورچی شاہ نظیر کے تیر نے اس اجل رسیدہ کا کام تمام کر دیا۔ ۱۲

میرزا حیدر سلطان سعید کاشغری کا چچیرا اور بابر شاہ کا خالہ زاد بھائی۔ شجاعت وجوانمردی کے علاوہ علوم عقلی ونقلی میں بھی ماہر تھا۔ طبع موزوں رکھتا تھا۔ تاریخ رشیدی اسی کی تصنیف ہے۔ جس سال تک یہاں حکمران رہا۔

سنہ ۱۸۲۲ء میں کرنل سورکر اخٹ مزاخوریائی سرکار انگلشیہ سفارت پارقند و کاشغر اور سیاحت ترکستان سے فارغ ہو کر کشمیر پہنچا۔ مرزا موصوف کی ٹوٹی ہوئی مزار کی اس نے مرمت کرائی اور قطعہ تاریخ جو اوپر مرقوم ہوا اس کے سنگ مزار پر کندہ کرایا۔ علاوہ اس کے قبر کے اوپر سنگ مرمر کی ایک مستطیل سلیٹ لگائی جس پر بحروف جلی عبارت ذیل منقوش کرا کے مرزا موصوف کی خاک میں ملی ہوئی ہڈیوں کو بچہ زندہ کر گیا۔

"میرزا حیدر گورگان ابن میرزا محمد حسین گورگان ولد اسد یونس خان ولد خالہ زادہ بابر بادشاہ۔ دیرہ ابوسعید خان بادشاہ یارقند و مغولستان ابن امحمد خان ابن یونس خان مذکور۔ از اولاد تو غلوق تیمور خان از نسل چغتائی ابن چنگیز خان مولد میرزا وقت محمود ۹۱۵ھ سال نہ صد و پنج در شہر اور اتبہ و بعد قصار قبض زمان بحکم ابوسعید خان از یارکند برآمد۔ پس از تسخیر تبت در ہمان سال باچہار ہزار سوار بتاریخ روز چہارم ۱۳۵ ماہ شعبان فتح کشمیر کرد و باز بجہ شاہ کہ بادشاہ کشمیر بود داد نزد ابوسعید خان کہ در تبت ماندہ بود در وقت خان اورا تا مورلاسہ بدرقہ نمود و خود بیارکند برگشت کرد و در راہ عمرہ تفرقہ کلی بمیرزا رسید و او ہمہ بدخشان رفت۔ باز بہند نزد ہمایوں بادشاہ رسید۔ دو رجبہ کہ بادشاہ منہزم بایران میرفت میرزا باچہار صد و پنجاہ سوار از لاہور برگشتہ در بیست و دوم رجب سنہ ۹۴۷ھ دوبارہ کشمیر را گرفتہ تا دو سال حکمران بود و از قضائے الٰہی بلدا از دست اعادا الناس شہادت یافت۔

میرزا ایلاد تورات و مغولستان و ہند دیدہ و بچند دست بزرگان رسیدہ باہر کمالات و ہنر و مخمور جوان دلیر صاحب تدبیر بود و تاریخ رشیدی از تالیف اوست بموجب فرمائش دلپسند مورخ راقم الحروف صاحب بہادر میر خورد باشی دولت انگلشیہ باہتمام رسید۔ عزت اللہ خان ....."

انیرہ کے چند حروف پتھر کے ٹوٹ جانے سے معدوم ہو گئے ہیں۔ اس لئے پڑھے نہیں جاتے اس کتبہ میں مسرعہ تاریخ اور سنہ دونوں میں غلطی پائی جاتی ہے۔ اصل مسرعہ روز چہاردہم از ماہ شعبان ہے جسکا سنہ بحساب ابجد ۹۳۹ھ ہوتا ہے۔ اکثر مورخوں کا اور میرزا حیدر کا اپنا قول ہے کہ وہ ۹۳۵ھ میں کشمیر پہنچا لیکن یہ کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سال کشمیر میں سلطان محمد شاہ کی حکومت نہ تھی۔

میرزا حیدر سے اہل تشیع تو ناراض تھے ہی لیکن اُسکے ایک متوسل میرزا میرک کی ایک حرکت سے لدخ اور لوگ بھی رنجیدہ ہو گئے جس کی کیفیت یہ ہے کہ خواجہ بہرام پسر سعد وحک سے جو نہائت جوانمرد اور بہادر تھا۔ میرزا میرک نے صلح کے عہد و پیمان اور قرآن کی حلف اُٹھانے کے بعد جب اُسے اپنے پاس طلب کیا۔ تو وہ سپید و خنجر نکال کر اُس کے پیٹ میں چھونک دیا۔ وہ باوجود زخمی ہونے کے دوڑا لیکن پکڑا گیا۔ میرزا میرک اس کا سر تن سے جدا کرکے بابر میں میرزا حیدر کے پاس لایا جب یہ بے تن سر میرزا کے دربار میں پیش ہوا تو عیدی بیگ بھی وہیں تھا وہ غیض میں آیا اور مغلوں کے قول و قسم کو گوز نشتر سے تشبیہ دے کر دربار سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ عہد و پیمان کے بعد اور صلح صفائی کے بعد قتل کرنا نرکوں ہی کا کام ہے میرزا حیدر کو معذور سمجھنا چاہئے کہ مجھے اس واقعہ سے مطلق آگاہی نہیں ہے۔ میں بالکل بے خبر ہوں لیکن اس نے میرزا میرک کو جو کہ سزا دی اس سے بہت سے لوگ اس سے کبیدہ خاطر ہو گئے۔

جب دولت چک اور غازی چک نے دیکھا کہ لاتن گپہ نے زیادتی کرنے میں اسلام کے اہل سنت کے علاوہ سلطان نازک شاہ بھی مانع ہے اور اس کو ایک اخلاقی جرم قرار دیتا ہے تو وہ جوش تعصب سے بھر کر ان مغلوں کی طرف دوڑے جو اندر کوٹ میں جاکر (جہاں میرزا حیدر کا حرم محترم تھا) پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ تین روز تک لڑائی ہوتی رہی آخر ترک عاجز آ گئے۔ میرزا حیدر کی بیگم (خانی) اور ہمشیرہ (خانچی) نے اپنے چند ساتھیوں کو صلاح دی کہ بغیر صلح کئے جان سلامت لے جانا ناممکن ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو ایسا کرو کہ اپنے وطن

سلطان نازک شاہ کو تخت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۔۔۔ کا

یعنی اعظم ہمایوں جو نیازیوں کا سردار اعلیٰ تھا۔ سمیر میں چلا گیا اور وہاں فتنہ و فساد
برپا کرنا چاہا۔ لیکن حاکم کشمیر نے بپاس لحاظ سلیم شاہ اس کو روکا صف جنگ آراستہ
ہوئی۔ اور اعظم ہمایوں اور سعید خاں وغیرہ شیخ کے گھاٹ اترے حاکم کشمیر نے ان
کے سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھجوائے جو نیازیوں کا جانی دشمن تھا۔

محمد عبدالحکیم خاں لودی شرقی شوکت افغانی اپنی تاریخ کے حصہ سوم صفحہ ۱۰۳ پر
میں لکھتے ہیں۔ نیازی کشمیر کے پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ سلیم شاہ نے تعاقب کیا۔
ادھر مرزا حیدر روانہ کشمیر ہوئے۔ مرزا حیدر کے انتقال کے بعد کا یہ واقعہ ہے۔
اور کشمیر کا والی سلطان نازک شاہ تھا۔ فوج نیازیوں کا مقابلہ کیا تاکہ سلیم شاہ آپہنچے
فوج بھی۔ اعظم ہمایوں آگاہ اور پیچھا چھوڑ کر راجوری میں آگیا۔ جہاں محمد مدد علی
اور صبر علی والیان کشمیر کی طرف سے حاکم تھے۔ سلیم شاہ واپس چلا گیا۔ حاکمان راجوری
نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیریوں کے جا کر مرزا حیدر کو معزول کر دیں۔ لیکن
یہ دونوں مرزا حیدر کے متوسل تھے۔ اور اسی نے ان کو حکومت راجوری عطا کی تھی
یہ اچھی احسان مندی اور وفا شعاری ہے۔ فوج نہ لیکن اعظم ہمایوں نے اس کو پسند
نہ کیا۔ بلکہ اس کو اس منصوبہ سے اطلاع دی اور ارادہ کی درخواست کی مرزا حیدر
نے اعظم ہمایوں کو بہت سا روپیہ بھیجا اور خط جواب شمامت اخلاق سے دیا۔ اعظم
ہمایوں راجوری سے نکل گیا۔ جب بے وفا کشمیریوں نے اعظم ہمایوں کی ناکامیابی
کو دیکھا تو اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ بے وفائی کا عجب الزام ہے۔ حالانکہ اسی شوکت
افغانی میں جو صرف افغانوں کا جاہ و جلال ظاہر کرنے کے لئے بھی تصنیف کی گئی ہے
کئی جگہ لکھا ہے۔ کہ فلاں افغان نے فلاں کے ساتھ طرح طرح کی۔ اور اس کی خاطر
کر دروکھ کر اسکے دشمن کے ساتھ رفاقت کر لی۔ افغانوں میں حسد اور نفاق اور بے
وفائی کی کثرت ہے۔ لیکن شاید افغانستان کی آب و ہوا اور خوشگوار شوکت
افغانی ہے لیکن حسد اور نفاق وغیرہ کا الزام کسی خاص قوم پر نہیں اور زمانہ کے
انقلاب سے اس کو محکوم اور مرعوب دیکھ ہر قسم کے طعن و تشنیع کا اس کو آماجگاہ قرار دینا

کہ جائیں تو سلامت لے جائیں کشمیریوں سے فرزندان احمد مگر سے کہ بیعت محمد کے
آثار سب میں سے تھا جو سلطان نازک شاہ کا بھتیجا تھا اور مشاہیر میں سے امیر خان
سفارت صلح کے لئے گئے۔ آخر عہدنامہ اس مضمون پر لکھا گیا کہ یہ لوگ اندر کوٹ
سے شہر سرسی نگر میں آجائیں اور وہاں سے کاشغر جائیں۔ اس مختصر سی جماعت
میں مرزا قمر بہادر، مرزا عبدالرحمان حیدر، جان بیگ، مرزا بیگ، میرزا اپکلہ، میر شاہ
شاہزادہ بیگ، مولانا نظیر اور حیدر علی مشہور آدمی تھے یہ سب لوگ مرزا حیدر کے
اہل وعیال کے ہمراہ ملک بدر کر دیئے گئے۔

اس واقعہ کے بعد ہی سکہ و خطبہ تو بدستور نازک شاہ کے نام پر رہا۔ لیکن ملک
کے انتظام کی باگ بجائے میرزا حیدر کے سید علی رینہ کے ہاتھ میں تھی۔ اسی اثنا میں
۹۵۵ھ کو رعیت خاں نیازی شاہزادہ سلیم سے فوج لے کر کوہستان جموں
کے راستہ کشمیر پر چڑھ آیا اور سید علی رینہ نے دولت چک اور حاجی باٹ سے
کہلا بھیجا کہ اسکی مدافعت کے لئے بھیجا ہے اور ان کے مشاورت بھیجا ہے
حسین ناگرے جو وہی سوداگر ہو گیا تھا کوہ بانہال پر پہنچکر دولت چک سے ملیں قدیمی
سے بمقام ہاکر سکی صفدر مزار پر آمنا سامنا کر دیں اور رعیت خاں ناگر سکو مکہ عقب میں
جا بیٹھا۔ دوسرے دن علی الصباح جنگ شروع ہو گئی رعیت خاں کی فوج نے
داد مردانگی کے خوب جوہر دکھائے لیکن قضا سے ان کی کچھ پیش نہ گئی کشمیریوں
کا مورچا مضبوط اور بلندی پر تھا اور رعیت خاں کی فوج نشیب میں تھی دوپہر
تک گتھوں گتھا لڑتے رہے اور شام سے پہلے پہلے رعیت خاں ہی مارا گیا اور
اسکی ساری فوج ہی ہلاک ہو گئی سوائے دو آدمیوں کے (اس) انبوہ کثیر میں سے
ایک بھی نہ بچا۔ دولت چک نے رعیت خاں، سید بیگ خاں اور شہباز خاں
کے سر ان کے ولی نعمت سلیم شاہ کے پاس بھیجدیئے۔ اسی اثنا میں اس سے

---

لہ اسی واقعہ کو دوسرے مورخوں نے بھی لکھا ہے اس لئے ان کا خلاصہ بھی یہاں لکھا
جاتا ہے۔ محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری کے ذکر میں لکھتا
ہے کہ نیازیوں (پٹھانوں) کی ایک قوم نے آتش فساد بھڑکا رکھی تھی سلیم شاہ نے
لشکر گران اس کی مدافعت کے لئے تیار کیا۔ تمام نیازی لکھڑوں کے پاس سلسلہ

سلطان نانک شاہ کو لکھ بھیجا کہ شمس چک ۔ سنجے ملک اور عید می سپہ
بقیہ حاشیہ صفحہ ۔ کوہستان کشمیر میں چلے گئے ۔ علیخان مغلوب ہو
یعنی اعظم ہمایوں ہوشیاریوں کا سردار اسلئے تھا کشمیر میں چلا گیا اور
بر آمد نہ پا سکا لیکن حاکم کشمیر نے بپاس خاطر سلیم شاہ اُس کو روکا
ہوئی اور اعظم ہمایوں اور سعید خاں وغیرہ تیغ کے گھاٹ اُتر
کے سر کاٹ کر سلیم شاہ کے پاس بھجوائے جو نیازیوں کا جانی دشمن
محمد عبدالحکیم خان لودی مؤلف شوکت افغانی اپنی تاریخ کے
میں لکھتے ہیں نیازی کشمیر کے پہاڑوں میں بھاگ گئے سلیم شاہ
اُدھر مرزا حیدر والئے کشمیر نے مرزا حیدر کے انتقال کے بعد
اور کشمیر کا والی سلطان نانک شاہ تھا ۔ فوج نیازیوں کا مقابلہ کر
خوش ہوا ۔ اعظم ہمایوں آگرا اور جیجہاٹہ کا ہوا دیکھ کر راجوڑی میں آگیا
اور صبر علی والئے کشمیر کی طرف سے حاکم تھے سلیم شاہ واپس چلا
نے سازش کی کہ اعظم ہمایوں کو کشمیر میں لے جا کر مرزا حیدر کو
یہ دونوں مرزا حیدر کے متوسل تھے ۔ اور اُسی نے ان کو حکومت
یہ اچھی احسان مندی اور وفا شعاری ہے ۔ فوج لیکن اعظم ہمایوں
نہ کیا ۔ بلکہ اُس کو اس منصوبہ سے اطلاع دی اور امداد کی درخواست
نے اعظم ہمایوں کو بہت سا روپیہ بھیجا اور خط کا جواب نہایت
ہمایوں راجوڑی سے نکل گیا ۔ جب بے وفا کشمیریوں نے
کو دیکھا تو اسکا ساتھ چھوڑ دیا یہ بے وفائی کا عجب الزام
افغانی میں جو صرف افغانوں کا جاہ و جلال ظاہر کرنے کے
کئی جگہ لکھا ہے کہ فلاں افغان نے فلاں کے ساتھ
کر دیکھ کر اُسکے دشمن کے ساتھ رفاقت کر لی ۔ افغانو
بے وفائی کی کثرت ہے ۔ یہی شاید احسان خان کی
افغانی ہے لیکن حسد اور نفاق وغیرہ کا الزام کسی ظاہر
انقلاب سے اُس کو حکومت اور تدبیر دیکھ ہر قسم کے

سید ابراہیم خاں اور حسین ناگرے گرفتار ہو گئے اور باقی جماعت بھاگ کر حیدری ریہ کے پاس قلعہ علاؤالدین پورہ میں چلی گئی۔ اس کے بعد دولت چک نے حکومت علی کا دام پھیلایا اور حیدری ریہ کے رفیقوں اور معتمدوں کو در غلانا شروع کیا۔ یوسف ناگرے۔ فتح چک لسے ملک اور یوسف چک اس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور سب کے سب باتفاق دریا عبور کر کے دشمن پر جا پڑے اور کشت وخون کا بازار گرم ہو گیا۔ حیدری ریہ منہزم ہو کر بھاگ نکلا جب جنگل شمہ ناگ واقعہ پرگنہ اونتی پورہ پہنچا تو پیک اجل نے آپکڑا اور بیمار ہو کر سرینگر آگیا اور کچھ دنوں بعد انتقال کر گیا۔ اس نے دس ماہ منصب وزارت کا کام کیا اور ۱۵۵۱ء کو اپنے کردار کی پاداش پا گیا ؎

در جزائے فعل خود یابد بہ تیغ انتقام ہر کہ بد کرد ہست بد بنیاد بجائے خویشتن

اس کی وفات کے بعد دولت چک نے سید ابراہیم خاں اور حسین ناگرے کو قید سے رہا کر کے سرمو منت واحسان کر لیا۔ اور انہیں کے صلاح ومشورہ سے اس نے بیگی سلطان نازک شاہ کو گیارہ سالہ بدائے نام جہانبانی کے بعد ۱۵۵۱ء میں معزول کر کے ملک سے نکال دیا۔

# سلطان اسمٰعیل شاہ ثانی

ایام حکومت ۳ سال ۱۵۵۱ء الغائت ۱۵۵۳ء مطابق ۹۵۸ھ الغائت ۹۶۰ ہجری

نازک شاہ کی معزولی پر ابراہیم شاہ اول بن محمد شاہ کا بیٹا اسمٰعیل شاہ ثانی دولت چک کی اعانت واستمداد سے تاج شاہی سر پر رکھ کر ایام بسری کرنے لگا۔ اور معاملات ملکی جزوی وکلی دولت چک باختیار خود سرانجام دینے لگا۔ دولت چک نے عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اپنی توجہ ملکی معاملات کی نسبت زیادہ تر مذہبی معاملات کی طرف معطوف کی۔ اور مذہب تشیع کی حمایت اور سربرستی میں حد سے بڑھ گیا۔ خانقاہ شمس عراقی جو مرزا حیدر کے زمانہ میں منہدم کرائی گئی تھی۔ اس نے پہلے سے بڑھ کر مستحکم اور رفیع الشان بنوائی۔ اور اسمیں میر دانیال کی لاش جو موضع بنڈلش مرتبن سے دون ہا شمس عراقی کی قبر کی جگہ دفن کرادی۔ اس کے علاوہ بنایا حسن بنجار

کے لئے بھی ایک بلند خانقاہ تعمیر کرائی اور اس کے باپ علی سنجار کی لاش بھی اپنی جگہ سے نکال کر اس جدید خانقاہ میں دفنائی گئی۔ اس کے اردگرد بہت سی عمدہ مکانات اور باغیچے بنوائے۔ چیرو قشقہ ضبط کر کے پایا حسن اور اس کی خانقاہ کے لئے وقف کی گئی۔ سوداگر چک نے اس زمین میں عالی شان عمارتیں اور وسیع باغات تعمیر کرا کر حسن آباد کے نام سے ایک خطہ مکان تیار کر دیا۔ اس کے بعد ہندو اور مسلمانان اہل سنت کی تخریب و تکذیب کی طرف متوجہ ہوا اور سارے جبراً اپنے دین کی تلقین کرنے لگا۔ اسی نے آن اس نے عام حکم جاری کر دیا کہ خطیبان مساجد خطبوں میں بارہ امام کے نام ہی داخل کر کے پڑھا کریں۔ غرضیکہ اس دین کی اشاعت میں اس نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا اور اسمیں شک نہیں کہ دولت چک کے حین حیات مذہب تشیع کمال رونق اور ترقی پر ہو گیا۔

ہمارے نام سلطان حسین شاہ ثانی کے جلوس کے دوسرے سال ۱۵۵۳ء میں سخت بھونچال آیا اور سات روز تک پے در پے زلزلوں سے زمین جنبش کرتی رہی۔ کئی موضعوں پر زمین پھٹ گئی شگاف اور دراڑ پیدا ہو گئے۔ اسی حادثہ کی وجہ سے کشمیر میں یہ عام مشہور ہے کہ حسن پورہ کی زمین حسین پورہ سے آملی اور حسین پورہ کی حسن پورہ کے ساتھ۔ اسی طرح پرگنہ کامراج ضلع ماورہ میں ایک پہاڑ کوہ کے گرنے سے چھ سو آدمی ہلاک ہو گئے۔

دولت چک کو غازی چک سے عموماً چھیڑ چھاڑ رہتی تھی چنانچہ کئی دفعہ آپس میں تلواریں بھی کھچ گئی تھیں لیکن ہمیشہ صلح پر فیصلہ ہوتا رہا۔ اب دولت چک یہ مکر و فریب غازی چک کی سوتیلی ماں جو اس کے چچا کاجی چک کی بیوی دوسری ہوئی تھی اپنے بھتیجا کاج میں لے آیا جس سے غازی چک اور علی چک دونوں کے سینہ میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور وہ اسکی تخریب و تہذیب کے درپے ہو گئے ایک روز جب دولت چک اپنی ماں کی سیر و سیاحت میں مصروف تھا تو غازی چک وغیرہ نے اتفاق کر کے اس کے تمام میناروں کو گرفتار کر لیا اور محلہ حسن آباد میں قتل فرد الا اس کے بعد دولت چک کی گرفتاری کے لئے طرفین سے کنارہ پر متعدد بار لڑائی ہوئی لیکن اس کو خبر ہو گئی اور وہ کوہستان پہاگ کی

طرف بھاگ گیا۔ اور راستہ میں کسی قوی ہیکل چوہان نے اسے گرفتار کر کے غازی چک کے پاس پہنچا دیا جس نے اسکی آنکھوں میں سیل پھروا کر قید کر دیا۔

دولت چک بڑا شہزور اور جرار سپاہی تھا اس کے بازو اس قدر لمبے تھے کہ جب کھڑا ہوتا تھا تو اسکے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچتے تھے۔ میدان سندی مرگ میں ایک دن اس نے ایک میل پر تیر کا نشانہ مارا۔ جب اس کا محل تعمیر ہو رہا تھا تو ایک شہتیر جو بیس گز لمبا اور دو گز موٹا تھا بام پر چڑھاتے ہوئے رسی ٹوٹ جانے سے نیچے گرنے لگا دولت چک نیچے کھڑا تھا وہاں ہاتھ زمین پر ٹیک کر بائیں ہاتھ سے اس نے شہتیر کو روکا اور جب تک کہ پھر رسی ڈال کر اسے اوپر نہ کھینچا گیا۔ اسی طرح تھامے رہا۔ کہتے ہیں کہ اسکا ہاتھ کلائی تک زمین میں دھنس گیا تھا۔ اسی طرح ایک دن دلی میں سکندر شاہ افغان کے سامنے ہاتھی کی دم پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور باوجود ہاتھی کے اپنی جگہ سے ذرا حرکت نہ کر سکا لیکن کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے جب دولت چک کے ہی زوال کے دن آئے تو سارا ہی طاقت اور سارا غرور کسی کام نہ آیا اور ایک معمولی گڈریئے کے ہاتھ سے اسیر ہو کر ذلیل و خوار ہوا۔ اور سخوت پسندوں کے لئے عبرت ناک مثال چھوڑ گیا ؎

کیخ بقا نیست در بن خاکدان — منزو قانیست در بن استخوان
ہر چہ در بن مائدہ حرص ہیست — کاسۂ گدا و دوست تہیست
ہر کہ از خورد و دانق بر خست — ہر کہ ار گفت ز بانش بر بست

دولت چک کی وزارت کے ساتھ ہی اسمعیل شاہ ثانی کی حکومت بھی جاتی رہی اور نازی چک نے اسے بیدخل کر کے اپنے ہمشیرہ زادے حبیب شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اسمعیل شاہ کی حکومت تین قمری سال رہی۔

## سلطان حبیب شاہ خاتم السلاطین کشمیر

ایام حکومت ۱ ماہ ۱۹ روز سنہ ۹۶۳ھ بمطابق سنہ ۱۵۵۵ء مطابق سنہ ۹۶۲ھ ہجری

سنہ ۱۵۵۲ء میں اسمٰعیل شاہ اول کے بیٹے حبیب شاہ نے مسند شاہی پر قدم رکھا۔ اور غازی چک مدار المہام اور مالک و مختار بنا۔ حبیب شاہ اور فتح شاہ کے مقابلہ میں امرائے کشمیر خصوصاً پکھان تریہ گام نے بڑا مدد دیا تھا ان لوگوں کے باہمی بغض و عناد نے سلاطین کشمیر کی حکومت کو بالکل ہی بوسیدہ کر دیا تھا۔ سلطان فتح شاہ کی کم ہمتی نے ملک کشمیر کے حصہ کر کے امرائے کشمیر میں تقسیم کر دیئے جس سے سلاطین کی رہی سہی حکومت بھی جاتی رہی۔ اب یہ حالت ہو گئی تھی کہ امرا کی جمعیت شیر قالین سے زیادہ نہ تھی۔ حبیب شاہ کو تاج پہنے ابھی پورا ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ غازی چک کے دل میں خود بادشاہ بننے کی ہوس سمائی۔ چونکہ چاروں طرف غازی چک کا زور تھا۔ بادشاہ بالکل بے دست و پا تھا۔ اس لئے سلطان حبیب شاہ پر نااہلی کے الزام لگائے گئے۔ علی خان چک نے جو غازی چک کا بھائی تھا یہاں تک جرأت کی کہ ایک دن بادشاہ کے سر سے سر دربار تاج شاہی اتار کر اپنے بھائی غازی چک کے سر پر رکھ دیا۔ چاروں طرف سے مبارک سلامت کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ شاہ بابا نے بجنے لگے۔ سلطان حبیب شاہ جو سلاطین کشمیر کے تخت پر عبرت و پر عبرت تماشے کا آخری دردناک ڈراپ سین تھا تقدیر کی نیرنگیاں دیکھ کر انگشت بدنداں تھا۔ ادھر تاج سر سے اتارا گیا۔ ادھر تخت سے اتار کر نظر بند کر دیا گیا۔ اس بدقسمت بادشاہ کے نام بادشاہ کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کے لئے پہلے سے مشورے کر لئے گئے تھے کسی کو چکوں کے خلاف لب ہلانے کی طاقت نہ تھی۔ جو ان کے مرضی کے خلاف کرتا وہ جیل کے منہ میں جاتا۔ خود سلطان دم نہیں مار سکتا تھا اور اسی کو غنیمت سمجھتا تھا کہ میں بادشاہ تو ہوں گو برائے نام ہی ہوں لیکن افسوس ناحق شناسوں نے یہ نام کی سلطنت بھی چھین لی۔ یہ بادشاہ غازی چک کا بھانجہ بھی تھا۔ ماموں نے بھانجہ کو تخت سے اتروا کر خود حکومت شروع کی۔ اس سلطان کی یادگار جدکدل ہے جو سری نگر کے پلوں میں سے ایک مشہور پل ہے۔

# سلاطین کشمیر اور شاہان ہند

سلاطین کشمیر ایک ہی خاندان اور ایک ہی نسل سے تھے۔ اور یہ ہر چند کہ سلطان زین العابدین کے بعد خانہ جنگیوں اور خود غرضیوں کا نذر ہو گیا تھا پھر بھی یہ خاندان شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک برابر حکومت کرتا رہا۔ یہاں ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ جب کشمیر میں ہندو حکومت زوال میں آگئی۔ اور وہاں مسلمانوں کے پرچم لہرانے لگے۔ اس وقت ہندوستان میں کیا ہو رہا تھا۔ اور اس ایک خاندان کے مقابلہ میں ہندوستان میں کس قدر خاندان تھے جو دہلی کے تخت اور تخت کی نذر ہوتے رہے کشمیر میں مسلمانوں کی مستقل حکومت ۱۳۱۳ء سے شروع ہوتی ہے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلطان علاؤ الدین خلجی کے بھتیجے اور داماد سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے بعد تخت ہندوستان پر جابر و قاہر ہو کر حکومت کر رہا تھا۔ ۱۳۱۸ء کے اور ربیع الاول میں سلطان قطب الدین خلجی کے قتل سے اس خاندان میں سے ناصر الدین محمود شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ کی حکومت کے دوران میں ۱۲ محرم ۸۰۱ھ ہجری میں صاحب قران امیر تیمور دریائے ستلج کو عبور کر کے ہندوستان میں داخل ہوا اور اپنے مشہور قتل عام سے ملک کو تہ و بالا کر گیا۔ لڑائیوں میں جو لوگ ہلاک ہوتے رہے ان کے علاوہ امیر تیمور کے حکم سے فواح دہلی میں صرف ایک دن میں ایک لاکھ آدمی قتل کیا گیا تھا۔ ناصر الدین محمود پر تغلقوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۸۱۷ھ کو سید خضر خاں بن ملک سلیمان تخت دہلی کا وارث بنے۔ سلطان ملک مردان دولت کا ایک نذر گزار رہتا جو کہا کرتا تھا کہ ہمارے وقت کا بہتر دعا یاد کرتا ہوں لیکن بیٹا خدمتگار سے بادشاہ ہو گیا۔

۸۳۳ھ میں سلطان علاؤ الدین کے نام پر اس خاندان کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اب لودھیوں کا خاندان آتا ہے جس کے بانی بہلول لودھی سلطان بہلول لودھی ۸۵۵ھ میں افغانستان کے پہاڑوں سے نکل کر بسالت غربت و مسافرت

ملتان میں قیام کیا تھا۔ یہ خاندان ۹۳۲ھ ہجری (سلطان ابراہیم لودھی) کے زمانہ تک ہندوستان میں شان و شوکت سے حکومت کرتا رہا۔ اب ولایت ہند میں امیر تیمور کی نسل سے ایک بہادر ترک ظہیر الدین محمد بابر کابل سے آتا ہے۔ اور سلطان ابراہیم لودھی کو میدان جنگ میں قتل کر کے خاندان حکومت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے لیکن ابھی پندرہ سال ہی نہیں گذرتے کہ بابر بادشاہ کے بیٹے ہمایوں کو ایک سپاہی بچہ شیر خان ۱۰ محرم ۹۴۷ھ ہجری مطابق ۱۵۴۰ء کو دریائے گنگا کے گھاٹ پر شکست فاش دے کر اور شیر شاہ اپنا نام رکھ کر گاہے گاہے چنیں کے نظارے دکھاتا ہے۔ سولہ سال بھی نہ گذرے تھے کہ اس خاندان کو بھی زوال آگیا اور سلطان سکندر بادشاہ کشمیر کے زمانہ (۹۷۲ھ ہجری) میں ہمایوں بادشاہ ایران سے امداد لے کر پھر ہندوستان پر قابض ہو گیا۔

۷۲۵ھ ہجری سے ۹۶۲ھ ہجری تک ہندوستان میں کئی خاندان تخت پر بیٹھے لیکن کشمیر میں صرف ایک ہی خاندان اس عرصہ میں حکمران رہا۔ اور وہ بھی کبھی زوال پذیر نہ ہوتا اگر خود غرض اور فتنہ پرداز لوگ جو ملازمتگاری کے عمولی کاموں پر ممتاز تھے اور اپنی عجیب حکمت عملیوں سے جن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنی لڑکیاں انہوں نے سلاطین کشمیر کو نذر کر کے تقرب حاصل کر لیا بادشاہی معاملات میں دخل انداز نہ ہوتے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ سوائے اس ذات پاک کے جس کے قبضہ قدرت میں بادشاہوں کو فقیر اور فقیروں کو بادشاہ بنانا ہے کوئی نہ رہا ہے نہ کوئی رہے گا

---

# اورنگ سوم

## دور حکومت چکاں

از ابتدائے ۱۵۵۴ء تا نہایت ۱۵۸۶ء مطابق سنہ ۹۶۱ ہجری تا نہایت سنہ ۹۹۴ ہجری صرف ۳۲ سال

چنین است رسم سرائے سپنج — یکے میسرد دیگرآید بگنج

پیر زال دہر کیا کیا تماشے دکھاتی ہے۔ اس شعبدہ باز کے عروج و زوال کے کرشمے کس نے مشاہدہ نہیں کئے۔ آئے دن نئے نئے طلسم دکھا کر دنیا میں کیا کیا انقلابات پیدا کرتی ہے کل کس مساعدت سے غریب الوطن شاہ میر کو سوات کوہستان سے آوارہ وطن کر کے کشمیر میں تخت نشین کیا تھا آج کس سعادت سے اسکی صدیوں کی بنی بنائی حکومت کو ایک پل میں اُلٹ پلٹ کر دوسروں کے ہاتھ میں دے دیا کل تک طائفہ چکاں غلامی کا دم بھرتے تھے اب سروری بلکہ بادشاہی سے اُن کے سر باندھ دیا جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا چکوں کا جد امجد لنگر چک بھی رنچن اور شاہ میر کی طرح اپنے وطن مالوف دار دستان سے آوارہ دشت ہو کر راجہ سہدیو کے عہد میں کشمیر آیا تھا سلطان زین العابدین کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین کشمیر کی ملازمت اور خدمتگاری کے رتبہ سے بھی محروم تھے سلطان حسین میں باندیچک کا عمارات زینہ گیر کو دو مرتبہ آگ لگا کر مقتول ہونا اور کچھ عرصہ بعد اُس کے بیٹے حسین چک کا دربار شاہی میں داخل ہو جانا اس قوم کی ترقی کی پہلی سیڑھی تھی اس کے بعد سلطان حسن شاہ کے زمانہ تک یہ لوگ سلاطین کی خدمات سرگرمی سے ادا کرتے رہے لیکن اس کی وفات کے بعد جادہ اطاعت سے قدم باہر رکھنا شروع کر دیا۔ اور اس کے جانشین محمد شاہ اور فتح شاہ کے درمیان نفاق کا بیج بو کر دونوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا۔ ان دونوں بھائیوں کی باہمی جنگ و جدل نے سادات بیہقی کا زور بھی کم کر دیا۔ اسی اثنا میں میر شمس الدین عراقی کی بیعت اختیار کر کے انہوں نے اپنی خود غرضیوں کو مذہبی جوش و خروش کا رنگ دے دیا جسمیں اپنے طائفہ کے علاوہ اور بھی کئی فرقوں کو شامل کر لیا۔ اس بہانے سے انہوں نے سادات کا رہا سہا زور بھی توڑ دیا اور پھر سلطان فتح شاہ کی معلومات میں انہوں نے وہ رتبہ حاصل کیا کہ وزارت بھی انہیں کے ہاتھ آگئی۔ اسی اثناء میں رضاعت اور کوکہ کی خدمات اپنے ذمہ لے کر محلات شاہی میں بھی دخل پا گئے کاجی چک نے اپنی بہن سلطان محمد شاہ کے حرم سرا میں داخل کر دی اس کے بعد ان کا عروج بڑھتا گیا۔ آخر سلطان فتح شاہ سے اکثر کشمیر کے حصے کر کے اُسرائے کشمیر بھی

میں تقسیم کر دیئے اور خود اُن کا وظیفہ خوار بن کر بیٹھ گیا۔ علاقات سلطانی میں اُن کی پہنچ گھس گئیں اور دربار شاہی میں چک ہی چک نظر آنے لگے۔ میرزا حیدر کاشغری کی بیان اور تقسیط کے دنوں میں انکا زور و شور کسی قدر کم ہو گیا تھا لیکن اس کی تباہی کے بعد عبدی رینہ کو ذلیل و خوار کر کے یہ پھر مالک و مختار بن گئے۔ تاہم مصلحت وقت کے لحاظ سے اسمٰعیل شاہ ثانی اور حبیب شاہ کو انہوں نے تاج تو پہنا دیا۔ لیکن حکمرانی آپ ہی کرتے رہے آخر کار ۱۵۵۳ء میں علی چک نے برسر اجلاس حبیب شاہ کو معزول کر کے تاج شاہی اپنے بہنوئی غازی چک کو پہنا دیا اور اسی وقت سے اس خاندان کی خود مختار سلطنت کی ابتدا شروع ہو گئی۔

اس فرقہ کی جوانمردی اور شجاعت واقعی قابل قدر ہے اور اگر منافقت، حسد، خود فروشی، سلطنت پرستی اور مذہبی تعصب کا مادہ ان میں نہ ہوتا یا کسی قدر کم ہوتا۔ تو ان کا نام سونے کے حروف سے لکھنے کے قابل تھا۔ لیکن مال و جاہ و حشم ایسی زاہد فریب اور ایمان شکن چیزیں ہیں کہ عموماً انسان کو گمراہ کئے بغیر نہیں رہتیں۔ اور فرقہ چک کی تو غرض ہی جاہ و حشم تھی۔

چکوں کا دور حکومت ابتدا سے انتہا تک فتنہ و فساد اور بغض و عناد سے معمور رہا جیسا کہ انہوں نے فتنہ سازی اور مفسدہ پردازی سے سلاطین کی سلطنت کو تہ و بالا کر دیا۔ اسی طرح اپنے اور ملک میں بھی خانہ جنگیوں اور فتنہ انگیزیوں سے باز نہ رہے یہاں تک کہ باہمی عناد اور جاہ پسندی کے ولولوں میں انہوں نے حکومت ملک بھی ضائع کر دی۔ ان کی حکومت ۱۷ سال رہنے کا زمانہ زیادہ تر یوسف شاہ چک سے جس نے لہو و لعب میں پڑ کر ملک کی کایا ہی پلٹ دی کیونکہ اس کے زمانہ تک ان کی حکومت میں جو خانہ جنگیاں ہوتی رہیں ملک کشمیر کی حدود کے اندر ہی اندر رہیں لیکن یوسف شاہ کی جلاوطنی اور سید مبارک شاہ کی تاج پوشی نے ان جھگڑوں کا رنگ بدل دیا۔ یوسف شاہ نے دربار اکبری میں یہاں کی خانہ جنگیوں کا اظہار کر کے اکبر بادشاہ دہلی کو یہی اس ملک کی تسخیر پر مائل کر دیا۔ اور اگرچہ یعقوب شاہ کی تسخیر زنی نے فتنوں کے دانت ہی کھٹے کر دیئے اور اکبری حکام کشمیر کچھ عرصہ کے لئے بے دست و پا ہو گئے۔ لیکن یعقوب شاہ کی بے اعتدالیوں

اور تعصب نہیں سے رعایا کو تنگ کر کے یوسف شاہ کا سکہا یا ہوا سبق یاد دلا دیا
اور اکابران ملک اس کے جور و ستم سے متوحش ہو کر بہرام قلی دربار میں پہنچے۔ اکبر
پہلے ہی کشمیر کے لینے پر اُدھار کھائے بیٹھا تھا سنہ ۱۵۸۶ء میں اس کا سپہ سالار میرزا
قاسم میر بخشی کر کے کشمیر میں آ داخل ہوا۔ سید ابو المعالی اور یعقوب شاہ سے
بہت ہاتھ پیر مارے لیکن اندرونی خانہ جنگیوں نے ان کی طاقت کو نہایت کمزور کر رکھا
تھا کچھ پیش نہ چل سکی۔ پھر سنہ بہ شجاعت و جلادت میں انہوں نے کوئی فرق نہ آنے دیا
اور اگر خدا کو ظالم بادشاہوں کی بیخ کنی منظور نہ ہوتی تو شاید یہ انقلاب عظیم تاریخ کشمیر
میں پیدا ہی نہ ہوتا۔ اس خاندان نے صرف ۲۲ سال اور ۱۰ ماہ ہی سلطنت کی ہے

اے سکندر نہ رہی تیری بھی عالمگیری　　کتنے دن آپ حیا کس لئے دارا مارا

# شجرۂ نسب طائفہ چکاں

لنگر چک
پانڈو چک
حسین چک

چک　　کاجی چک

غازی چک　حسین شاہ چک　نسکر چک　مسو چک　غازی چک　حسین چک　مجی چک

یوسف خاں　یوسف شاہ چک
حیدر چک

حیدر چک　احمد خاں چک　لدیہ خاں　یعقوب خاں　اسماعیل خاں

حسین خاں

# غازی چک

ایام حکومت ۹ سال ۱۰ ماہ ۲۱ روز سنہ ۹۵۴ھ لغایت سنہ ۹۶۴ھ مطابق
سنہ ۱۵۴۷ء لغایت سنہ ۱۵۵۶ء ہجری

یہ شخص منصف مزاج، عادل، منتظم اور شجاع تھا۔ سنہ ۱۵۵۲ء کو عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے از سر نو نظم و نسق کا سکہ جمانا شروع کیا۔ باقی تمام اقوام کے اکابروں کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا۔ چک ہی چک باقی رہ گئے تھے۔ سید ان حاضت تھا کچھ دنوں تک غازی چک کو اپنے خاندان کا تسلط بٹھانے کے لئے کافی مہلت مل گئی اندرونی معاملات سے فراغت حاصل کر کے مضافات کشمیر کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ میرزا حیدر کی تباہی کے دنوں میں جو علاقے سلطنت کشمیر سے باغی ہو گئے اس نے دوبارہ مطیع و منقاد کر لئے اور ان کے انتظام کے لئے کشمیر سے حاکم اور عامل بھیجے۔ تبت، اسکردو، گلگت، پکلی، دانگلی، کشتوار اور بھمبر قبضہ اقتدار میں لا کر اس نے گکھڑوں کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ تھوڑی سی بد عہدی کے بعد کمال خاں گکھڑ نے غازی چک سے صلح کر لی جس کے رو سے اس کی لڑکی غازی چک کے عقد میں آئی۔

طبیعت میں کسی قدر تعصب بھی تھا۔ چنانچہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو جبراً شیعہ بنانے لگا۔ جس سے اکثر ارکین دولت رنجیدہ خاطر ہو گئے اور غازی چک اور حسین چک کے قتل پر کمر ہمت باندھ کر آمادہ فتنہ و فساد ہوئے۔ غازی چک کو بروقت اطلاع

---

۱؎ یہ حاشیہ ۱۲۰ کے نصف آخر کا ہے۔ ہمایوں کا منشا تو نظر تھا نہایت بلند و صاف لیکن بد دماغ اور بد نیت بیرم خاں جیسے عالی رتبہ امیر کی شان میں قصیدے کہتے تھے۔ رعایا اور بالخصوص امرائے دربار اس کے عہد میں بیجا سے نہایت متنفر اور خائف رہتے تھے۔ ہمایوں کے انتقال کے بعد ہی بیرم خاں وغیرہ نے مشکیں باندھ لیں اور جا بجا کر ٹھکانے لگا دیں۔ لیکن اکبر نے تخت پر بیٹھتے ہی خوان سے ہاتھ نہ کھینچنا نامناسب سمجھے۔ آخر قید کیا گیا۔ لیکن یہ کھینچنے والی اسامی نہ تھے۔ نکل بھاگے اور کمال خاں گکھڑ کی ہمراہی میں کشمیر پر حملہ آور ہو گئے۔ مؤلف

دبل گئی اور اس نے رنگی چک کے بیٹوں نصرت چک اور یوسف چک اور سکندر خاں کو
حفاظت میں مدعو کیا۔ رات انہیں اپنے ہاں مہمان رکھا۔ اور تکلیف کے وقت میں مخالفوں
کی مخالفت اور مخاصمت کا مکروہ نقشہ کھینچ کر کے صلح و صفائی کا مسئلہ درمیان میں
لایا۔ غازی چک انہیں منصوبوں میں مستغرق تھا کہ دوسرے دن نصرت چک کے
بھائیوں نے علم بغاوت استادہ کر دیا اور شہر کے پل توڑ کر حیدر و مقابلہ پر طیار
ہو گئے۔ آخر غازی چک بھی لشکر لے کر کشتیوں کے ذریعہ دریا کے پار ہوا۔ اور
خونریز لڑائی شروع ہو گئی۔ نصرت چک کے بھائی اور ان کے بہت سے ہمراہی
مارے گئے۔ اور باقی تنگ آکر بھاگ گئے۔ یوسف چک اور نصرت چک کو گرفتار کر کے
بارہ جوان کر دیا۔ تھوڑے روز بعد سکندر چک، بہرام چک اور فتح چک وغیرہ نے
جمعیت بہم پہنچا کر سوپور میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ لیکن اب کے بھی ہمارے
لشکر سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ بہرام چک کہو بامہ میں گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔ مجبوس
یوسف چک کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئیں۔ اور اسکا بھائی طاہر چک حوالہ
تیغ بیدریغ کیا گیا۔ جس سے تمام فساد منتشر ہو گئے۔

اس واقعہ کے بعد عیدی رینہ کا لڑکا شمس رینہ باتفاق چند امرائے کشمیر ہمایوں
بادشاہ دہلی کے پاس امداد طلبی کے لئے گیا۔ ابھی کچھ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ کہ
ہمایوں بادشاہ کا ناگہانی طور پر ۱۵۶۰ء میں انتقال ہو گیا۔ شمس رینہ اور اس کے
ہمراہی نہایت بددل ہو گئے۔ آخر انہوں نے ابوالمعالی کیطرف رجوع کیا۔ جو لاہور سے
بھاگ کر گکھڑوں کی قید میں پہنچا ہوا تھا۔ جب اس سے شمس رینہ کے نامہ و پیام ہوئے
تو اس کے دل میں بھی تخت کشمیر کی امیدیں دوڑنے لگیں۔ کمال خاں گکھڑ کو اس نے
اپنے ساتھ ملایا اور شیخ کشمیر کی آرزوؤں میں قید سے اس طرح بھاگا کہ پاؤں میں
بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور اپنے نوکر دولت کے کندھوں پر سوار تھا۔ ابوالمعالی کو
اس وقت مرزا حیدر کا زمانہ یاد آرہا تھا۔ کہ شاید خدا مجھے بھی میرزا حیدر کیطرح
ہندوستان کے بہشت کی کچھ سیر کرا دے۔ انہیں ابھی اور آرزوؤں کو

---

عہ اسکا تذکرہ شروع ۱۱ پر کیا ہے۔ سلطان حیدر نے تاریخ کا نام تاریخ حیدری رکھا ہے۔ مؤلف تاریخ الفت
تذکار اللہ دہلی مرحوم مؤلف

گئے ہوئے وہ راجوری تک جا پہنچا شمس رینہ اور اسکی جماعت اس کے ساتھ تھی
تھی یہاں اور لوگ لوہر ماگرے دولت چک اور دیگر نامی گرامی آدمی بھی اس کے
ساتھ آملے۔

یہ دیکھ کر غازی چک سخت گھبرایا زمانہ کی بے وفائی دیکھ کر دل ہو گیا لیکن
استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیا سید محمد ابراہیم خاں کو بدلا سا دیکھ کر
کے اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ بلکہ اپنی لڑکی اس کے بھتیجے سے بیاہ دی کے غازی
رشتہ اتحاد کو اور بھی مستحکم و مضبوط بنا لیا۔ اور اسکی معاونت اور رفاقت سے
اپنی فوج و سپاہ اور خدم و حشم لے کر حسب الحکم بغاوت کے مٹانے کو نکلا اور نہر تاجی
پر ڈیرا کر مقیم ہو گیا۔ دوسرے دن صبح عبور کر کے فریق مخالف کی سب فوج پر حملہ آور ہوا۔
مغلوں کی فوج نے خوب داد شجاعت دی۔ قریب تھا کہ کشمیری فوج میں پامال ہو جائے
لیکن تائید غیبی نے اچانک مغلوں میں اضطراب پیدا کر دیا۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے
شمس رینہ یہ حوصلہ دیکھ کر ہزیمت خوردہ مغلوں کو جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔
لیکن غازی چک نے ایک تیز جوش حملہ کر کے اس کو ایک ہزار سات سو مغلوں سمیت
گرفتار کر لیا۔ ابوالمعالی بیس ماندہ مفروروں کو لے کر کوہستان کی طرف بھاگ گیا۔ جہاں
سے سیدھا ہندوستان کو لوٹ گیا۔ اس لڑائی میں فریقین کے چار ہزار آدمی کام
آئے۔ غازی چک تمام اسیروں کو قتل کرنے کے بعد شمس رینہ کو بھی ہمراہ لشکر واپس بھیج کر
مظفر و منصور دار الامارت سری نگر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔

دوسرے سال شمس رینہ کے بھائی محمد رینہ نے انتقام جوئی پر کمر باندھی اور
ایک بھاری جماعت اکٹھی کر کے بھرا ہی حبیب چک لوائے سرکشی اٹھا کر موجب
فتنہ و فساد ہوا۔ اس نے بہاتک زور پکڑا کہ غازی چک کی فوج میں گھبراہٹ کے
آثار پیدا ہو گئے۔ اسی اثناء میں غازی چک نے ایک میل سخت میدان میں ہانکا۔ جو
سیدھا محمد رینہ کے سر پر جا پہنچا۔ اس نے بڑے بہادر نے شیر کی مانند اس کا مقابلہ کیا۔
اور مردانہ وار تلوار کے کار کرنے لگا۔ لیکن آخر کار مغلوب و منکوب ہو گیا۔ عین
موقعہ پر حبیب چک ہاتھی سے مقابلہ پر آیا۔ یہ بھی مغلوب ہو کر ہاتھی اس کے بھتیجے دوڑا
حبیب چک نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اتفاقاً گھوڑے کا پاؤں کسی گڑھے میں جا پڑا

سے کہ اندر تھا پھنس گیا جس سے حبیب چک کے ہاتھ سے ہتھیار ہی گر گئے۔ ہاتھی بھی غصہ سے جھلا کر اس کے پیچھے دوڑا لیکن حبیب چک نے اس کے سونڈ کو دانتوں میں لے کر اس زور سے کاٹا کہ ہاتھی چیختا چلاتا ہوا الٹا بھاگا۔ چونکہ ملک الموت اس کے سر پر کھڑا ہوا تھا ہاتھی دوبارہ حملہ آور ہوا۔ اور اب کے حبیب چک کو پکڑ کر اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی محمد رینہ کی فوج میدان خالی کر گئی۔ غازی چک فتح و ظفر کا تاج سر پر رکھے ہوئے واپس آ گیا۔ اور اس نے فتح کی خوشی میں اپنے سپاہیوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ محمد رینہ کو قید رینہ کے رشتہ دار ہونے کے جرم میں قتل کر دیا جو موضع نجیدہ میں مدفون ہوا۔ اسی طرح سید کمال کو جو پرگنہ لار میں سادات عرب سے آیا تھا اس نے زہر دے کر مار ڈالا اور حضرت سلطان العارفین کو پرگنہ ہیرو سے نکال دیا اور اکثر سادات دیگر اہل سنت کو سخت زحمت پہنچائی۔

۱۵۵۹ء میں حاجی یاندے سنبھل ملک اور یوسف چک جو ہندوستان میں آوارہ و سرگرداں پھر رہے تھے دلشاد بیگ اور قراہبا در کو تسخیر کشمیر کے لئے ہمراہ لائے اور کوہستان راجوری میں ہنگامہ شور و فساد برپا کرنے لگے۔ غازی چک اور سید ابراہیم خان ہیرو پور کے راستہ ان کی مدافعت کے لئے روانہ ہوئے۔ بمقام بہرام گلہ غنیم سے مٹھ بھیڑ ہوئی۔ اسی اثنا میں فتح ملک اور موہر چک جو کوہستان پونچھ میں پریشان حال تھے اور نصرت چک جو قید سے بھاگ کر لاہور کی طرف چلا گیا تھا غازی چک سے آملے دوسرے دن خونریز لڑائی شروع ہوئی مغربیین کے ہزاروں آدمی مارے گئے۔ آخر مغلوں کا لشکر مغلوب ہو کر ہندوستان کو بھاگ گیا۔

---

حاشیہ صفحہ ۱۲۱ سے اس زمانہ میں راجوری میں راجہ بہادر خاں حکومت کرتا تھا جس کا انتقال ۹۷۰ھ میں ہوا۔ فوق سے بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ جب غازی چک ہیرو پور پہنچا اور نصرت چک وغیرہ نامہ و پیغام سے عہد و پیمان کر کے اس سے آملے تو اس نے پانچ چھ ہزار افغان قوم ڈوم جو شہر و دیہات کی پاسبانی اور مال مویشی چرانے پر مقرر ہوا کرتے تھے جمع کر کے انہیں مغلوں کی سرکوبی پر آمادہ کیا اس نے ان سے وعدہ کیا کہ مغلوں کے ایک سر کے عوض دو ایک روپیہ اشرفی انعام دیگا یہ سب ڈوم مغلوں کے لشکر میں گھس گئے اور بکر و فریب اور حکمت عملی اور مکر و مقاتلہ سے جس طرح

غازی چک عموماً رعایا اور مستحقین سے ہمیشہ نیک سلوک کرتا اور ان سے عدل و انصاف اور عفو و احسان سے پیش آتا تھا۔ عادل ایسا تھا کہ گناہ اور قصور اگر بیٹے سے بھی سرزد ہوتا تو معاف نہ کرتا حیدر ملک چادورہ اس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی بہت ستائش کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ حیدر کے دل نے حیدر چک کے ایک ملازم سے کسی سے زبردستی چند عناب چھین کر اس کے بیٹے حیدر چک کو دیئے۔ اس نے ایک دانہ بھی اپنے منہ میں نہ ڈالا تھا کہ مالک عناب غازی چک کے پاس فریاد رسی کے لئے جا پہنچا۔ اس نے عناب واپس دلوا کر خائن کے ہاتھ کٹوا دیئے جس پر حیدر چک سخت برافروختہ خاطر ہوا اور باپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اس کے حامیوں ملک محمد نے اسے ایسی حرکت سے منع کیا تو حیدر چک نے غصہ میں آکر اسے قتل کرا دیا۔ جب غازی چک کو اطلاع ہوئی تو سخت غضبناک ہوا اور بیٹے کو ایسی سرکشی کی پاداش میں عیدگاہ کے راستے میں دار پر چڑھا دیا۔ ایک مچھلی کی چوری پر دو سو اشرفیاں جرمانہ کرنا اگر کوئی شخص کسی کے باغ سے کوئی میوہ چرا لاتا یا بغیر اجازت مالک توڑ لیتا تو اس کے ہاتھ کٹوا ڈالتا۔ اور ایک شخص کے قصور پر تمام اہل محلہ کو سزا دیا کرتا تھا۔ سیاست جلادت سخاوت رحمدلی۔ بیباکی خونریزی قتل قطع اعضاء اور چشم کندن وغیرہ میں بھی اپنے دوسرے اوصاف کی طرح بے نظیر تھا۔ آخر الامر بعلت جذام بیمار ہو گیا تو بحساب قمری نو سال ۲ ماہ کی حکومت کے بعد ۱۵۶۳ء میں کاروبار سلطنت اپنے بھائی حسین چک کو تفویض کر کے حکومت سے کنارہ کش ہو گیا۔ لیکن جلدی ہی خود غرض مصاحبوں اور مقربوں کی تلقین سے اس کارروائی سے نادم ہو کر حسین چک کے عزل کی تدابیر سوچنے لگا۔ حسین چک نے جملہ رؤسا اور امرا کو اپنے ساتھ متفق کر کے اسکی مخالفت کی اور غازی چک کو خانہ نشینی پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور کر کے حکومت ہاتھ سے نہ دی۔

اگرچہ غازی چک بڑے درجہ کا متعصب آدمی تھا جس کے باعث عموماً کروار ناشائستہ کا مرتکب ہوتا مگر اس میں شک نہیں کہ اس نے سلطنت کشمیر کی ڈوبتی ہوئی

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۲ ہو سکا ہزاروں کے سر کاٹ کر غازی چک کے پاس لے آئے جس سے مغل عاجز آکر بھاگ گئے۔ عجیب کہانی ہے جنگی سپاہیوں کی نسبت بھیڑ بکری چرانے والے وحشی

ناؤ کو بھنور سے نکالا اور اس کے ماہر ملاحوں نے ان تمام بدنیتوں اور بدانتظامیوں کا پورا پورا انسداد کر دیا جو آخری دور سلاطین میں سلطنت کی تباہی کا باعث ہو چکی تھیں۔

# حسین شاہ چک

ایام حکومت ۱ سال ۹ ماہ ۱۳ روز سنہ ولایت ۱۵۷۳ء مطابق سنہ ۹۷۸ھ لعایت سنہ ۹۸۱ھ ہجری

سنہ ۱۵۷۳ء میں حسین شاہ چک فارسی چک کے جمعیتوں سے فراغت حاصل کر کے مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ تاریخ جلوس حسن و جاوید میں پائی جاتی ہے۔ اس نے ملک محمد ناجی کو اپنا وزیر اور مدار المہام بنایا جسکی بے اعتدالیوں سے اوائل حکومت میں رعایا کو اس سے بدگمان کر دیا اور بعض معمد اور فتنہ پرداز لوگ دیرینہ عادتوں کے موافق بادشاہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے۔ حسین شاہ ان کے شور باطنی سے آگاہ ہو گیا اور وہ فوراً ان کے ادراک اور انسداد کے درپے ہوا۔ چنانچہ چند ہی دنوں میں اس نے تمام مستعد ملا کو پورے طور پر تلاش و تلمع کر دیا۔ غازی چک کے بیٹے احمد خاں چک اور ابدال اگرے کے لڑکے محمد اگرے کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے ان کی آنکھیں نکال دیں۔ انہیں دنوں میں خواجہ فتح المعروف بہ خان زماں اور بہادر خاں جو دونوں میرزمان کے مقربوں میں سے تھے منافقوں کے کہنے سننے سے مدار المہام کے خلاف ہو گئے۔ اور فتح چک اور شمسی ڈولی سے عہد و پیمان کر کے محمد ناجی کے مارنے پر کمربستہ ہو گئے۔ ایک دن جب کہ بادشاہ بتقریب شکار رونق افزا گیا ہوا تھا یہ لوگ موقعہ پر محمد ناجی پر حملہ آور ہو گئے۔ لیکن ملک موصوف حسین شاہ کے محلات میں روپوش ہو گیا۔ فتح چک اور بہادر خاں دروازے توڑ کر اندر گھس گئے اور ملک کے آدمیوں میں اور ان میں تلوار چلنے لگی۔ لیکن وہ بیچارہ شاہی میں متواری ہو گیا اور مایوس ہو کر زنانگاہ سے نکل آئے۔ شاہی دربان اور سپاہی ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۳ سے زیادہ ہوشیار ہو گئے۔ ۱۲

نتیجے دوڑے اور خان زمان شمس ڈوبی اور بہادر خان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور میں لے آئے جس نے تینوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور خان زمان کو معزول کر کے اسکا عہدہ مبارز خاں کو بخش دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد یہ کور نمک بھی بادشاہ کے قتل پر آمادہ ہو گیا لیکن خوش قسمتی سے حسین شاہ کی نیک نیتی نے اس کو مبارز خاں کی تیرہ باطنی سے وقت پر مطلع کر دیا اور اس نے اس احسان فراموش اور اس کے ہمراہی لوہر چک دونوں کے ہاتھ مقطوع کر دیئے۔ ساتھ ہی نصرت چک جس کو حسین شاہ نے قید کر رکھا تھا انھیں نکلوا کر آزادی پا گیا۔ آخر کار بادشاہ محمد ناجی سے بھی بدگمان ہو گیا اور اس نے اسے منصب وزارت سے برخواست کر کے اس کی جگہ علی کوکہ کو جو مذہب اسلام کے حنفیہ فرقے کا معتقد تھا وزیر مقرر کر لیا۔ ۱۵۶۷ء میں سنگر چک اپنے بھائی حسین شاہ سے منحرف ہو کر کوہستان پونچھ کی طرف بھاگ گیا۔ اور ادھر ہی اپنا تسلط جما کر خود مختار بادشاہی کرنے لگا۔ وہاں کی رعایا سنگر خاں چک کے جور و ستم اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر حسین شاہ کی خدمت میں داد خواہی کے لئے حاضر ہوئی جس نے حکم دیا کہ وہ لوگ خود اس بدکار کو اپنے ملک سے نکال دیں۔ اس کام کے لئے اگر شاہی امداد کی ضرورت ہو تو عنایت طلب کی جائے گی۔ یہ خبر سنگر خاں فوج آراستہ کر کے جنگ کو طیار ہو گیا۔ ادھر سے علی خاں چک اور ملک محمد ناجی اس کی سرکوبی کو گئے اور بمقام پونچھ خونریز لڑائی ہوئی جس میں سنگر خاں زخمی ہو کر بھاگ گیا۔

اسی سال ۱۵۶۷ء میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے میرزا حکیم کو تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ظاہر الطور سفارت مگر باطنا ہوائے دریافت راہ و حالات ملک کشمیر بھیجا۔ یہ شخص خود بھی شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ اور اس کے ہمراہی بھی عموماً تمام اسی ملت کے پیرو تھے۔ کشمیر آ کر اس نے حسین شاہ کو ہی اپنا ہم خیال اور ہم مذہب ہی پایا۔ اس لئے کچھ عرصہ کے لئے باطمینان تمام یہیں قیام پذیر ہو گیا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص یوسف بیگ جو اول درجے کا متعصب اور تیز طبع جوان تھا۔ ایک دن قاضی حبیب اللہ[1] جو قاضی شہر اور خطیب مسجد جامع تھا کو راہ

[1] حسب نسب سے سید تھے حسین شاہ چک کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ حاصل

کے دامن میں آدائے نماز جمعہ کے بعد قبرستان میں فاتحہ خوانی کر رہا تھا کہ دو مرید دہن تلوار کھینچ کر بھوکے بھیڑیئے کی طرح اس پر لپکا۔ ایک نے قاضی کے سر پر کھنچا یا اور دوسرا وار کرنے کو تھا کہ قاضی نے ہاتھوں سے ڈھال کا کام لیا جس سے اس کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اسی اثناء میں قاضی کا داماد مولانا کمال بھی آپہنچا۔ اس نے اپنے آپ کو خطرہ میں پڑتا دیکھ کر اس موذی کے ہاتھ سے نجات دلوائی۔ یوسف بھاگ گیا لیکن ملی کوکہ اور دلتی کو کہ نے اسے گرفتار کر لیا اور بادشاہ کے فرمان کے مطابق مولانا شمس الدین الماس اور ملا یحییٰ گنائی خلف الرشید ملا نور گنائی المشہور بہ ملا فیروز کے ہاتھوں پر یوسف پدر کو عوام الناس کے سامنے قتل کرا دیا اس واقعہ کے تھوڑے دن بعد جب اتفاقاً بادشاہ کا بڑا لڑکا ابراہیم خاں جو حسن و جمال اور دیانت و شجاعت میں یکتائی زمانہ تھا مرض چیچک میں مبتلا ہو کر انتقال کر گیا تو فرقہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۵۔ کرنے کی وجہ سے قاضی مشہور ہوئے اصل وطن توران تھا لیکن کشمیر کی مٹی نصیبوں میں تھی۔ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ اصول و فروع اہل سنت کی بیشتر کتابیں (بزبان فارسی) آپ سے یادگار ہیں۔ مزار سلطان زین العابدین میں متصل دروازہ مسجد آپ مدفون ہیں۔ (فوق) ۱؎ اصل نام ملا یوسف گنائی تھا کسی شاہزادے نے ایک دن الماس کے نام سے پکارا وہی نام مشہور ہو گیا۔ ملا فیروز کا شاگرد تھا۔ اور استاد کے ساتھ ہی درجہ شہادت کو پہنچا۔ مفتی مشہور تھا۔ مشکلات علمیہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیتا تھا۔ فوق ۲؎ ملا الٰہی کے نام سے بھی موسوم تھا عین جوانی میں حج کعبہ سے مشرف ہوا۔ مختلف مقامات میں تحصیل علوم کرتا ہوا واپس کشمیر آیا۔ مخدوم الملک کے شہنشاہ اکبر کا استاد تھا۔ ملا فیروز کے شاگردوں میں سے تھا۔ کشمیر میں واپس آکر مفتی اعظم کے عہدہ پر مقرر ہوا۔ حضرت مخدوم شیخ حمزہ سے ارادت معنوی تھی۔ اجرائے احکام شرع میں کمال دیانت سے کام لیتا تھا۔ ستر سال کی عمر میں ظالموں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ کوہ ماران (ہری پربت) کے دامن میں مسجد سنگین ملا شاہ کے صحن میں آپ دفن کئے گئے۔ فوق۔

شیعہ کی چغلی کھائی۔ ان کے تبحر ملا زین نے بادشاہ کے ذہن نشین کر دیا کہ بمصداق آہ مظلوماں کند قہر ظالم رکباب یوسف کے بے گناہ قتل کرانے سے یہ آفت نازل ہوئی ہے کیونکہ اس کے حق میں انصاف سے پہلو تہی کی گئی ہے بادشاہ نے اس کام کا الزام مفتیان اسلام کے ذمہ لگایا۔ ملا مذکور نے ان کی تصویبانہ کارروائی پر استدلال کرتے ہوئے ان سے مباحثہ و مجادلہ کرنے کا سلسلہ پیش کیا۔ بادشاہ نے فوراً اس بات کو منظور کر لیا اور دن مقرر کیا گیا اور متخاصمین کی بحث کا فیصلہ شیعوں کی مرضی کے مطابق اکبر کے مشیر مرزا مقیم کی رائے پر موقوف رکھا گیا۔ اب کیا تھا میرزا صاحب نے استفتاء کی مصنوعی دلائل اور شہادت کی بنیاد پر دونوں مفتیوں کو پھانسی کا حکم دلوا دیا۔ ان بیچاروں نے چند و چند براہین عقلی و نقلی پیش کئے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ ان کا فتوے بادشاہ وقت کے ارشاد کے مطابق جو اس نے سیاست مدن اور انتظام مملکت کے قائم رکھنے کے خیال سے زبانی صادر فرمایا تھا دیا گیا تھا لیکن ان بیچاروں کی کون سنتا تھا ان کو قتل کا حکم سنایا گیا۔ اور ایک دن جب کہ اہالیان شہر تقریب تیوہار جھیل ڈل کی سیر و سیاحت کے لئے گئے ہوئے تھے بادشاہ نے دونوں مفتیوں کو قتل کرا دیا حضرت شیخ یعقوب صرفی نے تاریخ کہی ؎

از پئے تاریخ آن دو دین وحید گفت شہ از بہر دین ملا شہید ۹۷۰ھ

---

* حضرت شیخ یعقوب صرفی (رشیخ حسن کشمیری) ایک بڑے باپ کے بیٹے تھے جو ملک میں نہایت نامور تھے سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ چھوٹی سی عمر میں باوجود مالفت والدین و استاد تحصیل علوم کے لئے طہران اور خوارزم کی طرف باہمال کی راہ سے نکل گئے۔ صرف میں کئی دن قیام کیا۔ اور جنگلوں سے لکڑیاں لا لا کر خدمت استاد کرتے رہے اور تعلیم باطنی سے بہرہ اندوز ہوتے رہے۔ جب واپس آئے تو تمام کشمیر حسن عقیدت کی وجہ سے ٹوٹ پڑا۔ آپ پھر مشہد خراسان نجف اشرف وغیرہ سے ہوتے ہوئے زیارت حرمین کعبہ سے مشرف ہوئے کشمیر واپس آئے۔ لوگ اسی طرح آنے شروع ہو گئے۔ ملک کی حالت بھی بگڑ رہی تھی اور مذہب کی آڑ میں بڑے بڑے علما و صلحا تلوار کے گھاٹ اتر

دوسری تاریخ اس واقعہ کی دونوں متند کہی ہے سفیق کے انتقام لینے کے بعد میرزا مقیم نے مراجعت ٹھہرائی حسین شاہ نے اکبر کی مطابعت اختیار کی اور اظہار اطاعت کے لئے اپنی لڑکی اور دیگر تحفہ و تحائف ساتھ دے کر میرزا کو رخصت کر دیا۔ اپنی طرف سے میرزا یعقوب کو بمنزلہ وکیل اس کے ساتھ بھجوایا۔ اسی اثنا میں خواجہ حاجی گنائی بہی جو اکابران شہر سے تھا۔ شیخ عبدالنبی اور ملا عبداللہ وغیرہ مسلمانان اہل سنت وجماعت کو ہمراہ لے کر دربار اکبری میں پہنچ گیا اور مولوی ای اس اور ملا فیروز کی شہادت کا تعصبانہ سانحہ ذات اخلاص میں گوش گزار کر کے دلاوری کا خواستگار ہوا۔ ان بات کے سننے سے بادشاہ سخت غضبناک ہوا اور اس نے میرزا مقیم میرزا یعقوب اور میر چقماقی کو قتل کرا دیا۔ اور حسین شاہ کے تمام تحفہ و تحائف مسترد کر دیئے حسین شاہ اپنی حرکات سے سخت نادم ہوا۔ اب اسے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ مذہبی تنازعات میں سرگرداں رہنے میں سوائے خجالت اور ندامت کچھ حاصل نہ ہو گا جیسے دیدہ و دانستہ اکبری سے ستیزہ کار ہو کر آئندہ کے لئے اسے متنبہ بلکہ تائب کر دیا۔

نوجوان بیٹے کی موت۔ اکبر جیسے اولوالعزم بادشاہ کی نارضامندی رعایا کی بدگمانی اور امراء دولت کی مخالفت کچھ کم تفکرات نہ تھے اچانک مرض خانق میں مبتلا ہو کر زندگی سے مایوس ہو گیا۔ اسی دوران میں محمد علی کوکہ محمد ناجی اور صدقی کوکہ وغیرہ چند امرائے نامدار نے باہمی مشورہ سے رائے قائم کر لی کہ علی خاں چک اور سید مبارک خاں بیہقی کو قید کر کے حسین شاہ کے صغیر سن بیٹے کو تخت نشین کریں تاکہ انہیں بھی خود مختار حکومت کا موقعہ مل جائے۔ علی خاں بھی اپنی جگہ اسی ادھیڑبن میں تھا اور سید مبارک نے شاہ سید ابراہیم خاں۔ ابراہیم خاں ڈار غازی خاں اور لولی ملک وغیرہ امرائے دولت سے رابطہ مستحکم کر کے شکار کے بہانے سوپور چلا گیا۔ علی کو کہ نے اپنی سکیم کے سرانجام دینے کی خواہش میں اس کے واپس بلانے کے لئے دو تین آدمی بھجوائے۔ لیکن یاور کی بخت سے وہ اس کے پھندے میں نہ آیا۔ اسی اثنا میں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۷ ترے ہے کہ آپ یہ واقعات دیکھ کر ہمیشہ پریشان رہتے آخر ۱۰۰۳ھ میں انتقال کر گئے۔ (افوق)

تمام امیر و وزیر جو آوارہ گردی کی حالت میں سرگردان اور پریشان حال ہو رہے تھے۔ فرداً فرداً اور اپس آکر علی خاں سے مل گئے اسی طرح نیبہ خاں اور بولی ملک وغیرہ بھی بھری لگر سے بھاگ کر علی خاں سے جا ملے۔ اس کے پاس جب کافی جماعت طیار ہو گئی تو دار السلطنت پر تسلط ہونے کی نیت سے بسولی پور سے روانہ ہو گیا۔ اثنار راہ میں بمقام ہانچپورہ بچے ملک اور علی کوکہ نے اسکی فوج پر شبخون مارا لیکن وہ پہلے ہی سے خبردار اور طیار رہا ایسا لڑا کہ دشمن کو سوائے ہزیمت کوئی چارہ نظر نہ آیا اس کے بعد موضع زیرپور میں پہنچکر انھوں نے مصلحت کی کہ علی خاں کے اقبال جوانمردی تجربہ کاری اور دانشمندی کے مقابلے میں ہماری دال نہیں گل سکتی۔ ایسے سے اس کے ساتھ خصومت اور عناد پیدا کرنے میں آخر ندامت اٹھانی پڑے گی بہتر یہی ہے کہ خود بخود اپنی خوشی سے اس کی مطاعت اختیار کرلیں۔ یہ سوچکر انھوں نے اسی وقت خلعت اور تاج شاہی با خلیل کے ہمراہ اس کے پاس بھجوا دیا۔ اسی طرح سید مبارک خاں سے بھی بوثوق ایمان متحد ہو گئے۔ علی خاں سری نگر آگیا۔ حسین شاہ نے بحساب تمری سات سالہ حکومت کے بعد معزول ہو کر بقیہ عمر کے ایک سال چھ ماہ مقام موضع زیرپور عبادت الٰہی میں صرف کئے اور ۸۶۲ھ۔

---

۱؎ تاریخ فرشتہ میں اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا گیا ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ دولت چک نے جو حسین شاہ کے مقربوں سے تھا بادشاہ کو کہا کہ سب لوگ ہمارے پاس سے فرار ہوئے جاتے ہیں ہم اکیلے کیا کر سکیں گے بہتر یہ ہے کہ اسباب شاہی جس کیلئے یہ سارا فساد ہے علی خاں کے پاس بھیج دیا جائے۔ آخر وہی آپ کا بھائی ہے سلطنت تو ایک ہی نسل میں رہے گی۔ حسین شاہ نے چتر اور تمام جلو میں شاہی اپنے بیٹے یوسف کے ہاتھ اپنے بھائی کو بھیج دیا اور لکھا کہ میں خود بوجہ بیماری حاضر نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ضرور اسباب کے ہمراہ آتا۔ علی خاں اس کے جواب میں بھائی کی عیادت کے لئے آیا۔ دونوں بھائی بغلگیر ہو کر دیر تک روتے رہے۔ حسین چک نے تخت و تاج اپنے ہاتھ سے بھائی کے سپرد کیا اور اپنی سکونت کے لئے زین پورہ کو پسند کیا جو نہایت سرسبز اور شاداب قطعہ تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ جب حسین چک کا انتقال ہو گیا تو علی شاہ خود اس کے جنازے کے ہمراہ گیا اور اس نے اپنی موجودگی میں اسکو دفن کرایا۔ ق

مطابق سنہ ۹۷۷ھ میں روگردانی عالم جاودانی ہوگیا۔
حسین شاہ چک عادل، عادل، شجاع تھا اور گو اپنے بھائی کیطرح اپنے فرقہ یعنی اہل تشیع کا طرفدار تھا لیکن انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ اپنے دین کی رونق و ترویج میں کوشش کرتا تھا لیکن بہت کم دل آزاری کے ساتھ۔ آخر عمر میں بیٹے کے انتقال اور اکبر کی کشیدہ خاطری کی وجہ سے مذہب کی طرفداری کو بالکل ترک کر دیا اور رعیت پروری اور انصاف پسندی کی طرف مائل ہوگیا۔ اور ہندو مسلمان علماء و مشائخ کی قدر کرنے لگا لیکن افسوس انقلاب زمانہ نے اسے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ وہ دل کھول کر تلافی کر سکتا۔

اس بادشاہ نے اپنے اوقات عزیز کا ٹائم ٹیبل بنا رکھا تھا اور عموماً اسی کے مطابق کاروبار سلطنت بھی سرانجام دیتا رہا۔

(۱) ہر روز یک شنبہ مصاحبت مشائخ و فقراء۔
(۲) ہر روز دوشنبہ مصاحبت و مساورت منتیان و قاضیان۔
(۳) ہر روز سہ شنبہ اشغال تفریح و سیر و شکار۔
(۴) ہر روز چہار شنبہ معائنہ افواج و سپاہ و تیر اندازان۔
(۵) ہر روز پنج شنبہ مجالست اہل نشاط و ارباب رقص و سرود۔
(۶) ہر روز جمعہ مصاحبت علمائے دین و مباحثہ امور ات مذہبی۔
(۷) ہر روز شنبہ مصاحبت ہمہ نان۔ پنڈتان و ویدخوانان۔

ہر ایک طائفہ کے لئے اس نے خزانہ عامرہ سے وظائف و مشاہرے مقرر کر رکھے تھے اور ہنرمندوں اور دانشمندوں کی پوری قدر افزائی کرتا تھا خدا نے اسے طبع موزون عطا کی تھی اور شعر و سخن کا شوق بھی بدرجہ کمال رکھتا تھا اسکی شاعرانہ قابلیتوں کا امتحان ذیل کے اشعار سے بخوبی ہو سکتا ہے ؎

مائل کردہ تیغ و بستہ خنجر بارے آید ۔۔۔ دلبر خونخوار کے کس کو بجان کار آید

دیگر ؎

آن ترک آل پوش سوار سمند شاہ ۔۔۔ یاراں حذر کنید کہ آتش بلند تست

# علی شاہ چک

ایام حکومت ۱۲ سال ۸ ماہ ۱۲ روز سنہ ۱۵۷۰ء تا سنہ ۱۵۷۹ء مطابق
سنہ ۹۷۸ھ تا سنہ ۹۸۷ھ ہجری

سنہ ۱۵۷۰ء میں علی شاہ نے تخت نشین ہو کر عدل و احسان کے دروازے کھولدیئے مدت کے بعد مظلوم رعایائے کشمیر کو یہ دن نصیب ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے علی شاہ جیسے نیک دل اور رعایا پرور بادشاہ کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کریں۔ جلوس کے دن اس نے جامع مسجد سری نگر میں علماء فضلاء امراء وزراء عوام و خواص سب کو جمع کر کے جلسہ تاجپوشی منعقد کیا جس میں اس نے لمبی چوڑی تقریر کے بعد رعایا سے اپنا کوا حسان مندی اور معدلت گستری سے سرشار کرنے کا دعوا بآواز بلند کیا۔ منہیات اور لہو و لعب سے نجات مانگی درحقیقت جب تک زندہ رہا اپنی تقریر کا سخت پابند رہا۔ جور و بدعت ظلم و ستم سفاکی بیباکی قتل و غارت جو سابقہ حکمرانوں کے عہد میں وجہ شاہی کے لباس میں علانیہ مروج تھیں اس نے یک قلم موقوف کر دیں۔ علماء و فضلا کی قدر و منزلت بدرجہا بڑھا دی۔ مشائخ اور فقرا کی تابعداری اور خدمت گذاری بمنزلہ فرض منصبی سمجھتا۔ خصوصاً محبوب العالم شیخ حمزہ اور شیخ بہروی بابا رشی کی خدمت بابرکت میں ادنے غلاموں کی مانند حاضر رہتا۔ اور ان کے احکامات کی تعمیل جان و دل سے کرتا۔ شیخ بابا داؤد خاکی تصیدۂ لاہیہ میں یہ اشعار قلمبند کر کے بادشاہ کی ارادت مندی اور اخلاص کی داد دیتے ہیں۔ ؎

وائے دوران علی شاہ دوستدار صالحاں ... پور اویشاں یوسف شاہ باجاہ و جلال
ہر دو ایشاں صحبت این پیر را در یافتند ... ہر دو کردند دعائے خیر خود از وے سوال
او دعا گفتے و ایشاں را مبارک آمدے ... ہم دریں اشفاق ایشاں کرد از بیحد ارتحال

اسی طرح شریفوں کی قدر افزائی و اشمندوں اور ہنرمندوں کی عزت و توقیر بہادروں اور نیشہ زنوں کی حوصلہ افزائی ان کی حیثیت سے بڑھ کر کرتا۔ سید مبارک خاں بیہقی جسکا ذکر اجمالاً پہلے بھی آچکا ہے اس کا وزیر اعظم اور مشیر خاص تھا۔ امراء دولت

رؤسائے ملک کو لائق و مناسب مدارج اور جاگیرات عطا کیں اور دشمنوں کو بھی چرب زبانی و الطاف سے دل شاد کر کے اس نے تمام رعایا کو ریشۂ اخلاص و استحاد میں ایسا جکڑا کہ حاکم و محکوم میں بظاہر کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔

معزول سلطان نازک شاہ کے بیٹے حاجی حیدر خاں اور سلیم خاں آوارہ گردی اور پریشان روزگاری کے مصائب سے تنگ آکر ممالک متصرفہ کی بازیافت کی تجویزوں میں لگے ہوئے تھے۔ وہ بعض رؤسائے و امرائے ہندوستان کو اپنی معاونت پر مستعد کر کے کشمیر پر چڑھ آئے۔ بادشاہ نے اپنے بھتیجے یوسف چک اور حبیب چک کے بیٹے محمد چک کو پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ مخالفوں کی مدافعت پر مامور کیا۔ یہ لوگ بڑے جوش و خروش سے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ ہندوستانی نوشہرہ میں یعقوب کے مقابلہ پر آ گئے۔ ہندوستانی افواج کی بے تعداد جمعیت نے انہیں سراسیمہ کر دیا۔ اس لئے قوت بازو سے مقابلہ کی تاب نہ لا کر انہوں نے قوت دماغ کو کام میں لانا چاہا۔ محمد چک نے حیدر خاں اور سلیم خاں سے خط و کتابت نہاں کر کے رابطہ استحاد قائم کر لیا اور یوسف چک کو بائے فساد قرار دے کر اس کی مشکیں باندھ لیں اور بمقام نوشہرہ غنیم کے حوالہ کر دیا۔ اور خود اظہار اطاعت و فرمانبرداری کر کے غنیم کو کشمیر لے آیا۔ جب سلگ پورہ پہنچے جہاں کی ڈسکیم کے موافق ان کے مطلب کا مقام تھا تو محمد چک نے یوسف چک کو آزاد کر کے دشمن پر حملہ کر دیا جس میں سلیم خاں مارا گیا اور حیدر خاں بھاگ کر ہندوستان واپس آ گیا۔ ۱۰۱۰ھ

اس کے بعد بھاو دیو سنگھ راجہ کشتوار نے سرکشی کی جس کی سرکوبی کے لئے لشکر جرار متعین ہوا لیکن اس نے گھبرا کر جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے اور اطاعت قبول کر لی اور اپنی ہمشیرہ بسنت دیوی میر زمان کے پوتے اور علی شاہ کے نبیرہ یعقوب خاں کے حوالہ کر دی۔ اور سالانہ خراج دینے پر راضی ہو گیا لیکن دوسرے سال پھر رجعت اور نخوت نے جوش مارا اور پھر سرفساد ہو گیا۔ اسمیل گنائی اور حیدر ملک اسکی گوشمالی کے لئے کشتوار پہنچے لیکن نتیجہ وہی ہوا جو پچھلے سال ہوا تھا۔ بھاو دیو سنگھ عجز و انکسار ہی کرنے لگا اور تلافی مافات کے عوض اپنے بیٹے نراین سنگھ کے ہاتھ اپنی لڑکی کو جو بعد میں فتح خاتون کے نام سے مشہور ہوئی بطور یرغمال کشمیر

بھجوایا اور عجائبات کشتوار سالانہ بطور خراج دینے کا عہد و پیمان کیا
خسروانہ سے سرافراز ہوا۔

اسی سال اکبر بادشاہ کے سفیر قاضی صدرالدین اور مولانا عشقی شاہزادہ سلیم کی
کشتہ ائی کی درخواست لے کر وارد کشمیر ہوئے۔ بادشاہ بڑی تعظیم و تکریم سے اُن
کے ساتھ پیش آیا۔ اور کشمیر میں اکبر کے نام کا سکہ و خطبہ مروج کر کے حسب الاستدعا
بہائی کی لڑکی سعیدہ بخت تحائف بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوا دی۔

اس کے بعد یوسف چک کے بیٹے علی چک نے اپنے طائفہ کے امرا سے
سازش کر کے بذاتِ خود اختیار کی۔ لیکن منجہ کی کہائی اور گرفتار ہو گیا۔ بادشاہ نے
اس کے مارنے کا حکم دیا لیکن سید مبارک خاں کی سفارش سے جان بخشی حاصل
کر کے جلاوطن ہو گیا۔ تاہم اس شوریدہ سر کے دماغ سے ہوائے خود سری دور
نہ ہوئی کشمیر سے بھاگ کر حسن افغان خاں کے پاس لاہور پہنچا اور اُس سے امداد مانگی۔
لیکن اس نے بھی فتور عقل اور فساد تخیل کی بو سونگھ پاکر کے صاف جواب دے دیا۔ یہاں
سے نا امید ہو کر کوہستان مرخ کوٹ میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگا۔ شاہی فوج نے
یلغار کر کے اسے پھر گرفتار کر لیا مگر اس مرتبہ بھی سید مبارک خاں کی شفاعت
سے رہا کیا گیا۔ اسی طرح غازی چک کا بیٹا رمضان خاں آخر ۹۸ھ میں بنگش کے کمنڈ
میں جامہ سے باہر ہوا جاتا تھا۔ ایک دن علی شاہ کے لڑکے یوسف شاہ سے سخت
کلامی کرنے لگا یہاں تک کہ ہاتھا پائی کی نوبت پہنچ گئی۔ اس کشمکش میں یوسف شاہ کے
ہمراہیوں نے غصہ میں آکر رمضان کا کام تمام کر دیا۔

---

لہ سب سے پہلے کشمیر میں جس غیر ملک کے بادشاہ کے نام کا خطبہ و سکہ پڑھا گیا وہ اکبر ہی تھا
فوق۔ سن علی چک کی سرکشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ کہہ رہا تھا کہ پہلے حسین چک کا مختار کل تھا اب اسے
کی جاگیر میں آکر معمولی اندازہ ہوتا تھا۔ علی چک نے بادشاہ سے آکر کہا کہ وہ کہہ میرے کاروبار
میں خلل ڈالتا ہے اگر سرکار توجہ نہ کرے گی تو میں گھوڑوں کے شکم پھاڑ ڈالوں گا۔ علی شاہ
اس اشارہ کو سمجھ گیا کہ اس کا مقصد میرا شکم پھاڑنے یعنی مجھ کو ہلاک کرنے سے ہے۔ اس
گستاخی اور بے ادبی پر بادشاہ نے اس کو قید کر کے علاقہ کامراج میں بھیج دیا
۱۲ فوق

یہ دیکھ کر یوسف شاہ بھی گھبرا گیا اور باپ کے خوف سے اپنے خیل و حشم کی ظرف بھاگ گیا علی شاہ کو بیٹے کی یہ حرکات پسند نہ آئیں اس نے اس کو سزا دینے کے لئے اپنے بھائی ابدال خاں کو افواج شاہی دے کر اس کے پیچھے بھیجا۔ اس اثنا میں جب سید مبارک خاں کو اطلاع ہوئی تو اس نے بمقام ماجھی وہرہ ابدال خاں کو چڑھائی کرنے سے روک دیا اور یوسف خاں کو واپس بلوا کر باپ سے صلح کرا دی۔

اسی سال ۱۵۷۷ء میں فصل خریف کے موقعہ پر بے وقت اور متواتر بارشیں ہوئیں جس سے محصول اراضی بالکل تلف ہو گیا جس سے قحط عظیم اٹھا۔ اور تین سال تک اس بلائے آسمانی کا زور و شور رہا کہ لوگ گوشت انسان کو بھی حلال سمجھنے لگے قحط زدہ لوگ مردوں کو بھی بے تحاشا کھانے لگے ؎

قحط تا حدے کہ خلق از فرط بے توشگی چو شمع
چشم خود را سوختند ہر آتش دیدہ سے بکار

بادشاہ نے قحط زدوں کے لئے خزائن معمورہ کے دروازے کھلوا دیئے دو سال کے اندر تمام خزانے خالی ہو گئے لیکن قحط کی شدت دور نہ ہوئی۔ اب علی شاہ سخت گھبرایا۔ رات دن رعایا کے غم و الم میں سرگرداں رہنے لگا مگر تقدیر اندر دمی نہ کسے را چارہ بود۔ خانقاہوں میں جا کر بڑے تضرع و انکسار سے دعائیں مانگتا اولیاؤں کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن کوئی صورت فلاح و بہبودی کی نظر نہ آئی ایک دن اسی استغنا میں ریتہ چک مجذوب ملا۔ بادشاہ نے بڑی نیازمندی سے اس سے پوچھا کہ یہ بلا کب تک رہے گی اس نے جواب دیا کہ جب تک تم رہو یعنی جب تک تمہاری زندگی ہے۔ اسی سال فصل ربیع طیار ہو گیا اور گرانی غلہ کی سختی دور ہو گئی آخر دنوں میں ۱۵۷۹ء میں ایک دن بادشاہ میدان عیدگاہ میں چوگان بازی کر رہا تھا گیند کے پیچھے لپکا تو چوگان سے اسکی پیٹ پھٹ گیا انتڑیاں باہر نکل آئیں ابھی گھر پہنچا تھا کہ دم نکل گیا۔ اور یہ حالت دیکھ کر ابدال خاں بہبال کی پیٹ چھوڑ کر اپنی جمعیت اکٹھی کرنے لگا۔ اور محلہ زینہ کدل کے حدود میں صف آرائی کر کے یوسف شاہ سے لڑنے پر طیار ہو گیا۔ جمعیت دو

یوسف نے اس حال سے واقف ہو کر باپ کی نعش جامع مسجد میں رکھ دی اور خود پھر اسی سید مبارک خاں دار الامارت کی طرف بڑھا۔ سید کی جواب دہی سے یوسف شاہ نے ابدال خاں کے خسر حاجی محمد چک کو چند دیگر امرا کے ساتھ ابدال خاں کے پاس بھیجا جس نے وعظ و نصائح سے داماد کو سمجھانا چاہا لیکن وہ اپنی خام خیالی سے باز نہ آیا آخر سید مبارک خاں نے غضب ناک ہو کر پہلے تو یوسف شاہ کے سر پر تاج رکھا اور اسکی تعظیم و تکریم بجا لا کر فوج جمع کرنے کی فکر میں نکلا ادھر یوسف شاہ بھی اپنی فوج آراستہ کرنے کی طیاریاں کرنے لگا سید نے بجلی کی طرح محلہ نوبہٹہ میں پہونچ کر غنیم پر قیامت برپا کر دی۔ اس کے لشکر کو سید جلال خاں اور سید ابو المعالی نے رستمانہ جنگ کی اور نصرت چک اور شمس چک کو تار و مار کے زخموں سے نڈھال کر دیا۔ اس کشمکش کی تاریخ ملا محمد امین نے جو دور سے تماشہ دیکھ رہا تھا فی البدیہہ کہی ؎ اولاً شاہ بہ پیر صف نبرد

یہ حالت دیکھ کر ابدال خاں نے طیش میں آکر سید مبارک خاں پر جوش حملہ کر دیا لیکن ابھی دور ہی تھا کہ سید ابو المعالی کے تیر نے اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اور سید حسین خاں نے دوڑ کر اسکا سر تن سے جدا کر دیا۔ ابدال کا بیٹا حبیب خاں باپ کے مرنے پر میدان چھوڑ گیا سید جلال خاں اجل گرفتہ اس کے پیچھے دوڑا لیکن حبیب خاں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

یوسف شاہ ابھی رزمگاہ میں نہ پہنچا تھا کہ سید مبارک خاں فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا ہوا میدان سے واپس آگیا اور اسے راستہ ہی میں مبارک باد دی۔ قاضی موسے نے ابدال خاں کی لاش اٹھوا کر علی شاہ کی تدفین سے پہلے چکوں کے آبائی مزار میں مدفون کر دی دوسرے دن یوسف شاہ نے تزک و احتشام سے اپنے باپ کی تجہیز و تکفین کی۔

علی شاہ کے عہد کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے اور جس کو افسوس ہے کہ مورخوں نے ایک دو کے سوا اکثر مورخوں نے اکثر مورخ نظر انداز کر گئے ہیں وہ یہ ہے کہ شاہ عارف درویش جو اپنے آپ کو شاہ طہماسپ صفوی بادشاہ ایران کی اولاد سے بتاتا تھا اور اب مذہباً شیعہ تھا اور بہ لباس فقر و تصوف پھرا کرتا تھا۔ کچھ دنوں تک حسین علی

ترکھان حویلی پنجاب کے پاس رہا۔ جب وہاں کچھ دال نہ گلی تو یہ سن کر کہ کشمیر کا بادشاہ مذہباً اہل تشیع ہے وارد کشمیر ہوا۔ علی شاہ نے اس کی حد سے زیادہ عزت کی۔ چند روز کے بعد شاہ صاحب نے پیر پنے نکالنے شروع کیے۔ مریدوں اور عقیدتمندوں کی کثرت ہو گئی تبھی اپنے آپ کو مہدی آخر الزمان مشہور کر دیا۔ بادشاہ بھی معتقد ہو گیا۔ اور مزید ارادتمندی کے لئے اپنی بیٹی اس کے عقد میں کر دی۔ علی چک نور دز چک اور ابراہیم چک وغیرہ امرا کو اس پر یہاں تک اعتقاد ہوا کہ سجدہ تعظیمی کرتے تھے۔ اور پاؤں کی خاک کو آنکھوں سے ملتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شاہ صاحب کو علی شاہ سے سلطنت چھیننے کی فکریں سوجھنے لگیں۔ جو معتقد امرا تھے سب کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ جب بادشاہ کو شاہ صاحب کی اس نمک حرامی اور محسن کشی کی خبر ہوئی۔ تو غضب ناک ہو کر اس کی بیخ و بنیاد کا حکم دیا۔ شاہ صاحب نے تنگ آ کر کہا مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ میں کل خود بخود ہی لاہور پہنچ جاؤنگا۔ خوش اعتقادوں نے اس کو سچ مان لیا۔ کیونکہ وہ ان کو کیمیا گر بھی اور تسخیر جن میں کامل سمجھتے تھے۔ شاہ صاحب سچ مچ الواقعہ غائب ہو گئے۔ لیکن تیسرے دن کے بعد معلوم ہوا۔ کہ پانچیوں کو دو اشرفیاں دے کر آپ بارہ مولا جا پہنچے ہیں بادشاہ نے پکڑ منگوایا حضرت پابجولاں تشریف لائے۔ اور حوالات میں دھکیل دیئے گئے۔ لیکن وہاں سے نکل بھاگے۔ اور علم تسخیر جن کے لحاظ سے کوہ سلیمان کی پناہ میں جا پہنچے۔ پولیس کے دیو وہاں بھی جا پہنچے۔ اور پھر گرفتار کر لائے۔ اس دفعہ علی شاہ نے اپنی ناک کے مہر کے عوض میں ایک اشرفی لے کر طلاق دے دی۔ اور سائیں صاحب کو تبت کی طرف روانہ کر دیا۔ واسطے تبت کا نام ملی رائے تھا۔ جو شیعہ مذہب سے اس خاص رکھتا تھا۔ جب اس نے سنا کہ شاہ صاحب آ رہے ہیں تو خود استقبال کو گیا تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور اپنی بیٹی شاہ صاحب کے عقد میں دیدی۔ تبت میں اقامت گزین ہوئے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ دہلی نے از راہ قدر دانی اس کی طلبی کے لئے آدمی بھیجے۔ چنانچہ تبت سے وہ راسا لحلافہ آگرہ میں آیا۔ اور وہاں سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گیا۔

# یوسف شاہ چک

ایام حکومت ایک سال دس ماہ ۱۹ روز ۱۵۷۹ء لغایت ۱۵۸۰ء
مطابق ۹۸۷ھ لغایت ۹۸۸ھ ہجری

ابدال خاں کی رفعت اور باپ کی تدفین کے بعد ۱۵۷۹ء میں یوسف شاہ نے سریر جہانبانی پر قدم رکھا۔ دشمنوں کی تباہی سلطنت کے غرور اور تاجپوشی کے گھمنڈ نے اس کے دماغ میں نخوت و رعونت پیدا کر دی۔ اور ربط و ضبط مملکت سے غافل اور بے پروا ہو کر اس نے عیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا۔ دن رات ناؤ نوش اور نغمہ و سرود سے سرشار رہتا۔ معشوقان دلنواز اور محبوبان طناز بزم نشاط اور محفل انبساط پر مے خانہ چین کا نقشہ جمانے لگے۔ قوالوں اور رقاصوں کی محبت نے کاروبار دنیا سے مستغنی کر کے اسے ایسا وارفتہ و شیدا بنا لیا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ خود بھی موزون طبع رکھتا تھا اور عموماً فی البدیہہ اشعار کہتا۔ فارسی کشمیری دونوں زبانوں کا اچھا خاصہ شاعر تھا۔ یہ اشعار اسی کے طبع زاد ہیں ؎

دل پر درد من جانان بسان غنچہ پر خون است — چہ بے رحمی نہ پرسیدی کہ احوالات چون است

لیلیٰ چارہ را بر مجنون خود نہ راند — زور کند جذبۂ محبت نمائی او ست

یوسف شاہ کی انجمن نشاط کی رکن اعظم جب خاتون نام ایک لعبہ بہ پیش رہا تھی جو حسن و جمال کے خوش الحانی میں بھی اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ یہ حور وش پری گنہ دھوکے موضع چندر وار کے ایک معمولی زمیندار کی بیٹی تھی۔ بچپن کسی اوباش و قلاش آدمی کے نکاح میں تھی لیکن اس کی بے اعتدالیوں نے اسے تاؤ دے منحرف کر دیا جس سے اس جوڑ کو تقدیر کی پیچیدگیوں کی عقدہ کشائی کے لئے ہمیشہ کے لئے مفارقت اختیار کرنی پڑی۔ ایک دن یوسف شاہ نے اسے سر راہ دیکھ پایا۔ شباب موش ربا اس کا جوبن اس کے ہر اعضا میں ایسا سمویا ہوا تھا کہ بات بات میں مفارقت نہ سکا دوسرے دن معشوقہ کے والدین کو بلا بھیجا اور سونے سے سر افراز کر کے اس پری پیکر کو منشی و منتظم کیہ خاتون کے معشوقانہ انداز سے

بادشاہ کو ایسا بے خود بنا دیا کہ رہا سہا ہوش و حواس بھی جاتا رہا۔ مرغزاروں اور گلزاروں کی سیر و سیاحت میں مستغرق رہنے لگا۔ گلمرگ۔ سونہ مرگ۔ اہرو اور اچھہ بل توان کے خاص دل لگی کے مقامات تھے۔ علاقہ گوریز میں دریائے کشن گنگا کے کنارہ پر کوہستان تلیل کے پہلو سے ایک چشمہ بشکل آبشار نکلتا ہے جو اسی کے نام سے حبہ خاتون کہلاتا ہے۔ یوسف شاہ اور حبہ خاتون کے عشق و محبت کے افسانے یوسف و زلیخا کی مانند آج تک مشہور چلے آتے ہیں۔ یہ خاتون نور جہاں بیگم ملکہ ہندوستان کی طرح زیور فہم و فراست سے بھی بخوبی آراستہ تھی۔ عفت و عصمت، سلیقہ شعاری، خانہ داری۔ غرض تمام وہ اوصاف جو ایک نیک دل بیگم میں ہونے ضروری ہیں اس دُرِ بے بہا میں بدرجہ غایت موجود تھے۔ حبہ خاتون کے بے مثال حسن و جمال کا شہرہ سنکر کوئی سادہ لوح بھی اسکے دامِ الفت میں گرفتار ہو گیا۔ کچھ عرصہ تک بحزن و اندوہ غربت کی بادیہ پیمائی کرتا رہا۔ لیکن جب بقول ؎ بسبت خاک را با عالم پاک کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی اور سینہ درد فراق سے پھٹنے لگا۔ تو اس نے اپنی عمخوار اہلیہ کو رازدار بنا کر کسی حیلے سے حبہ خاتون کی خدمت میں پہنچا دیا۔ کچھ دن کی متواتر آمد و رفت کے بعد دونوں نے مل کر عورت نے تمام ماجرا حبہ خاتون کے گوش گذار کر دیا جس نے بکمال رحم دلی اور غریب نوازی سے اُسے حکم دیا کہ کل طالب وصال کو محل سرا میں حاضر کرے دوسرے دن عاشق جانباز اپنی بیوی کی رہنمائی سے خلوت خانہ خاص میں پہنچا۔

حبہ خاتون بڑی محبت اور غمخواری سے پیش آئی۔ بلکہ اس نے رات کو اپنے وصال سے بہرہ ور کرنے کا وعدہ بھی کیا لیکن شرط یہ رکھی کہ شبستان کی مرانی میں اول تو روشنی چراغ نہ ہو گی پھر عاشق و معشوق زبان بند رکھیں گے یعنی بات چیت نہ کرنے پائیں گے۔ اس مژدہ جانفزا نے شیدائی کے مردہ دل میں روح پھونک دی دونوں شرطیں منظور کر کے نرگس وار شام وصال کا انتظار کرنے لگا۔ رات کو حبہ خاتون نے اپنے خدائی کو اندھیرے کمرے میں داخل کر کے اسی کی بیوی کو سمجھا بجھا کر اس کے پاس بھجوا دیا۔ جس سے طالب وصال کی بھی تسلی ہو گئی اور عصمت کو بھی داغ نہ لگا۔

یوسف شاہ کی بدکرداریوں اور بے اعتدالیوں سے ملک میں

سید مبارک خاں بادشاہ کی مصاحبت سے دست بردار ہو کر خانہ نشین ہو گیا۔ اور اسکی جگہ محمد بٹ وزیر مقرر ہوا مگر اس نے امرائے دولت کے ساتھ بدسلوکیاں کر کے سب کو منحرف کر لیا ابدال بٹ جسے خود بھی وزارت کا اشتیاق و امنگ تھا محمد بٹ اور یوسف شاہ کی بیخ کنی پر آمادہ ہو گیا۔ اور بالآخر ۹۸۶ ہجری مطابق ۱۵۷۸ء کو آدھی رات کے وقت اس نے علی چک ولد نور و زر چک۔ و ہر چک۔ شمس چک کو ہمراہ لے کر دریائے جہلم کے پل کاٹ ڈالے اور علم بغاوت کھڑا کر دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ سید مبارک خاں کے مکان پر گئے اور اس سے بھی امداد مانگی لیکن اس جہاندیدہ سید نے ان کو پند و نصائح سے رام کر لیا اور ایسی بے جا حرکت سے باز رکھا ساتھ ہی اس نے بابا خلیل کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا یا کہ باغیوں کے ساتھ دلاسا و مدارا سے کام لینا چاہئے ورنہ سخت فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے لیکن بادشاہ جو نشہ غرور سے سرشار تھا صلح و صفائی کی بات کب ماننے والا تھا فوجوں کے بھگانے اور زمینداروں کے ڈرانے سے اس نے سید مبارک شاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر آج ہی تمام مخالفوں کو مشکیں باندھ کر ہمارے پاس حاضر کر دو تو بہتر ورنہ تمہاری جان کی خیر نہیں یہ سنکر یوسف شاہ دم بخود ہو گیا اور باغیوں کو اس نے رخصت کر دیا۔ جب دوسرے دن بھی مجلس میں حاضر دربار نہ ہوئے تو یوسف شاہ نے سپاہ مبارک خاں کی سرکوبی کے لئے روانہ کی جو پل توڑ کر دریا کو عبور کر گئی۔ اور میدان عیدگاہ میں جھنڈے گاڑ کر سید مبارک سے مبارز طلب ہوئی۔ اب سید کو معلوم ہوا کہ معاملہ گرگوں ہو گیا اگر چپکے بیٹھا رہا تو آبرو جاتی ہے اس لئے اپنے بھائی ہی ساتھ لے کر میدان میں آ گیا۔ یہاں بھی اس نے دفتر پند و نصائح کھول دیا۔ لیکن اسکی باتوں کیطرف کسی نے توجہ نہ کی آخر مجبور ہو کر اس نے بھی صمصام خون آشام نیام سے نکالی اور جنگ و جدل میں مصروف ہو گیا۔ محمد خاں میر قاسم علی ملک۔ ابو ہیم گنائی اور شیر خاں ماگرے جو یوسف شاہ کے بہادران نامدار سے تھے سید مبارک کے ہاتھ سے قتل ہو گئے

اور باقی کچھ تو بھاگ کر بنگالہ بادشاہ کے پاس جا پہنچے اور کچھ ہتھیار ڈال کر سید کے حلقہ اطاعت میں آ گئے۔ اب یوسف شاہ بھی خواب خرگوش سے اٹھا اور سخت گھبرا گیا اور اپنے جانبازوں کو لعنت ملامت کرنے لگا۔ ملا حسن اسود کو جو علی خاں لاتا لیق تھا صلح کا پیغام دے کر سید مبارک خاں کے پاس بھجوایا لیکن اس نے صلح منظور نہ کی اور جواب دیا کہ میں نے لڑائی سے پہلے کس قدر منت خوشامد کی تھی اور رعونت نے اس وقت آپ کو راہ نہ دی۔ کچھ دن کوہستان و نشرار کی تازہ ہوا کھائیں تاکہ ہوائے خودسری و بلند خیالی دور ہو۔ اس اثنا میں آتش غضب و عناد بھی سرد ہو جائے گی تو آپ کو واپس بلا کر مسند نشین کروں گا۔ یوسف مایوس ہو گیا اور رمال و سحاب بلور امانت علی چک کے گھر میں چھوڑ کر ۹۶۱ھ میں سنہ ۱۵۵۳ء ہجری میں اس نے تاج شاہی سید مبارک خاں کے پاس بھجوا دیا اور خود کوہستان کیشر میں نکل گیا۔ یوسف شاہ نے صرف ایک سال ایک ماہ اور نو دن تک حکومت کی ہے۔

## سید مبارک خاں بچہ نیتی

ایام حکومت ۱ ماہ ۲ روز سنہ ۱۵۵۳ء مطابق سنہ ۹۶۱ھ

یوسف شاہ کی سبکدوشی پر چند دنوں کے لئے تخت حکومت خالی رہا اور کوئی شخص امورات جہانبانی کا متکفل نہ بنا۔ آخر ۲۰ صفر سنہ ۹۶۱ھ میں علی چک اور لوہر چک وغیرہ اعیان دولت نے بالحاح و امرام اور طوعاً و کرہاً سید مبارک خاں کو اس امر کا ذمہ دار بنا کر مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ ایک ساعت بعد بیکدل سید جلوت سے خلوت میں آیا اور تاج شاہی کو سامنے رکھ کر کہنے لگا ؎

اے نفس شوم جاہ و حشمت دنیا را ہیچ اعتبار نیست بحاصل این سر نہ دو جہ عجب مرکب سازی کہ در حقیقت الآن تو چیست ؎

جہان و کار جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است ہزار بار من این نقطہ کردہ ام تحقیق

یکبارگی سریر مسند شاہی پر آ بیٹھا۔ تاج شاہی جو عہد سلاطین سے مرصع

وکلل چلا آتا تھا توڑ پھوڑ کر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا۔ اور خود معمولی لباس میں کاروبار سلطنت سرانجام دینے لگا۔ بعض جور و بدعت جو عہد چکاں سے رواج پاکر دستور چلے آتے تھے برطرف کر دیئے۔ اور عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے لگا۔ چکوں کی زیادتیاں اسے مرغوب خاطر نہ ہوئیں اور وہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔ جس سے اکثر امرائے کشمیر سید سے منحرف ہو گئے اور یوسف شاہ کو تسخیر پر آمادہ کر کے ۲ ماہ شعبان ۹۷۴ھ کو پھر کوہستان ہرتل میں لے آئے۔ سید مبارک پہلے ہی حکومت سے بیزار ہو رہا تھا اس نے داؤد میر کو یہ خط دے کر یوسف شاہ کے پاس بھجوایا۔ مضمون خط یہ ہے ؎

شہا فقر و غنا از نا و نامک ۔ وعز و جاہ از تو  کہ دنیا را وفائے نیست خواہ از ما و خواہ از تو

"دنیا نا پائیدار است و ایام دنیا غدار۔ اگر دیدار یک دیگر حاصل شود موجب صلاح و فلاح جانبین است"

یوسف شاہ نے بھی لڑائی جھگڑے سے صلح و صفائی کو ترجیح دی اور اپنے بیٹوں یعقوب خاں اور ابراہیم خاں کو ہمراہ رفاقت داؤد میر و ملا حسن اسود سید مبارک خاں کے پاس بھجوا کر خود بھی ان کے پیچھے جانے کو طیار تھا۔ لیکن ابدال بٹ نے اسے منع کیا اور کہا کہ سید مبارک کے مکر و فریب میں نہ آنا چاہیئے۔ ہمارا مطلب ایک دو روز میں حاصل ہو جائیگا تا ہم اپنے آپ کو کیوں ذلیل و خوار کریں۔ چنانچہ یوسف شاہ نے اپنے مشیروں اور رہبروں کی صواب دید سے داؤد میر کو جواب ذیل دے کر راہی کر دیا۔ مضمون جواب ؎

خان را نہ ایم ازیں گفتگو  چہ ما شہ غرض باشد اصلح جو
بما ہر ضرورت صفا میکند  نہ از مہر دل از وفا میکند
بہ ہند اگر سیف یار بجواب  شود زہرہ آتش آب ذوالفقار اب

اس جواب کے استماع نے سید مبارک خاں کے تن مردہ میں روح پھونک دی جبلی جوش جوانمردی اور آتش غیرت بھڑک اٹھی خیال مصالحت کو بہ سپہ طاق رکھکر اس نے کشمکش کو مسلح کیا اور غنیم کے مقابلہ پر آکر گشت و خون کا بازار گرم کرنے لگا کدا بیگ ترکمان اور تمیم خاں ترکمان جو یوسف شاہ کی فوج کے سپہ سالار تھے سید کے

ہاتھ سے مارے گئے رشتنگی بیر جاڈورہ چند ہمراہیوں سمیت گرفتار ہوگیا اور یوسف شاہ کچھ آدمی ساتھ لے کر ہرتل کے عقب میں روپوش ہوگیا۔ سید کے سپاہیوں نے تعاقب کرنا چاہا لیکن اس نے انہیں باز رکھا اور بے تحاشا بھاگا۔ جو موضع ہرتل میں واقع تھا جہاں کرد اراکین کو مراجعت پذیر ہونا علی چک ولد نور وزیر چک اس لڑائی میں شامل نہ ہوا تھا وہ شکار کے بہانے ہرتل کے گرد و نواح میں ہر بار آتا جب لڑائی کا فیصلہ ہوگیا تو اس نے ابدال بٹ سے رابطہ اتحاد پیدا کر کے یوسف شاہ کو تسلی و تشفی کے پیغام بھجوائے وہاں سے واپس آکر درپردہ سید کی بیخ کنی کے اسباب مہیا کرنے لگا۔ نہیں دنوں میں قضا کار سید مبارک خاں کی طبیعت علیل ہوگئی اور ابدال بٹ اس کی عیادت کے لئے گیا دوران گفتگو میں اس نے بڑی ہمدردی اور بہی خواہی ظاہر کی اور اس کے ہمنشین کر دیا کہ علی چک میں بوئے مخالفت پیدا ہوگئی ہے چنانچہ اس نے اس نکار کی تحریک سے علی چک کو معزول کر دیا۔ اس کے معاون شمس ڈوبلی اور دولت چک خوف زدہ ہو کر سید حسین کے پاس جا کر پناہ گزین ہوگئے اور شمس چک اور علم شیر خاں وغیرہ سید ابو المعالی کے سایہ عاطفت میں جا بیٹھے۔ اسی اثنا میں ابدال بٹ نے جو تمام شورش کا بانی مبانی تھا اور آپ بھی اندرونی سازشوں میں بدستور لگا ہوا تھا علی چک اور دیگر سرداران فرقہ بجاں کو اشتعال دلا کر بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ سید کے بیم و ہراس سے انہوں نے یوسف شاہ کو بھی ملا بھیجا اور خود شہر کے پل اور راستہ مقطوع کر کے دریا کی دوسری طرف جا بیٹھے۔ سید مبارک خاں اگرچہ سخت کمزور تھا بلکہ بستر سے بھی نہ اٹھ سکتا تھا لیکن خود اختیار ہو کر سیدلہ عیدگاہ میں آگیا۔ وہاں سے محمد بٹ کے ہاتھ اس نے ابدال بٹ کو پیغام بھجوایا کہ کل وہ میدان زالاگر میں اپنے ہمراہی لے کر لڑائی کے لئے طیار رہے۔ لیکن ابدال بٹ بڑا مکار اور حیلہ گر آدمی تھا ایک طرف تو اس نے بابا خلیل کو سید کے پاس بھیجا کہ تمہارے آدمیوں نے علی چک کو قید کر لیا ہے اس لئے تمام چک متوحش ہو کر لڑائی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ لڑائی کا قصد نہیں رکھتے اگر آپ علی چک کو ہمراہ لے کر بابا خلیل کی خانقاہ پر آجائیں تو تمام باتوں کا فیصلہ ہو سکتا ہے دوسری طرف اس نے یوسف شاہ کے پاس آدمی بھیج دیا کہ موقع یہی ہے

بمسارعت تمام سری نگر آجاؤ۔ سادہ لوح سید دوبارہ اس کے فریب میں آگیا اور علی چک کو جیل سے نکال کر خانقاہ مذکور پر لے گیا۔ ابدال بٹ نے اپنی طرف سے سید رچک وغیرہ چند امرا کو بھجوایا جو چکنی چپڑی باتیں کر کے علی چک کو آزاد کرا کے اپنے ساتھ لے گئے اور سید کو تعظیم و تکریم کشتی میں سوار کر کے واپس بھجوا دیا۔ علی چک اور اس کے لڑکے ہر وقت محبوس رہے۔ ابدال بٹ نے اپنے بیٹے کو یوسف شاہ کے پاس بھجوا دیا کہ اب آپ کا کشمیر آنا معقول ہے اپنی ہی جگہ پر ممکن رہیں۔ چنانچہ وہ مٹن تک آکر واپس لوٹ گیا۔ ادھر اس نے شکر خاں کے بیٹے لوہر خاں چک کو مسند حکومت کے لئے منتخب کر کے سید مبارک خاں کو حکومت سے معزول کر دیا۔

---

# لوہر شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ایک ماہ سنہ ۱۵۸۰ء لغایت سنہ ۱۵۸۱ء

مطابق سنہ ۹۸۸ھ لغایت سنہ ۹۸۹ ہجری

۱۵ ماہ شعبان سنہ ۹۸۸ھ میں یوسف شاہ کا عموزادہ لوہر چک ابدال بٹ کی تحریکات سے سریر سلطنت پر متمکن ہو کر لوہر شاہ کے نام سے مشہور ہوا اور سید مبارک خاں جو پہلے ہی بار حکمرانی سے بیتاب ہو رہا تھا بغیر کسی جد و جہد کے گھر بیٹھ کر امن و آسائش سے زندگی بسر کرنے لگا۔ عرصہ دراز کی کوششوں اور فتنہ انگیزیوں کے بعد ابدال بٹ کو رتبہ وزارت نصیب ہوا۔ عنان حکومت ہاتھ میں لے کر اس نے وہ عروج پایا کہ لوہر شاہ محض برائے نام بادشاہ رہ گیا۔ تمام کاروبار سلطنت ابدال بٹ اپنی مرضی کے مطابق سرانجام دیتا۔ لوہر شاہ خود بھی نیکدل اور رعایا پرور بادشاہ تھا اور مصاحبت وقت کے علاوہ ابدال بٹ بھی عدل انصاف اور جود و سخا سے رعایا پر اپنا دل خوش کرنے لگا۔ اس لئے لوہر شاہ کا قلیل عرصہ حکومت دور دور تک اپنی مثال نہیں رکھتا۔ بادشاہ کی نیکنیتی اور رعایا پروری کے ساتھ ہی بعض شاہد حقیقی نے بھی مظلوم رعایائے کشمیر پر فضل و کرم کی نظر کی جس سے امن و امان ہر ایک شخص خارج البال اور مرفع الحال ہو گیا۔ ارزانی غلہ اور افراط ضروریات اس

حد کو پہنچی کہ ایک خسروار شالی ایک خلوسہ کو پکنے کی مت سور روئی لوہر منڈ و جو وزن میں پانچ پاؤ کے برابر ہوا کرتی تھی ایک کوڑی کو ملتی۔ اسی طرح نمک تیل۔ گوشت وغیرہ کی ایسی افراط ہو گئی کہ ان کی قدر ہی جاتی رہی۔ تمام رعایا خوش و خورم اور شاد و کامران عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگی۔

پٹن سے لوٹ کر بھی یوسف شاہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔ جب امرائے کشمیر کی مخالفت اور خود غرضیوں نے یہاں کی معاونت سے اُسے مایوس کر دیا تو وہ اکبر بادشاہ کی خدمت میں آگرہ پہنچا اور امداد کے لئے خواستگار ہوا۔ اکبر کمال مہربانی اور نوازش سے اس کے ساتھ پیش آیا۔ بلکہ اس نے دو کثیر بھی اسے بطور انعام عطا کیں۔ لیکن فوجی امداد کے متعلق مصلحتاً ٹالیت و حیل اور سرد و فردا کرتا رہا۔ آخر گیارہ ماہ کے بعد راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف کو لشکر کشمیر کے ساتھ تسخیر کشمیر پر مامور کیا۔ جب شاہی لشکر لاہور پہنچا تو یوسف شاہ کا وزیر محمد بٹ جو ایک ہزار سوار و پیادہ فوج کے ساتھ بہلول پور میں انتظار کر رہا تھا آقا سے آملا۔ اب یوسف شاہ اپنی حرکت سے دل میں سخت پشیمان ہوا اُسے پورا یقین ہو گیا کہ اکبر بادشاہ اس امداد دینے میں حکمت عملی سے کشمیر پر خود قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے اس نے محمد بٹ کے مشورہ سے راجہ مان سنگھ اور میرزا یوسف سے رخصت چاہی کہ وہ شاہی لشکر کی روانگی سے پہلے کشمیر جا کر انتظام ملک اور امرائے دولت کے اندرونی حالات سے آگاہی حاصل کرے تاکہ حملہ آوری کے موقع پر آسانی ہو۔ اجازت تو مل گئی لیکن اس کی مالی حالت بہت نازک تھی۔ سفر کے اخراجات کے لئے سخت لاچار ہوا۔ آخر وزیر با تدبیر کی کوشش اور مشورہ سے اس نے لاہور کے تاجروں سے کچھ روپیہ قرض لے لیا۔ اور کشمیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستہ میں اس نے اپنی جمعیت کو چار ہزار سپاہیوں تک پہنچا لیا۔ اور امرائے کشمیر کے نام خط بھیجا کہ میں اکبر بادشاہ دہلی سے کئی ہزار سوار و پیادہ لیکن لیکر آیا ہوں۔ اگر تم لوگ اپنی خوشی سے اطاعت قبول کر لو تو بہتر ورنہ سخت تکلیف اٹھاؤ گے اور ملک بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اور فسادیوں کے جور و ستم سے ننگ و ناموس بھی ضائع کرو گے۔ لیکن انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی۔ بلکہ درہ سندھ کے تمام راستے

سرد و گرم کے بیٹھ گئے۔ ادھر جب اکبر کو یوسف شاہ کی کارروائی سے اطلاع ہوئی تو وہ بھی سخت برآشفتہ خاطر ہوا۔ یوسف شاہ سب کچھ سن رہا تھا۔ لیکن تقدیر کا لکھا ٹلائے بھلول پور کے راستہ بہیر آپہنچا۔ بہرشاہ اور ابدال بٹ نے بھی سامان جنگ آراستہ کیا اور یوسف خاں ولد حسین خاں اور حسین خاں ولد رینہ خاں کو تین چار ہزار سپاہ کے ساتھ اُس کے مقابلہ کو بھیجا۔ بمقام نوشہرہ مٹ بھیڑ ہو گئی۔ لیکن بغیر مجاربہ کے بہرشاہ کی فوج یوسف شاہ سے مل گئی۔ اس کے بعد میر حسین چاڈورہ اور شمس ڈولی بھی جو بہرام گلہ کی محافظت پر مامور تھے یوسف شاہ سے مل گئے۔ راجہ راجوری[1] نے جب یہ حال دیکھا تو اُس نے بھی ہتھیار ڈال دیئے اور مورد عنایات ہو کر ہراول فوج مقرر ہو گیا۔ بہرشاہ اور ابدال بٹ جو بہیر پور کے راستہ پر پڑے ہوئے تھے یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرا گئے۔ اب انہوں نے سید مبارک خاں سے نامہ و پیام شروع کیا۔ لیکن یوسف شاہ کا ستارہ اقبال برج حمل سے نکل کر شمس النہار عروج پر پہنچ گیا۔ اس نے سید موصوف کو پہلے ہی اپنا خیر خواہ اور معاون بنا لیا تھا۔ کچھ فوج بہرام گلہ میں چھوڑ کر یوسف شاہ بارہ مولہ کے راستہ سوپور آگیا اور علاقہ کامراج پر قابض ہو گیا۔ بہرشاہ نے بھی یوسف شاہ کی بہرام گلہ والی فوج کا راستہ روکنے کے لئے ابدال بٹ کو تو وہیں چھوڑا اور خود کافی جمعیت لے کر سوپور آگیا۔ لیکن جب اس نے غنیم کی فوج کا غلبہ دیکھا تو ابدال بٹ کو بھی بلا لیا۔ جو پہلے سری نگر آیا اور وہاں سے بہت سی فوج لے کر اور محبوس علی چک کو زنداں سے نکال کر اپنے ہمراہ سوپور لے گیا۔ اور وزیر اور شہریار دونوں دریائے جہلم کے جنوبی کناروں پر پائے استقامت استوار کر کے جنگ و جدل میں مصروف ہوئے۔ چونکہ درمیان دریا حائل تھا صرف تیر و تفنگ کی لڑائی ہونے لگی اور شمشیر زنی موقوف رہی۔ اسی اثناء میں ابدال بٹ نے ایک ہزار جریدہ سوار دیکھ کر جید بیگ کو کہو یامہ کے

[1] ان دنوں راجوری کا راجہ مستو خاں ولی تھا۔ جو ۹۷۰ھ میں تخت نشین ہو کر ۱۰۱۱ھ تک حکمران رہا اس راجہ نے بعد میں اکبر بادشاہ کی لشکر کشی کشمیر کے وقت راہ دکھانے اور بادشاہی لشکر کو رسد وغیرہ بہم پہنچانے کی خدمات انجام دیں جس کے صلہ میں اس کو مقبول جاگیر حاصل کی ۱۲ فوقی

راستہ غنیم پر حملہ آور ہونے کے لئے بھجوایا اور دوسرے دن اس نے حسب عادت فریب بازی سے کام لینا چاہا چنانچہ بابا خلیل کے ہاتھ سے خط لکھ کر یوسف شاہ کے پاس بھجوایا کہ امرائے کشمیر جو آپ کے لشکر میں ہیں عہد و پیماں کر کے لوہر شاہ سے متفق ہو گئے ہیں۔ اور کل اسکی فوج کے ساتھ شامل ہو جائینگے۔ ادھر حیدر چک دو ہزار سوار کے ساتھ شبخون مارنے کے ارادے سے نرفتہ پوسنگدی میں بیٹھا ہے اگر سلامتی جان درکار ہے تو اپنی جان عزیز لے کر پنچھہ کی طرف تشریف لیجائیں ورنہ خیریت نہیں ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم  تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

یوسف شاہ نے خط تہدید و تخویف پڑھا تو مضمون ذیل جواب منظوم اسکی طرف روانہ کیا۔

چہ میگوئی اے گرگ اہدال رنگ  بتیر سیانی از آب دریا نہنگ
تو بدوسی کشاورزرا بائے من  کشاورزبرزا کے نفروجائے من
بشمشیر ترکش ترا نیست کار  کشاورزبرزا دلیری چکار
پئے حرب من لشکر آراستی  شب خون کناں سوئے من تاختی
خداوند ملکم بہ پیوند خویش  مشو حامی اندر خداوند خویش
تو گر ہوشیاری من ہوشیارم  ہماں ہوشیارم ہماں بخردم
تو کہ برگ ساکن کنی باد را  ہلا سانی از صید فولاد را
کسے کو نہ بندد بمن بر گرہ  کفن پوسید بجائے زرہ
غضنفر بسد فرسر آرد دسر  خذر کن زروباہ بازی مگذر
زکہ دان خود سر بر افراختی  بسیدان مردان نترسیدہ تاختی
تو از کمر خود سید بادشاہ  دراندا ختی ہم چو رستم بچاہ
بداں تا ہم بر نفی جائے من  ستانی زمن ملک آبائے من
نژاد و تبار دگیراں زیر دست  ہمہ پور علی شاہ کہ آرد شکست
تو از من چہ نرم آئینے دیدہ  کہ فولاد خود را بسندیدہ
دراندازہ من غلط بود چہ  کہ باز دے جنگم نہ پیمودہ

من آنگہ عناں باز نہ پیچیم ز راہ  کہ با سر دہم یا ستانم کلاہ
ترا آنچہ بایست گفتم تمام  تو دانی دگر بعد ازیں والسلام

بابا حسین تو جواب لے کر سری نگر چلا گیا اور ابدال بٹ مایوس ہو کر محاربہ و مقاتلہ کے لئے اپنی فوج آراستہ کرنے لگا۔ یوسف شاہ کی قلیل جماعت نے اسکا حوصلہ بڑھا دیا اور اب وہ جان توڑ مقابلہ کے لئے طیار ہو گیا۔

نزاع آہنگاں آتشے بر فروزد  کہ از تاب او آسمانہا بسوزد

دوسرے دن پچھلے پہر یوسف شاہ نے کوچ کی ٹھیرائی اور موضع ولنہ کے متصل جہان سے دریا پایاب تھا پار ہو کر سیدھا سری نگر کو روانہ ہو گیا۔ ابدال بٹ سد راہ ہوا لیکن یوسف شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تاریخ

ناگہاں غیبے دریدہ یک ولنہ؟
۹۰۹

یوسف شاہ اور اس کے ہمراہیوں نے اس معرکہ میں خوب ہی داد شجاعت دی خصوصاً یوسف چک۔ رینہ چک۔ حسین چک شمسی چک دولت چک میر حسین علم شیر اگرے اور سید یوسف خاں ہیقی کی بے مثال شمشیر زنی نے لوہر شاہ کی فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسکا لشکر درہم برہم ہو گیا اور لوہر شاہ میدان معرکہ میں چتر شاہی زمین پر پھینک کر بھاگ گیا۔ حبیب چک جو ابھی تک ابدال بٹ کی فوج میں پائہ رکیب تھا آگے کیا گیا۔ اور عرصہ دراز کے انقلاب کے بعد یوسف شاہ فتح کا نقارہ بجاتا ہوا دار الصدر کی جانب روانہ ہو گیا۔ اہالیان شہر نے کمال اور تہنیت کے نعرے لگاتے ہوئے یوسف شاہ کے استقبال کو نکلے اس نے ہر ایک کی دلجوئی کی اور بڑے اخلاق اور اخلاص سے پیش آیا۔ ملا محمد امین مستغنی[1] نے

[1] مولانا مستغنی کشمیری الاصل تھے۔ یوسف شاہ چک کے مقربان خاص میں سے تھے فضل و کمال سے ان کی ذات معمور تھی۔ ذہن رسا اور طبع بلند تھی۔ باوجود اہل علم و فضل اور صاحب عز و جاہ ہونے کے فکر شعر کا شغل رکھتے تھے۔ شاعری میں بھی اچھے پایہ تھا۔ اکثر غزلیں اور رباعیاں اور قصائد ان سے یادگار ہیں۔ بیروں آستانہ حضرت سید جلال الدین محلہ آروت میں آپ مدفون ہیں۔ ایک رباعی آپ کی لکھی جاتی ہے ؎

خندہ نیم بطبع عاشق ناساز  یا گریۂ گہ بر رخے دوم چوں غماز

اس معرکہ سے پہلے دیوان حافظ سے فال دیکھی تھی جس میں یہ شعر نکلا اور اس موقعہ پر صادق آیا ؎ یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور۔
موہر شاہ نے ایک سال ۱۹ روز کشمیر میں حکمرانی کی۔

# یوسف شاہ چک بار ثانی

ایام حکومت ۳ سال ۱۰ ماہ ۱۶ روز سنہ ۱۵۷۱ء لغایت سنہ ۱۵۷۵ء مطابق
سنہ ۹۷۹ھ لغایت سنہ ۹۸۳ ہجری

یوسف شاہ نے تاج و تخت پر بیٹھتے ہی اپنے رفیق محمد بٹ کو وزیر اعظم اور مدار المہام بنایا جو گذشتہ وزارت کے بعد اپنی قابلیت خصوصاً وفاداری کے لحاظ سے تمام شاہان حقوق کا مستحق تھا۔ عقل و دانش، تدبر و ذکاوت علمی میں یعقوب قابل شیر ثابت ہوا۔ منصب وزارت سنبھالتے ہی اسے خیال پیدا ہوا کہ سب سے پہلے ملک سے اندرونی فتنہ و فساد کو مٹانا اور مفسدوں اور فتنہ پردازوں کی گوشمالی کرکے انہیں راہ راست پر لانا چاہیئے۔ موہر شاہ پانچ ہزار سواروں سمیت میدان سوپور سے بھاگ کر سری نگر میں روپوش ہو گیا تھا جس سے آئندہ فساد کا احتمال یقینی اور لابدی ہو گیا۔ وزیر باتدبیر نے یوسف شاہ کو ان لوگوں کی تہذیب پر آمادہ کیا۔ مخبر نے اطلاع دی کہ موہر شاہ قاضی موسیٰ کے مکان مقیم ہے۔ بادشاہ نے قاضی کی حسب مرتبت اور شریعت کا لحاظ رکھ کر سختی سے پیش آنا مانا۔ اپنے خواجہ سرا خواجہ ملک ناظر کو موہر شاہ کی تلاش کے لئے قاضی کے مکان بھیجا جس نے بڑی تلاش اور تجسس کے بعد اس کو ایک تنگ و تاریک حجرے سے برآمد کیا۔ محمد خاں بیراں سمیت کے مکان سے ملا حسین چک اور بچہ گنائی ہی گرفتار ہو گئے۔ جب سارے مفسد اور سرکش پکڑے گئے تو بادشاہ کے حضور میں پیش کئے گئے۔ جس نے ان لوگوں کی متواتر تمرد حرکتوں و عہد خلافیوں، بغاوتوں اور سرکشیوں کے جرائم کا بر سر جلاس اظہار کرکے موہر شاہ محمد خاں اور حسین چک کی آنکھوں میں سلائی پھیروا دیئے اور تمام مال چند و بچہ گنائی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷) یا نالہ کہ سرنگوں بیچارہ نہ ہم سر زدو دلم خلوت نشین محرم راز نہ۔ (لوقی)

حسین خاں کو کر کے ہاتھ پاؤں منقطع کرا دیئے۔ اور یوسف اللہ علی خاں سرلشکر
اور بابا ذال بیٹ کا بھائی و سہر علی بیٹ باخذ رخصت پولیٹکل اسیر بنائے گئے۔ اور
علی خاں۔ نور و زرچک اور یوسف خاں کو اور سرداروں سے معافی دے کر جہاں خاں
میں بھیجدیا۔ ان کے بغیر باقی تمام باغیوں کو معاف کر کے بدستور سابق اپنی اپنی
جاگیروں اور جائیدادوں پر سرفراز کر دیا۔ منجملہ ان کے شمس چک گویہ وارہ
ور و سمتان کی طرف بھاگ گیا لیکن لوہر تورچی اس کے متعاقب دوڑا
اور اس نے اسے حدود ڈھکلی میں جا پہنچایا جہاں وہ قلعہ خیروز میں پناہ گزین
ہوگیا۔ لیکن اہل قلعہ نے گرفتار کر کے اسے تورچی کے حوالہ کر دیا اور بادشاہ
کے سامنے پیش کیا ہوئے پر اسکی بھی آنکھیں نکلوائی گئیں۔ اس کے علاوہ حیدر چک
بھاگ گیا اور بشت کے راجہ سندر راجہ مان سنگھ کے پاس لاہور جا پہنچا

ملک کو اندرونی فتنہ و فساد سے پاک کر کے یوسف شاہ نظم و نسق ملک کی
طرف متوجہ ہوا۔ اپنے جور و بدعت کا قلع قمع کر کے عدل و انصاف اور رعیت
پروری اور معدلت گستری سے جہانبانی کرنے لگا۔ خانقاہوں کی برستش اور
فقرا کی خدمت خلوص دل سے کرتا اور عموماً حضرت ہروی رشی کی خدمت
میں پا برہنہ جاتا تھا۔ سید مبارک خاں سے رابطہ اتحاد اس درجہ تک بڑھایا
کہ اس کی ملاقات کے لئے عموماً اس کے مکان پر خود جاتا تھا۔ سید کے لڑکوں
سے بھی اس نے عہد و پیمان مستحکم کر لیا بلکہ اپنی لڑکی بھی اس کے بیٹے کے
عقد مواصلت سے نامزد کر دی۔ بایں ہمہ جو لہو لعب اور عیش و کامرانی کا دلدادہ
لڑکپن سے اس کے دامنگیر تھا باوجود انقلاب زمانہ کے مرصا مہب مشاہدہ کرنے

---

شہ لڑکپن میں آہنگری کا کام کرتے تھے۔ لیکن اس صغر سنی کی بے التفاتی جہاں بھی
دیہاداروں سے سخت اجتناب کیا تھا۔ آخر طریقہ درویشاں کے مطابق دائم الروزہ
و قائم اللیل ہو گئے۔ مہمانوں کی خدمت آپ بہت کرتے تھے۔ ہزار ہا کرامات
آپ سے مشہور ہیں۔ آپ عمر میں حضرت مخدوم صاحب شیخ حمزہ سے بھی فیض
روحانی حاصل کیا۔ اور ان کے ایما سے گوشت بھی کھایا جس سے وہ ہمیشہ پرہیز کرتے
تھے۔ اور بطریق سنہ ۹۳۰ھ میں واصل ہوئے۔ عمر ستہتاد و ہفت سال رہی

کے نہ چھوڑا جب سامانات ملکی سے فراغت ہوگئی تو جوش جوانی نے پھر پچھلا سامان پیش نظر کیا۔ ہر سازو سرود کھڑکنے لگا۔ شراب ناب کے دور چلنے لگے۔ مطربان خوش نگاہ نے انجمن آراستہ کی۔ علم موسیقی کا مذاق بڑھنے لگا۔ ہر وقت یہ شعر ورد زبان رہتا ہے

بیش کوش کہ تا چشم نمی رہم خزاں ہے رسد و نوبہار ے گذرد

کچھ عرصہ کے بعد بعض مفسدوں نے فتنہ و فساد کی آگ پھر بھڑکانی چاہی لیکن یوسف شاہ کو وقت پر خبر ہوگئی اس نے شمس چک۔ علم شیر خاں ماگرے سید یوسف اور محمد مک کو باہر بلا کر گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ ابدال چک کا بیٹا حبیب چک خوف زدہ ہو کر لاہور بھاگ گیا اور حیدر چک سے جا ملا۔ اس موقعہ پر بھی چک کا بیٹا شمس چک کا مزاج نہ سمجھ کر جب فتنہ و فساد ہوا لیکن گرفتار ہو کر جیل خانہ پہنچا۔ ادھر علی چک کا بیٹا یوسف چک زنداں حبس سے فراری ہو کر حیدر چک کے پاس لاہور چلا گیا۔ ان لوگوں نے وہاں مشورہ کر کے تبت کی راہ لی اور وہاں کے راجہ سے پانچ ہزار سپاہ کمک لے کر براہ لار کشمیر پر حملہ آور ہو گئے یوسف شاہ نے بھی فوج بھجوائی۔ شاہی افواج کے مقابلہ میں تاب مقاومت نہ لا کر تبتی سپاہ منتشر ہوگئی حیدر چک کشتوار کو بھاگ گیا اور حبیب چک نے سوپور اور یوسف چک نے پرگنہ بنگ میں کچھ دنوں کے لئے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر الذکر دونوں فتنہ پرداز گرفتار ہو گئے اور یوسف شاہ نے ان کی آنکھیں نکلوا دیں۔ اسی اثنا میں مدار المہام محمد بٹ بھی کسی خفیف سے امر پر بادشاہ سے منحرف ہو گیا اور حسین چک کے بیٹے یوسف چک سے اتفاق کر کے بادشاہ کے قتل کے مشورے کرنے لگا۔ وہ بھی ان کے ارادے سے باخبر رہا اور مفسدوں کے مدارک کے ورپے ہوا جس سے دونوں منصوبہ باز بھاگ گھڑے ہوئے اور کوہستان اوڑی میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ سید مبارک کے بیٹے ان کے تعاقب میں گئے مفروروں کی مقابلہ پر ڈٹ گئے محمد بٹ گرفتار اور اس کا بھائی حسین بٹ زخمی ہو گیا۔ انکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹ - فرمائی اور وسلام آباد میں دفن ہوئے رزقوق ا

ہمراہی کچھ تو مارے گئے اور کچھ جانیں سلامت لے کر حیدر چک کے پاس کشتواڑ چلے گئے انہیں دنوں میں بادشاہ کا لڑکا یعقوب شاہ بھی باپ سے باغی ہو کر ہمراہی رینہ خان ابدال خان وغیرہ اُمرا حیدر چک سے جا ملا۔ ملاحسن اسود اور ان کو تو سمجھا بجھا کر واپس لے آیا لیکن رینہ چک وہیں رہا۔ اسی اثنا میں شمس چک بھی حیلخانہ سے بھاگ کر حیدر چک کے پاس چلا گیا۔ جب کافی جمعیت اکٹھی ہو گئی تو حیدر چک نے کوہ باہنال پر آتش فتنہ افروختہ کر دی۔ یوسف شاہ نفس نفیس یلغار کر کے ان کی تادیب کو پہنچا۔ وہ لوگ بھی مقابلہ پر استادہ ہو گئے۔ علی بیٹ اور بچے رینہ شاہی افسران فوج کے مارے جانے سے یوسف شاہ کے لشکر میں ہل چل مچ گئی اور وہ میدان چھوڑ کر پہاڑوں میں جا بیٹھا۔ تاہم سید مبارک کے لڑکوں نے بہت غارت کی اور انہوں نے صرف دس بیس ہمراہیوں کے ساتھ حملہ آور ہو کر غنیم کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔ حیدر چک پا پیادہ مفرور ہو گیا اور اس کی تمام جمعیت منتشر ہو گئی۔ شمس چک اور حیدر چک یوسف شاہ کے پاؤں پر گر پڑے اور سید مبارک کی سفارش سے مشمول عنایات ہوئے۔ اس کے بعد حیدر چک یوسف الغلا اور علی چک راجہ جان سنگھ کے پاس لاہور گئے اور اس سے معاونت کے خواستگار ہوئے۔ چونکہ راجہ موصوف یوسف شاہ کی کارروائیوں سے پہلے ہی برگشتہ تھا اس کے مخالفوں کے ساتھ فوراً اسلحہ لے کر پیش آیا۔ اور بڑی عزت و توقیر سے انہیں اپنے پاس ٹھہرا لیا۔ جب یوسف شاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے خواجہ حاجی بانڈے کے پوتے خواجہ قاسم کو بہت تحفہ و تحائف راجہ سنگھ کے پاس بھیجوایا۔ جس نے محمد غنی کابلی کے ذریعہ حیدر چک کی بڑا بال راجہ موصوف کے کانوں میں پہنچائیں لیکن اس نے خواجہ قاسم کو خاطر خواہ تصور کرنے کے اعتبار نہ کیا۔ بلکہ ان کی رفاقت سے منصرف ہو گیا۔ پہلے سے ہی نباہ کرنے لگا۔ اور دستور ہر دو سپہ کا تمام علاقہ بھی حیدر چک کے تصرف میں کر دیا۔ خواجہ قاسم نے نیل و مرام مراجعت پذیر ہوا۔ مگر اس نے آخر کار حیدر چک کو دغا دے کر یوسف شاہ کو راجہ جان سنگھ کی دار جہنم سے بالکل سلامت کر دیا۔ اس خدمت کے صلہ میں یوسف شاہ نے میرزا کے خطاب

سے بے فکر کیا۔ بلکہ امور سلطنت کا انتظام بھی اسی کے سپرد کر دیا۔ محمد بیگ کی گرفتاری کے بعد میرزا یعقوب خاں مہام وزارت سرانجام دیتا تھا۔ جب خواجہ قاسم منتظم وزارت ہوا تو وہ سر سے یعقوب خاں کی بیخ کنی کے درپے ہو گیا۔ تاہم سلطنت کا کام بھی ہوتا جس سے رنجش اور بھی بڑھ گئی۔ اور خواجہ صاحب نے گذشتہ واقعات یاد دلا کر بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے۔ اسی اثنا میں اکبر بادشاہ کا سفیر تیمور بیگ شاہی مراسلہ لے کر کشمیر پہنچا۔ جس میں یوسف شاہ کے نام لکھا تھا کہ جب سے تم نے کشمیر کو مراجعت کی ملک کے حال و احوال سے بالکل اطلاع نہیں دی۔ اب چاہئے کہ بمجرد وصول حکم فوج ہماری خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ مضمون سے آگاہ ہو کر یوسف شاہ کو یقین ہو گیا کہ شاہ عالم پناہ کا تسخیر کشمیر کا ارادہ ہے۔ ارکین دولت اور اعیان سلطنت کے مشورہ سے جس میں خواجہ قاسم کی غرض اندیشانہ پالیسی ہی شامل تھی اس نے اپنے بیٹے میرزا یعقوب خاں مدار المہام کو سونے تحفہ و تحائف تیمور بیگ کے ہمراہ اکبر کی خدمت میں بھیجا۔ کچھ عرصہ کے بعد میرزا یعقوب خاں اکبر کے ہمرکاب فتح پور سیکری میں مقیم رہا۔ اسی اثنا میں شاہزادہ محمد حکیم مرزا حاکم کابل کی وفات کی خبر پہنچی اور بادشاہ نے ادھر کو عنان عزیمت معطوف کی۔ اور میرزا یعقوب کو حکم دیا کہ وہ یوسف شاہ کو لکھے کہ راستہ میں کسی منزل پر ملاقات کے لئے حاضر ہو۔ چنانچہ ہر ایک کیمپ میں وہ یوسف شاہ کی نسبت میرزا یعقوب سے دریافت کرتا۔ یعقوب خاں بھی ہر ایک مقام سے باپ کو لکھ بھیجتا تھا لیکن امرائے کشمیر اپنے بادشاہ کو مغلوں کے لشکر میں جانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جب اکبر لودھیانہ پہنچا۔ تو اس نے حکیم علی اور صالح عاقل کو حکم دیا کہ ہمارے لاہور پہنچنے تک یوسف شاہ کو حاضر دربار کریں۔ اگر وہ حاضری میں کوئی عذر کرے تو مورد عتاب کیا جائے اس فرمان کے صدور سے یعقوب خاں سخت متردد ہوا۔ چنانچہ بلا اجازت بھلوال اور

---

ف اکبر کا سوتیلا بھائی تھا کئی دفعہ بغاوت کی اور لاہور تک مارا مارا پھرا کئی مرتبہ آخر کو ہاتھ آیا۔ فوق

سے نکل کر تین دن رات میں وہ کشمیر پہنچ گیا۔ میرزا خواجہ قاسم بلائے رفتہ کے چچا نے باز آجانے سے سخت تلملایا اور اس نے یوسف شاہ کو بھی پہلے سے منحرف کر دیا۔ یوسف شاہ نے بیٹے کی بے جا حرکت سے ناراض ہو کر اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن امرائے دولت کی سفارش سے اس کی جان بخشی ہو گئی۔ اس کے بعد جب حکیم علی خانپور پہنچا تو یوسف شاہ اس کے استقبال کو نکلا اور بڑی تعظیم و تکریم سے ہمراہ لا کر سید علی کی حویلی میں اسے رہائش کے لئے جگہ دی یوسف شاہ خود بھی اکبر کے حضور میں پہنچنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن درباران ملک اس بات کے برخلاف تھے۔ حکیم علی نے اکبر کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا جس نے اسے تو واپس بلا لیا۔ لیکن راجہ بھگوان داس کو بھیجا۔ تاریخ میرزا شاہ علی خاں وغیرہ تیس سرداروں کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ تسخیر کشمیر پر مامور کیا۔ اور خود دریائے اٹک پر جمہ فرما ہو کر ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ جب شاہی لشکر دریائے سندھ عبور کر کے حدود کشمیر میں داخل ہو گیا۔ تو یوسف شاہ نے بھی حکیم علی کو رخصت کر کے محاربہ و پیکار کی طیاری شروع کی۔ محمد بٹ اور علم شیر خاں جو ایام بغاوت سے محبوس تھے رہا ہو کر انعام و اکرام سے سرفراز کئے گئے۔ محمد بٹ کو حفاظت ملک اور رسد رسانی کے لئے سرینگر چھوڑا اور بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ سپاہ کے ساتھ غنیم کے مقابلہ کو نکلا۔ کوہ مست پہنچ کر سید ابو المعالی اور حسین چک کو کمک کے لئے بھیجا اور شمس چک یعقوب خاں لوہر قبچی بابا طالب اصفہانی حسن بیٹ اور حسن ملک چاڈورہ مع خیل و حشم اور دیگر زمیندار ان کی کمک و بہمیہ جولیا سے مامور ہوئے۔ سخت خونریز لڑائی شروع ہوئی۔ کشمیری سپاہی بڑی شجاعت اور جوانمردی سے لڑے اور سینکڑوں مغلوں کے سر کاٹ کر یوسف شاہ کے پاس لے گئے چند روز تک یہی حالت رہی۔ آخر قدرت الٰہی سے عالمگیر ابر چھا گیا اور ایک ہفتہ تک اس شدت سے بارش اور برفباری رہی کہ تمام ملک میں طغیانی اور سیلاب جاری ہو گیا۔ پل اور راستے بہہ گئے۔ مغلوں کی فوج کا سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو گیا۔ رسد رسانی مسدود ہو گئی۔ گرانی

غلہ اس حد کو پہنچ گئی کہ ایک اشرفی کو سیر بھر اناج نہ ملتا تھا۔ ان کے سپاہی گھوڑوں اور ہاتھیوں کو ذبح کر کے کھانے لگے۔ جس میدان میں مغلیہ فوج پڑی تھی وہ دلدل بن گیا ہزاروں سپاہی شدت برودت اور سیلاب آب سے ہلاک ہو گئے یہ دیکھ کر کشمیریوں کے حوصلے بڑھ گئے اور مغل ہمت ہار کر پریشان و خستہ حال ہو گئے۔ بہائے رفتن نہ جائے ماندن سپہ سالار نے بھگوان داس راجہ بھگوان داس یہ سخت گھبرا گیا مگر ہوش و حواس بجا کر کے اس نے یوسف شاہ کے نام ایک خط شاہ بیگ خاں کے ہاتھ بھیجا کہ اگرچہ موجودہ صورت میں ہماری حالت خراب ہے لیکن یاد رہے کہ سال آئندہ تمہیں وہ مصیبت اٹھانی پڑے گی جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی مناسب ہے کہ دور اندیشی سے کام لو۔ انجام کو سوچو اور سر اطاعت حلقہ انقیاد میں رکھ دو یوسف شاہ آگرہ و دہلی میں رہ کر اکبر کا جاہ و جلال دیکھ چکا تھا خود بھی چاہتا تھا کہ صلح ہو جائے اس لئے اس نے میرزا قاسم شاہ کو شاہ بیگ خاں کے ہمراہ بھگوان داس کے پاس بطور ایلچی بھیجا جس کی وساطت سے عہد نامہ ہو گیا یوسف شاہ فوج ہراول کے معائنہ کے بہانے سے چار ہزار سوار کے ساتھ راجہ بھگوان داس کے پاس لشکر میں چلا گیا۔ کشمیریوں نے اس کی تاریخ ہر یاں کشمیر اس طرح لکھی ہے تاریخ۔ ہو گیر فتار گو

۹۹۳ھ

یوسف شاہ کا بلا سوچے سمجھے اپنے امرا خصوصاً امر خلیر کا مرتکب ہونا کشمیر کے لئے ایک ہولناک واقعہ تھا جس نے امرائے کشمیر کو ویرانہ بنا دیا۔ آخر سب نے اتفاق کر کے میرزا یعقوب خاں کو مسند حکومت پر بٹھا دیا۔ اور کمر ہمت باندھ کر بابا طالب اصفہانی اور محمد سلیم کاشغری سید ان جنگ میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اس جوش و خروش سے حملہ کیا کہ دو پہر تک قریب تیس ہزار مغلوں کو کھیت ڈال دیا۔ شاہزادہ میرزا[1] استاد لوسی بجار

[1] میرزا شاہرخ تیموری شاہزادہ تھا۔ پریشانیاں اور مصائب اٹھانے کے بعد ۹۹۳ھ ہجری میں دربار اکبری میں پہنچا۔ اکبر نے بڑی خاطر کی لاکھ روپیہ نقد ۲۰ عمدہ گھوڑے لونڈی غلام وغیرہ مرحمت کئے۔ میرزا نے ۱۰۱۶ھ ہجری تک ہند

کی تدبیر سے دریائے جہلم پر پل بنا کر سرحد کہاوڑہ میں بھاگ گیا لیکن زمینداران کہکہ کی ایک جماعت اسپر آپڑی۔ اور اس کو تمام ہمراہیوں سمیت خاک و خاشاک میں ملا کر نیست و نابود کر گئی۔ اس کا مال و اسباب غارت کر کے لے گئے اور پل مذکور کو توڑ کر مطمئن ہو بیٹھے۔ آخر تنگ آ کر راجہ بھگوان داس نے یوسف شاہ کی مصلحت سے میرزا علی اکبر کو بطور سفیر یعقوب خاں کے پاس بھجوایا۔ اور اس کو تسلی و تشفی دے کر عہد و پیمان کر لیا اور مبارک خاں گکھڑ کی لڑکی یعقوب خاں سے نامزد کر دی جس کے بعد یعقوب خاں نے محاربہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور سری نگر کو مراجعت پذیر ہو گیا۔ راجہ بھگوان داس یوسف شاہ کو ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس اٹک چلا گیا۔ اس نے یوسف شاہ کے بارے میں اکبر کے پاس بہت سفارش کی لیکن اس نے ایک نہ مانی۔ اور اسے قید کر دیا۔ جس سے بھگوان داس کو سخت طیش آ گیا اور اس نے اپنے پیٹ میں خنجر بھونک لی۔ کچھ دم عالی سے موت سے بچ گیا۔ یوسف شاہ پانچ سال قید رہ کر مع رام داس کچھواہہ کے پاس لاہور بھیجا گیا۔ دو سال تک ٹوڈرمل کی حراست میں رہا۔ اس کے بعد جب راجہ مان سنگھ کابل سے واپس آیا تو اس کی سفارش سے منصب پانصدی پر سرافراز ہو کر راجہ مذکور کے ہمرکاب عسکر بنگالہ میں داخل ہو گیا۔ اس حادثہ نے یوسف شاہ کو شکستہ دل کر دیا تھا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد علل دماغ کے عارضہ میں مبتلا ہو کر دنیا سے گذر گیا۔ اس مرتبہ اس کی حکومت چھ ماہ سات سال رہی۔

## یعقوب شاہ چک

ایام حکومت ایک سال ۱۰ ماہ ۹ روز سنہ ۹۸۵ھ بغایت سنہ ۹۸۶ھ
مطابق سنہ ۹۷۳ھ بغایت سنہ ۹۹۴ھ ہجری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴۔ اصحابین میں قضا کی ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حکمرانان کشمیر میں شامل نہیں تھے شاید کوئی اور تیموری شاہزادہ ہوگا (رحمت)

میدان جنگ سے واپس آکر ۱۵۹۳ء میں یعقوب خاں نے جشن تاجپوشی منعقد کیا۔ اور علی ڈار کو نائب السلطنت اور وزیر اعظم مقرر کیا۔ جیسا کہ یعقوب شاہ خود رائی و تعصب میں یگانہ و ہمتا تھا ایسا ہی امورات سیاسی سے بے بہرہ وزیر بھی اس نے منتخب کیا۔ علی ڈار آدمی تو خوش مزاج تھا لیکن سے بندوبست ملکی کے مقدمات میں صدق و کذب۔ نیک و بد اور صلاح و فساد میں تمیز کرسکتا تھا۔ نشہ شراب سے مخمور اور عارضہ نسیان سے مجبور تھا۔ ابھی ایک حکم جاری کرتا گھڑی بعد اسی مسئلہ کے متعلق دوسرا حکم دے دیتا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی کو اس نے ایک گاؤں بطور جاگیر بخشا۔ اسی دن دوسرے گاؤں کسی دوسرے کو عطا کر دیا۔ دونوں جاگیرداروں میں جھگڑا اٹھا اور دونوں لڑتے لڑتے وزیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دونوں کو جواب دے دیا کہ ہم نے کب کسی کو جاگیریں دی ہیں۔ گاؤں حالصہ سرکار میں شامل ہے کسی کی جاگیر نہیں اسی طرح آپ کے دوسرے احکام بھی بدلتے دیر نہ لگتی تھی جس سے امورات ملکی میں فتور آنے لگا۔ حکومت کا منشا بگڑوں جھیلوں کا تصفیہ کرنا ہے۔ لیکن یعقوب شاہ کی حکومت اور علی ڈار کی وزارت نت نئے فساد برپا کرنے لگی جس سے لوگ بہت تنگ آ گئے۔

اسی اثنا میں یعقوب شاہ سید حسین خاں اور شمس ڈوبی کو قائم مقام بھیج کر خود اپنے صاحبزادے کی کتخدائی کی تقریب پر ہالہ وان صفت خرابہ معاودت کے موقعہ پر جب اچھبل پہنچا تو علی ڈار نے شمس چک، علم شیر اگر سے اور میر حسین جاڈورہ وغیرہ امرائے نامدار کو اپنے ساتھ شامل کر کے بادشاہ پر حملہ کر دیا۔ لیکن تاب مقاومت نہ لاسکا اور شرمسار ہو کر سید حسین اور شمس ڈوبی سے لڑنے کو سری نگر کو لوٹ آیا۔ لیکن یعقوب شاہ بھی اسی تعاقب میں دوڑتا سری نگر پہنچ گیا۔ تاہم وزیر بھی داخل شہر ہو گیا اور دریائے جہلم کے پل توڑ کر مقام زالاگر قلعہ اگیر ہوا۔ یعقوب شاہ نے عیدگاہ میں صفوف محاربہ آراستہ کیں۔ اسی اثنا میں علی ڈار وزیر صاحبت کو

سنت کے اعتماد پر یعقوب شاہ کے پاس تلافی مافات کے لئے حاضر ہوا۔ لیکن اس نے اس کی درخواست نامنظور کی۔ اس لئے علی ڈار اور شمس چک دونوں اپنے ہمراہی لے کر سوپور چلے گئے۔ یعقوب شاہ بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا اور قصبہ سوپور پہنچ کر اس نے جنگ و جدل کا بازار گرم کر دیا یہاں بھی علی ڈار کو پسپا دکھائی پڑی۔ دریا عبور کرتے ہوئے کثرت ازدحام سے پل ٹوٹ گیا اور اس کے بہت سے ہمراہی دریا برد ہو گئے۔ شمس چک پھر روانہ سری نگر ہوا۔ یعقوب خاں بھی بلا تامل کر کے اس سے پہلے ہی داخل شہر ہو گیا۔ اب علم شیر ماگرے اپنی فوج لے کر کچھوامہ کی طرف نکل گیا۔ میر حسین چاڈورہ موضع سمہ مال جا بیٹھا۔ اور علی ڈار برتہل کے کسی زمیندار کے ہاں جا کر پناہ گزین ہو گیا۔ شمس چک خانقاہ میر شمس الدین عراقی میں جا چھپا۔ لیکن گرفتار ہو کر قید ہو گیا۔

اس واقعہ کے بعد محمد بٹ نے خلعت وزارت زیب تن کیا۔ اور یعقوب شاہ سے فارغ ہو کر اپنے مذہب کی اشاعت کی طرف مائل ہوا۔ ہر ایک سنت و جماعت پر سخت جور و ستم کرنے لگا۔ قاضی موسیٰ جو قاضی میر علی مرحوم کے احفاد سے علوم غریبہ اور فنون عجیبہ میں آراستہ و پیراستہ قاضی القضات ملک تھا جامع مسجد کی مرمت کرانے میں عرصہ ایک سال سے مصروف تھا یعقوب شاہ کو اہل سنت کی مسجد کی تجدید ناگوار خاطر ہوئی اور وزیر پردہ قاضی صاحب کی سرزنش کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ ایک دن اس نے قاضی کو حکم دیا کہ وہ اس امر کا خط سے لکھ دے کہ مؤذن لوگ اذان کے ساتھ کلمہ علی ولی اللہ شامل کر کے پڑھا کریں قاضی نے اس بات کو خلاف شرع سمجھ کر انکار کر دیا۔ اس لئے یعقوب شاہ نے اسے شمس چک کے ساتھ رابطہ اتحاد رکھنے کا الزام لگا کر بسزا جلاد شہید کر دیا۔ اور اسکی لاش ہاتھی کی دم سے باندھ کر تمام شہر میں پھرائی۔ کہتے ہیں کہ جب اس کی لاش اپنے گھر پہنچی تو اس کی ماں نے اسپر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر خدا کا شکر ادا کیا کہ الحمد للہ میرا بیٹا خدا کے راستے میں شہید[1] ہوا۔ اس واقعہ

---

[1] بیان کرتا قاضی کی شہادت کے دن غروب آفتاب سے پہلے آسمان پر سیاہ

جانکار کے بعد اہالیان کشمیر بادشاہ کی بدکردار یوں سے سخت بیزار ہو گئے۔ بقول
وحشی و اور فتنہ و فساد کی ہوا چاروں طرف پھیل گئی۔ اتفاقاً انہیں دنوں میں
بادشاہ نے کوتہ اندیشی اور کم عقلی سے ملا حسن اسود کی رائے کے مطابق
محمد بیگ کو منصب وزارت سے معزول کر کے قید کر دیا۔ اور اسکی جگہ ناظر کے
جو جملہ تعقل و تدبر سے بالکل معرا تھا مدار المہام بنا دیا۔ وزیر بادشاہ سے
بھی بڑھ کر نکلا اور وزیر سے چنانچہ شہر یار سے چنانچہ کا مقولہ صادق آگیا
دونوں نل کھوکھر جور و ستم میں مشغول ہو گئے۔ رعایا پریشان حال ہو گئی
ہندو مسلمان دونوں قومیں مورد عتاب ہوئیں۔ ہزاروں بے گناہ ہلاک
کئے گئے یہاں تک کہ تھوڑے ہی دنوں میں رعایا برپا جان سے تنگ
آگئی۔ جب اس کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو بعض اکابران ملک مثل جناب
بابا داؤد خاکی اور حضرت شیخ یعقوب صرفی وغیرہ اکبر بادشاہ کے دربار میں
پہنچے اور انہوں نے آکر شیخ یعقوب کی ترغیب و تحریص دینے کر اس سے
حسب دلیل عہد و پیمان کیا۔ اور خود بھی امداد دینے کا وعدہ کیا۔

## خلاصہ شرائط عہد و پیمان

(۱) حاکم وقت امور ملت مذہبی۔ بیع و شراء اجناس اور فسخ غلات کے
معاملات میں دخل اندازی نہ ہو۔

(۲) حکام و اہلکار سرکار اہالیان کشمیر سے غلام اور کنیز نہ رکھیں۔

(۳) باشندگان ملک ہر قسم کے جور و بدعت اور ظلم و تعدی سے امون
رہیں۔

(۴) چونکہ امرائے کشمیر زمانہ بے استقلالی کے باعث مفسد فتنہ و فساد ہوتے رہے
ہیں۔ فی الحال انہیں امور ات ملکی و مالی میں دخل نہ دیا جائے۔

سنہ ۱۵۸۶ء میں اکبر بادشاہ کی درخواست پر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۷ ابر چھا گیا اور آندھی طوفان چلنے لگا۔ بعد ازاں زور سے کڑکنے لگا تمام
لنگر چھا اٹھا۔ عورتوں کے حمل ساقط ہو گئے۔ اور بڑی خورد سال بچے دہشت سے ہلاک ہو

ہندوستان نے میرزا قاسم میر بحر کو چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ فوج دے کر روانہ کشمیر کیا۔ شیخ یعقوب صرفی اور حیدر چک بدستور وہیں مقرر رہے اور میرزا قاسم میر بحر ہٹا کرتا ہوا فوں میں حدود راجوری تک پہنچ گیا۔ وزیر نازک بٹ کو تمام مقام چھوڑ کر یعقوب شاہ بھی تیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ کے ساتھ ہیرہ پور کے راستے مقابلہ کو نکلا۔ چونکہ رجایا نے کشمیر پہلے دن سے یعقوب شاہ کی سلطنت سے بیزار ہو رہی تھی اکثر امرا اور رعایا دولت سرگردان ہو کر اکبری افواج سے جا ملے منجملہ ان کے سید یوسف خاں بہتی سے بیکر وغیرہ وزیر نازک بٹ سے بہت سا سامان حرب بھی لے لیا۔ اور کچھ دامن میں ضلع شیر باگر سے اور ظفر خاں ولد شمسی چک سے عہد و پیمان کر کے سری نگر داخل ہو گیا اور محمد بٹ اور شمس چک کو جس خانہ سے آزاد کر کے اہل تشیعہ پر لوٹ مار اور غارت تاراج مچانے لگے محلہ اور خانقاہ چڈھی مل کو جلا کر خاک میں ملا دیا۔ اور شمس عراقی کی قبر کے موقعہ پر مسجد بلند پر تعمیر کرا دیا۔ اسی طرح تمام اہل تشیع کے مکان مال غارت کر کے خاک میں ملا دیئے۔ تین روز تک یہی حالت رہی۔ اس کے بعد سید یوسف خاں دل کا بخار نکال کر پونچھ کی طرف جا کر میرزا قاسم کی فوج سے جا ملا۔ یعقوب شاہ نے ہیرہ پور سے یوسف چک ولد حسین چک رئیسہ چک ولد ابدال چک اور سید ابراہیم خاں ولد سید مبارک خاں وغیرہ کو کوٹ بھل کے راستہ کی حفاظت پر مامور کیا۔ لیکن ان کے تمام سپاہی بھاگ کر اکبری فوج سے جا ملے اور یوسف چک وغیرہ مایوس ہو کر یعقوب شاہ کے پاس آ گئے۔ اسی طرح ابراہیم نیاک اور شنگی نیاک ہی جو سدھ کے راستے کی نگرانی پر متعین تھے غنیم سے مل گئے۔ البتہ قاسم نیاک اور حسین چک جو پیر پنجال کے راستے بطور ہراول گئے تھے میرزا قاسم سے زور آزما ہوئے۔ قاسم نیاک تو پہلے ہی حملہ میں مارا گیا لیکن اس کا لڑکا ظفر نیاک نہایت بہادری کی مہارت سے مغلوں کے ساتھ اس جوش و خروش سے لڑا کہ اکبری فوج میں تہلکہ پیدا ہو گیا اسی اثنا میں ان دونوں بہادروں کے قتل ہو جانے پر جنگ کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اور اکبری فوج کوہ پیر پنجال عبور کر کے کشمیر میں داخل ہو گئی۔ سید ابوالمعالی جو انہیں

پیس رہا تھا لیکن اسکی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی۔ آخر اس کی حکمت عملی اور حسن اخلاق نے محمد بیٹ شمس چک۔ ظفر خاں اور علم شیر خاں کو منلوں سے منحرف کر لیا اور وہ لوگ بمقام بھیرہ پر یعقوب شاہ سے آملے۔ اس طرح منل سپاہیوں کے لئے ایک اور معرکہ کا میدان کھل گیا۔ اور اب یعقوب شاہ کی بھی فوج سے لڑائی شروع ہو گئی۔ پہر دن تک بڑے جوش و خروش کے ساتھ میدان کارزار گرم رہا اور کشمیری سپاہ نے بھی ننگ و ناموس بچانے کی خاطر کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔

شمس چک نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی۔ اپنے ہاتھ سے اس اکیلے جوان مرد نے کئی منلوں کو شربت مرگ چکھایا۔ باوجود دشمنوں کی کثرت کے جان سلامت لیکر کرناہ کی طرف چلا گیا۔ چونکہ اس احاکم الحاکمین کو جو شہنشاہوں کا شہنشاہ اور بادشاہوں کو گدا اور گداؤں کو تاج شہی پہنانے والا ہے کشمیر کی یہ آزادی جو رعایا کے لئے سم قاتل ہو رہی تھی منظور نہ تھی اس لئے اس کے سامان بھی حکمران خاندان کی باہمی خانہ جنگیوں اور مذہبی تعصب ظلم کی شکل میں نمودار ہو رہے تھے۔ اور یعقوب شاہ کے عہد میں تو حد کمال کو پہنچ چکے تھے باوجود نہایت بہادری سے مقابلہ کرنے کے خوبئے تقدیر نے ساتھ نہ دیا اور آخر یعقوب شاہ شکست کھا کر کشتواڑ کی طرف بھاگ گیا۔ منلوں کا لشکر ظفر یاب لشکر رات کو شوپیاں میں قیام کر کے دوسرے دن ۱۷ ذیقعدہ ۹۹۴ھ کو میرزا قاسم بیگ کی سرکردگی میں بہ کمال تزک و احتشام داخل سری نگر ہوا۔

جس طرح کشمیر کے ان آخری دو حکمرانوں کا نام یوسف اور یعقوب تھا اور جس طرح یہ دونوں باپ بیٹا تھے۔ اسی طرح ایران کے فرماں رواؤں میں بھی یوسف ترکمان کا بیٹا سلطان یعقوب بیگ ترکمان تھا۔ ان کا بھی جب ایسا ہی انجام ہوا تو وہاں کے کسی شاعر نے یہ شعر موزوں کیا جو کشمیر کے ان آخری کشمیری الاصل حکمرانوں پر بھی صادق آتا ہے ؎

غزلیان یوسف گم شد چہ شد یعقوب زار ے — نوائے یوسف نشناسی یدم نوائے یعقوب آمدے

# اورنگ چہارم

## دور حکومت شاہان خاندان چغتائی

از ابتدائے ۱۵۸۶ء لغایت ۱۷۵۲ء سلاطین ۹۹۴ھ لغایت ۱۱۶۶ھ

عروس است ایں چرخ ناتمکدہ۔ یکے شاد و دیگر غم زدہ

سلطان سکندر کے عہد حکومت میں جس امیر تیمور صاحبقران نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ کیا کے سلطان موصوف کو بھی حلقہ بگوش بنایا تھا ناظرین کے دلوں سے محو نہ ہوا ہوگا کہ شاہی خاندان چغتائی کا جد امجد بھی امیر ہے جو مملکت ترکستان اور خراسان کا ایک اولوالعزم اور نامور بادشاہ گذرا ہے۔ وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت کا انتظام کچھ عرصہ کے لئے مفقود ہو گیا تھا کیونکہ اس خوش نصیب امیر نے گیارہ لڑکے چھوڑے جنہوں نے سلطنت کے حصہ کر کے اپنی طاقت کو بالکل کمزور کر لیا یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد تیموری مملکت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گئی۔ مرزا الغ بیگ کے ماتحت کابل آیا۔ احمد مرزا سمرقند سمیہال بیٹھا محمود مرزا نے حصار و قندز پر قبضہ جما لیا اور عمر شیخ مرزا اندخان اور فرغانہ کا حاکم بنا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں اور جاگیریں بنگئیں جن سے امیر تیمور کی ساری شان و شوکت کا بظاہر خاتمہ ہو گیا لیکن ۱۴۸۳ء میں ابوسعید میرزا کے بیٹے عمر شیخ مرزا کے ہاں یونس بیگ حاکم مغلستان کی لڑکی کے بطن سے ایک ایسا اقبالمند لڑکا پیدا ہوا جس نے ظہیر الدین محمد بابر کے نام سے ایک ایسے عظیم الشان اور نامور خاندان کی بنیاد ڈالی جس کا ستارہ اقبال تاریخی عالم میں جب تک دنیا قائم ہے رشک کی نگاہ سے دیکھا جائیگا۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہندوستان اسی خاندان کا ایک روشن ہیرا ہے جس نے ہندوستان کے علاوہ تاریخ کشمیر میں بھی تغیر عظیم پیدا کر دیا اس سے پہلے یہاں کی حکومت خود مختار فرمانرواؤں کے قبضہ اقتدار میں رہی لیکن اس شہنشاہ کے وقت سے وہ ملک جو کسی وقت اپنی بہادری اور شجاعت کا سکہ تمام ہندوستان پر بٹھا چکا تھا اسی ملک کی معمولی ریاستوں کی فہرست میں درج ہونے لگا۔ اگرچہ سابقہ شان و شوکت اور لوکیلٹی کے لحاظ سے اکبر جیسے بادشاہ کے لئے

بھی کشمیر کا فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن قدرت نے دوسری فتوحات کو
تسخیر کشمیر کا سہرہ بھی اسی کے سر باندھنا تھا یہ اس کے اسباب اور وسائل
چکوں کی خانہ جنگیوں مفلسی و نادہندگی تعصب اور دل آزاری میں ایسے چھپا رکھے جو
اس وقت تک جبکہ ملک باتھ سے چلا گیا کسی کو محسوس نہ ہو سکے۔ بابر اور ہمایوں
کو بھی اس طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا تھا لیکن وہ لوگ اپنے اپنے معاملات میں ایسے
سرگرداں تھے کہ کشمیر کی جانب پوری توجہ نہ کر سکے اور چکوں کو انہوں نے اتنا موقع
دیا کہ سلطنت کی بنیاد کما حقہ مضبوط کر لیں ناکران کے جانشین کو اس کے فتح کرنے
نا قابل برداشت تکالیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اب جبکہ اکبر کا سپہ سالار مرزا قاسم بیگ
کشمیر میں داخل ہو گیا اور دار السلطنت پر بھی اس نے قبضہ کر لیا تو لوگوں کو زلیچو کا واقعہ
یاد آنے لگا۔ یعقوب شاہ اور شیخ ابو المعالی نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح مرزا قاسم بیگ
سے مل جائے لیکن بادشاہ کی کوتہ اندیشی اور کم عقلی نے ان کی ہر مثال کوشش کو ناکام
اور بیکار کی ایک بھی پیش نہ چلنے دی اور انہیں آخر مجبوراً کھا کر ملک غنیم کے حوالہ
کرنا پڑا۔

نقاوت ہائے امت ہیچ انگشت دارد۔ چو خواہد از یکے کامے بر آرد
دو برچشمش نہد دیگر دو بر گوش یکے بر لب نہد گوید کہ خاموش

ایک مرتبہ پھر یعقوب شاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنے
ہمراہیوں کی شجاعت کی داد دیکر ان کی حوصلہ افزائی کرتا اس کے دماغ میں بیہودہ
شکست کھانے کی غیرت جوش زن ہوئی اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس کی میدان میں
پیٹھ دکھائی تھی سزا دینے پر مستعد ہو گیا جس سے تقریباً تمام سردار رنجیدہ خاطر ہو کر
اٹھ گئے اسی اثنا میں مرزا قاسم بھی سر پر آموجود ہوا اور یعقوب کو ہمیشہ کے لئے حکومت
کو خیرباد کہنی پڑی۔

خاندان مغلیہ نے کوئی سو سوا سو برس شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانہ تک بہت زور و
شور سے حکومت کی لیکن اس کے بعد ہر کمالے را زوالے کے مطابق ان کی حکومت میں
بھی ضعف آ گیا۔ بادشاہوں نے ملک گیری اور مملکت رانی چھوڑ کر عیش و عشرت
اور شراب و کباب کی مجلسیں گرم کرنی شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ محمد شاہ کے عہد

میں دربار کیا تھا۔ ایک رقاص خاندین گیا تھا۔ امراء دربار سے بڑھکر رقاصوں اور مغنیوں کو انعام اور خطاب دیئے جاتے تھے۔ جن سے سلطنت کی بنیاد کھوکھلی ہو گئی اور ارکین دولت منحرف ہو گئے۔ جب کسی فرد بشر یا قوم یا بادشاہ کے برے دن آتے ہیں تو قدرت تمام ایسے اسباب مہیا کر دیتی ہے جن سے تباہی اور خرابی کا انسداد نہ ہو سکے۔ نادر شاہ کے حملہ نے ان کی رہی سہی طاقت کو بھی زائل کر دیا۔ ایام ادبار کی یہی نشانی ہے کہ نادر شاہ نے چند ضروری امورات کی نسبت محمد شاہ کو بے رنگ لکھا لیکن اس سرمست بادہ جہالت نے جواب تک نہ دیا اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا۔ "جواب چہ دہے نسیم اگر تو نسیم القاب چوے تو نسیم آنقدر قلی است ثانی بادشاہ نمیست" اسی قسم کی باتوں سے نادر شاہ کو بھی تسخیر ہند پر آمادہ کر دیا ورنہ وہ خود کہہ رہا تھا اور محمد شاہ کو بھی لکھ چکا تھا کہ "آنچہ کہ از مضافات و رقبات ایران است تسخیر کردم۔ ہندوستان سلطنت علیحدہ است۔ قصد آن نیست مگر آنکہ چہار کرور روپیہ کہ ہمایوں شاہ از شاہ طہماسپ ماضی گرفتہ است بہ ہند تعرض نخواہم کرد۔" اسی طرح جب صوبیداروں یا منصبداروں کی عرضیاں اور مراسلہ موصول ہوتے تو انہیں جام شراب میں ڈالکر آپ فرماتے ع

این دفتر بے معنی غرق مے ناب اولے

بادشاہ کی یہ حالت دیکھکر صوبیداروں کو بھی جرأت ہو گئی۔ اوروں کے علاوہ ابوالبرکات خان اور میر مقیم کنٹ نے کشمیر میں شورش برپا کی۔ اور حکومت کشمیر کی وہ حالت ہوئی کہ صوبیدار صرف رعایا اور اتالیان سہ پنگر کی ذاتی منشاء کے مطابق مقرر ہو سکتے تھے اسی پر اکتفا نہیں ہوا۔ بلکہ

امیران کشمیر نے احمد شاہ ابدالی سے خط و کتابت شروع کر دی اور اسے بھی تسخیر کشمیر پر آمادہ کر لیا۔ ادھر ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم خان نے تو اس خاندان کی ناؤ ہی ڈبو دی جو میر مقیم کنٹ کو مغلوب کر کے شاہ دہلی سے منحرف ہو گیا اور اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اپنے ملک کو قتح کر لینے میں تعمیم کے لئے کونسا امر مانع راہ ہو سکتا ہے۔

۱۷۵۲ء میں احمد شاہ ابدالی کے جنرل عبداللہ خان ایشک آقاسی نے احمد شاہ جیشتہ اور ابوالقاسم خان دونوں کو مسند تخت کے لئے چھوڑ دیا۔ اور حکومت کشمیر خود سنبھال بیٹھا۔

# شجرہ نسب شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر شاہ

امیر تیمور کی چوتھی

امیر شاہ ۔ وفات ۸۰۰ھ ۔ سلطان ابو سعید مرزا ۔

عمر شیخ مرزا ۔ ولادت ۸۶۰ھ

ظہیر الدین محمد بابر ۔ ولادت ۸۸۸ھ

نصیر الدین محمد ہمایون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جلال الدین اکبر ولادت ۹۴۹ھ وفات ۱۰۱۴ھ

نور الدین جہانگیر ۔ ۔ ۔ ۔ وفات ۱۰۳۷ھ

شہاب الدین شاہ جہان ۔ وفات ۱۰۷۶ھ

محی الدین عالمگیر ولادت ۱۰۲۸ھ وفات ۱۱۱۸ھ

معظم اعظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وفات ۱۱۱۹ھ

محمد اعظم بہادر شاہ شاہ عالم ۔ وفات ۱۱۲۷ھ

معز الدین جہاندار شاہ ۔ وفات ۱۱۲۵ھ

فرخ سیر بن عظیم الشان بن بہادر شاہ ۔ وفات ۱۱۳۱ھ

رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن بہادر شاہ ۔ وفات ۱۱۳۱ھ

رفیع الدولہ بن رفیع الشان ۔ ۔ ۔ وفات ۱۱۳۱ھ

روشن اختر محمد شاہ بن جہستہ اختر بن بہادر شاہ ۔ وفات ۱۱۶۱ھ

احمد شاہ معزولی ۱۱۶۱ھ وفات ۱۱۸۸ھ

محمد عزیز الدین عالمگیر ثانی ۔ وفات ۱۱۷۳ھ

علی گوہر شاہ عالم ثانی ۔ وفات ۱۲۲۱ھ

اکبر شاہ ثانی ۔ وفات ۱۲۵۳ھ

ابو المظفر بہادر شاہ غازی السلاطین تیموریہ ۔ معزولی ۱۲۷۴ھ وفات

# جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ہند

ابام حکومت ۱۹ سال ۱۱ مہینہ ۱۲ دن۔ روز جلوس ۲۵۶ سنہ ولایت ۶۰۵ ہجری مطابق ۱۵۵۶ء سنہ عیسوی ۱۴

پیدائش ۵ پنجم ماہ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵۴۲ء کو بمقام امرکوٹ ماہم بیگم کے بطن سے ایسے زمانہ انقلاب میں پیدا ہوا کہ اس کا باپ ہمایوں اس کی تعلیم و تربیت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو سکا بلکہ اس کی ولادت کو بھی مصیبت سمجھکر اور اس شیر خوار بچہ کو مرزا کامران کے پاس چھوڑ کر خود ہمراہی ماہم بیگم ایران چلا گیا۔ خلاف توقع اس کی پیدائش کے ساتھ ہی ہمایوں کے نصیب نے پلٹا کھایا۔ اور یاوری بخت نے تھوڑے عرصہ میں دشمنوں کو مغلوب کر کے اسے سلطنت ہند پر مستقل کر دیا۔ اس اثنا میں جب اکبر نے ذرا ہوش سنبھالا تو بیرم خان اس کا اتالیق مقرر ہوا لیکن ابھی تحصیل علوم و فنون کے میدان میں اس نے قدم بھی نہ رکھا تھا کہ اچانک محمد ہمایوں بام سے گر کر مر گیا اور تیرہ سال نو ماہ کی عمر میں ۲ ماہ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۶ء کو اس نا سمجھ بچے کے سر پر ہندوستان کی پر فتنہ و فساد سلطنت کا ناقابل برداشت بوجھ آپڑا۔ لیکن تائید غیبی شامل حال تھی۔ خداداد عقل و دانشمندی سے اس پر آشوب ملک کو اس نے ایسا رام کیا کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی اور بیرم خان اتالیق کی جانفشانی اور اکبر کی معاملہ فہمی سے دشمنوں کا قلع قمع کر کے ملک کو بالکل صاف کر دیا۔

اکبر محض ناخواندہ ..... بادشاہ تھا لیکن فہم و ذہانت سیاست ملکی حکمت عملی اور عدل و انصاف میں اپنا نظیر آپ ہی تھا۔ اس نے ہندوستان جیسے مختلف المذہب ملک کو قابو کرنے کے لئے مذہبی معاملات میں ایسا بے تعصبانہ وطیرہ اختیار کیا کہ کیا ہندو کیا مسلمان سب اس کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ صاحب غیرت راجپوتوں اور متعصب ہندوؤں کی لڑکیوں کا حرم سرائے اکبری میں داخل ہو کر فخر کرنا اسی کے حسن تدبیر کا نتیجہ تھا۔ مذہبی پابندیوں کو بھی توڑ کر راجہ و مہاراجہ بصد خوشی اس سے تعلق رشتہ داری پیدا کرتے چنانچہ راجہ بہارمل والئے مارواڑ کی لڑکی اس کی جا ہنسی بیگم تھی۔ اس طرح ہندو راجاؤں سے رشتہ ناطہ جوڑ کر اس نے تمام سرکشوں کو مطیع و منقاد

کرلیا۔ عالموں فاضلوں کی بھی قدر و منزلت بدرجہ غایت کرتا۔ اس کے دربار میں ہر وقت علمی تذکرہ رہتے۔ یوسف سی عربی سنسکرت اور ترکی کتابوں کا ترجمہ اس نے فارسی زبان میں کرایا۔ انجیل اور توریت کے ترجمہ کے لئے شاہ انگلستان سے خط و کتابت کی۔ مشہور و معروف اکبری نورتن وہ انجمن شوراتھی جس میں ابوالفضل۔ بیربل۔ ابوالفیضی نواب خاں خانان۔ مرزا کوکلتاش۔ ابوالفتح۔ ٹوڈرمل۔ راجہ مان سنگھ۔ داد حکیم ہمام جیسے نامی گرامی اشخاص شامل تھے۔ جن میں سے ہر ایک علامہ دہر اور یگانہ روزگار ہونے کا استحقاق رکھتا ہے۔ انہیں مشیروں کی صواب دید سے امورات سلطنت سرانجام دیتا جب تخت نشین ہوا تو اس کی سلطنت صرف شہر دہلی اور اس کے اردگرد چند میلوں تک محدود تھی۔ لیکن اس نے جلد ہی اپنی حکومت کو وسیع کرلیا۔ مالوہ۔ گجرات۔ آڑیسہ۔ خاندیس۔ بیجاپور۔ بنگالہ۔ احمد نگر۔ قندھار۔ بدخشاں بدخشاں۔ کشمیر وغیرہ علاقہ جات کو مفتوح کرکے تمام ہندوستان پر قابض ہوگیا۔ غرضیکہ اکبر اعظم الوالعزم اور عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے جس کی نظیر ہندوستان کیا تمام دنیا میں مشکل سے مل سکیگی۔ اس کی سوانح عمری عجیب و غریب نشیب و فراز سے مملو ہے۔ لیکن طوالت کلام چونکہ واقعات کشمیر سے ہے اس لئے باقی حالات کو نظر انداز کرکے جو واقعات کشمیر کے متعلق ہیں حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔ ۱۶۔ ذیقعدہ ۹۹۲ھ وہ دن تھا جبکہ اکبر کے سپہ سالار مرزا قاسم خان میر بحری نے بیرو پر کی فتح کے ساتھ ہی تاریخ کشمیر میں انقلاب عظیم پیدا کردیا کشمیر کو خود مختار ممالک کے زمرہ سے نکالکر ہندوستان کا ایک صوبہ بنا دیا۔ اور حکومت ملک چکوں کے خاندان سے منتقل کرکے شاہان دہلی کے ہاتھ میں دیدی۔ اگرچہ خود تو ہمیشہ ہندوستان ہی میں قیام پذیر رہا۔ اور ساری حکومت میں صرف تین مرتبہ بطور سیاحت وارد خطہ ہوا۔ لیکن کشمیر کے انتظام کے لئے دارالسلطنت ہندوستان سے لائق و فائق اور برگزیدہ صوبیدار تعینات کرکے بھیجتا رہا جن کے مفصل حالات اگلے صفحوں میں درج کئے جائینگے۔ اس بادشاہ نے کشمیر میں اکتیس سال ایک ماہ اور بارہ روز سلطنت کی۔ آخر ۱۰۱۴ھ میں ضعف پیری کے باعث طبیعت گرنے لگی۔ صحت خراب ہوگئی۔ اور تریسٹھ سال کی عمر میں ۱۳۔ ماہ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو سارا جاہ و حشم یہیں چھوڑ کر عالم فانی سے ملک جاودانی کو انتقال

کر گیا۔ تاریخ ہوئی۔ الف کشیدہ ملائک نعوت اکبر شاہ

مولانا مظہری کشمیری نے اس کی وفات پر ذیل کی تاریخ مشتمل کی ہے ؎

| | |
|---|---|
| بادشاہ اکبر کہ پناہ دو دو سال | عدل او ظلمت جہل بجہانی سوخت |
| ہر کجا آتش رجنبش بعل راند | خسروان را چہ گردان بسانی سوخت |
| تاگہان باد اجل بر شمع خود | جامہ فانوس بزم آرائی سوخت |
| دولت شاہیش چوں جائے کرم | نعرہ زد گردوں کہ خیز آنجائی سوخت |
| مظہر آتش چو جواب تاریخ جست | گفت از بہر حسرت دل جہانی سوخت |

صوبیدار جو عہد اکبری میں حکومت کشمیر پر امور ہوئے۔

(۱) مرزا قاسم خان میر بحر فاتح کشمیر ۱۱ ماہ ۵ روز سنہ ۹۹۴ھ بنایت ۹۹۵ھ مطابق ۱۵۸۶ء بنایت ۱۵۸۷ء

(۲) سید یوسف خان رضوی ۳ سال ۶ ماہ ۲۰ روز سنہ ۹۹۵ھ .. ۹۹۹ھ .. ۱۵۸۷ء .. ۱۵۹۰ء

(۳) محمد لیلیخان ۱۱ سال ۱۰ سال ۵ ماہ سنہ ۹۹۹ھ .. ۱۰۱۰ھ .. ۱۵۹۱ء .. ۱۶۰۲ء

(۴) مرزا علی اکبر ۴ سال ۸ ماہ ۱۷ روز سنہ ۱۰۱۰ھ .. ۱۰۱۵ھ .. ۱۶۰۱ء .. ۱۶۰۶ء

مرزا قاسم خان میر بحر فاتح کشمیر
حکومت ۱۱ ماہ ۵ روز ۱۱ سال ۲۰ روز
۱۵۸۶ء بنایت ۱۵۸۷ء
۹۹۴ھ ۹۹۵ھ

۱۷ ذیقعدہ ۹۹۴ھ کو مرزا قاسم نے داخل سرینگر ہو کر اکبری جھنڈا کھڑا کیا۔ یوسف چک کا بیٹا حیدر چک اس کے ہمراہ تھا۔ دیگر امرائے کشمیر بھی جوق جوق جمع ہو کر اکبری حکومت کا چوکھا دم بھرنے لگے۔ اکبر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور تمام ملک میں سکے بادشاہ کی

---

؎ مرزا قاسم خان کے حملۂ کشمیر کی نسبت یہ روایت دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ اکبر کشمیر کی تعریفیں سنتا رہتا تھا اور ملک گیری کا شوق بھی تھا اس لئے کسی نہ کسی حیلہ سے کشمیر پر تسلط جمانا چاہتا تھا۔ جب وہاں کی بدانتظامی اور شیعہ سنی کی لڑائیوں نے اسے ایسا موقعہ دے دیا تو اس کی تسخیر کی تدبیریں سوچی جانے لگیں۔ ابوالفضل نے کئی تدبیریں بتائیں لیکن وہ مقبول نہ ہوئیں۔ آخر بادشاہ کے حکم سے امراء شناسوں کی مجلس آراستہ ہوئی۔ انہوں نے بالاتفاق کہا کہ اگر تھوڑی سی بھی فوج دی جائے تو ضرور فتح ہو جائیگی۔ یہ سنکر بادشاہ نے فتح کشمیر کا ارادہ مصمم کر لیا اور سنہ ۱۰۰۱ سن جلوس مطابق ۹۹۲ھ میں قاسم خان کو ایک بھاری لشکر کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ (اقبال نامہ اکبری) فوق ؎

حکومت کے لئے شادیانے بجنے لگے۔ مغلوں سے لڑائی اور تقرب رکھنے کے باعث اہل ملک کے دلوں میں حیدر چک کی قدر و منزلت حد سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ اس کے روز افزوں عروج سے سردار کے دل میں بھی تردد اور خوف پیدا ہو گیا۔ اور اس نے چلہ بازی اور کوتہ اندیشی سے اسے قید کر دیا۔ اس کارروائی نے اتنا اثر کیا۔ اور امرائے کشمیر میں سے ہر ایک اپنی اپنی حالت سے مشوش ہو گیا اور ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اسی اثنا میں یعقوب شاہ جو شکست کھا کر کشتواڑ بھاگ گیا تھا راجہ بہادر سنگھ والئے کشتواڑ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا۔ راجہ موصوف نے جو یعقوب سے رشتہ مصاہرت بھی رکھتا تھا۔ اس کی حالت پر افسوس ظاہر کیا۔ اور اس کی بزدلی اور کم ہمتی پر لعنت ملامت کی جس سے وہ نادم بھی ہوا۔ اور غیرت نے بھی اس کے سینہ میں جوش مارا چنانچہ یعقوب شاہ وہاں سے دل برداشتہ ہو کر کشمیر چلا آیا۔ یہاں آگے ہی لوگ مرزا قاسم کے تشدد سے خوف زدہ ہو رہے تھے اور پرانے بادشاہ کی جستجو میں تھے بمقام جیہ دلی پہنچتے ہی اس کے پاس ایک کثیر جمعیت اکٹھی ہو گئی۔ اور ایک دن رات کو باتفاق یوسف خان حسین۔ ابراہیم چک اور علی چک باغی وغیرہ امرا مغلوں پر آ پڑا۔ اور اس جوش و خروش سے حملہ آور ہوا کہ ایک ہی وار میں سینکڑوں مغل خاک ہلاکت میں ملا کر رہا۔ شاہی محلات اور اس کے حوالی و موالی مغلوں کی رہائش کے جو مکان تھے جلا کر خاکستر کر دیئے۔ یہ دیکھ کر رعایا بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ در و دیوار اور کوچہ و بازار سے مغلوں پر تھپراہٹ اور لکڑی برسنی شروع ہو گئی۔ سید ابو المعالی نے شاہی خزانہ جو میر عبدالرزاق کی تحویل میں تھا طرفین میں لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں مرزا قاسم بھی خواب خرگوش سے اٹھا۔ پہلے تو اس نے حیدر چک کو جیل سے طلب کر کے قتل کیا اور پھر کمر ہمت باندھ کر مردانہ وار دشمن پر ٹوٹ پڑا اور کشمیریوں کو مولی کی طرح کاٹنے لگا۔ سینکڑوں مارے گئے ہزاروں زخمی ہو گئے۔ بایں ہمہ قزاق جو دلاوران جلادت شعار سے تھا میدان کارزار میں شیر ببر کی طرح گرجتا چیرتا پھاڑتا صفوں کے صف خالی کر جاتا۔ علی میر کو کہ بھی اسی جوان قہر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ آخر کار سید ابو المعالی جسارت کر کے اس موذی کے مقابلہ پر آیا۔ اور تیرے کے ایک ہی وار میں اس نے اس جوانمرد کو چاہ عدم میں ڈال دیا۔

اس پر قریب ستر سپاہی بکیارگی میدان پر آ پڑے اور وہ فن تنہا ان کے حلقہ میں آ گیا۔ تاہم اس نے حوصلہ نہ ہارا۔ اور بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارنے لگا۔ اسی جد و جہد میں گھوڑا جملہ آوروں کے سروں کے اوپر سے گذر کر گھیرے سے باہر نکل گیا اور دوبارہ چڑھ کر آپ رکاب سے حملہ آور ہوا۔ تلواریں زور و شور سے چلنے لگیں۔ خون کی ندیاں بہ گئیں آخر کار اکبری سپاہ حوصلہ ہار کر منتشر ہو گئی اور یعقوب شاہ پھر ایک مرتبہ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا ہوا دولت خانہ شاہی میں داخل ہو گیا۔ مسند حکومت پر جلوس کر کے اس نے مغلوں پر قتل عام مچانے کا حکم دیا۔ راستے روک دیئے کہ ہندی لشکر سے ایک ذی نفس بھی زندہ نہ بچ نکلے۔ اسی موقعہ پر اس نے ظاہر کیا کہ ان لوگوں کو جو بیرم پور کے معرکہ میں منحرف ہو کر دشمن سے جا ملے تھے مقتول کئے جائیں۔ یہ سنتے ہی کئی سردار جو اس گروہ میں شامل تھے۔ دربار سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور یعقوب شاہ کے پاس تھوڑے آدمی رہ گئے۔ قاسم خان بھی موقعہ کی تلاش میں تھا فوراً چڑھ آیا۔ اب کیا ہو سکتا تھا بیچارہ یعقوب پھر تاج و تخت اور محل و شاہ نشین کو خیرباد کہہ کر کوہستان اڑی کی طرف بھاگ گیا۔ اور قاسم خان دوبارہ ملک پر قابض ہو گیا لیکن امرائے کشمیر جو ایک صدی سے فتنہ و فساد کے عادی ہو رہے تھے اس چپقلش سے کوکب چین لینے دیتے تھے یعقوب شاہ تو بھاگ گیا۔ لیکن شمسی چک۔ سید حسین بیہقی اور شمس ڈولی سوپور میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کئے مغلوں کے خون کے پیاسے بیٹھے تھے۔ مرزا نے ان کے مادہ کے لئے قوم گکھڑ کی ایک بھاری جماعت مامور کی۔ لیکن یہ لوگ ابھی پٹن میں ہی پہنچے تھے کہ شمسی چک نے شبخون مار کر سب کو منتشر کر دیا اور خود سوپور کو لوٹ گیا۔ لیکن جلد ہی جاڑہ شروع ہونے پر کوہستان کرناہ کو چلا گیا یعقوب شاہ اپنے ہمراہی ساتھ لیکر کشتواڑ چلا گیا۔ سید ابوالمعالی نے بنیاؤں کے ہاں موضع لڈھ میں پناہ لی۔ اور باقی سارے یا تو شدت سرما کے خوف سے زمینداروں کے ہاں جہاں سبیل سمائے روپوش ہو گئے۔ مگر یوسف خان حسین خان اور ابراہیم خان نے مرزا کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد مرزا قاسم خان نے مصلحت وقت سوچ کر سید مبارک خان یا یا مہدی۔ یا یا خلیل اور یوسف خان ولد حسین شاہ کو بکمال اعزاز و اکرام جنیدہ بیگ کے ہمراہ اکبر کی خدمت میں بھیج دیا جس نے مراسم خسروانہ سے سرشار کر کے انہیں محل

ماطفت میں لے لیا جب زمستان گذر گیا تو پہلے یعقوب شاہ نے ہمراہ قبیلہ
ابراہیم چک اور سید چک وغیرہ لشکر گراں مقدار راستہ کر کے پرگنہ ادیس کوہ ڈگوں پر قبضہ
فساد میں پایا۔ اور پھر سید ابو المعالی نے ابراہیم خان۔ شیخے رینہ زمیندار پرنمل۔ بہرام
بانک احمد نیانک زمینداران ماگام اور یوسف رشی زمیندار گیرو وغیرہ کو ہمراہ لیکر
غازی ناڑی میں علم بغاوت کھڑا کیا۔ اس کے بلند ہمس چک بھی کوہ سے راجوری
پیر ہو کر علاقہ کامراج میں لوٹ مار مچانے لگا۔ مرزا قاسم خان نے بھی توجہ آمد
کی اور سید جلال خان کو سید ابو المعالی کے مدافعہ کے لئے اور مبارک خان گکھڑ
شمسی چک کے تدارک کے لئے مامور کیا اور خود علم شیر اگیرے۔ میرزادہ علیخان
سید عبداللہ خان۔ گوہر خان۔ مرزا علی اکبر شاہی۔ جلال مسعود اور آٹھ ہزار سوار ہمراہ
لیکر یعقوب شاہ کے مقابلہ کو بڑھا اور موضع گاسوں صفوت محاربہ آراستہ کر کے
لڑائی میں مشغول ہوا میرزادہ علیخان بے شمار شاہی سپاہیوں کے ساتھ مارا گیا اور
مرزا قاسم خان سینکڑوں اسیر چھوڑ کر میدان سے بھاگ گیا۔ یہاں پہنچکر سید جلال۔ اور
مبارک خان کو بھی اس نے واپس بلا لیا اسی اثنا میں یعقوب شاہ بھی کوہ ڈگوں
سے اتر کر کوہ سلیمان کے دامن میں آبیٹھا۔ سید ابو المعالی بھی اس کے ساتھ شامل
ہو گیا۔ شمسی چک اور شمس ڈوبی سوپور سے اوٹھ کر بیوہ ہانچک پر آبیٹھے۔ اس طرح
سرینگر کے سوا باقی تمام ملک مغلوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ مرزا قاسم بھی گھبرا گیا
ناہم حوصلہ کر کے اس نے اپنے لشکر کے دو حصہ کئے۔ ایک حصہ پانڈرتھن کی جانب
سے اور دوسرا گوپہ کار کی طرف سے یعقوب شاہ پر حملہ آور ہوا۔ اور طرفین
کے بہادر دل کھول کر لڑنے لگے۔ صبح سے دو بجے تک سخت مار و گیر رہی۔ سینکڑوں
مارے گئے۔ ہزاروں جانیں لے کر میدان چھوڑ گئے۔ کشمیریوں نے وہ قیامت
برپا کر دی کہ مغل سخت پریشان ہو گئے۔ قریب تھا کہ میدان خالی کر جائیں کہ اتفاقاً
ایک تیر یعقوب شاہ کے سپہ سالار نور دز چک کی آنکھ میں لگا۔ سردار کا گرنا تھا کہ
فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور وہ حواس باختہ ہو کر بھاگ گئی۔ مغل بھی تعاقب کی جرأت
نہ کر سکے۔ اور فتح و نصرت کو غنیمت سمجھکر واپس لوٹ آئے لیکن باوجود اس شکست
کے یوسف شاہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور نئے سرے سے لڑائی کی تیاریاں

کرنے لگا۔ دوسرے دن اُس نے شمسی چک کے نام لکھ بھیجا کہ اگر ملک اور قوم کی آبرو رکھنی ہے تو جب غنیم ہم لوگوں پر حملہ آور ہو تم لوگ سرینگر پر قبضہ کر لو۔ اسی طرح اگر دشمن تمہاری طرف بڑھیگا تو شہر پر ہم قبضہ کر لینگے۔ بہرحال لازم ہے کہ ایکدل ہوکر دشمن کو ملک سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ورنہ نااتفاقی کی حالت میں ناحق خلق خدا کی جانیں ضائع کرانا کیا فائدہ رکھتا ہے۔ شمسی چک نے جواب میں حسن ملک تاجی کو یعقوب شاہ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ معہ فوج ہانجک تشریف لے آئیں۔ جیسے مصلحت ہوگی کیا جائیگا۔ دوسرے دن یعقوب شاہ کوہ سلیمان سے اُٹھکر ہانجک پہنچگیا۔ جب مرزا قاسم نے سُنا تو وہ فوج لیکر مخالفوں پر حملہ آور ہوگیا اور صفوف محاربہ آراستہ کرکے اُس نے ایک فیل مست غنیم پر ہانکا جس نے حسن چک کے سر پر سونڈ پھیلایا لیکن اس نے ہاتھی کی ناک پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہ بدحواس ہوکر واپس بھاگا اور اپنی ہی فوج کی صفوں کو پامال کرتا ہوا قریب ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کو مقتول و مجروح کر گیا۔ یعقوب شاہ کی طرف سے شمس ڈولی اور حسن ملک چاڈورہ سے میدان کارزار میں آگئے اور حملہ کرکے دشمن کو سخت مضطرب کر دیا لیکن شاہی افواج نے ان کے ارد گرد گھیرا ڈال لیا۔ اور سید مبارک کے بیٹے اور شمسی چک خنجر بکف ہوکر مغلوں پر ٹوٹ پڑے اور خوب گھمسان کی تلوار چلی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ شام کو فریقین اپنے اپنے قیام گاہوں کو لوٹ گئے۔ اڑھائی ماہ تک یہی حال رہا کوئی دن خونریزی سے خالی نہ رہتا۔ کشمیری سپاہی بھوکے بھیڑیئے کی طرح شہر میں آگھستے اور مغلوں کا ساز و سامان دوبیرانی دیرانی تک لوٹ کر لے جاتے۔ یہاں تک کہ آئے دن کے شور و فساد اور خرابی اور تباہی سے مرزا قاسم خان اور اُس کی فوج سخت پریشان ہوگئی۔ چنانچہ تنگ ہوکر مرزا قاسم نے یہاں کی بدامنی اور بے چینی کا احوال اکبر کے پاس لکھ بھیجا اور اس سے امداد مانگی جس نے یوسف خان رضوی مشہدی کو پچیس ہزار جریدہ سواروں کے ساتھ روانہ کشمیر کیا۔ ساتھ ہی اُس نے سید مبارک خان۔ محمد بیٹ اور بابا خلیل کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی یوسف کے ہمراہ ہوکر کشمیر کے فتنہ و فساد کا انسداد کرنے میں اس کو امداد دیں۔ سید مبارک خان نے اس امر

کو قبول نہ کیا جس سے بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور اسے شاہباز خان حاکم بنگالہ کے پاس بھجوا دیا۔ لیکن فیروز پور کے حدود میں ہو کر اس کا انتقال ہو گیا اور وہیں مدفون ہوا۔ تاریخ وفات

میر مبارک صفیر بہ صاحب میر — بود شہ کاشمیر۔ راہ صفا رشید رفت
کرد چو عمر جہان بافت چہت مکان — سال وفاتش عیاں گفت خرم رشید رفت ۹۹۹ھ

محمد بٹ اور بابا خلیل حسب الحکم بادشاہ بہ تصف شاہ رضوی کے ساتھ کشمیر کو روانہ ہوئے۔ محمد بٹ نے وزارت کے دنوں میں کشمیر میں بڑا رسوخ اور عروج حاصل کر لیا تھا۔ رعایا اس کے عدل و احسان کی شکر گذار تھی۔ اب بھی جس وقت وہ کشمیر پہنچا تو لوگ اس کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ خصوصاً لوہر چک پسر دولت چک بہرام نیا چک اور اسمٰعیل نیا چک۔ جو اعیان سلطنت کے نامدار رکن تھے۔ یوسف خان کی فوج سے آملے۔ رعایا اور امراء کی یہ حالت دیکھکر یعقوب شاہ۔ سید ابو المعالی اور ایبہ خان کو ساتھ لیکر کشتواڑ کی جانب نکل گیا۔ شمس چک اور شمس ڈولی کوہستان پونچھ کو بھاگ گئے۔ غرض اکبر کی حکمت عملی اور محمد بٹ کی ہر دلعزیزی نے تمام مفسدوں اور فتنہ پردازوں کو منتشر کر کے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ رعایائے کشمیر فرمانبردار ہو گئی۔ اور مرزا قاسم خان امرائے کشمیر سے کئی ایک نامور اشخاص مثل علی شیر خان ماگرے۔ یوسف خان۔ میر حسین خان۔ اور ابراہیم خان وغیرہ کو ساتھ لیکر ۲۲۔ ماہ شوال ۹۹۳ھ/۱۵۸۵ء کو متوجہ آستانہ عرش آشیانی ہوا۔ جہاں پہنچکر بادشاہ نے یوسف خان کو منصب ڈیڑھ ہزاری اور ابراہیم خان کو منصب ہزاری عطا کر کے پرگنہ دوار میں جاگیر میں عطا کیں۔ مرزا قاسم خان ۱۱ ماہ ۵ روز کشمیر میں رہا۔

| | |
|---|---|
| مسند یوسف خان رضوی مسہدی | مرزا قاسم کے بعد سید یوسف خان رضوی نے |
| ۳۔ سال ۵ ماہ ۱۵۸۶ء ۹۹۵ھ | عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ محمد بٹ کی کوششوں |
| ۳ سال ۶ ماہ ۷ روز ۱۵۹۰ء ۹۹۹ھ | سے کچھ عرصہ کے لئے امن قائم ہو گیا تھا اس لئے یوسف خان کو ملک کا |

انتظام کرنے کا موقع مل گیا۔ اس نے عوام الناس کو عدل و احسان سے سرفراز کر کے لوگوں کے دلوں سے ظلم و تعدی کا وسوسہ دور کر دیا۔ اگرچہ کشمیر اندرونی

معاملات میں تو فتنہ و فساد سے پاک ہو گیا لیکن
کئی سرکش ابھی تک اس کے گرد و نواح میں اس غرض سے منڈلا رہے تھے کہ
موقعہ پائیں تو مغلوں کو ملک سے نکال دیں چنانچہ پہلے پہل شمس چک اور شمس ڈلی
نے تراج پونچھ سے فتنہ و فساد کا آغاز کیا۔ ادھر سے محمد بیٹ اور سید بہاؤ الدین
ان کی سرکوبی کے لئے مقرر ہوئے۔ جب یہ لوگ پرگنہ سبیر دہ میں پہنچے
تو شمس چک نے موقعہ پاکر ان پر شبخون مارا جس سے بہادران محمد بیٹ کو سخت
نقصان پہنچا لیکن آخر کار منہزم ہو کر پونچھ کو لوٹ گیا۔ اور محمد بیٹ مظفر و منصور
مراجعت پذیر ہوا۔ سید یوسف خان نے اہل حرب کو انعام و اکرام سے سرفراز کر کے
ممنون احسان کیا۔ اس کے بعد یعقوب خان اور ابوالمعالی نے کشتواڑ سے
لوٹ کر کوہستان وچھین بارہ میں شور و شر اٹھایا۔ اس مہم کے سر کرنے کے
لئے یوسف خان رضوی نے محمد بیٹ اور حاجی میرک کو متعین کیا۔ محمد بیٹ نے
پہلے تو مخالفوں کو حکمت عملی سے گرفتار کرنا چاہا لیکن ابوالمعالی کی روشن دماغی
اس کے دام تزویر سے چوکنی ہو گئی۔ اور وہ پانچ سو سواروں کے ساتھ محمد بیٹ
کی فوج پر آپڑا۔ اور بہت سے آدمیوں کو تہ تیغ کر کے محمد بیٹ کو بھگا دیا جس
نے میدان کارزار سے بھاگ کر شاہی فوج میں جو تھوڑے فاصلہ پر تھی پناہ
لی۔ دوران تعاقب میں سید ابوالمعالی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا تھا اور سیف پیشہ
اس کی خود و پرداخت میں مصروف تھا۔ اسی اثنا میں بارش شروع ہو گئی اور غنیم
کو بے کھٹکا کیمپ میں پہنچنے کا موقعہ مل گیا۔ دس روز متواتر جانبین کی فوجیں اپنے
اپنے مقام پر پڑی رہیں اور کسی کو پیشدستی کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس کے بعد
یعقوب شاہ کوچ کر کے پرگنہ آدلر میں آگیا اور وہیں ٹھیکر فرید فوج جمع کرنے
کی جانب متوجہ ہو گیا مگر بدقسمتی سے اس کے پیرانے سر اسی بھی اکثر منحرف
ہو گئے اور محمد بیٹ سے جا ملے۔ اور یعقوب شاہ گھبرا کر محفوظ مورچے کی تلاش
میں کوہ آدلر کی بلندی پر خیمہ زن ہو گیا۔ محمد بیٹ کوہ نارستان کے دامن میں جا بیٹھا
دوسرے دن لڑائی شروع ہوئی جس میں یعقوب شاہ کے بہت سے آدمی
مارے گئے۔ وہ مغلوب ہو کر کشتواڑ کو بھاگ گیا تاہم سید ابوالمعالی جان پر

کھیل کر اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور دلیرانہ لڑتا رہا۔ آخرکار شاہی فوج نے اسے گرفتار کر لیا۔ سچ ہے ؎

چو اقبال برگشت در روزگار دلیری و مردی چہ آید بکار

یوسف خان رضوی کے سامنے جب سید ابوالمعالی پیش ہوا۔ تو اس نے اس کی شجاعت اور جلادت کی پوری داد دی۔ اور بجائے اس کے کہ ایک قوی ہیکل اور زبردست دشمن کو فوراً ہلاک کر دیتا۔ اس نے خاص خلعت جو خود پہنے ہوئے تھا۔ عنایت کر کے اسے صدر مسند پر بٹھایا۔ اس عاطفہ نے مخالفوں کے دلوں پر پورا اثر کیا۔ اور شمس چک اور شمس ڈوول بھی جلدی ہی سید بہاؤالدین کی وساطت سے یوسف خان رضوی سیاست ملک کی جانب متوجہ ہوا۔ چنانچہ اس نے سیف خان بیگی۔ علی خان وچھن پارہ۔ ایبہ چک برادر حیدر چک کو جن میں سے ہر ایک میجائے خود مرکز فساد تھا گرفتار کیا۔ ان سب کی آنکھیں نکال دیں۔ لوہر چک کو دار پر چڑھایا۔ بہرام نیا چک اور اس کے لڑکے خود بخود ہی کچھ کھا کر ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح بابا خانہ ہر روز کوئی نہ کوئی مفسد سورخ تاب ہو کر مقتول ہوتا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ سرزمین خار و خاشاک فتنہ سے بالکل پاک و صاف ہو گئی۔

چند ماہ کے بعد فرمان شاہی کے بموجب یوسف خان کو دربار اکبری میں حاضر ہونا پڑا۔ پیچھے اس کا بھائی قاسم خان مہام ملکی سرانجام دینے لگا۔ انہیں دنوں میں اشنالو سفیر جو قاسم خان کا مصاحب خاص اور اول درجہ کا خود غرض اور حاسد شخص تھا۔ اکبر کے امرائے کشمیر کی بدگوئیاں سنا سنا کر پریشان خاطر کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے بتحریک سید ابوالمعالی۔ علم شیر خان اگرے وغیرہ بعض امرائے کشمیر کو قید کر لیا اور بادشاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ اعیان ملک سب فتنہ و فساد پر مستعد ہو گئے ہیں اور اگر یوسف خان جلدی نہ پہنچا تو ملک ہمارے ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ اکبر نے عریضہ دیکھتے ہی یوسف خان کو روانہ کشمیر کر دیا۔ جس نے یہاں پہنچکر سید ابوالمعالی۔ علم شیر خان اور بہادر خان وغیرہ کو حضور اکبر کی خدمت میں بھیج دیا۔ جہاں پہنچکر سید ابوالمعالی۔ راجہ مان سنگھ کا مصاحب مقرر ہو گیا۔ اسی اثنا میں غازی چک اور نور چک جو عرش آشیانی کے ہمرکاب آگرہ میں رہتے تھے۔ فتنہ پردازی کی نیت

سے بھاگ کر جموں کے راستے کشمیر آ گئے لیکن یوسف خان اور محمد بیگ نے انہیں فوراً گرفتار کر لیا اور ان کی آنکھیں نکال دیں۔ استاد بوسنجا رجو پر لے درجے کا عیار اور ریاکار بھی تھا۔ یوسف خان کی وساطت سے یوسف خان کے مقربوں میں داخل ہو گیا اور دغا بازی اور حیلہ گری سے اس کو اس نے ایسا ناخنوں پر چڑھا لیا کہ وہ تمام کام اسی کے مشورہ اور صواب دید سے کرنے لگا۔ اب وہ محمد بیگ کی بیخکنی پر آمادہ ہوا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے یوسف خان کو بدگمان کر کے اس بیچارے کو بھی کشمیر سے نکلوا کر بادشاہ کے پاس پہنچا دیا۔

**اکبر خود کشمیر جاتا ہے**

۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء میں جبکہ جلوس کا تیئیسواں سال تھا۔ اکبر نے خود گلگشت کشمیر کا ارادہ کیا۔ رستے کے فریب و دراز کو ہموار کرنے کے لئے بسر کردگی قاسم خان تین ہزار سنگ تراش و خارا شگاف اور دو ہزار بیلدار روانہ کئے۔ بادشاہ کے جلو میں شاہزادہ سلیم۔ شاہزادہ سلطان مراد۔ شیخ فرید بخشی۔ مرزا خان خاناں۔ زین خان کوکہ عضد الدولہ حکیم ابوالفتح۔ جگن ناتھ۔ میر شریف آملی۔ قاضی حسین نور قلیچ۔ راماداس۔ ابوالفضل۔ مرزا کیقباد خلف مرزا حکیم شیخ فیضی۔ سلطان حسین اور بہت بڑے بڑے نامی آدمی تھے۔ لشکر اور جلو کے آگے قاسم خان راستہ صاف کرنے کے لئے جاتا تھا۔ بھمبر راجوری سے ہو کر پھٹہ پونچھ پیر پنجال کے ایک کریوہ کے نیچے نہایت سرد قصبہ ہے۔ یہاں سے کشمیری لباس اور کشمیری زبان شروع ہو جاتی ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ملک آپس میں کوہ۔ دریا۔ بیگل اور ریان کے ذریعے جدا ہوتے ہیں۔ اس لئے کشمیر کا ملک دراصل یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ بہرام گلہ سے آگے بادشاہ پونچھا تھا کہ مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر کئی کشمیری امراء کے ساتھ خود حاضر ہو گیا۔ فروری کے دن تھے۔ برف باری کی کثرت تھی۔ مگر بہرام گلہ تک چنداں تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ ندی نالے بہت تھے جن پر ساتھ ہی ساتھ پل (کدل) تیار ہوتے جاتے تھے۔ بہرام گلہ سے اگلی منزل پر برف کی شدت سے بادشاہ کے ہمراہی ڈر گئے۔ برف پر کشمیری لوگ پول کی جوتی پہن کر بڑی آسانی سے گذر جاتے ہیں۔ بہت سی جوتیاں بنوائی گئیں۔ بادشاہ نے خود بھی پہنی۔ اور برف پر سے گذر گئے۔ چودہ کوس تک تھی

جاڑے کی سختی، برف کی شدت ہندوستانیوں اور پنجابیوں کی سرد سیرگی پہاڑوں کے بیچ در بیچ رستے۔ رستے کے نشیب و فراز اس پر مینہ اور اولے برسنے شروع ہوگئے۔ جو لوگ گذر گئے۔ وہ تو بچ گئے۔ جو پیچھے رہ گئے۔ ان میں سے اکثر آدمی برف میں اکڑ کر رہ گئے۔ اہل حرم بھی ساتھ تھے۔ بادشاہ نے تاکید کی کہ خیر داران کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ بادشاہ ہیرہ پور پہنچے۔ وہاں خیمہ و خرگاہ سب موجود تھے۔ یہاں تک پہنچ کر پچھلی سب کلفت بھول گئے۔ پھولوں کی شگفتگی، ہوا کی موافقت۔ آبشاروں کی لہریں غرض ایک دوسرا عالم دکھائی دیا۔ یہاں کشمیر سے اکثر خلق پرست۔ دانایان ملک اہل ہنر اور عالم و شاعر لوگ باریاب ہوئے اہل حرم پیچھے تھے۔ شاہزادہ سلیم ان کے لینے کو گیا۔ لیکن وہ رستے کی دشواری سے ہمراہ نہ آسکیں۔ بادشاہ ناراض ہوا۔ شاہزادہ کو باریابی کی اجازت بھی نہ دی جوش غضب میں خود لینے کو چلا لیکن اخلاصمندوں نے جوش کو نرم کیا۔ اور خان خاناں روانہ ہوا۔ بادشاہ کو خان پور میں ایک درخت دکھایا گیا جس کا تنہ نہایت موٹا اور رحیم تھا۔ شاخیں اس کی بہت تھیں اور پتے بے شمار تھے۔ اس میں عجیب بات یہ تھی۔ کہ اگر اس کی پتلی سی شاخ کو بھی ہلا دیتے تو سارا درخت ہل جاتا۔

**اکبر کا کشمیر میں داخلہ**

جلوس کا چونتیسواں سال شروع تھا کہ جلالت مآب شہر سری نگر میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے صوبہ گورنر کشمیر مرزا یوسف خان کے مکان میں قیام فرمایا۔ تیسرے دن شہاب الدین پورہ کی سیر کی۔ جو دریا کے کنارے ایک عجیب دلکشا جگہ ہے۔ چند دنوں کے بعد اہل حرم بھی آ گئے۔ سریم مکانی بھی ساتھ تھیں۔ انہوں نے بادشاہ کے پاس آنے کی خواہش کی بادشاہ نے جواب میں لکھ بھیجا ؎

حاجی سوئے کعبہ دارد راہے ہج ۔ یارب بود کہ کعبہ بیاید بسوئے ما

بادشاہ نے علاقہ مراج کی سیر کا ارادہ کیا۔ اس زمانہ میں کشمیر میں تیس ہزار سے زیادہ کشتیاں تھیں۔ مگر بادشاہ کے قابل کوئی نہ تھی۔ چند ہی دنوں میں دریائی محل ایک ہزار سے زیادہ تیار ہو گئے۔ اور دریا کے کنارے ایک شہر آباد ہو گیا۔ دریا کے دونوں طرف منظر فریب گلزار اور نشاط افزا سبزہ چشم افروزی کا کام

کرتا تھا۔ کئی دنوں کے سفر کے بعد تندی مرگ میں تین ہزار یکہ زمین نمایاں ہوا اور شاداب نظر آئی جہاں سیر و شکار کی گمان کے باعث ایک دن سرور رہے بھی رہا۔

**یعقوب شاہ کا بادشاہ سے معافی مانگنا**

یعقوب شاہ آوارہ گردی میں اوقات بسری کرتا تھا۔ آج کسی زمیندار کے ہاں چھپا ہے تو کل کسی جاگیردار کی پناہ میں چلا گیا ہے۔ آخر تنگ آکر بادشاہ کی آستان بوسی کا ارادہ کیا۔ اپنے آدمی بادشاہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ بادشاہ نے قصور معاف کرکے اُن کو واپس کیا۔ لیکن پھر اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ اپنی زبان سے مژدہ بخشائش سُنکر آئے۔ جب اس کے بھائی نے جان بخشی کا مژدہ سُنایا۔ تو مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر کی معرفت بادشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی۔ بادشاہ نے عنایات خسروانہ سے کام لیکر بیس ہزار کی جاگیر عطا کی لیکن احتیاطاً راجہ مان سنگھ کی نگرانی میں رکھا۔ اور مدت العمر اسی حالت میں رہا بعض حاسدوں کی وجہ سے قلعہ رہتاس میں نظر بند بھی ہو گیا لیکن جلد ہی آزاد ہو کر اپنے منصب پر سرافراز ہوا۔ آخر ۱۰۰۳ھ میں اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسموم ہو کر انتقال کر گیا۔ اور کشتواڑ میں دفن ہوا۔

**بادشاہ کی رعایا پروری اور خیرات**

بادشاہ مراج کے سفر سے واپس دارالریاست میں آکر پٹن کی سیر کو روانہ ہوا۔ مقام ست پور میں باغ صفا کی سیر کی۔ جو مرزا حیدر کا لگایا ہوا تھا۔ پھر کشتی سے اُتر کر پٹن میں آیا۔ اور خضر اور میر شریف آملی کو بہت سا روپیہ حاجتمندوں اور مساکین کے لئے بھیجا۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ کوئی فوجی افسر اور فوجی سپاہی بلکہ کوئی بادشاہی اہلکار رعایا کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے ورنہ سخت باز پرس ہوگی۔ غرض ایک ماہ پانچ دن کی سیاحت کے بعد پان پور۔ بیج بہارہ۔ اننت ناگ اور اننت ناگ وغیرہ مقامات کی سیر کرکے براہ بارہ مولہ بادشاہ سلامت واپس آگئے۔ مرزا یوسف خان صوبہ کشمیر بھی اپنی جگہ اپنے بھتیجے مرزا یادگار کو چھوڑ کر بادشاہ کے ایما سے اس کے ساتھ ہندوستان میں آگیا۔

جب آگرہ پہنچے۔ تو اتفاقاً مولوی سجاد نے اکبر کی خدمت میں عرضداشت کی۔ کہ محاصل سرکاری کا انتظام کشمیر میں ٹھیک طور پر نہیں کیا جاتا جس سے سخت نقصان ہو رہا ہے۔ بادشاہ نے قاضی نور اللہ اور قاضی علی کو بندوبست مالیہ کے لئے کشمیر بھیجا۔ یہاں لوگ چونکہ انتظام سے بالکل بے خبر تھے اس لئے مہتمان بندوبست کو نئے احکام کے اجرا میں سخت دقتیں درپیش آنے لگیں۔ تنگ آکر قاضی نور اللہ نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ حکام ملکی کی امداد کے بغیر بندوبست مالیہ سرکاری کا تدارک ہو سکنا امر محال ہے اور یوسفزئی کے معتمد اس بارے میں پوری امداد نہیں دیتے۔ اس لئے بادشاہ نے حسن بیگ اور شیخ عمری کو بھی قاضی علی کی امداد کے لئے کشمیر بھیجا۔ قاضی علی نے تمام اراضی محال ضبط کر کے خالصہ سرکار میں داخل کر لئے۔ سپاہ اور اہلکاروں کی تنخواہیں بھی زر نقدی مقرر کیں جس سے تمام خطہ کشمیر میں شور و واویلا اٹھا۔ قدیم الایام سے تحویلدار ٹانڈہ مارنے کے عادی تھے۔ جب یہ انتظام سے انہیں سخت نقصان پہنچا کیونکہ تغلب کی چنداں گنجائش نہ رہی۔ اس لئے وہ بجز خود غرض فتنہ و فساد پر آمادہ ہو گئے۔ پہلے ان لوگوں نے کمال الدین حسین کو جو احدیوں میں سے تھا اپنا سردار بنانا چاہا لیکن جب اس نے انکار کیا۔ تو درویش علی۔ عادل بیگ۔ یعقوب ترکمان امام علی۔ بولائی وغیرہ اور بعض اور باشوں نے اتفاق کر کے مرزا یادگار کو ورغلانا شروع کیا اور اسے اپنا معاون و مددگار بنا کر عملہ بندوبست کے برخلاف کر دیا۔ انہیں ایام میں حسن بیگ اور شیخ عمر کے آدمی میر زا یادگار کے ایک سپاہی کی بیوی کو اغوا کر کے اپنے ڈیرے پر لے گئے مفسدوں نے سپاہی کو سر انجیختہ کر کے فساد اٹھا دیا۔ چنانچہ کئی تن کینہ ور باش بے خبر حسن بیگ کے مکان میں گھس گئے اس وقت وہ بیچارہ اکیلا تھا لیکن بڑی جوانمردی سے اس نے سب کا مقابلہ کیا۔ قاضی علی اور شیخ بابا والی درمیان آ گئے۔ اس وقت تو آتش فتنہ و فساد فرو ہو گئی لیکن دوسرے دن باغیوں نے کوہ ماران کے دامن میں پھر ہجوم کیا اور حسن بیگ سے جنگ برپا کر دی۔ اس مرتبہ بھی بعض اہل صلح نے

اس جھگڑے کو رفع کرنا چاہا۔ لیکن حسن بیگ نے تیرہ دروغی سے چند آدمیوں کو مصالحت کے لئے اپنے پاس بلا کر قتل کر دیا۔ جس سے فساد اور بھی بھڑک اٹھا۔ حسن بیگ اور قاضی علی نے باغیوں کا کوئی اعتبار نہ کیا اور سرینگر سے نکل کر کرالہ پورہ جا بیٹھے۔ اس اثنا میں باغیوں نے پورا پورا انتظام حاصل کر لیا۔ اور ہیرہ پور کا راستہ بھی مسدود کر دیا۔ مرزا یادگار نے بھی کامراج میں شورش پیدا کر دی۔ تب حسن بیگ بھی خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور مرزا کے تدارک کے لئے فوج روانہ ہوا۔ لیکن جس جلد بازی میں سرینگر سے نکلا تھا اتنی ہی جلدی پشیمان ہو کر راستہ ہی سے واپس لوٹ آیا۔ اور خاموش گھر میں بیٹھ رہا۔ اس سے مرزا یادگار کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا۔ اور اس نے سرینگر پر حملہ کر دیا۔ حسن بیگ اس کے جوش و خروش سے سراسیمہ ہو کر ہندوستان کو بھاگ گیا جب ہیرہ پور پہنچا۔ تو مخالفوں نے دریا کے پل توڑ دیئے۔ حسن بیگ بکمال اضطراب دریا میں کود پڑا۔ بہت سے آدمی دریا برد ہو گئے۔ لیکن حسن بیگ چند بدخشی اور قاضی علی دریا کو عبور کر گئے۔ مخالفوں نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور انہیں پیر پنجال پر جا پکڑا۔ قاضی علی تو مارا گیا لیکن حسن بیگ مع چند بدخشیوں کے تیر اندازی کے زور سے بچ کر نکل گیا۔ اس واقعہ کی خبر جب اکبر کو پہنچی۔ تو اس نے زین خان کوکلتاش کو مظفر آباد کے راستے اور صادق خان کو پونچھ کے راستے روانہ کشمیر کیا۔ شمالی کوہسار کے زمینداروں کو جموں کی راہ سے روانہ کیا۔ شیخ فرید بدخشی کو بھی بہت سی جریدہ سپاہ دیکر بھیجا۔ یوسف خان کو ابوالفضل کے حوالہ کیا۔ اور اس کے لڑکے جو مرزا یادگار کی لڑائی سے جان بچا کر بادشاہ کے پاس پناہ گزین تھے نظر بند کر دیئے۔ مرزا یادگار حسن بیگ کی ہزیمت کے بعد داخل سرینگر ہو گیا۔ تمام خزائن و دفائن اور اسلحہ و سامان قبضہ تصرف میں لے آیا۔ اور اپنے آپ کو سلطان مشہور کر کے اس نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔ اپنے ہمراہیوں۔ بہرام بیگ کو خانخانان درویش علی کو خان جہان۔ عادل بیگ کو عادل خان۔ مقصود احمد بیگ کو مقصود خان۔ خواجہ مومن کو آصف خان۔ اور موسیٰ بیگ کو مرزا خان کا خطاب

عطا کر کے اس نے مفسدوں اور جرزہ داروں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ اسے یقین کامل تھا کہ موسم سرما کے باعث راستے جلد ہی بند ہو جائینگے اور باہر کا فنیم ملک میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اس عرصہ میں میں انتظام کر لوں گا سلطنت مستحکم ہو جائیگی اور پھر کسی کو میری ہمسری اور مقابلہ کی طاقت نہ رہیگی۔

**اکبر کا دوسرا مرتبہ صفر کشمیر**

بادشاہ نے دوسرے سال پھر سفر کشمیر کا ارادہ کیا۔ بعض لوگ اس لیے سفر کے مانع ہوئے۔ لیکن بادشاہ نے شورش کشمیر کے بہانے سے خود ہی جانا مناسب سمجھا۔ اہل حرم کو بھی ساتھ لیا اور منشاء کو براستہ راجوری روانہ کشمیر ہو گیا۔ ابو الفضل نے دیوان حافظ سے فال نکالی۔ تو یہ دو بیت نکلے ؎

آں خوش خبر کجاست کزیں فتح مژدہ داد ۔۔۔ تا جان فشانش چو زر و سیم در قدم
از بازگشت شاہ دریں طرفہ منزلت ۔۔۔ آہنگ خصم او بہ سر آید ہمی عدم

یہ وہ وقت تھا جبکہ مرزا یادگار اپنا سکہ و خطبہ جاری کر چکا تھا۔ سکہ و خطبہ کے بعد فوراً اس کو تپ لرزہ چڑھا جس سے بد اقبالی کا شگون لیا گیا۔ اس کے علاوہ مہر کن جو اس کی مہر کو کھودتا تھا۔ اس کی آنکھ میں فولاد کا ایک ریزہ جا لگا جس سے وہ کام کاج سے رہ گیا۔ سب کو یقین ہو گیا کہ اس کا اقبال بہت جلد زوال میں آنے والا ہے۔ غرض مرزا یادگار انجام سرکشی سے بے خبر ہو کر حکومت کے خیالی پلاؤ پکا رہا تھا کہ اکبر کی آمد آمد نے حواس باختہ کر دیا۔ خان جہان۔ درویش علی کو فوج کثیر کے ساتھ راجوری کے نالہ پر روانہ کیا۔ درویش علی نے پیر پنجال کے پاس ایک عارضی قلعہ تیار کیا۔ اور بادشاہ کی آمد اور اپنی مستیصالی کا انتظار کرنے لگا۔ فتح قریب بیگی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کراوہ کے نیچے پہونچ گیا۔ درویش علی مقابلہ کو نکلا۔ لیکن اکبر جیسے با اقبال اور شاہ جم جاہ کے لشکر کے مقابلہ میں درویش بیچارے کی کیا حقیقت تھی۔ ایک دو چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد حوصلہ ہار بیٹھا۔ اور میدان خالی کر گیا۔ مرزا شاہی لشکر کو یہ کوتل کر کے ہیرہ پور آیا۔ جہاں خود مرزا یادگار بادشاہ کا مقابلہ کرنے کو موجود تھا۔ بادشاہی لشکر کی یلغار دیکھکر مرزا نے عادل خان کو ایک گروہ کے

سرانجام سپہ سالار کیا تاکہ شہر کی حفاظت کرے۔ پھر فوج معہ زر کشمیر بھیجے
ہیرہ پور سے آگے روانہ کی تاکہ روپیہ کے لالچ سے وہ رعایا کو اپنے ساتھ ملائے
رکھے۔ مرزا کے درباریوں نے بگاہ دور بین سے اس کی بداقبالی کا نظارہ دیکھ لیا
اور وہ اپنی جانیں بچانے کی فکر کرنے لگے۔ بادشاہی آدمیوں میں سے شاہباز
خان، شادی، ابراہیم خان گکھڑ، سارو بیگ شاملی، حسین بیگ وصلو ابراہیم خان
سیالہ، یار بیگ، وزیر بیگ اور ملک بیگ نے مرزا یوسف کے چند ملازموں کو
اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس کی گرفتاری کی تدبیریں سوچنے لگے۔ آدھی رات
کو اس کے خیمہ میں جا گھسے۔ یادگار گھبرا کر باہر نکل آیا۔ صرف ایک لڑکا یوسف
نامی اس کے ساتھ تھا۔ تھوڑی دور چلکر ہمراہی کو گھوڑا لانے کو بھیجا۔ بادشاہی
آدمی اس کی تلاش میں سرگردان تھے۔ دفعتہً سارو بیگ شاملی کی نظر
یوسف پر جا پڑی۔ اور اسے فوراً گرفتار کر لیا۔

سارو بیگ چاہتا تھا کہ وہ اسے زندہ ہی بادشاہ کے پاس لیجائے۔ لیکن
شاہباز خان نے بیشدستی کر کے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ اکاون روز تک مرزا
یادگار کا بیگانہ سر رہا۔ بعد ازاں ایک بادشاہی ملازم نے یادگار کا سر بادشاہ
کے گھوڑے کے پاؤں میں ڈالدیا۔ جس پر اکبر بہت خوش ہوا۔ اور لشکر اور دھی
سجا لایا۔ آخر شوپیان سے ہو کر سرینگر میں پہنچ گیا۔ برف سے بہت ایسا خراب
ہو رہا تھا کہ ایک جگہ بادشاہ کا گھوڑا پھسلکر گر پڑا۔ بادشاہ نے رستے میں وقت
چنار کا ایک کھوکھلا تنہ دیکھا۔ وہ اسقدر فراخ تھا۔ کہ اس میں ۴۰ آدمی سما سکتے تھے
چنانچہ بادشاہ نے یہ نظارہ دیکھا اور محظوظ ہوا۔

**کشمیر میں بادشاہ کے جشن وغیرہ**

بعض بدنہادوں نے مشہور کر دیا کہ بادشاہ ملک میں قتل
عام مچا دیگا۔ لوگ سراسیمہ ہو گئے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی۔
اپنے آدمیوں کو کہا کہ لوگوں کو تسلی و تشفی کے دام میں اسیر کرو۔ اور مفسدوں
کے مرغ روح کو قفس عنصری سے رہا کرو۔ عادل خان فلندر می کابلین
بدلکر دکن چلا گیا۔ باقی مفسدوں کو سزائیں ہوئیں۔ انعام و اکرام سے
مالا مال ہو گئے۔ چند دنوں کے بعد طلاد ان کا جشن ہوا۔ ابوالفضل نے بادشاہ

کے حکم سے چودہ ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ ابوالفضل لکھتا ہے۔ اس ملک میں بہ نسبت ہندوستان کے جو زاور گدا بہت کم نظر آتے ہیں اس کے بعد بادشاہ زعفران زار کی سیر کے لئے روانہ ہوا۔ اس کی شادابی اور خوشبو اور اس کے دلفریب نظارہ نے بادشاہ کو تمام مخلوط کیا۔ دیوالی کا تیوہار بھی وہاں ہی منایا گیا۔ بڑی دھوم دھام سے دربار کیا۔ دونوں کناروں تمام کشتیوں اور مکانوں اور کوٹھوں پر اس قدر چراغ روشن کئے گئے۔ کہ شہر مقفہ نورین گیا۔ کشمیر کے صناعوں نے ایک سیاہی بادشاہ کے روبرو پیش کی۔ جو ہاتھ کے مٹانے اور پانی کے دھونے سے بھی محو نہ ہوتی تھی۔ اور خط کو بھی خراب نہ کرتی تھی۔ بادشاہ نے کشمیر کی اس آمد کی تعریف کی۔

**کشمیر میں بادشاہ اور شاہزادہ سلیم کی شادیاں**

اکبر نہایت زور اندیش بادشاہ تھا اس نے ہندو راجپوت راجاؤں کی لڑکیوں سے شادیاں کر کے ان سب کو حلقہ اطاعت و ہوا خواہی میں لے لیا تھا۔ یہی چال اس نے کشمیر میں چلی۔ چکوں کی سلطنت کو بہت کمی تھی۔ لیکن ابھی ان میں سے راجہ خاندان باقی تھے۔ جو ہاتھ پاؤں ہلانے سے بہت کچھ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جشن دیوالی کے اختتام پر شمس الدین چک کی بیٹی کے سبب جا گئے۔ وہ بادشاہ کی حرم سرا میں داخل ہوئی۔ حسین چک کی بیٹی کا نکاح شاہزادہ سلیم سے کیا۔ اور اس طرح بادشاہ نے کشمیر کے اول الغرض خاندان کو اپنا کر دیا۔

**اکبر کے کشمیر میں دیرگی احکام اور واپسی**

چکوں کے عہد سے رعایا کشمیر خستہ حال ہو رہی تھی۔ ان کی ہمدردی اور امداد اور اپنے جاہ و جلال کے اظہار کی خاطر کوہ ماران دھری پربت پر ایک شاہی محل اور ایک قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ اور خواجہ حسین کابلی کو میر عمارت مقرر کیا۔ راجہ ٹوڈرمل نے کشمیر کا بندوبست مالیہ سرانجام دیا جس کے سبب سے محال زعفران، ابریشم، پرورش جانوران وغیرہ خالصہ سرکار میں داخل ہوئے۔ باج تمغہ

بالکل موقوف ہو گیا۔ بادشاہ کو یہاں کی آب و ہوا ایسی پسند آئی کہ موسم سرما یہیں بسر کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب اہل لشکر نے جو گرم ملک کے رہنے والے تھے کہا کہ ہم سے کشمیر کی سردی برداشت نہ ہو سکے گی۔ اور قیمت جب اکبر کو معلوم ہوا کہ گرانئے اشیا سے کشمیریوں اور ہندوستانیوں دونوں کا ناک میں دم آجائیگا۔ تو ۲۰ آبان ۱۰۰۱ھ کو کشتی میں سوار ہو کر راہی ہندوستان ہوا۔ طبقات اکبری میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے واپسی پر زینہ لنک کی بھی سیر کی جس پر سلطان زین العابدین نے عجیب حکمتوں سے مکانات تعمیر کرائے تھے۔ غرض بارہ مولا اور پھکلی سے ہو کر رہتاس میں آیا۔ ۱۲ ربیع الاول کو ۱۰۰۱ھ میں داخل لاہور ہوا۔

یوسف خان تین سال پانچ ماہ تک کشمیر کا صوبیدار رہا۔ اس کے بعد بادشاہ نے عارضی طور پر خواجہ شمس الدین کو کشمیر کا انتظام سپرد کیا۔ اور تین ہزار سوار اسکی سمراہی میں دیئے۔ لاہور پہنچکر کشمیر کی صوبیداری پر محمد قلی خان کو ممتاز فرمایا۔

**محمد قلی خان صوبہ کشمیر**
**۱۰۰۱ھ تا ۱۰۰۲ھ**

۱۰۰۱ھ میں محمد قلیخان صوبہ کشمیر بنا۔ مرزا قاسم خان اور یوسف خان کے زمانہ کی بغاوتوں اور سرکشیوں اور سرحدی ممالک کے تسلط میں جن جن تدبیروں کی ضرورت ہوتی ہے سب کو مدنظر رکھکر اس نے حکمت عملی سے کام لینا چاہا۔ اور فتنہ پردازوں اور مفسدوں کی سرکوبی کے درپے ہوا۔ ہر وقت چوکنا رہتا۔ جہاں کہیں کسی سازش یا فساد کا دھواں اٹھتا اس کا فوراً انسداد کرتا۔ اگر کسی شخص کو حد اعتدال سے باہر دیکھتا اس کی سرزنش اور سرکوبی کے لئے اس کا چابک تھا فوراً موجود رہتا۔ اس کے سردار محبت علی نے پرگنہ وجھین پایہ میں مفسدوں کی ایک بھاری جماعت کو شاہی ملازمت کی ترغیب دیکر چہرہ نویسی کے لئے چشمہ مچھ بھون پر جمع کر کے سب کو خاک عدم میں ملا دیا۔ اسی طرح حسین چک اور شمس چک کو موضع ریگی پور میں ملا جمیل کے آدمیوں کے ہاتھ سے قتل کرا دیا۔

اس کے عہد میں شمسی چک کے بیٹے حسین چک اور ظفر خان ہندوستان

سے بھاگ کر کشمیر آ گئے تاور کوہستان علاقہ میں سکونت اختیار کر کے ترقی
و تجارت میں مشغول ہوئے تاور رعایا سے کشمیر کے مال و مویشی بک لوٹ
لے جانے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد حسین خان اور پیندہ خان وغیرہ نے تاور
کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس کی مخالفت سے برگشتہ
لوگوں نے فتنہ و فساد ہوئے۔ لیکن ملک گیری کی نسبت زیادہ تر لوگوں
کو مال و اسباب لوٹنے پر کفایت کرتے۔ اور یہاں تک تباہی اور خرابی پھیلی
کہ حاکم تبت بھی ان کے اوضاع و اطوار سے بیزار ہو کر اپنے ملک کو لوٹ گیا
اس کے بعد یہ قزاق میدان سے نکلکر پہاڑوں پر جا بسے۔ عموماً رات کو
قصبہ جات اور دیہات پر دھاوا کرتے۔ اور غریب رعایا کا اسباب لیتے ہوئے
باندھ کر لے جاتے۔ محمد قلیخان نے ان کی سرکوبی کے لئے برگنہ کھوامہ
کے کوہ شیرہ کوٹ پر فوج کمین گاہ میں بٹھائی جس نے موقعہ پاکر ان پر حملہ
کر دیا۔ اور سینکڑوں قزاقوں کے سر کاٹ کر ایک مینار طیار کر دیا۔ اس کے بعد
طغرخان چک کچھ پیادہ اور کچھ سوار ساتھ لیکر ایماعون برجر پر گنہ آدون میں صاحب
ثروت و حکومت قوم تھی۔ شبخون مارا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے اس
کا مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ اور خود کوہستان بیرہ میں جا چھپا۔ لیکن تھوڑے
ہی عرصہ میں محمد قلیخان نے دام حکمت میں لاکر اسے بھی قتل کر دیا۔ اسی طرح
منتظر یا نام مفسدوں اور اوباشوں کو ورطۂ عدم میں پہنچا کر مطمئن ہو گئے
خصوصاً قزاقچکان کو اس نے ایسا ذلیل و خوار کیا کہ وہ لوگ وجہ معاش کے
لئے جاگیرداروں اور منصب داروں کی اولاد کے ملازمت اور خدمتگذاری
اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

اس سے پہلے میوہ دار درختوں کو پیوند لگانے کا رواج کشمیر کیا بلکہ ہندوستان
میں بھی نہ تھا۔ اس صوبہ کے عہد میں محمد قلی انشاء دار و تہ باغات کشمیر نے پہلے
پہل کابل سے شاہ آلو منگا کر یہاں اس کا پیوند لگایا جس میں کامیابی ہوئی۔ اس
کے بعد اور بھی کئی درختوں کو آزمایا گیا جس سے باغات کشمیر کو روز افزوں
ترقی ہونے لگی۔ باغات کے علاوہ اس صوبہ میں سنگلہ پست ہی خالی شاہان

عمارتیں بھی بنوا کر کشمیر کو رشک چین بنا دیا۔ اگرچہ اکبر کی حکومت کشمیر ۱۵۸۶ء سے شروع ہوئی ہے لیکن محمد قلی کی صوبیداری کے زمانہ تک فتنہ و فساد قائم رہا۔ اس صوبہ نے چکوں کو ذلیل و خوار کرنے سے تمام فتنہ جنگجویوں کو معدوم کر دیا۔ اور رعایا نے کشمیر عدل و انصاف کے سایہ میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگی۔ صوبیدار کو بھی فراغت مل گئی۔ اور اس نے ملک کی رونق اور ترقی کے لئے قابل قدر کوششیں کیں۔ خواجہ حسین کابلی میر عمارت کوہ ماران ۱۵۸۹ء سے حسب الحکم عرش آشیانی تعمیر میں مصروف تھا۔ قلعہ کے مصارف کے لئے اکبر نے ایک کروڑ دس لاکھ روپیہ خزانہ عامرہ سے اس کے پاس بھجوایا۔ ہزاروں غربا اور مساکین جو فاقہ سے مر رہے تھے مزدوری کرنے سے مالا مال ہو گئے۔ صوبیدار کی نیک نیتی کے ساتھ بادشاہ کی اس دریا دلی نے افلاس زدہ رعایا کی بہت امداد کی۔ دس سال تک یہ کام جاری رہا اور ۱۵۹۸ء میں خواجہ حسین کابلی کی کوششیں تعریف کے ساتھ تکمیل کو پہنچیں۔ اس کے تنگ دروازے پر یہ شعر کندہ ہیں۔ جو اکبر کی دریا دلی اور جاہ و جلال کی قابل قدر یادگار جب تک عمارت کھڑی ہے بہم پہنچاتی رہیگی ؎

بنائے قلعہ ناگر نگر کوٹ — بحکم بادشاہ داد گستر
کرور و دہ لک از مخزن فرستاد — دو صد اسناد ہندی جملہ چاکر
نکردہ ہیچکس بیگار آسخیا — تمامی یافتند از مخزنش زر
چہل چار از ظہور بادشاہی — ہزار و شصت و نہ از تاریخ پیمبر

**اکبر کا تیسری اخیر صاحبہ سفر کشمیر**

۱۵۹۵ء میں شہنشاہ اکبر نے پھر کشمیر کی تیاریاں شروع کیں۔ کہسار کشمیر میں ایک غوری زاد چالیا نے اپنے آپ کو تیمور کی نسل سے ظاہر کر کے مرزا سلیمان کا بیٹا بنایا۔ اور اندر ہی اندر کئی ہزار بدخشیوں اور کشمیریوں کی ایک جماعت بہم پہنچالی۔ بادشاہ کی آمد آمد سنکر خود اسی کے رازداروں نے اسے گرفتار کر کے محمد قلی خان صوبہ کشمیر کے حوالے کر دیا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جس نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ یہ راہ ہیبہ پورہ سے انت اور مچھی بھون کی سیر کرتا ہوا موسم

گرما کے وسط میں کشمیر پہنچ گیا۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ رعایا پر اہل کاروں کے ہاتھوں سے سخت ظلم ہوتا ہے اس کا انتظام کیا۔ ظالموں اور خائنوں کو سزا دی۔ جن زمینداروں کی حالت بہت سقیم تھی۔ ان کو جمع معاف کر دی۔

**کشمیر میں قحط** کشمیر اور قحط ہمیشہ سے لازم و ملزوم چلے آتے ہیں بارش زیادہ ہو جاتی ہے جب بھی تباہی اور اگر نہ ہو جب بھی کشمیر میں خانہ ویرانی ہو جاتی ہے۔ اس سال بارش کی کمی۔ عمال کی ایذا رسانی اور زمینداروں کی پراگندگی کی وجہ سے قحط شدید ظاہر ہوا۔ اسی دوران میں بادشاہی لشکر بھی آ گیا۔ جس سے اس بلا کو اور سختی ہوئی۔ بادشاہی نوازشوں نے قحط کو بہت کم کیا۔ لیکن رفع نہیں۔ کہیں اوسوں پیاس سمجھتی ہے۔ ہر انوار کو عیدگاہ کے میدان میں اسی ہزار بھوکوں اور کنگالوں کی مہمانداری کا انتظام کیا جاتا۔ قلعہ ناگرنگر کی تعمیر میں بھی ہزاروں لوگ مصروف تھے اور اپنا پیٹ پال رہے تھے۔

**بادشاہ کی سیاحت و جشن** قلعہ ناگرنگر میں مرزا یوسف خان سابق گورنر کشمیر نے کئی دلکش محل تعمیر کرائے تھے۔ ایک محل میں تین سو میڑھیاں تھیں۔ اکبر نے اس محل کی سیر کے بعد شہاب الدین پورہ اور زین لنک کو دیکھا۔ اور ایک بہت بڑا جہاز جیسا کہ سمندر میں چلتا ہے بعجلت تیار کرایا۔ اور اس میں بیٹھکر دریا کی سیر کی۔ کشمیر میں ۱۲۔ بھادوں کو سب کشمیری روشنی اور پوجا کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس رات کو دریا سے بہت دیہم جو شہر کے اندر بہتا ہے پیدا ہوا تھا۔ بادشاہ کو رعایا کی خاطر منظور تھی۔ ہر رنگ اور ہر حال میں تالیف قلوبی کو مدنظر رکھتا تھا حکم دیا کہ پہاڑوں اور کھیتوں کشتیوں اور دریا کے کناروں پر روشنی ہو اس دن کے لئے خاص طور پر ایک لکڑی کا محل تیار کرایا جس میں جشن ہوا اور دربار کیا۔ خزاں کے موسم میں سیب شفتالو اور خیار کی فصل دیکھی۔ اور کشمیر کی خزاں کے متعلق فرمایا ؎

ذوق فنا نیافت دریں خطہ دیدہ
رنگینتر از بہار بود جلوۂ خزاں

**رانی تبت کی لڑکی سے سلیم کی شادی**

جب کشمیر مستحکم طور پر اکبر کے زیر نگین ہو گیا تو تبت خورد کے حاکم علی رائے نے بادشاہ کے پاس اس غرض سے اپنے ایلچی بھیجے کہ شاہزادہ سلیم کے لئے اس کی لڑکی منظور کی جائے بادشاہ نے اسے منظور کر لیا۔ اور لڑکی کا بیاہ سلیم سے ہو گیا۔

**تسخیر تبت کے واقعات**

ایام دوران کشمیر میں بادشاہ نے ارادہ کیا کہ تبت خورد و تبت کلان دونوں اپنے قبضے میں لانے چاہئیں لیکن ملک میں چونکہ بڑا سالی کا زور تھا اور چالیس دن کا آذوقہ تمام لشکر کیلئے بہم پہونچانا مشکل تھا۔ اس لئے فوج کشی کے ارادہ کو فسخ کر کے طالب اصفہانی اور محمد علی کشمیری کو ایک مختصر جماعت کے ساتھ علی رائے حاکم تبت خورد اور ایوب بیگ سلیم کاشغری۔ مرزا کوکلتاش اور عبدالکریم کشمیری کو چند آدمیوں کے ساتھ حاکم تبت کلان کے پاس روانہ کیا کہ ان کو متابعت پر آمادہ کریں۔ ان کے پہونچنے سے پہلے ہی علی رائے نے حاکم تبت کلان کے وزیر راجو رائے سے ملکر تبت کلان پر قبضہ کر لیا اور خزانہ کو معمور دیکھکر نواح کشمیر تک تاخت و تاراج کرنے لگا۔ بادشاہ نے یہ خبریں سنکر قلیچ خان صوبہ لاہور کو کمک کے لئے روانہ کیا۔ وہاں سے تین ہزار سوار پانچ سو برق انداز دوڑے آئے کچھ سپاہ کشمیر سے ساتھ ہو گئی۔ علی رائے بغیر لڑائی کے بھاگ گیا۔ اور بادشاہی لشکر نے کامیابی حاصل کی۔

**عہد اکبری میں جمع کشمیر**

کشمیر میں پیداوار کا حساب خروار میں ہوتا ہے۔ ایک خروار تین من سات سیر بادشاہی کا شمار کیا جاتا ہے۔ فصل ربیع میں ایک ایک پتہ کی پیداوار میں سے جس میں گیہوں۔ جو۔ سرسوں ہوں۔ دو تر حصہ بادشاہ کو لگان میں دیتے چرتے ہیں۔ ایک ترکھ آٹھ سیر کا ہوتا ہے۔ فصل خریف میں ایک خروار شالی مونگ۔ موٹھ۔ ماش وغیرہ میں سے دو ترکھ بادشاہ کو دیئے جاتے ہیں۔ بادشاہ نے اس خیال سے کہ جو ملک نیا ہو اس پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہیئے۔ صرف دو لاکھ خروار شالی کا اضافہ کیا۔ جسکی بجائے

سنہ کشمیر میں ڈھائی پتہ کسر سے مراد کو بیکھ کہتے ہیں۔

بیس لاکھ جمع کے بائیس لاکھ خروار ہو گئی جو آہستہ آہستہ ۳۰ لاکھ خروار شاہی تک پہنچ گئی۔ اکبر کی عملداری سے پہلے زعفران کے ہر تخم میں تین پھول ہوتے تھے یا چار نہ کھلتے تھے۔ لیکن اس کے عہد میں آٹھ پھولوں تک نوبت پہنچ گئی۔ زعفران کا محصول پہلے سات ہزار سے بیس ہزار ترکہ کے درمیان ہوا کرتا تھا۔ صرف مرزا حیدر کے زمانہ میں ایک مرتبہ ۲۰ ہزار ترکھ تک نوبت پہنچی تھی لیکن جب زعفران خالصہ شاہی میں داخل ہوا اور کچھ زمین اور کاشت کی گئی تو محصول نوے ہزار ترکھ وصول ہوا۔ بادشاہ نے تین زمینیں ایسی معاف کیں جن سے زمینداروں اور عوام الناس کو سخت تکلیف تھی۔ ان تین سے دو کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب زمیندار اپنے محصول شاہی کے لئے زعفران کو صاف کرتے۔ نواس کے کئی حصے ہوتے جن میں سے نصف من کے قریب زعفران اہل کار ہی اٹھا کر لے جاتے۔ دوسری یہ کہ کاریگروں سے تمام بقایا کو معاف کر دیا۔ اکبری عہد سے پہلے یہ دستور تھا کہ قرباء اور عوام لوگ زبردستی سے پکڑ لئے جاتے۔ اور ان سے سرکاری کام بلا اجرت کرائے جاتے جو صاحبنگوں سے لکڑیاں کٹوائی جاتیں جو لوگ انکار کرتے ۵۰ روپیہ دیکر جان چھڑاتے۔ اکبر نے ان سب تکلیفوں کی سختی سے روک تھام کی۔

**اکبر کی ہندوستان کو واپسی** جاڑے کا آغاز ہو رہا تھا۔ دہلی کے پانی اور پنجاب کے شدید زور برف اور سردی کی آمد سے کانپتے تھے۔ اس لئے بادشاہ نے اُن پر رحم کیا۔ اور تین مہینے ۲۹ دن کی مسافت کے بعد براہ پیر پنجال مراجعت پذیر ہو گیا۔

محمد قلی خان کی صوبہ داری کو گیارہ سال گذرے تھے کہ بادشاہ نے اسے ۱۰۰۱ھ میں واپس بلوا لیا۔ اور اس کی جگہ مرزا علی اکبر کو منصب صوبہ داری پر ممتاز کیا۔

| | |
|---|---|
| **مرزا علی اکبر صوبہ کشمیر** | **محمد قلیخان کی کوششوں سے کشمیر میں پورا** |
| ۴ سال ۸ ماہ ۱۰ روز ۱۰۰۱ھ سے ۱۰۰۶ھ | **پورا امن قائم ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے** |

جانشین کو اس طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہ ہوئی۔ اس کے علاوہ پے در پے بارش سے بہت سخت قحط نازل ہوا۔ رعایا کو بہت تکلیف اور نقصان اٹھانا پڑا۔ سلیم اکبر نے لاہور اور سیالکوٹ سے جیسا رغد بھیجا اس کی شدت کو بالکل کمزور کر دیا۔ اسی اثناء میں مرزا علی اکبر کی صوبہ داری کے چوتھے سال ۱۰۱۴ھ کو اکبر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا شاہزادہ سلیم تخت نشین ہوا۔

## نورالدین جہانگیر شاہ

ایام حکومت ۲۲ سال ۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۷ء مطابق ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ

اکبر کی وفات کے آٹھویں دن ۲۰ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو شاہزادہ سلیم نے زینت بخش سریر سلطنت ہو کر اپنے لئے جہانگیر شاہ کا لقب اختیار کیا۔ رعایا کی دلجوئی اور ملک کے رفاہ کے لئے نئے نئے احکام جاری کئے مختلف صوبوں کے انتظام سے فارغ ہو کر کشمیر کی طرف بھی متوجہ ہوا۔ اس نے بھائے مرزا علی اکبر کے نواب قلیچ خان کو صوبہ کشمیر کی نظامت سے مشرف فرمایا۔

**جہانگیر کا پہلا سفر کشمیر**

تزک جہانگیری کو پڑھیے۔ جہانگیر میں مظاہر فطرت اور مناظر قدرت کی ایک عجیب استعداد خداداد نظر آتی ہے۔ اس کو باغوں اور پھولوں سے خاص شوق تھا اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب کسی نے پھولوں کا کوئی گلدستہ پیش کیا ہے تو اس نے اپنی چلتی سواری ٹھہرا لی ہے اور اس گلدستہ کو خود ہاتھ میں لیا ہے۔ اپنی عظیم الشان سلطنت کے بڑے بڑے تالابوں، جھیلوں اور آبشاروں کا جس دلچسپی کو جو بیان کرتا ہے اور ہمالیہ پہاڑ کے مناظر و مظاہر کی نہایت دلکش تصویر کھینچتا ہے۔ وہ کشمیر بھی گیا اور کئی مرتبہ گیا۔ راستوں کی کیفیت، کشمیر کے سبزہ زاروں، مرغزاروں اور ڈل کے نظاروں جیسے وہ نہایت محظوظ ہوا ہے یہ تمام حالات اس نے اپنی تزک میں اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ پہلا

صرف اُن کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

**دسنے کی کیفیتیں** حسن ابدال سے کشمیر تک جس راہ سے بادشاہ آیا پکپتیر کوس کی مسافت تھی جس کو بادشاہ نے ۱۹ کوچ اور ۶ مقام کر کے ۲۵ روز میں طے کیا۔ حسن ابدال کا حال بادشاہ نے تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس منزل سے آگے پہاڑ کے نشیب و فراز کثرت سے ہیں۔ لشکر کا ایک ہی دفعہ گذرنا محال تھا اس لئے مقرر ہوا کہ حضرت مریم مکانی بیگمات کے ساتھ توقف کریں اور سہولت کے ساتھ تشریف لائیں۔ عمدہ بیوتات کے میر سامان مدار الملک اعتماد الدولہ وغیرہ کو حکم ہوا کہ تھوڑے تھوڑے آدمی گذریں۔ رستم مرزا صفوی اور خان اعظم اور اُن کی جماعت کو ہدایت ہوئی کہ پونچھ کی راہ سے آئے۔ بادشاہ خود خاص خدمت گاروں کے ساتھ موضع سلطان پور میں آیا۔ اس ملک کے آدمیوں کی زبانی سُنا کہ چھ ماہ برسات میں جبکہ بجلی اور بارش کا مطلق اثر نہیں ہوتا اس پہاڑ سے صدائے ابر کی مانند آواز آتی رہتی ہے جس سے اس کا نام کوہ گرج مشہور ہو گیا ہے بیس سال ہوئے جب سے یہاں قلعہ کوہ پر ایک قلعہ بنایا گیا ہے۔ آواز کا آنا موقوف ہے۔ اب اس قلعہ کو گنڈ گڈھ کہتے ہیں جو بنا ہر گنج گڈھ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ پہاڑ درختوں اور سبزہ کے نہ ہونے سے خشک اور برہنہ ہے سلہر اور نوشہرہ کے حالات میں بادشاہ لکھتا ہے۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی یہ قطعہ سبزہ زاروں سے رنگا رنگ اور پھولوں سے گلزار نظر آتا تھا۔ سلہر میں ایک پھول دیکھا کہ اندام میں گل خطمی کے برابر اور رنگ میں شرخ آتشین تھا ایسی رنگ کے اور بھی بہت پھول تھے لیکن وہ سب چھوٹے تھے۔ دور سے ان پھولوں کا نظارہ نہایت دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ دامن کوہ میں بھی نہایت عجیب منظر تھا۔ یہاں سے گذر کر پکلی کے علاقہ میں داخل ہوا جہاں معمولی برف باری سے بھی روشناس ہونا پڑا۔ چنار اس راہ میں کثرت سے تھا۔ شفتالو اور زرد آلو کے درختوں پر پھل لگے ہوئے تھے۔ ستمبر کے درخت مثل سرو کے دیدہ فریب تھے۔ پکلی کا رئیس سلطان حسین مرزا بیگ بن

ہوا۔ اس نے اپنے مکان پر مجھے مدعو کیا چونکہ والد ماجد اکبر بھی دوران سفر سمیر میں اس کے گھر گئے تھے اس لئے میں نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور اس کا درجہ بڑھایا۔ یہاں میوے بغیر پرورش کے خود رو ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں کشمیر کی روش پر خانہ و منازل چوب سے بناتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ چتہ منزل تک ایسی بستی نہیں ہے کہ وہاں غلہ اس قدر مل جائے کہ لشکر کو کفایت کرے۔ یہاں ہاتھیوں اور ہمراہیوں کی تخفیف ہوئی جو مجد میں ہمارے ساتھ آ شامل ہوئے۔ پانچ کوس کے فاصلہ پر تین سنگ کی ندی آئی جو بدخشان اور تبت کے درمیانی پہاڑوں سے نکلتی ہے۔ ندی کی دونوں شاخوں پر دو پل ایک ۱۱۰ گز دوسرا چودہ گز طولانی اور عرض میں صرف پانچ گز بنائے گئے۔ ہاتھیوں کو پایاب اتار کر اور سوار اور پیادے پل پر سے اتارے۔ یہاں پل لکڑی کے بنائے جاتے ہیں اور سالہا سال برقرار رہتے ہیں۔ تین کوس کے قریب چلکر دریائے کشن گنگا کے کنارہ پر منزل ہوئی۔ راہ میں ایک پہاڑ جس کا ارتفاع ڈیڑھ کوس ہے واقعہ ہے۔ پل سے گذر کر ایک آبشار ملا ہے جو نہایت لطیف و صاف ہے۔ میں نے نہایت شوق سے سایہ درخت میں اس کا پانی پیا۔ اس پل کے محاذی دوسرا پل میں نے بھی تعمیر کرایا۔ پانی عمیق اور تند تھا ہاتھیوں کو خشکی اس دریا سے عبور کرایا گیا۔ دریائے کے مشرقی میں عین پہاڑ پر میرے باپ کے حکم سے ایک پختہ سرائے پتھر اور چونے کی بنی ہوئی ہے۔

بادشاہ مقام بھول باس سے کچھ آگے نکل گیا تھا۔ کہ برف و باراں نے اسے گھیر لیا جہانگیر معہ اہل حرم اس بلائے آسمانی سے بچنے کے لئے معتمد خاں مصنف اقبال نامہ جہانگیری کے خیمہ میں جو بالکل خالی تھا چلا گیا۔ اور وہاں شبانہ روز رہا۔ جب معتمد خان کو خبر ہوئی تو وہ پیادہ پا دو ڈھائی کوس کی مسافت کر کے دوڑا آیا۔ جو کچھ نقد و جنس اس کی بساط میں تھی بادشاہ کے پیش کی۔ بادشاہ نے نذر معاف کر دی اور فرمایا۔ متاع دنیا ہماری چشم ہمت میں ہیچ ہے۔ ہم جوہر اخلاص کو گراں بہا سے خریدتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| راجہ کشتواڑ کی حاضری | غرض ۱۵۔ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ ہجری مطابق ۱۰۔ مارچ ۱۶۲۰ء |

کو سر کشی پر جب بادشاہ و شہاب الدین بوذیں آیا تو دلاور خان صوبہ کشمیر بادشاہ کی پیشوائی کے لئے اس منزل پر حاضر ہوا۔ راجہ کشتواڑ کی سرکوبی کے لئے جو اپنے آپ کو سرکش و خود مختار سمجھتا تھا دلاور خان کو دس ہزار سواروں اور پیادوں کی جمعیت دیکر کشتواڑ روانہ کیا۔ راجہ دو ایک معمولی لڑائیوں کے بعد تاب مقاومت نہ لاکر گرفتار ہو کر جہانگیر کے حضور میں لایا گیا۔ جہانگیر لکھتا ہے راجہ کی شکل و وجاہت سے خالی نہیں تھی۔ اس کی کوشش اہل ہند کی روش پر تھی اور وہ ہندی اور کشمیری خوب بولتا تھا۔ وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں بھیج کر حمایت شاہی سے سرفراز ہوا۔

**کشمیر کے قدیم حکمران** جہانگیر لکھتا ہے کشمیر اقلیم چہارم میں ہے۔ عرض اس کا خط استوا سے ۳۵ درجہ اور طول اس کا جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے۔ اس ملک میں قدیم سے ہندو راجے حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت کی مدت چار ہزار سال بیان کی جاتی ہے۔ ان کا حال تاریخ راج ترنگ میں جو والد ماجد کے حکم سے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے مفصل مرقوم ہے۔ ۷۱۳ھ میں اس ملک نے نور اسلام سے روشنی پائی ہے۔ ۳۲ مسلمان بادشاہوں نے ۲۸۲ برس اس ملک پر سلطنت کی ہے ۹۹۳ھ میں والد ماجد نے اس کو فتح کیا اور اس تاریخ سے اب تک کہ ۳۵ سال ہوئے ہمارے قبضہ میں ہے +

**شہر سرینگر** شہر کا نام سرینگر ہے اس کی آبادی کے اندر سے دریائے بہت جہلم گذرتا ہے اس کے سرچشمہ کا نام ویرناگ ہے۔ وہ شہر سے چودہ کوس پر جانب جنوب واقع ہے۔ میں نے اس چشمہ کے اوپر ایک عمارت اور باغ ترتیب دیا ہے۔ شہر میں چار پل سنگ و چوب کے نہایت مستحکم بنے ہوئے ہیں اس ملک کی اصطلاح میں پل کو کدل کہتے ہیں۔ شہر میں ۷۹۵ھ میں ایک مسجد نہایت عالیشان سلطان سکندر نے بنائی تھی۔ ایک مدت کے بعد وہ جل گئی ۹۱۵ھ ہجری میں ابراہیم ماگرے وزیر سلطان حسین شاہ کے زمانہ میں دوبارہ تعمیر ہوئی حکام کشمیر کی سب سے عمدہ یادگار یہی مسجد ہے۔ آدمیوں کی آمد و رفت اور غلہ وغیرہ کا کارواں اکثر کشتیوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شہر اور پرگنوں میں ۷۰۰ کشتیاں ہیں

۴۰۰ ۷ ملاح ہیں +

**کشمیر کی چھاس** جہانگیر اکثر کہا کرتا تھا کہ کشمیر میری نظر میں بہشت روئے زمین ہے اور اسی لئے ہر سال کشمیر کی سیر کو جایا کرتا تھا۔ اس نے کشمیر کی بہت تعریف کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کشمیر ایک باغ ہے سدا بہار۔ قلعہ ہے آہنین حصار بادشاہوں کے لئے ایک گلشن عشرت افزا ہے۔ درویشوں کے لئے ایک خلوت کدہ۔ گلشن چمن خوش آبشار دلکش۔ آب ہائے رواں شرح و بیان سے زیادہ اور چشمہ سار حساب و شمار سے باہر ہیں۔ بہاریں کوہ و دشت اقسام شگوفہ سے مالا مال۔ در و دیوار صحن و بام گھروں کے مشعل لالہ سے بزم افروز ہیں۔ کشمیر میں لکڑی کے مکانات یک منزلہ سے چار منزلہ تک بناتے ہیں اور چھتوں کو خاک پوش کر کے پیاز لالہ کو سال بسال لگاتے ہیں۔ موسم بہار میں وہ کھلکر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ واہ رے صناع قدرت تیرے پھولوں کی جو تصویریں کھینچی ہیں وہ سو سے زیادہ ہیں +

**باشندوں کی خلاقت اور دیگر کوائف** جتنا اس ملک میں اول سال خوب پیدا ہوتا ہے دوسرے سال کم اور چھوٹا اور تیسرے سال مونگ کی دال کے برابر ہوتا رہے۔ زمانہ سابق میں یہاں اچھا اور قرآدر گھوڑا اور گاؤ اور گاؤ میش بالکل کمیاب تھے تازہ طعام کھانے کا رواج بہت کم ہے عموماً ایک وقت کا پکا ہوا دو وقت کھاتے ہیں۔ طعام میں نمک ڈالنے کا رواج اس قدر کم ہے کہ مردوں کے چہرہ میں نمک کا اثر نہیں ہے عورت و مرد کا ملبوسات پشمینہ متعارف پشم ہے۔ اس ملک کے باشندوں کا قول ہے کہ اگر ہم یہ نہ پہنیں تو ہوا کا اثر جسم پر ایسا ہوتا ہے کہ کھانا ہضم نہیں ہو سکتا۔ اس پٹو کا ایک کرتہ عورتیں تین چار سال تک پہنتی ہیں اور کبھی اس کو دھلواتی نہیں۔ کیونکہ پانی کی یہ کثرت ہے کہ ہر محلہ میں نہر جاری ہے۔ اس گل زمین کے باشندے جہاں خوبصورت و خوش رو اور خوبرو رشادت سے آراستہ ہیں کشمیری گول پگڑی پہنتے ہیں۔ آزار پہننا عیب جانتے ہیں۔ کرتہ دراز و فراخ سر سے پاؤں تک پہنتے ہیں اور کمر باندھتے ہیں۔ اس ملک کے آدمی سوداگر اور اہل حرفت ہیں۔ شیعی۔ شیعہ اور ہنود کے علاوہ ایک فرقہ نور بخشی مذہب کا بھی ہے جو اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے برخلاف ہے۔ جہانگیر کہتا ہے

کہ عبادات و معاملات میں اس فرقہ نے اس قبیل کے تصرفات کئے ہیں کہ فرقہ عظیم ہو گیا ہے جس نے اُن کی کتاب محوطہ نور بخشیہ علمائے ہندوستان کے پاس فتوے کے لئے بھیجی جنہوں نے بالاتفاق لکھا کہ اس قسم کی کتاب کا مٹانا اور معدوم کر دینا واجبات و فرائض سے ہے ہندوؤں اور مسلمانوں کا لباس یکسان ہے لیکن اُن کی مذہبی کتابیں سنسکرت زبان میں ہیں۔ وہ اُن کو پڑھتے ہیں اور بت پرستی کی شرائط کو ادا کرتے ہیں۔ بت خانوں کی عمارتیں سنگین ہیں اور بنیاد سے لیکر چھت تک ان میں تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔ شہر کے متصل کوہ ماران یا ہری پربت ہے جہاں والی ماجد نے ایک قلعہ بنوایا ہوا ہے میں نے یہاں ایک باغ لگایا جس کا نام نورافزا رکھا ہے۔

**چشمہ ورناگ کی سیر** جہانگیر لکھتا ہے جمعہ کو میں چشمہ ورناگ کے سرچشمہ دریائے بہت (جہلم) کی سیر کو روانہ ہوا۔ پانچ کوس کشتی میں گیا۔ موضع پان پور کے باہر اترا لیکن کشتواڑ سے جب یہ خبر آئی کہ نصراللہ عرب کو جس کو راجہ خان جہاں کشتواڑ کشمیر کی فتح اور راجہ کی گرفتاری کے بعد کشتواڑ کا حاکم بنا آیا تھا اہالیان کشتواڑ نے بوجہ اس کے مظالم و سختیوں کے ایک لڑائی میں مار ڈالا تو تمام سیر منغص ہو گئی۔

جہانگیر نے زمانہ ولی عہدی میں اس چشمہ پر ایک عمارت اور باغ کی تعمیر کا حکم دیا تھا جو زمانہ حکومت میں تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ چشمہ موجودہ صورت میں ۷ گز مدور اور ۴ گز عمیق ہے اس کی ۴۴ محرابیں ہیں۔ ایک محراب پر یہ عبارت کندہ ہے "دنیا دشاہ ہفت کشور عدالت گستر ابوالمظفر نورالدین جہانگیر ابن اکبر شاہ غازی بتاریخ ۱۵ سن جلوس دریں سرچشمہ فیض آئین نزول اجلاس فرمودہ" تاریخ

از جہانگیر شاہ اکبر شاہ — ایں بنا کرد شید و بر افلاک
بانئے عقل یافت تاریخش — قصر آباد و چشمہ ورناگ

**سرینگر میں آتش زدگی** جب بادشاہ واپس سرینگر پہنچا ۲۹ تو خانہ آتش زدگی نمودار ہوا جس سے بارہ ہزار گھر جل گئے۔ جامع مسجد بھی جلکر شہید ہو گئی۔ جہانگیر

اس موقعہ پر بدات خود موجود تھا۔ آگ کے دور کرنے میں بڑی کوشش کی گئی لیکن مشیت ایزدی اپنا کام کر کے رہی۔ اہل سنت نے اس آگ کا الزام شیعوں کو دیا۔ بادشاہ نے فساد روکنے کے لئے ملک محمد نامی کو مسجد مذکور از سر نو تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ جس نے تین سال کے عرصہ میں اس خدمت کو بطریق احسن انجام دیکر خلق خدا کی تحسین و آفرین لی۔ اس کے ساتھ ہی نور جہان بیگم کے فرمان کے مطابق خانقاہ جڈی بل از سر نو تعمیر کی گئی اور نہر جھیل کول کی مرمت بھی کرائی گئی۔ اس کے علاوہ ملکہ ہند نے خانقاہ معلی کے مقابلہ میں ایک مسجد بھی تیار کرنے کا حکم دیا جو میدان میں بڑے عالیشان پیمانے پر طیار ہوئی اور اب تک موجود ہے اور سرکاری اداروں کا کام دیتی ہے

**کشت زعفران** جہانگیر جب سیر کشمیر سے فارغ ہو کر ہندوستان کو واپس چلا۔ تو زعفران کے پھول کھل رہے تھے بادشاہ شہر سے کوچ کر کے موضع پام پور میں آیا جو زعفران کی پیدائش کے باعث تمام کشمیر میں مشہور ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے جہاں تک نظر کام کرتی تھی پھول ہی پھول دکھائی دیتے تھے اس کی تسکین دماغوں کو معطر کرتی تھی۔ زعفران کا مسکن زمین سے پیوستہ ہوتا ہے اس کے پھول کی پانچ پتیاں جنفشہ کے رنگ کی ہوتی ہیں۔ یہ معمولی سالوں میں ۳۰۰ من یعنی ۳۲۰۰ خراسانی من پیدا ہوتا ہے نصف حصہ خالصہ یعنی بادشاہ کا ہوتا ہے اور نصف حصہ رعایا کا۔ ایک سیر دس روپیہ کو فروخت ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ نرخ کم و بیش بھی ہو جاتا ہے۔ گل زعفران کو تولکر کاشتکار اپنے گھر لیجاتے ہیں اور زعفران اس میں سے نکالتے ہیں۔ وہ اس کو بادشاہی ملازموں کو دیتے ہیں اور اپنی ضرورت میں ان سے زعفران کے وزن کے برابر نمک لیتے ہیں کشمیر میں نمک نہیں ہوتا ہندوستان سے آتا ہے۔

**کشمیر میں عمارات جہانگیری** بادشاہ چونکہ سفر کشمیر کے تجربہ سے برف و باران کی تکلیف اٹھا چکا تھا اس لئے اس نے حکم دیا کہ کشمیر سے انتہائے کوہستان تک ہر منزل میں بادشاہ اور اس کے اہل حرم کیلئے ایک ایک عمارت عالیشان تعمیر کیجائے کہ سرما اور برف میں خیموں میں گذارہ نہیں ہو سکتا۔ کشمیر کے معماران

چار یکدست اور کار دار ان زیرک سے بہت تھوڑے دنوں میں یہ عمارتیں تعمیر کردیں۔ بادشاہ نے چشمہ ویرناگ میں ایک باغ تعمیر کرایا۔ اس میں ایک مصور خانہ بنوایا۔ جس میں سب سے اوپر اکبر اور ہمایوں کی تصویر تھی۔ پھر اپنی اور اپنے مقابل شاہ عباس والئے ایران کی۔ پھر درجہ بدرجہ شاہزادوں اور امرائے خاص کی تصاویر رکھی گئیں۔

**کھنڈا اور راجوری کے رستے واپسی**

جہانگیر میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ جن مشہور اضلاع و مقامات میں سے گزرتا تھا ان کے تاریخی حالات کی خوب تحقیقات کرتا اور وہاں کے باشندوں کی حالتیں۔ رسم و رواج۔ طرز معاشرت۔ آب و ہوا غرض ہر چیز کا بیان لکھتا۔ چنانچہ واپسی کے وقت جب وہ کھنڈا میں پہنچا جو پیر پنجال کے نشیب میں واقعہ ہے اور وہاں سے راجوری کو روانہ ہوا تو اس منزل کی کیفیت میں لکھتا ہے کہ یہاں کے آدمی فارسی اور ہندی دونوں زبانیں بولتے ہیں۔ اصل زبان ان کی ہندی ہے۔ قرب و جوار کے سبب سے کشمیری بھی عام طور پر بولی جاتی ہے۔ یہاں کی عورتیں پشمینہ کا لباس نہیں پہنتیں۔ ہندوستان کی عورتوں کی طرح ناک میں نتھ کا استعمال کرتی ہیں۔ راجور کے باشندے پہلے زمانہ میں ہندو تھے۔ یہاں کے رئیس کو راجہ کہتے ہیں۔ ہر چند یہاں مسلمان کثرت سے ہیں۔ لیکن ہندو پنے کی رسمیں ان میں جاری تھیں۔ یہاں تک تو ہوتا تھا کہ ہندو عورتوں کی طرح مسلمان عورتیں بھی اپنے خاوندوں کے ساتھ زندہ دفن ہو جاتی تھیں۔ اکثر بے بضاعت اور جاہل آدمی اپنی لڑکیوں کو ہلاک کر ڈالتے تھے۔ ہندوؤں سے رشتہ داری بھی جاری تھی لڑکی دیتے بھی تھے اور لیتے بھی تھے۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ یہ حالات جب میرے گوش گذار ہوئے تو میں نے سختی سے ایک فرمان جاری کیا کہ پھر یہ باتیں نہ ہونے پائیں۔ اور جو کوئی ان کاموں کا مرتکب ہو اس کو خوب سزا دی جائے کسی مسلمان کا کسی ہندو کو لڑکی دے دینا سخت جرم قرار دیا گیا۔ لڑکی لینا چنداں جرم نہیں تھا۔

تیسرے سال ۱۶۱۹ء میں اعتقاد خان صوبیدار کے عہد میں جہانگیر پھر کشمیر پہنچا

اور چار راہ کی سیر و سیاحت کے بعد اسی سال راجوری اختیار کر گیا۔ ۱۶۲۵ء میں تیسری مرتبہ بادشاہ عازم کشمیر ہوا۔ اثنائے راہ میں کچھ دن تک علاقہ بھمبر میں سیر و شکار میں مصروف رہا اور بمقام چوکی چنی جشن نوروز منانے کے بعد کشمیر کو روانہ ہوا۔ اس وقت پیر پنجال کا راستہ برف سے مسدود تھا اس لئے بادشاہ نے حیدر ملک چاڈورہ کے بھائی علی ملک کو پونچھ کا راستہ درست کرنے پر مامور کیا جس نے بڑی جانفشانی سے دنوں میں کوہ میدان صاف کر دیا لیکن پھر برف باری شروع ہو گئی۔ اور اس راستہ کو ترک کر کے بھمبر کے راستے بھاٹگیر روانہ ہوا۔ اور گھرگ وغیرہ مقامات کی سیر میں مصروف ہوا۔ اس مرتبہ چھ ماہ تک یہاں قیام پذیر رہا اور زعفران زار کا شگوفہ دیکھنے کے بعد دارالسلطنت لاہور کو تشریف لے گیا۔ آخر ۱۶۲۶ء میں جہانگیر کی طبیعت علیل ہو گئی اور پنجاب کی گرمی سے تنگ آکر چھٹی اور آخری مرتبہ ہیرہ پور کے راستے پھر کشمیر آگیا۔ یہاں کی آب و ہوا نے اس مرتبہ الٹا اثر کیا اور طبیعت روز بروز بگڑتی گئی۔ یہاں تک کہ گھوڑے پر سوار ہونا بھی مشکل ہو گیا اور پالکی میں بیٹھکر آخری دورہ کرنے لگا جب کسی قدر افاقہ ہوا تو اس نے راجوری اختیار کی۔ اثنائے راہ میں بمقام بہرام گلہ سیر و شکار میں مشغول ہوا۔ جہانگیر کا کیمپ اس میدان میں تھا جہاں اب پولیس کے کوارٹر واقع ہیں۔ اتفاقاً اس علاقہ کے کسی نوجوان نے متصل کے پہاڑ کی چوٹی سے ایک زندہ ہرن پکڑا اور انعام کے لالچ میں ہرن کے گلے میں رسی ڈالکر وہ اسے بادشاہ کی خدمت میں لا رہا تھا کہ ہرن پتھر کی آڑ بنا کر کھڑا ہو گیا۔ اجل رسیدہ نوجوان نے اس کی رسی اس زور سے کھینچی کہ وہ ٹوٹ گئی۔ شکار بھاگ گیا اور صیاد غلطان و پیچان ریزہ ریزہ ہو کر بادشاہ کے قدموں میں آگرا اس ہولناک مناظرہ کے مشاہدہ سے بادشاہ کے دل پر سخت چوٹ لگائی طبیعت فوراً بگڑ گئی اور ضعف کے باعث بیہوشی طاری ہو گئی۔ یہ حالت دیکھکر ہمراہی گھبرا گئے۔ اسی وقت کوچ کر دیا اور رات کو راجوری پہنچ گئے۔ جہاں ۲۷ صفر ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۷ء کی رات کو پہلے پہر دنیا سے فانی کو الوداع کر گیا۔ تابوت لاہور پہنچایا گیا اور وہیں بمقام شاہدرہ دفن ہوا۔ اس کی قبر پر کچھ عرصہ بعد شاہجہان نے عالیشان عمارت تعمیر کر کے ایک سنگی قطعہ تاریخ کندہ کرا کر

دریافت تاریخ وفات ۔

شہنشاہ شہاں شاہ جہانگیر — کہ دست عدل او بر آسماں زد
چو نورالدین محمد بود نامش — ازاں از نقش نورجہاں رقم زد
ازاں مہر اچوں رخت بربست — جہاں غمگین شد و از جہاں رفت
چو تاریخ وفاتش جست کشفی — خرد گفتا جہانگیر از جہاں رفت

جہانگیر کے زمانہ میں کشمیر کے دونوں حصے یعنی ملک اور کامراج ۳۸ پرگنوں پر منقسم تھے کل ملک کی جمع تیس لاکھ ترسٹھ ہزار پانچسو گیارہ ترکھ تھی جو بحساب منڈی سات کروڑ ۴۶ لاکھ اور ستر ہزار دام ہوتی ہے اس وقت بھی کشمیر میں خریداروں کے حساب سے خرید و فروخت ہوتی تھی لیکن خردار کا وزن تین من ۸ سیر کشمیری تھا ایک سیر ۵۶ تولہ دو سیر کا ایک کشمیری من یا منوٹہ چار من یعنی آٹھ سیر کا ایک ترکھہ اور سولہ ترکھہ کا ایک خروار مروج تھا

## صوبیدار جو جہانگیر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) نواب قلیچ خان ۳ سال ۱۰۰۶ھ سے ۱۰۰۹ھ مطابق ۱۵۹۷ء سے ۱۶۰۰ء
(۲) ہاشم خان " ۱۰۰۹ھ سے ۱۰۱۲ھ " ۱۶۰۰ء سے ۱۶۱۲ء
(۳) جعفر خان " ۱۰۱۲ھ سے ۱۰۱۵ھ " ۱۶۱۲ء سے ۱۶۱۵ء
(۴) احمد بیگ خان " ۱۰۱۵ھ سے ۱۰۱۸ھ " ۱۶۱۵ء سے ۱۶۱۸ء
(۵) دلاور خان ۴ سال ۱۰۱۸ھ سے ۱۰۲۲ھ " ۱۶۱۸ء سے ۱۶۲۲ء
(۶) ارادت خان " ۱۰۲۲ھ سے ۱۰۲۶ھ " ۱۶۲۲ء سے ۱۶۲۶ء
(۷) اعتقاد خان ۱۱ سال ۱۰۲۶ھ سے ۱۰۳۷ھ " ۱۶۲۶ء سے ۱۶۳۷ء

نواب قلیچ خان صوبہ کشمیر ۱۰۰۶ھ میں نواب قلیچ خان صوبہ کشمیر مقرر ہوا اور تین سال ۳ سال ۱۰۰۶ھ سے ۱۰۰۹ھ / ۱۵۹۷ء سے ۱۶۰۰ء سے کچھ زیادہ عرصہ تک عدل و انصاف سے صوبہ مفوضہ کے انتظام میں مصروف رہا اس صوبہ کے زمانہ میں مسلمانان اہل سنت کو بہت

سلہ حال میں ایک خروار دس سولہ سیر کے برابر ہے۔ سیر دو قسم کے مروج ہیں۔ ایک خام کہلاتا ہے جو ۵۶ تولہ کے برابر ہے دوسرا پختہ جو بحساب انگریزی ۸۰ تولہ کا ہوتا ہے ترکھہ چھ سیر اور من ڈیڑھ سیر کا مروج ہے۔

ترقی ہوئی۔

| | |
|---|---|
| ہاشم خان صوبہ کشمیر<br>۳ سال ۱۶۰۹ء سے ۱۶۱۲ء | ۱۶۰۹ء میں نواب قلیچ خان کی جگہ ہاشم خان صوبہ بنا کر بھیجا گیا۔ کشمیر پر ممتاز ہوا۔ اور تین سال تک عدل و انصاف سے رعایا پروری اور عدالت گستری کر کے ۱۶۱۲ء کو واپس ہو گیا۔ |
| صفدر خان صوبہ کشمیر<br>۳ سال ۱۶۱۲ء سے ۱۶۱۵ء | اس نے بھی تین سال حکومت کشمیر سے ہمکنار رہ کر احمد بیگ خان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ عادل اور با دل حاکم تھا۔ |

| | |
|---|---|
| احمد بیگ خان صوبہ کشمیر<br>۳ سال ۱۶۱۵ء سے ۱۶۱۸ء | ۱۶۱۵ء میں اس صوبہ کی حکومت احمد بیگ خان کے حصہ میں آئی یہ بھی سابقہ حکمرانوں کی طرح ہر انیک۔ دل اور مست مزاج آدمی تھا اور خلق خدا کی فلاح اور بہبودی کے لئے ہمیشہ سعی جمیلہ کرتا رہا۔ اس کی حکومت کے پہلے سال قہر الٰہی کی آگ بھڑک اٹھی اور وبائے طاعون کے آثار نمودار ہو گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں طاعون نے وہ زور پکڑا کہ مکانوں کے مکان بند ہو گئے جس شمال تمام ایک منقول آدمی تھا اس کے کنبے کا کنبہ معدوم ہو گیا اس کے مال مویشی جنگل کو نکل گئے۔ اور کسی کو حوصلہ نہ ہوا کہ اس خاندان ویران کی خبر گیری لیتا۔ یا اس کے مال و اسباب کو سنبھالتا ایسی آپا دھاپی مچ گئی کہ کوئی کسی کی تجہیز و تکفین میں بھی شامل نہ ہوتا۔ چالیس روز تک یہ قیامت بپا رہی۔ آخر خداوند کریم کو امت مرحومہ پر رحم آیا اور یہ لاوہ شور گھٹ گیا۔ |

۱۶۱۷ء میں ایک ایرانی شہزادی کے ہاں دو توام لڑکیاں دانتوں سمیت پیدا ہوئیں۔ ان کے تمام عضو صحیح و سالم تھے اور پشت جڑی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک زندہ رہ کر مر گئیں۔ تین سال کے بعد بادشاہ نے اسے واپس ہندوستان بلوا لیا۔

| | |
|---|---|
| دلاور خان صوبہ کشمیر<br>۲ سال ۱۶۱۸ء سے ۱۶۲۰ء | کشمیر کی عنان حکومت ہاتھ میں لیکر دلاور خان نے اسے مکمل امن و امان بنا دیا۔ ملک کی ترقی اور رعایا کی بہبودی میں ہمہ تن ساعی رہا۔ ہر دل عزیز کے کنارے پر اس نے ایک وسیع اور دلکش باغ تعمیر کرایا۔ جو آج تک باغ دلاور خان کے نام سے مشہور اس کی صوبہ داری کی یادگار چلا آتا ہے اسی سال [illegible] دلاور خان طلوع ہوا جس نے سنجیوں کی |

پیشین گوئیوں کے باعث لوگوں کو سخت وسوسہ اور تشویش میں ڈال دیا۔ اتفاقاً اسی سال چوہے اس کثرت سے پیدا ہو گئے۔ کہ چیونٹیوں کی طرح پھرنے لگے۔ انہوں نے ہندوستان اور کشمیر دونوں ممالک کی زراعت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ۱۶۲۰ء میں جہانگیر کے حکم سے کشتواڑ فتح کرنے کے صلہ میں بادشاہ نے اس صوبہ کو خلعت زرکار عطا کیا۔ اور صوبہ کشمیر کا ایک سال کا مالیہ بھی اسی کو بخشدیا۔ آخر ۱۶۲۱ء کی پہلی سیاحت کشمیر کے بعد جب جہانگیر مراجعت پذیر ہوا۔ تو دلاور خان کو ہمرکاب لے گیا۔

**ارادت خان صوبہ کشمیر**
**۲ سال ۱۶۲۱ء سے ۱۶۲۳ء**

دلاور خان کی واپسی پر دو سال کے لئے ارادت خان گلشن کشمیر کی خوشہ چینی کرنے لگا۔ اور عدل و انصاف سے امن و امان کی حکومت کرتا رہا۔ ناوہ پور کے نزدیک اس نے ایک دلکشا باغ تعمیر کرایا۔ جس کے ارد گرد ایک فرحت افزا باغ بھی بنوایا۔ یہ عمارت اس شان و شوکت کی تیار کی گئی تھی کہ اقران زمانہ میں اس کی نظیر نہ ملتی تھی۔ اس کی تکمیل پر ارادت خان نے کاریگروں کے سرگروہ سنجار کو جس کے ہنرمند ہاتھوں نے اسے تعمیر کیا اور کرایا تھا۔ بہت سے انعام و اکرام دیکر اس کے ہاتھ کٹوا دیئے تاکہ وہ دوسری جگہ ایسی عمارت نہ بنا سکے۔

**اعتقاد خان صوبہ کشمیر**
**۱۱ سال ۱۶۲۳ء سے ۱۶۳۴ء**

ارادت کے بعد ۱۶۲۳ء میں اعتقاد نے لوگوں کو ارادت ازلی کا سبق سکھانا شروع کیا۔ یہ صوبیدار جابر اور ظالم تھا۔ اس نے تمام عہدہ داران صوبیدار کی واپسی پر فرقہ چک جو سرکشی اور شرارت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ جادہ اعتدال سے باہر نکل آیا۔ لیکن اب اعتقاد خان نے ان کو بہت ستایا۔ گروہ کے گروہ گرفتار کر کے حوالہ تیغ کر دیئے۔ یہاں تک کہ ملک گیری کی ہوس سے ناامید ہو کر سیجان دل تائب ہو گئے۔ اور محنت مشقت اور زراعت و کاشتکاری کو اپنا خاندانی پیشہ بنا کر مصیبت کے دن کاٹنے لگے۔ راجہ بان سنگھ کی وفات پر بیدار الملک کو کشمیر آنے کی اجازت مل گئی لیکن جونہی کہ وہ یہاں پہنچا مصیبت زدہ چک جوق جوق اس کی خدمت میں جمع ہو کر اعتقاد خان کے جور و ستم کی شکایت کرنے

گئے لیکن اعتقاد خان نے سید صاحب کو اتنا موقعہ ہی نہ دیا کہ کسی کی دلجوئی کر اور جلدی ہی اسے بادشاہ کے پاس واپس بھجوا دیا۔ اب سید ابوالمعالی کو پچیس ہزار کی جاگیر ملک سندھ میں عطا ہوئی اور وہ مدت العمر وہیں سکونت پذیر رہا۔ اس کے بھائی سید ابراہیم خان کو پرگنہ جھراٹ میں نیوہ بطور جاگیر ملا اور وہ اپنا اہل وعیال لیکر وہیں چلا گیا۔

اعتقاد خان شیعہ مذہب رکھتا تھا چنانچہ اس نے مذہبی تعصب سے خلق خدا کو سخت آزار پہنچایا اور بہت سی بدعتیں ملک میں جاری کردیں۔ اشجار باغات دہات اور جنگلات کی ضبطی اور دعقران زار اور سالانہ وغیرہ کی سختیاں۔ غرض کئی طرح کے مظالم سے ملک کو تباہ کردیا۔ اگرچہ جہانگیر بادشاہ اس کے عہد میں تین مرتبہ وارد خطہ ہوا لیکن نور جہان بیگم جو خود بھی شیعہ تھی، کی سرپرستی نے اسے بالکل آنچ نہ آنے دی ۱۶۲۷ء میں جہانگیر کی وفات کے بعد بھی چھ سال تک اسی طرح دامن ہوس کو گل مراد سے بھرتا رہا۔ رعایا تمام ظلم وستم برداشت کرتی اور آہ تک نہ کرتی اور نہ اس کے رعب وداب کے باعث کسی کا حوصلہ پڑتا کہ بادشاہ تک اس کی شکایت پہنچائے۔ قلندر درویش برجان درویش ہوکے گھونٹ پیکر خاموش ہو جاتے۔ آخر ۱۶۳۳ء میں شاہجہان پہلی مرتبہ جب وارد خطہ ہوا تو اعتقاد خان کا کچا چٹھا کھل گیا۔ بادشاہ نے اسے معزول کرکے اس کی جگہ خواجہ ابوالحسن کو عطا کی۔

# ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان

ایام حکومت ۳۱ سال ۱۶۲۷ء بغایت ۱۶۵۸ء مطابق ۱۰۳۶ھ بغایت ۱۰۶۸ھ

نور جہان کی خود غرضی نے جہانگیر کی زندگی ہی میں جانشینی کے لئے جھگڑے پیدا کردیئے تھے۔ اس کی وفات پر آصف خان کی حسن سعی سے ابوالمظفر شہاب الدین شاہجہان دکن سے آکر تخت نشین ہوگیا۔

شاہجہان آن اولوالعزم اور نامور شاہان چغتائی میں سے ہے جن کے لئے تاریخ ہند وستان جس قدر فخر اور ناز کرے کم ہے۔ تخت نشینی سے پہلے شاہزادہ

حرم کے نام سے مشہور تھا۔ سورات ملکی والی کے سر انجام دینے کا اسے وہ ملک حاصل تھا کہ اس کی حسن تدبیر پر بڑے بڑے معتبر انگشت بدنداں تھے۔ دیگر ممالک کے بادشاہوں کو بھی اس نے اپنے دام محبت میں اسیر کر رکھا تھا۔ جو شان و شوکت اس بادشاہ کے دربار کو حاصل تھی اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے مشہور تخت طاؤس جو چھیس کروڑ روپے کے صرف کثیر سے تیار ہوا تھا اسی بادشاہ کی دریا دلی اور جاہ و جلال کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ عمارتوں کا اسے بڑا شوق تھا چنانچہ آج کل جو عمدہ پرانی عمارتیں ہندوستان یا کشمیر میں عجائبات زمانہ میں شمار ہوتی ہیں۔ زیادہ تر اسی کے ذوق کا نتیجہ ہیں۔

اس نے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر پہلے خانہ جنگیوں کا تدارک کیا۔ نور جہاں بیگم جو اس کی سوتیلی ماں تھی جو پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا کر کے کاروبار سلطنت سے بالکل علیحدہ کر دیا۔

شاہجہان بھی باپ کی طرح کئی مرتبہ کشمیر کی سیر کو آیا اور ہمیشہ اپنی حرم محترمہ ممتاز محل کے ساتھ مہینوں گلگشت باغ جہاں سے دل بہلا کر راحت پذیر ہوتا رہا۔ آخر کار ۱۶۵۸ء میں شاہجہان کی طبیعت سخت علیل ہو گئی۔ اس کے بیٹوں دارا شکوہ ولیعہد۔ اورنگ زیب اور شاہزادہ مراد میں تخت نشینی کے لئے عرصہ دراز سے لڑائی چلی آتی تھی۔ باپ کا تیسرا بیٹا ہونے کے باعث اور ولیعہد کی موجودگی میں اورنگ زیب کو تاج پوشی کا کوئی حق نہ تھا۔ اس لئے اس نے باپ کی علالت کو غنیمت سمجھا اور عیادت کے بہانہ دکھن سے واپس آگیا۔ دارا شکوہ کے مزاحم ہونے پر اس سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آخر کار اس نے شاہجہان کو قلعہ اکبر آباد میں قید کر دیا۔ اور تخت خود سنبھال بیٹھا۔ اس کے بعد آٹھ سال تک حالت قید ہی میں زندہ رہکر ۱۶۶۶ء میں یہ اولوالعزم بادشاہ اپنی بیٹی جہان آرا بیگم کے سامنے جو ہمیشہ باپ کے ساتھ رہتی تھی۔ آگرہ کے قلعہ میں انتقال کر گیا۔

سال تاریخ فوت شاہجہان رضی اللہ عنہ گفت اشرف خان

صوبیدار جو شاہجہان کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) ظفر خان خواجہ ابوالحسن ۷ سال ۲ ماہ ۲۷ یوم (۲) نعمت اللہ مطابق سنہ ۱۰۴۲ھ نیابت ۲ سال

(۱۲) شاہزادہ مرادبخش ایک سال ۱۶۴۷ء لغایت ۱۶۴۸ء مطابق ۱۰۵۷ھ لغایت ۱۰۵۸ھ
(۱۳) نواب علی مردان خان ۲ سال ۱۶۴۸ء لغایت ۱۶۵۰ء مطابق ۱۰۵۸ھ لغایت ۱۰۶۰ھ
(۱۴) ظفرخان بارہ سال ۱۶۵۰ء لغایت ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۶۰ھ لغایت ۱۰۷۲ھ
(۱۵) تربیت خان ۲ سال ۱۶۶۲ء لغایت ۱۶۶۴ء مطابق ۱۰۷۲ھ لغایت ۱۰۷۴ھ
(۱۶) حسن بیگ خان ۱ سال ۱۶۶۴ء لغایت ۱۶۶۵ء مطابق ۱۰۷۴ھ لغایت ۱۰۷۵ھ
(۱۷) علی مردان خان ثانی ۷ سال ۱۶۶۵ء لغایت ۱۶۷۲ء مطابق ۱۰۷۵ھ لغایت ۱۰۸۲ھ
(۱۸) شکر خان ۲ سال ۱۶۷۲ء لغایت ۱۶۷۴ء مطابق ۱۰۸۲ھ لغایت ۱۰۸۴ھ

**ظفرخان احسن صوبہ کشمیر**
**۷ سال ۱۰ ماہ ۱۶۳۳ء سے ۱۶۴۱ء**

شاہجہان کی تخت نشینی کے بعد چھ سال دو ماہ تک سابق صوبیدار ہی حکومت ملک پر مامور رہا جس کو ۱۶۳۳ء میں شاہجہان نے معزول کر دیا اور خواجہ ابوالحسن کو ناظم صوبہ مقرر کیا خواجہ ابوالحسن شصت ہزار آدمی تھا اس لئے اس نے اپنے بیٹے ظفرخان احسن کو قائم مقام صوبیدار بنا کر کشمیر بھیجوا دیا۔ ایک سال بعد جب خواجہ ابوالحسن کا انتقال ہو گیا۔ تو بادشاہ نے ظفرخان ہی کو مستقل صوبیدار بنا دیا۔ اس کا اصلی نام احسن اللہ تھا بے مثال شجاعت اور غیر معمولی کامیابیوں اور ظفریابیوں کے باعث اسے ظفرخان کا خطاب ملا۔ اور اسی خطاب سے بعد میں مشہور ہوا۔ خوش خلق۔ نیک اطوار۔ عادل اور خوش باش تھا۔ شعر گوئی میں بھی اسے خاص مہارت تھی۔ تخلص احسن تھا۔ خطہ کشمیر کی تعریف میں اس نے بہت مثنویاں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ رباعی بطور نمونہ درج کی جاتی ہے ؎

جہان خواں شد و حفظ خیاط بند — بہار پائے چمن در نگار سے بند
مسافران چمن نار سیدہ در کوچ اند — شگوفہ سے رود و شاخ نارے بند

نظامت کشمیر سے پہلے ظفرخان حکومت کابل پر ممتاز تھا۔ جہاں اس کی رنگینی طبع کا شہرہ سنکر مشہور ایرانی شاعر صائب جو ملک الشعرا کا رتبہ رکھتا تھا۔ ملاقات کے لئے گیا۔ اس کی شان میں اس شاعر نے بدل نے یہ بند منظوم کیا جس نے اس کی ہنرمندی اور قابلیت کا سچا نقشہ کھینچکر دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ؎

خان نوئی کز زبردستی سخن — خوانند دیگراں بیک خوانی است

اس کے صلہ میں ظفر خان نے اُسے ایک ہزار اشرفی عطا کی جس سے صائب کے شعر کی صداقت بھی بہم پہنچگئی ؎

خان خاناں را بہ بزم و رزم صائب دیدہ ام  در سخا و در شجاعت چو ظفر خان تو ہست

عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اس نے اعتقاد خان کے وقت کے مظالم کی فہرست طیار کی اور اُسے بادشاہ کی خدمت میں گذارش کر کے بعض بدعتوں کی تنسیخ کا فرمان بدیں مضمون نافذ کرایا اور جس کو عوام الناس کی آگاہی کے لئے پتھر پر کندہ کر کے جامع مسجد کے دروازہ میں نصب کرایا جو آجتک اصلی کا نقش کالنجر کی طرح شاہجہان کی رعایا پروری اور حمدلی کا ثبوت دیتا ہے ؛

## نقل فرمان شاہی

" چوں ہمگی ہمت والا بمہمات مصروف و معطوف بروشنائیت خلق است۔ بنابران بعض امور کہ دخلہ و اثیر باعث آزار سکنہ آن دیار بود حکم فرمودیم کہ برطرف باشند۔ از جملہ آن مقدمات یکے آنست کہ وقت چیدن زعفران مردم البتہ بروند کہ زعفران بچینند و فیصلے نمک بعلت ہمین وقت آن بآن مردم میدادند ازیں جہت آن جماعت آزار بسیار بمردم میرسید حکم فرمودیم کہ بخلیف چیدن زعفران اصلا کسے نگفت۔ آنچہ متعلق بخالصہ شریفہ باشد۔ مزدوران را راضی ساختہ ہمچو واجبی بدہند و آنچہ متعلق بجاگیر داشتہ باشد کل زعفران را بجنس حوالہ جاگیردار نمایند بطریقیکہ بدانند بچینند۔ مقدمہ دیگر آنست کہ در زمان بعضے از صوبہ جات کشمیر بر سر خرواری شالے دو دام بعلت ہیزم میگرفتند و در عمل اعتقاد خان چہار دام بآن علت بر سر خرواری گرفتہ میشد۔ چوں ازیں جہت آزار بسیار بمردم میرسید بنابران حکم فرمودیم کہ بالکل رعایا را طلب ایں وجہ مطالبہ دارند۔ علت ہیزم چیزے نگیرند۔ مقدمہ دیگر آن است کہ دہے کہ حسب آن زیادہ از چہار صد خروار شالی نباشد از ان دہ دو گوسفند بحکام آنجا ہر سال میگرفتند۔ اعتقاد خان در ہنگام صاحب صوبگی خود بجائے گوسفند سے نصف دستش دلم میگرفت چوں ازیں جہت بر رعایا نیز آزار تمام میرسید۔ بالکل حکم فرمودیم کہ برطرف باشند نہ گوسفند بگیرند نہ نقد۔ دیگر اعتقاد خان در ایام صاحب صوبگی خود بر سر

خواہ جوان خواہ پیر خواہ خورد سال ہفتاد و پنج دام میگرفتند و معمول قدیم آں بود کہ بر سر جوانے شصت دام۔ بر سر پیرے دوازدہ دام و بر سر خورد سالے سی و شش دام میگرفتند۔ حکم فرمودیم کہ دستور سابق را معمول داشتہ باشند۔ عنے کہ اعتقاد خان کردہ بر طریق باشند۔ بمقتضائے آں عمل نمایند۔ مقدمہ دیگر آنست کہ صاحب صوبہ در وقت میوہ در ہر باغ و در ہر باغیچہ کہ میوہ خوبے گمان داشتند۔ کسان خود تعیین مے نمود تا کہ آں میوہ را بجہت آنہا می نظت نمایند و بے گذاشتند کہ صاحبان باغہا و باغیچہا متصرف شوند۔ ازیں جہت آزار بسیار بآں جماعت میرسید چنانچہ بعضے ازاں مردم درخت ہائے میوہ دار را دور ساختند۔ حکم فرمودیم کہ ہیچ صاحب صوبہ قرق میوہ و باغ و باغیچہ نکنند۔

سے باید کہ حکام کرام و دیوانیان کفایت فرجام و عمال حال داستقبال صوبہ کشمیر ایں احکام جہان مطاع را شعار خود دانند۔ تغیر و تبدیل نیذیرند و بر خلاف ایں راہ نروند۔ ہر کسیکہ تغیر و تبدیل دہد بہ لعنت خدا و غضب بادشاہ گرفتار خواہد شد فقط"

ظفر خان کو باغ بنانے کا بڑا شوق تھا چنانچہ قیام کشمیر کے دنوں میں اس نے بصرف کثیر یہ چار باغ بنوائے۔

(۱) سرینگر محلہ مرہ دار میں باغ ظفر آباد۔ (۲) سرینگر محلہ بونہ کدل میں باغ گلشن (۳) میر ہمدانی کی زیارت کے متصل باغ عنایت (۴) محلہ حسن آباد میں باغ حسن آباد۔

ان باغات میں اس نے دور دور سے میوہ دار پھولدار درخت اور پودے منگا کر لگائے۔ چنانچہ زنبق۔ گلاب۔ گیلاس اور کئی قسم کے انگور پہلے پہل اسی کے عہد میں یہاں آئے۔

جہانگیر کے زمانہ میں بھی تسخیر تبت کے لئے فوج کشی کی گئی تھی لیکن سوائے کشت و خون کے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ شاہجہان نے جلوس کے دسویں سال ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں ظفر خان گورنر کشمیر کو تسخیر تبت کا فرمان بھیجا۔ ظفر خان آٹھ ہزار سوار اور پیادوں کی جمعیت سے ایک ماہ میں سکردو پہنچا جو تبت کا آغاز ہے۔ یہاں کے حکمران نے دو قلعہ پہاڑوں پر بنا رکھے تھے نہایت مضبوط

قلعے بنوائے ہوئے تھے ظفر خاں نے جب ان قلعوں کی رفعت اور استواری دیکھی تو محاصرہ چھوڑ کر بدکر پولیٹکل چالبازی کی طرف رجوع کیا۔ کشمیر کی فوج یہاں صرف دو مہینے قیام کر سکتی تھی کیونکہ کثرت برف و شدت سے اس کے بعد راستے بھی بند ہو جاتے ہیں اور رسد بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ابدال حاکم تبت کا خواہر زادہ احسن بادشاہی لشکر میں شامل تھا۔ اس کے ساتھ کشمیر کے کچھ زمینداروں کو جو اس علاقہ کے رہنے والے تھے اس غرض سے تبت کی طرف روانہ کیا کہ ان کو شاہی نوازشوں کی امید دلائے حصول کی کی مژدہ سنائے۔ اور اطاعت و انقیاد کی ترغیب دے۔ اہل تبت نے دریا کے کنارہ پر بادشاہی آدمیوں کا مقابلہ کیا۔ احسن کے ساتھ بھی دو ہزار سپاہی تھے جو آہستہ آہستہ پیچھے آ رہے تھے۔ جب یہاں رکاوٹ دیکھی تو بادشاہی آدمی مخالفوں کو بھگا کر اور کشتیوں کے ذریعے دریا کے پار اتر کر قلعہ کشائی کی تیاریاں کرنے لگے دوسرے دن ابدال حاکم تبت کے پندرہ سالہ لڑکے نے بادشاہی فوج کا مقابلہ کیا ظفر خان کے بہت آدمی مقتول ہوئے لیکن آخر دشمن کو فرار ہونا پڑا۔ غرض ۹ ربیع الاول کو میر فخر الدین قلعہ میں داخل ہوا اور ابدال کے اہل و عیال کو شاہی حراست میں لے لیا۔ دوسرے قلعہ پر جو لوگ تھے ان کے لئے آذوقہ بند کیا گیا چنانچہ قلعدار نے تنگ آکر قلعہ خالی کر دیا۔ ابدال رعایا کی مخالفت۔ اہل و عیال کے گرفتار اور قلعہ کے خالی ہونے سے سخت گھبرایا آخر اس نے بھی اپنے آپ کو حوالے کر دیا ظفر خان نے ابدال کی موجودگی میں قلعہ میں داخل ہو کر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا۔ چونکہ برف کی وجہ سے راہیں بند ہو جانے کا خوف تھا اس لئے ظفر خان عارضی انتظام کر کے اور قیدیوں کو ہمراہ لیکر واپس آگیا۔

۱۶۳۳ء میں ایک سخت حادثہ پیش آیا۔ موسم بہار میں لوگ توت کھانے کے لئے موضع مایہ سوما میں جمع ہوئے۔ جہاں مسلمانان سنی و شیعہ میں توت کھانے پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ شیعوں نے صحابہ کرام کو برا بھلا کہنا شروع کیا جس سے سنیوں کے سینوں میں آتش غیرت بھڑک اٹھی اور انہوں نے شیعوں پر لوٹ مار کا ہنگامہ برپا کر دیا اور ان کی سخت بے حرمتی کی لیکن ظفر خان درمیان آگیا اور اس

نے اس آتش کینہ کو فرو کر دیا اور مفسدوں کے سرگروہ خواجہ خاوند محمود کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔

**شاہجہان کا بحیثیت بادشاہ پہلا سفر کشمیر**

شاہجہان جب شہزادہ یعنی سلطان خرم تھا کشمیر کی سیر کر چکا تھا لیکن جب سے بادشاہ ہوا تھا لاہور اور کشمیر کی طرف نہ آیا تھا۔ آخر سال ہفتم جلوس ۱۰۴۳ھ میں عزم لاہور آیا اور وہاں سے ۲۴ ذیقعدہ کو بادشاہ براستہ بھمبر روانہ کشمیر ہوا۔ آصف خان وزیر اور اہل حرم ہمراہ تھے ۱۸ ذی الحجہ کو بادشاہ دارالسلطنت میں داخل ہوا۔ بادشاہ ہر صبح و شام یہاں کے لالہ و ریاحین۔ اشجار سرایا بہار۔ اثمار رنگین انہار و چشمہا سے شیریں سے مشام جان کو معطر کرتا۔ ۱۲ ربیع الاول کو محفل میلاد دولت خانہ خاص میں عام و خاص کے لئے منعقد کی کشمیر کے علماء۔ فضلا۔ اور حفاظ اور نعت خوانوں کو خلعت سے زیر بار کیا بعض کے روز بینے بعض کے ماہوار اور بعض کو جاگیریں عطا کیں اور حکم دیا کہ ہر سال بادشاہ کی طرف سے مولود ہوا کرے جس کے لئے بارہ ہزار کا خرچ منظور کیا۔ اہل کشمیر کی بڑی بڑی دعوتیں کیں تین مہینے کے قیام کے بعد ۲۳ ربیع الاول کو لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اسلام خان کی جاگیر میں ایک پرگنہ تھا جس میں ایک پرانا بت خانہ تھا۔ بادشاہ نے معبد کو گرا کر اس موضع کا نام اسلام آباد رکھا۔ اور وہاں عمارتوں کی تعمیر کا حکم دیا۔

بھمبر میں بادشاہ کی پینتالیسویں سالگرہ ہوئی جگن ناتھ کلاونت کو جس نے دوہرے گا کر بادشاہ کو خوش کیا تھا۔ چار ہزار پانچسو روپے انعام دیئے گئے۔ بادشاہ کو بھمبر میں رہنے سے معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان آئین اسلام سے بالکل ناواقف ہیں ان کے لئے قاضی اور معلم مقرر کئے پھر معلوم ہوا کہ اکثر ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں موجود ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ وہ ہندو مسلمان ہو جائے تو اس عورت سے بنکاح دوبارہ پڑھوایا جائے۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہو تو عورت کو اس سے آزاد کرایا جائے بھمبر کا رئیس جو ہندو تھا مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ نے راجہ دولت مند اس کو خطاب دیا۔ اس بات کی تحقیق کے لئے کہ کن کن ہندوؤں کے گھروں میں مسلمان عورتیں موجود ہیں اور کن کن مسجدوں میں اپنی عمارتیں اور بستہ راتھوں سے

تعمیر کرلیے ہیں شیخ محمود گوجراتی مفتر ہوا تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ہندو لوگ مسلمانوں پر نہایت سختی کرتے ہیں اور قرآن شریف تک کو جلا دیتے اور اُس کی کمال بے ادبی کرتے ہیں اپنے لوگوں کو بعد ثبوت بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ بہت سی عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالا اور اُن کے نکاح مسلمانوں سے کئے گئے۔ چار سو ہندو اپنی بیویوں کی خاطر مسلمان ہو گئے۔ سات مسجدیں ہندوؤں کے تصرف سے نکالیں بتین بت خانے مسمار کر کے وہاں مسجدیں بنائی گئیں۔ غرض سخت گیروں کا سختی سے انتظام کیا۔

**بادشاہ کا دوسرا سفر کشمیر میں**

شاہجہان ۲۵ شوال ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۸ء کو پھر برامنہ پونچھ کشمیر روانہ ہوا اسی دوران میں سلطان مراد والیٔ روم کا سفیر اس کے ملازم آیا اور چونکہ بادشاہ کشمیر میں تھا اس لئے سفیر بھی کشمیر ہی آگیا۔ بادشاہ سفیر روم کو کشمیر کی خوب سیر کرائی۔ نہم ذی الحجہ کو بادشاہ نے ڈل کی سیر کی۔ جہاں تک کوش اور جسیم کام دیتے تھے صدائے نغمہ ہائے روح پرور اور نظارہ گل و ریاحین دکھائی دیتے تھے رات کو نواب علی مردان خان نے ڈل کے کناروں پر اس شان سے روشنی کرائی کہ کشمیر ایک مخفیہ نور نظر آتا تھا۔ سفیر روم اور دیگر ممالک کے سفیروں کو بھی اس سیر کے لئے مدعو کیا گیا۔ بادشاہ سنگ سفید کی بہار دیکھنے کے لئے گیا جو کشمیر سے دو تین منزل کے فاصلہ پر ہے اُس کی راہ بڑی ناہموار اور دشوار گذار تھی۔ وہاں بارہ مہینے بارش ہوتی رہتی ہے بادشاہ ضروری ساز و سامان کے ساتھ وہاں آیا ہوا ایسی گھٹا سی تھی اور بارش اس زور سے تھی کہ سوار اور گھوڑے لرزتے اور کانپتے تھے تین چار دن تک بارش موسلا دھار یہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان اور پہاڑ پھٹ گئے ہیں۔ اور ان کے اندر جس قدر پانی ہے وہ اب ختم ہونے والا ہے۔ بارش اور کیچڑ کی شدت سے راہیں ناپید ہو گئیں۔ بادشاہ سخت تکلیف اُٹھا کر واپس روانہ ہوا۔ چار کوس کی منزل جو پہر میں طے کی گئی۔ اور اس پر بھی اکثر گھوڑے اور سوار ضائع ہو گئے۔ اس سال سنہ الواقد معمول سے زیادہ سیلابی تھا۔ کشمیر اور اس کے مضافات میں سے آٹھ ہزار جاندار جو شناسی گھر اس طوفان کی نذر ہو گئے۔ شریف

زراعت کا نام و نشان تک نہ رہا۔ بیشمار عمارتیں گر گئیں۔ کئی دنوں تک بازار بند رہے۔ غلوں کے انبار جو جمع تھے وہ ضائع ہو گئے۔ غرض قحط عظیم پیدا ہو گیا بادشاہ اس قحط سے خوف زدہ ہو کر واپس آگیا۔ اہل کشمیر میں سے جو لوگ ضعیف اور مسکین تھے یا اس سیلاب سے تباہ ہو گئے تھے۔ ان کی ایک عظیم تعداد (بقول بعض تین ہزار) شاہجہان آباد دہلی میں فریاد لیکر آئی۔ بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ ان کی امداد کے لئے عطا کیا۔ اور ان کے لئے پنجنہ اور خاص لنگر خانوں کے اجرا کا حکم دیا اور دو سو روپیہ لنگر کا روزانہ خرچ مقرر کیا۔ اور تیس ہزار روپیہ خاص کشمیر میں مستحقین کے لئے ارسال کیا۔ ان میں سے اکثر لوگ دہلی میں رہکر دہلی ہی کے ہو گئے اور بعض واپس اپنے وطن کو چلے گئے۔

ظفر خان پہلی مرتبہ ۱۰۴۲ھ میں سات سال چار ماہ کی نظامت کے بعد حسب الحکم صاحبقران ثانی دارالسلطنت میں واپس بلوا لیا گیا۔

**شاہزادہ مراد بخش صوبہ کشمیر**
**ایک سال ۱۰۵۱ھ سے ۱۰۵۲ھ**

ظفر خان کی جگہ ۱۰۵۱ھ میں شاہجہان کا چھوٹا بیٹا مراد بخش صوبیدار ہو کر کشمیر آیا۔ بادشاہ کا بیٹا۔ شاہی محلوں کا پروش یافتہ اسے انتظام ملک سے کیا کام۔ اکثر سیر و سیاحت اور تماشائی بہار و گلزار میں مصروف رہتا۔ شاہ آباد کے ملکوں کی لڑکی اس کے عقد نکاح میں تھی جب ناظم بنا تو اس نے اپنے رشتہ داروں اور ان کے لواحقوں کو بہت اقتدار دے دیا جنہوں نے موقعہ غنیمت جانکر رعایا پر ایا کو لوٹنا اور ستانا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی جس نے اسے واپس بلا کر ۱۰۵۲ھ میں علیمردان خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا۔

**علی مردان خان صوبہ کشمیر**
**ایک سال ۱۰۵۲ھ سے ۱۰۵۳ھ**

یہ شخص پہلے شاہ عباس صفوی کی طرف سے حاکم قندھار تھا۔ نا مساعد حالات سے کوہستان قندھار سے لے ایک پرانا دفینہ ملا جسے کو لیکر یہ ہندوستان بھاگ آیا اور شاہجہان کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ عادل۔ متحمل۔ بردبار۔ دانا۔ آزمودہ کار اور فضول خرچ حاکم تھا۔ ایک سال تک حکومت کشمیر پر ممتاز رہکر تبدیل ہو گیا۔

**ظفر خان صوبہ کشمیر بار ثانی ۱۰۵۳ھ سے ۱۰۵۶ھ**

بادشاہ کا قیلولہ سفر کشمیر ۱۰۵۳ھ میں

ظفر خان دوسری مرتبہ نظامت کشمیر پر سرافراز ہوا اس کے آمد میں بادشاہ قدری مرتبہ لاہور سے ۷۔ صفر کو کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ غرہ جمادی الثانی ۱۰۱۵ھ کشمیر ہی میں بسال جلوس کا نوزدہم جشن منایا۔ شاعران نامدار نے طولانی قصائد پڑھے بادشاہ نے زر و جواہرات اور خلعت فاخرہ سے سرافراز کیا۔ رعایا کو بہتسی معافیاں دیں۔ ایک کشمیری الاصل شاعر (غالباً ملا ندیم) نے بھی ایک قصیدہ پڑھا جس کا مطلع اول یہ ہے ؎

چیست آنکس بستن و آویختن فرمود شاہ شاہ کیخسرو سر بر خسرو خاقان کلاہ

یہ قصیدہ نہایت پر مغز اور نہایت لاجواب ہے۔ اس میں صرف تعریف ہی تعریف نہیں ہے بلکہ رعایا کے دکھڑوں کا ذکر بھی ہے۔ چند شعر اس میں سے لکھے جاتے ہیں ؎

سرور دانش پژوہ داور داد بین پرور ما۔ اہل کشمیر تند در دیوان عدالت دادخواہ
راند انصاف کہ جمع را پریشان دل کرد آنکہ ہست احسان او بہر و ثواب او گناہ
عدلت آگاہ است کایں انبوہ را برہم کہ زد آنکہ نغمہ را کشادہ در کرم را بستہ راہ
آن ستم کیشے کہ کاہی را عوض بگرفتہ کوہ آن جفا جوئے کہ کوہے را بدل ناداد کاہ
عجز ایں قوم از قوم خامہ برخواند خسرو حال ایں جمع از شکنج نامہ دریابد بگاہ
روئے شان ہمچو زر او بیتم امت از درد و مرگ قدشان ہمچوں کمان او فارغ امت از دستگاہ
دیدۂ ایں بیدلان چوں چشم لطف او سفید بخت ایں بیچارگان چوں روئے ظلم او سیاہ
آں یکے در بند محنت تا ہمچوں یونس بحوت دیں دگر در کنج غم افتادہ چوں یوسف بچاہ
آں یکے در خاک و خون غلطیدہ چوں از زخم صید دیں دگر در پیچ و تاب افتادہ چوں از شعلہ آہ
در چمن نارد کہ بالا رو بہند شاخ درخت از زمین مشکل کہ بیروں سر کشد برگ گیاہ
دست بردی شد چناں بر پاکہ نرگس ہم بباغ میکند ہر نیم سیم و زر و بیند دن نگاہ
ز عفران گوئند خنداں ساز داند و ہناک ما آمد از عفران در گریہ جمع بے گناہ
زیر دست آزار یئے ظاہر کہ در کشمیر شد تے پریشاں پور و بلخ آں شد ندر سر و قراہ
پیش ازیں مسجد بنائے شد بجائے بت کدہ ایں زماں بت خانہ بر پا شد بجائے خانقاہ
عدل را فرما کہ ایں قوم از بلا گردد خلاص داد دہ بر کو کہ ایں جمع از الم یابد بجاہ

غرض اوائل شعبان میں بادشاہ کشمیر سے روانہ ہوا اور برف و باران کی تکلیفیں اٹھاتا ہوا وسط ماہ رمضان میں لاہور پہنچ گیا۔

تلفرخاں نے اپنی تصنیف سے ایک مثنوی ہفت منزل بادشاہ کی مدح کی جس میں کشمیر کے باغات و عمارات اور خود کشمیر کی صفت و ثنا تھی۔ بادشاہ اس کے صلہ العدد سے نہایت محظوظ ہوا۔

۱۰۵۵ھ میں کشمیر میں ایک عجیب واقعہ ہوا یعنی موضع باردو واقعہ پرگنہ آڈون میں آسمان سے جبکہ مطلع بالکل صاف تھا۔ برف کی ایک مستطیل چادر گری جس کا طول ستر گز عرض تیس گز تھا اور ضخامت ۷ گز تھی جس کی صداقت مرزا علیم کے ان اشعار سے بھی ہوتی ہے ؎

در سال ہزار و پنجاہ و پنج اے یار — وز گشت سوا شنبہ بہنگام بہار
ہفتاد و گز طول بیست گز عرض نمش — لختے بر قے افتاد بہ تشکیل مسیار

شاہجہان نے اس سیاحت میں چشمہ ویرناگ کی مرمت کا حکم دیا اور چشمہ کے منبع پر ایک آبشار بنوائی جس کے ایک پتھر پر یہ تاریخ آج تک کندہ ہے ؎

چو بہ حکم شاہجہان بادشاہ دہر — شکرف اگر ساخت چنیں آبشار چو سے
ہیں چو شد واردہ استد چو شد بہشت یاد — زیں آبشار یافتہ کشمیر آبرو
تاریخ چو سے گفت بگو شم سروش غیب — از چشمہ بہشت بروں آمد است چو

چشمہ بہشت ۱۰۴۳ھ = جوگی ۱۹ = ۱۰۴۴ھ

**نسبت خان صوبہ کشمیر**
**سال ۱۰۵۱ھ سے ۱۰۵۸ھ**

۱۶۴۲ء میں تربیت خان نظامت کشمیر پر تربیت افروز ہوا۔ اتفاقاً اسی سال کثرت باران کے باعث قحط عظیم پڑا جس سے ہزاروں بے خانماں فاقہ کشی کر کے مر گئے۔ سینکڑوں نقل مکان پر مجبور ہوئے۔ اس موقعہ پر شاہجہان نے بڑی دریا دلی اور ہمدردی سے قحط زدوں کی امداد کی۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔ گجرات اور اطراف پنجاب سے بہت سا کشمیر بھجوایا۔ بیگمات شاہی اور دیگر امرائے دولت سے بہت سا چندہ و خیرات جمع کر کے قحط زدوں کی امداد پر صرف کیا۔ تربیت خان بھی قحط کے رفع کرنے کے لئے سخت کوششیں کرتا رہا۔ اگرچہ وہ فعل خدا کا بڑا تیر خواہ اور

خیر اندیش تھا لیکن قحط کی بدنظمی نے اسے بادشاہ کی نظروں سے گرا دیا اور دو سال کے بعد ۱۰۴۶ھ کو معزول ہو کر واپس طلب کیا گیا۔

**حسن بیگ خان صوبیدار کشمیر**
**(پورہ سال ۱۰۴۴ھ سے ۱۰۴۶ھ)**

۱۰۴۴ھ میں حسن بیگ خان نے نظامت کشمیر سنبھالی۔ اس نے قحط زدہ کرنے میں سعی جمیلہ کیں۔ قحط زدوں کی امداد کے لئے اس نے نوشہرہ سرینگر میں ایک باغ بھی تعمیر کرایا جس میں بہت سے مزدور کام کرتے رہے اور گرانی کی سختیوں سے بچ رہے۔

**شاہجہاں کا چوتھا سفر کشمیر**

برسات کے نہ ہونے سے دہلی کی ہوا اس نہ تھی۔ بادشاہ نے سفر کشمیر کے لئے لاہور کا عزم کیا۔ چنانچہ غرہ ربیع الثانی ۱۰۴۵ھ کو لاہور کے شالامار باغ کے باغ فیض بخش میں جشن نوروز منایا۔ ۲۹ جمادی الثانی کو لاہور سے کوچ کیا۔ پنجاب میں قحط کے لحاظ سے سال نہایت منحوس تھا۔ ایک عالم کے ہاتھ بارش کے لئے آسمان کی طرف اٹھے رہتے تھے۔ لوگ جانوروں اور مردوں کو کھاتے اور اولاد کو بیچ بیچ کر پیٹ پالتے تھے۔ آخر مینہ برسا بھی تو اس قدر کہ ساہا بھی ڈوب گیا۔ جو کچھ بویا گیا تھا وہ سب بارش کی نذر ہو گیا۔ بارش کے تھمنے پر بادشاہ تو روانہ کشمیر ہو گیا۔ اور نواب سعداللہ خان کو رعایا کی استمالت کے لئے چند دنوں تک لاہور میں رکھا بادشاہ آخر جمادی الآخری میں سرینگر پہنچا۔

اہل حرم کے ہمراہ تین کشتیوں میں زربفت کے پردے لاجوردی اور منقش ستون اور قبہ ہائے طلا و مرصع لگا کے سوار ہوتا اور ڈل کی سیر کیا کرتا۔ سلاحوں کو عام لوگوں کو زر و انعام سے مالا مال کرتا۔

بادشاہ کی بیٹی جہان آرا بیگم نے شہر میں ایک مسجد ملا شاہ بدخشی کی عبادت کے لئے چالیس ہزار روپیہ کی لاگت سے تعمیر کرائی تھی اور اس کے اطراف کے کمرے اور حجرے بیس ہزار روپیہ میں بنوائے تھے۔ ملا شاہ اس مسجد میں بیٹھ کر یاد الٰہی کیا کرتے تھے۔ بادشاہ نے خود بھی وہیں آ کر ان سے ملاقات کی اور کچھ دیر ملا شاہ صاحب سے کلمات نصیحت آمیز سنتے رہے۔

امسال بارش کے لحاظ سے کشمیر کا حال بھی پنجاب سے کم نہ تھا۔ وہاں بھی

بارش نہ ہونے سے پھل دار درخت بہت کم پھلے بلکہ اکثر خشک ہو گئے۔ اس لئے بادشاہ کو اس مرتبہ سیر کشمیر سے کچھ حظ حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ فرمایا کہ "لاہور اور شاہجہان آباد کے باغات و باصفا مکانات چھوڑ کر حظ نفس کے لئے اس مسافت بعیدہ کو برداشت کرنا اور خلق خدا کی ایذا رسانی پر راضی ہونا خدا پرستی کے طریقہ سے دور اور ایک فعل عبث ہے۔" غرض دو مہینے کے بعد بجانب لاہور روانہ ہو گئے۔ نواب سعد اللہ خان بادشاہ کے کشمیر پہونچنے کے چند دنوں بعد آگیا تھا۔ کشمیر میں بھی چونکہ پنجاب جیسی ہی مصیبت نازل تھی۔ اس لئے بادشاہ کے حکم سے نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم کشمیر کے مالی اور ملکی منتظمات اور ضبط کا انتظام کرنے کے لئے کشمیر میں رہ گیا۔

**علی مردان خان صوبہ کشمیر پر نائب ۱۰۵۶ھ سے ۱۰۵۷ھ**

۱۰۵۶ھ میں پھر علی مردان خان کا ستارہ اقبال روشن ہوا اور وہ لاہور اور کشمیر دونوں صوبوں کا ناظم مقرر ہو گیا۔ اپنے عہد میں امورات ملکی بڑی قابلیت اور دانشمندی سے سرانجام دیتا رہا۔ عیش و عشرت میں بھی عموماً سرشار رہتا تھا چونکہ اس کے پاس قارون کا خزانہ تھا۔ خرچ بھی بیدریغ کرتا تھا۔ پرگنہ بوریں بمقام ٹیل مل اس نے علی آباد کے نام سے ایک وسیع باغ تعمیر کرایا جس میں ایسی ایسی عالیشان عمارتیں کھڑی کیں۔ جن میں سے ہر ایک تحویہ روزگار متصور ہوتی تھی۔ اسی طرح محلہ نو شہر میں بھی ایک وسیع اور دلکش باغ اور محل خاص تعمیر کرایا۔ ان کے علاوہ شاہجہان کے حکم سے اس نے کشمیر سے راجوری تک تمام منزلوں پر سرائیں اور راستے میں بادلیاں اور چشمے بنوائے جن کے آثار اب تک دکھائی دیتے ہیں۔ سرائے بھنہ۔ بہرام گلہ سوختہ۔ بوٹہ پانہ۔ شاہجہ مرگ اور ہیرہ پور کی عالیشان سرائیں ہوا بتک علی مردان اور شاہجہان کی یادگار چلی آتی ہیں۔ ہوا کر راہ دون کے لئے بہت سی تکالیف دور کر دیں۔ ان کے علاوہ ہیرہ پور کے راستے کو بھی سنگ تراشوں سے درست کرا کے آمد و رفت کے لئے صاف کر دیا۔ خصوصاً مقام لال غلام[1] کو عبور کرنے میں جس دقت

[1] ہیرہ پور سے پنجاب کی طرف قریب ۲ میل کے فاصلہ پر یہ مقام واقع ہے جس کو مورخ نے اپنی سیاحت میں بچشم خود دیکھا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں اتنا عمیق ہے کہ انسان نیچے نہیں دیکھ سکتا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ

کا سامنا ہوتا تھا۔ اُن کو بالکل صاف کر دیا۔

ایک مرتبہ گرمائی غلہ کے موقعہ پر عوام نے خواجہ ہام کے بھکانے سے پنڈت مہادیو پیشکار نظامت کا گھر بار لوٹ لیا اور غلہ داری کے کوٹھے جلا دیئے جب بادشاہ کے سمع مبارک میں یہ واقعہ پہنچا تو اس نے چند روز سائے سرینگر کو بلوا کر ملا یوسف کاؤ جو صوبہ کشمیر کا صدر بخشی تھا بدیں الفاظ دریافت کیا "بگو ہام راہ آمدی و در مقدمہ مہادیو کدام کس در خبر تو ملزم است"۔ ملا نے اس خیال سے کہ فریقین کو نقصان نہ پہنچے۔ تمہید اٹھائی اور عرض کیا "از راہ پونچھ آمدم و دریں مقدمہ از مردم عوام و از مہادیو کسے را تقصیر نیست لیکن"۔۔۔۔ اس طرز گفتگو اور لفظ لیکن پر بادشاہ سخت برآشفتہ خاطر ہوا اور جھنجھلا کر بولا "ہر دو فریق را گناہ ندارد پس گناہ از من است کہ مثل تو حرف لایعقل را پرسیدم راست است کہ از راہ پونچھ آمدی"۔ ملا یوسف اس عتاب شاہی کے خوف سے بیمار ہو کر چند دنوں میں راہیِ عدم ہو گیا۔

علی مردان خان عموماً زمستان میں لاہور اور تابستان میں کشمیر میں قیام رکھتا۔ اس کی آمد و رفت بڑی دھوم دھام سے ہوتی اور لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتا۔ اس مرتبہ علی مردان خان سات سال تک نظامت کشمیر پر ممتاز رہا اور ۱۰۷۵ھ میں نیکنامی کے ساتھ تبدیل ہو گیا۔

| | |
|---|---|
| لشکر خان صوبہ کشمیر ۷ سال ۱۰۷۵ھ سے ۱۰۷۹ھ | علی مردان خان کے بعد لشکر خان حاکم کشمیر مقرر ہوا یہ ناظم بھی بڑا رنگین مزاج تھا۔ ہمیشہ عیش و عشرت اور سیر و شکار |

بقایا حاشیہ صفحہ ۲۱۳ اور صحیح اندازہ لگا سکتا ہے کہ کس قدر گندہ مقام ہے۔ اس مقام پر بشکل دل پختہ بیٹوں کی ایسی مضبوط سڑک بنی ہوئی ہے جو آج تک مرمت کی محتاج نہیں عجیب قابل دید اور حیرت انگیز مقام ہے۔ اس کے نزدیک آبادی سوائے سرائے اور دو مکان کے کہیں نہیں۔ غالباً دو کوس سے زیادہ گہرا ہوگا۔ اس کی نسبت مشہور ہے کہ یہ سڑک کتنی مرتبہ تیار کی گئی لیکن قائم نہ رہ سکتی تھی اور ٹوٹ گر جاتی تھی آخر مجبوں کی ہدایت کے مطابق بنیادیں محل رکھکر اس پر عمارت بنائی گئی دوسرے سال جب بادشاہ آیا تو اس نے دریافت کیا کہ وہ محل کس مقام پر ہے ایک غلام نے اس کا نشان دیا تو بادشاہ نے اس خیال سے کہ محل نہ نکال لے قتل کر کے وہیں گاڑ دیا جس سے وہ مقام بھی لال غلام کے نام سے مشہور ہو گیا۔

میں مصروف رہتا۔ باوجود اس کے رعیت پروری اور صوبات سلطنت کے انتظام کے بارے میں باحسن وجوہ کوشاں رہتا۔ اس کے زمانہ میں ارزانی غلہ اس حد کو پہنچی کہ خروار شالی ایک روپیہ کو ملتی۔ ملک آسودہ حال اور رعایا فارغ البال ہو گئی۔ اس نے جھیل ڈل کے شمالی کنارے پر حدود پہاک میں ایک وسیع باغ بنا کر عالی شان عمارتوں سے مزین کیا جو عوام کی سیر و تفریح کا مرجع تھا۔ اس کے عہد میں ایک دفعہ شدت سرما کے باعث دریائے جہلم کا پانی ایسا یخ بستہ ہو گیا کہ ٹٹو بوجھ لیکر خشکی کی طرح سطح آب یخ بستہ پر چلتے۔ اسی اثنا میں ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے شاہجہان کو قلعہ اکبر آباد میں محبوس کر کے خود مسند سلطنت سنبھال لی۔ جس سے لشکر خان کی صوبہ داری بھی مخدوش ہو گئی تاہم ایک سال تک بدستور نظامت کشمیر کا کام سرانجام دیتا رہا۔ آخر جب اورنگ زیب بھائیوں کی خانہ جنگیوں سے فارغ ہو گیا۔ تو اس نے اپنا سکہ جمانے کے لئے لشکر خان کو واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ اعتقاد خان کو صوبہ کشمیر بنا دیا۔

## محی الدین اورنگ زیب عالمگیر

ایام حکومت ۴۹ سال ۱۶۵۸ء لغایت ۱۷۰۷ء سلاطین ۱۰۶۸ھ لغایت ۱۱۱۸ھ

ہندوستان کے چار جلیل القدر اور اولوالعزم بادشاہوں میں سے چوتھا بادشاہ اورنگ زیب ہے جو شاہجہان کا تیسرا بیٹا تھا۔ بچپن میں ہی اس کی طبیعت میں جاہ پسندی اور عالی دماغی کے آثار پائے جاتے تھے۔ جب بڑے ہو کر چند در چند وجوہات سے اس نے ۱۶۵۸ء میں باپ کو سخت سے اتار کر قلعہ اکبر آباد آگرہ میں قید کر دیا۔ اور سلطنت خود سنبھال لی۔ اس کے بھائی داراشکوہ ولیعہد شاہزادہ مراد بخش وغیرہ بڑے بھائی کی حق تلفی سے بیزار ہو کر اورنگ زیب کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور اس سے لڑنے لگے۔ لیکن اس نے سب کو مغلوب کر کے قتل کر دیا۔ اور ۱۶۶۶ء میں سب کھٹکے دار حکومت دبنے لگا۔ یہ بادشاہ اول درجہ کا پولیٹیکل۔ زبردست اور جابر آدمی تھا۔ دل کا بھید کسی کو نہ دیتا تھا اور اکثر مشیران عالی بھی اس کے ارادوں

اور کارروائیوں سے بالکل بے خبر رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پیشتر معاملات جو اس نے نمودار سیاسی و ملکی نظر رکھکر ذاتی رائے سے سرانجام دیئے اصلیت معلوم نہ ہونے کے باعث تعصب اور کینہ دری میں شمار کئے جاتے ہیں۔

جہانگیر اور شاہجہان کے زمانہ میں دربار کے شعبہ کے باہمی نزاع نے ملک میں ابتری پھیلا دی تھی۔ اور امرائے دربار نے پارٹیاں بنا کر ایسی روش اختیار کر لی تھی جس کی نظیر تاریخ کشمیر میں چکوں کے دور حکومت میں بخوبی ملتی ہے شاہزادوں کی خانہ جنگیوں نے امرائے دولت کو جادہ اعتدال سے منحرف کر کے فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا تھا۔ ہندو راجے اور مہاراجے جن کی اصلاح کے لئے اکبر نے بڑی حکمت عملی سے کارروائی کی تھی اس کی وفات کے بعد فوراً سر گوشیاں کرنے لگے۔ بہرحال اکبر کی منظم دستق اور جہانگیر اور شاہجہان کے بے لوث طرز حکومت سے بابا شکوہ اور اورنگ زیب کی لڑائیوں کے آغاز تک ان میں سر نہ اٹھانے دیا لیکن ان خانہ جنگیوں نے ان کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اور وہ لوگ بھی فتنہ و فساد کے لئے تیار ہو گئے۔ ایسے ملک کی اصلاح کی خاطر عالمگیر جیسے دور بین بادشاہ کے لئے ضروری تھا کہ شورش برپا ہونے سے پہلے ہی وہ ایسے وسائل اختیار کرتا جو سیاست قائم رکھنے کے لئے ضروری ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنی کارروائیوں کو مذہبی رنگ دیگر غیر مذاہب کو اس سے کشیدہ خاطر کر دیا تھا لیکن اگر تعصب چھوڑ کر اس کی ہر ایک کارروائی کی ماہیت پر غور و خوض کی جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تمام الوجود بادشاہ ان اتہام سے جو اس کے سر منڈھے جاتے ہیں بالکل بری ہے اس نے غیر مذاہب پر ایسے ایسے احسان کئے اور ان کے افراد کو ایسے ایسے مناصب جلیلہ بخشے جو کسی دوسری قوم کی تاریخ میں نہیں ملتے۔ ہندوستان کے علاوہ تاریخ کشمیر میں رشی بیر پنڈت کا تذکرہ ہمارے سامنے ہے اگرچہ عوام کا اجتماع اور ان کا اظہار خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ مشار الیہ کے حق میں بیس قدر معافی ممکن ہو برتی جاتی۔ لیکن حکم طلبی صادر کرنے کے بعد جب اس سے اصلیت معلوم ہوئی۔ تو اس نے پہلے حکم کے بعد فوراً ہی دوسرا حکم اس[1] مضمون کا بھجوا دیا کہ پہلے لوگ

[1] رشی بیر پنڈت کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ صاحب کشف و کرامات اور خوارق

کے رشی پیر پنڈت بادشاہ کہتے ہیں۔ اب اسے بادشاہ ہر دو جہان کہا کریں۔ یہ خطاب اس قسم کا ہے کہ مسلمان پیغمبر خدا کے سوا دوسرے کسی سے منسوب نہیں کر سکتے اور پھر عالمگیر جیسے متقی اور پرہیزگار بادشاہ کا یہ خطاب غیر مذہب والوں کو دینا اس کی بے پروائی اور بے تعصبی کی کم دلیل نہیں۔ باپ یا بھائیوں سے جو سختیاں اس نے کیں ان کی اصلیت اکثر سوانح عمریوں سے منکشف ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب اول درجہ کا عابد زاہد اور پکا مسلمان تھا اور امور ات خلاف شرع کا دشمن تھا مگر یہ امر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ ضرور متعصب تھا تاریخ نویس نے اسے ایسا ظاہر کرنا کئی ایک پہلو لئے ہوئے ہے جن کا انکشاف اس موقع پر ایک لمبی بحث کی تمہید قائم کرنا ہے جس کا تاریخ کشمیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باپ کو قید کرنے کے بعد اورنگ زیب ایک سال سے زیادہ عرصہ تک لڑائی بھگڑوں میں مصروف رہا۔ اور حکومت ملک کا سلسلہ شاہجہانی انتظام کے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶۔ حادث تھا اور لوگ خصوصاً ہندو اسے اوتار اور مہاتما سمجھتے تھے چونکہ ہندو مسلمانوں میں اس کی عزت تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ یہ شخص بادشاہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور لوگ اس کی طرف ایسے متوجہ ہوئے۔ کہ ناظم صوبہ قندھار شاہجہانی سے بھی اس کی عزت و حرمت بڑھ چڑھ نے لگی جس سے ناظم صوبہ کو اس کی روز افزوں ترقی اور طریقہ پر اشتباہ ہوا۔ اور اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا جس نے اسے اپنے پاس بلا لیا اسی اثنار میں بعض درباریوں نے جو دربار عالمگیری میں موجود تھے۔ ناظم صوبہ کی غلط فہمی پر استدلال کر کے اسے یقین دلا دیا کہ رشی ہیر ایک متبرک آدمی ہے اور اسے تمباکو پینے کی عادت بالکل نہیں چنانچہ بادشاہ نے اس کے ساتھ ہی دوسرا حکم جاری کر کے اسے "بادشاہ ہر دو جہان" کا خطاب دے دیا۔ ہندوؤں کا قول ہے کہ جب پروانہ طلبی رشی ہیر پنڈت کے پاس پہونچا تو وہ خاموش ہو رہا۔ رات کو بذریعہ کرامت عالمگیر کے پاس پہونچا۔ اور اس کو کہا کہ فقیروں کی دل آزاری اچھی نہیں بادشاہ نے خوف کھا کر دوسرا پروانہ جاری کر دیا۔ واللہ اعلم بالصواب ۱۲۔

رواق چلتا رہا۔ ان سے فراغت حاصل کر کے اس نے اورنگ آباد سنہ ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں اپنا جلوس شاہی مرتب کیا۔

اور پھر اندرونی معاملات نظمی و نسقی کے سنبھالنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس وقت تک شاہجہان کے زمانہ کا صوبہ لشکر خان ہی نظامت کشمیر پر مامور رہا۔ اورنگ زیب نے اپنا سکہ جمانے کے لئے اسے واپس بلالیا اور اس کی جگہ اعتماد خان کو صوبہ کشمیر بنا کر بھیجا۔ عالمگیر اندرونی جھگڑوں جھمیلوں میں بہت مبتلا رہا۔ اس لئے صرف ۱۶۶۵ء کو ایک ہی مرتبہ کشمیر میں رونق افروز ہوا۔

آخری دم تک اورنگ زیب تمام مملکت خوش اسلوبی سے سرانجام دیتا رہا۔ ضعف پیری کے باعث عرصہ سے اس کی طبیعت ناساز ہو رہی تھی اسی زمانہ میں اسے شاہجہانی دور دورہ کا خیال آیا اور اپنی موت بھی یاد آئی بیٹوں کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں سخت وہم پیدا ہو گیا اور اس نے وصیت کی کہ ملک محروسہ کے تین حصہ کر کے اس نے محمد معظم خلف اکبر کو بادشاہ ہندوستان اعظم شاہ کو حاکم دکن اور محمد کام بخش کو حاکم بیجاپور مقرر کیا اور ہدایت کی کہ تینوں بھائی باتفاق یکدیگر عیش و کامرانی سے حکومت کریں اور فتنہ و فساد سے اجتناب رکھیں۔ چنانچہ معظم شاہ تو پہلے ہی سے کابل میں حکمرانی کر رہا تھا اس نے اعظم شاہ اور محمد کام بخش کو بھی دکن اور بیجاپور بھیج کر دارالسلطنت کو فتنہ و فساد سے خالی کر دیا۔

آخر ۲۰ فروری ۱۷۰۷ء مطابق ۱۰ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ میں عالمگیر جہان فانی سے عالم جاودانی کو مرخص ہو گیا۔ اس کی تاریخ تولد سے تاریخ جلوس اور تاریخ وفات میں عجب مناسبت پائی جاتی ہے۔

تاریخ تولد ..... آفتاب عالمتاب ... تاریخ تاجپوشی ... آفتاب عالمتاب
تاریخ وفات ... آه شد آفتاب زیر زمین ... تاریخ دیگر ..... ذیل انجمنت

اعظم شاہ راستہ میں تھا کہ اسے باپ کے انتقال کی خبر ملی۔ وہیں سے لوٹ آیا اور تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر تخت نشین ہو گیا۔ جب محمد معظم شاہ کو خبر ملی تو وہ بھی بسرعت تمام آگرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اول محرم ۱۱۱۹ھ کو دارالسلطنت لاہور میں وارد ہو کر جلوس تاجپوشی منعقد کر کے اس نے بھائی کو لکھ بھیجا کہ دکن چلا دیں

ملک سے چاہیئے کہ باپ کی وصیت پر عمل کر کے ملک مقبوضہ پر قناعت کریں کیونکہ باہمی جنگ و جدل سے بہرحال صلح بہتر ہے لیکن اعظم شاہ نے اس کا جواب دیا کہ دو بادشاہ در اقلیم نگنجد اور فوج آراستہ کر کے لڑائی پر مستعد ہو گیا۔ ۱۸ ماہ ربیع الاول ۱۱۱۹ھ کو نواح اکبرآباد میں سخت ہنگامہ کارزار برپا ہوا جس میں اعظم شاہ مارا گیا۔ اور محمد معظم شاہ کوس ظفرمندی بجاتا دار الخلافہ آگرہ میں داخل ہو گیا۔

## صوبیدار جو عالمگیر کے زمانہ میں حکومت کشمیر پر مامور ہے

(۱) اعتماد خان ۳۰ سال ۱۶۵۹ء سے ۱۶۶۲ء مطابق ۱۰۶۹ھ سے ۱۰۷۲ھ

(۲) ابراہیم خان ۱ سال ۱۶۶۲ء سے ۱۶۶۳ء " ۱۰۷۲ھ " ۱۰۷۳ھ

(۳) اسلام خان ۱ " ۱۶۶۳ء " ۱۶۶۴ء " ۱۰۷۳ھ " ۱۰۷۴ھ

(۴) سیف خان ۳ " ۱۶۶۴ء " ۱۶۶۷ء " ۱۰۷۴ھ " ۱۰۷۷ھ

(۵) مبارز خان ۱ " آگاہ ۱۶۶۷ء " ۱۶۶۸ء " ۱۰۷۷ھ " ۱۰۷۸ھ

(۶) سیف خان بارہ ۱۲ سال ۱۶۶۸ء " ۱۶۷۱ء " ۱۰۷۸ھ " ۱۰۸۱ھ

(۷) افتخار خان ۷ سال ۱۶۷۱ء " ۱۶۷۸ء " ۱۰۸۱ھ " ۱۰۸۸ھ

(۸) قوام الدین ۳ " ۱۶۷۸ء " ۱۶۸۱ء " ۱۰۸۸ھ " ۱۰۹۱ھ

(۹) ابراہیم خان ۶ " ۱۶۸۱ء " ۱۶۸۷ء " ۱۰۹۱ھ " ۱۰۹۸ھ

(۱۰) حفظ اللہ خان ۴ " ۱۶۸۷ء " ۱۶۹۰ء " ۱۰۹۸ھ " ۱۱۰۲ھ

(۱۱) مظفر خان ۲ " ۱۶۹۰ء " ۱۶۹۲ء " ۱۱۰۲ھ " ۱۱۰۴ھ

(۱۲) ابو نصر خان ۶ " ۱۶۹۲ء " ۱۶۹۸ء " ۱۱۰۴ھ " ۱۱۱۰ھ

(۱۳) فاضل خان ۲ سال ۲ ماہ ۱۶۹۸ء " ۱۷۰۱ء " ۱۱۱۰ھ " ۱۱۱۳ھ

(۱۴) ابراہیم خان ۵ " ۱۷۰۱ء " ۱۷۰۶ء " ۱۱۱۳ھ " ۱۱۱۸ھ

(۱۵) نوازش خان ۱ سال ۱۷۰۶ء " ۱۷۰۷ء " ۱۱۱۸ھ " ۱۱۱۹ھ

اعتماد خان صوبہ کشمیر ۳ سال ۱۶۵۹ء / ۱۰۶۹ھ تا ۱۶۶۲ء / ۱۰۷۲ھ

۱۶۵۹ء میں اورنگ زیب نے لشکر خان ناظم سابق کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ اعتماد خان کو حاکم کشمیر بنایا۔ اعتماد خان رعایا پرور حاکم تھا۔ اس نے اہل ملک کی بہبودی و بہتری کے لیئے بڑی کوشش کی۔

اس نے تنہا پیش قاضی رومی راجنی آئی کی عدالتوں کو موقوف کر دیا۔ مدعی مدعا علیہ دونوں کی موجودگی میں مقدمہ کی سماعت ہوتی۔ دونوں کو پیروی کے مساوی حقوق تھے اور دونوں کی حاضری میں مقدمات فیصلہ ہوتے۔ اس کا دربار ہر وقت کھلا رہتا تھا اور دربان وحاجب مجاز نہ تھے کہ کسی کے مزاحم ہوں۔ ہیبت بھی کافی رکھتا تھا بلکہ اچھا مولوی تھا خصوصاً علم فقہ میں تو اسے قاضی دسترس تھی۔ اور علماء وفضلا سے بھی بڑی تعظیم وتکریم سے پیش آتا تھا۔ ارادت خان کے باغ کے متصل جانب شرق اس نے ایک وسیع وعریض باغ تعمیر کرایا۔ آخر تین سال کے بعد منصب صوبیداری سے سبکدوش ہو کر ۱۶۶۲ء میں عالمگیر کی مصاحبت پر ممتاز ہوا۔

**ابراہیم خان صوبہ کشمیر**
**۱۲ سال ۱۶۶۲ء سے ۱۶۷۴ء**

۱۶۶۲ء میں علی مردان خان سابق صوبیدار کشمیر کا بیٹا ابراہیم خان رایت نظامت بلند کر کے خطہ کشمیر میں وارد ہوا۔ یہ شخص شیعہ مذہب کا معتقد تھا۔ اس لئے اس کے ہم قوموں کو اس کے عہد میں بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے اس کے گنبد پر سید جلال الدین کی خانقاہ اور مسجد جامع واقعہ محلہ آردوث پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ مسلمانان اہل سنت نے ان کے جبر وتشدد کے خلاف اس کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ لیکن ابراہیم خان نے نہ صرف انصاف ہی کو بالائے طاق رکھ دیا۔ بلکہ وہ عمارات مسند عہدہ بھی ان کے حوالہ کر دیں۔ آخر سنیوں نے عالمگیر کے دربار میں استغاثہ دائر کیا۔ اس نے قاضی ابوالقاسم کو تحقیقات کا حکم دیا جس نے کافی شہادت کے ثبوت پر مکانات متنازعہ اہل سنت کو دلوا دیئے۔ بادشاہ کو جب ابراہیم خان کی تعصبانہ کارروائی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ اسلام خان کو تعینات کیا جس سے عوام کا جوش وخروش فرو ہو گیا۔

**اسلام خان صوبہ کشمیر**
**ایکسال ۱۶۷۴ء سے ۱۶۷۵ء**

اسلام خان اول درجے کا زاہد اور متقی آدمی تھا۔ اصلی نام اس کا ضیاء الدین تھا۔ زہد اور اتقا اور پرہیزگاری کے باعث اسلام خان کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ علماء وفضلا کی تعظیم وتکریم اولیائے کرام کی عقیدت وخدمت بدرجہ غایت کرتا تھا۔ کشمیر آکر اس نے اسلام کی ترویج وتشہیر

میں سعی جمیلہ کیں۔ میدان عید گاہ میں جس علی مسجد کو سلطان علی شاہ نے تعمیر کیا تھا۔ اور انقلاب زمانہ اور حکاموں کی عدم توجہی سے خستہ حال ہو رہی تھی۔ اس نے اسے از سر نو بکمال زینت و رفعت تعمیر کرایا۔ اس کے صحن میں درختان توت کے جھنڈ کے جھنڈ تھے جن کو ناہموار کر رہے تھے۔ اس نے سب توت کٹوا ڈالے اور زمین صاف اور ہموار کر کے اس میں چنار کے درخت نصب کرا دیئے۔ جو اب تک اس کی یادگار میں موجود چلے آتے ہیں۔ علاوہ اس کے عوام کی سیر و تفریح اور کھیل و کود کے لئے میدان عید گاہ میں ایک متدین گارڈن یا جو جمع خلائق بن گیا۔

اسلام خان شاعر بھی تھا اور عموماً شعر گوئی میں مستغرق رہتا تھا۔ یہ رباعی اس کی جوشش طبع کا نتیجہ ہے ؎

سیلے تو شاخم تا بروز رستخیز بیزند — سردم چشم تر گر پنوطہ در خون بیزند
دستے پیاکن کہ صد اکام شب در گوش — لشکر آہ انذال من خیمہ بیروں بیزند

**اورنگ زیب کا سفر کشمیر**

بادشاہ میر کشمیر کے لئے ۲۵ رمضان المبارک ۱۰۷۵ھ کو معہ اسلام خان صوبہ کشمیر قلعہ لاہور سے روانہ ہوا۔ اہل حرم کی کئی پالکیاں۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ فوج لشکر۔ غرض ایک عظیم شان و شوکت سے ماہ ذیقعدہ میں وارد سری نگر ہوا۔ اس سفر میں کئی جانور اور آدمی پہاڑوں کے نشیب و فراز کی نذر ہو کر خاروں کے منہ میں گرتے رہے۔ ایک فیل کوہ پیکر بھی لغزش کھا کر گرا اور پہاڑ کے ڈھلوان سے قلابازیاں کھاتا ہوا اپنی لپیٹ میں بہت سے لشکریوں اور کئی کنیزوں کو لیکر چاہ عدم میں جا گرا۔ کشمیر اور اس کے چرخ خطر راہ کی نسبت قدسی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

بکشمیر اعتقاد ما درست است — ولے ایمان برامش سخت سست است

بادشاہ کی طرف سے کشمیر میں راجہ رگناتھ منصب چہار ہزاری ذات و دیوانی کے عہدہ پر قابض تھا اس کے روز نامچہ حیات کو جو دفتر ہستی کی ایک بہترین کتاب تھی۔ دست اجل سے چاک کر دیا۔ بادشاہ نے ایسے قابل اہلکار کی موت کا افسوس کیا۔ بادشاہ نے عید کشمیر ہی میں منائی۔ عید کی رات کو ڈل کے دونوں کناروں پر

روشنی کا عظیم سامان کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد چشمہ دیر ناگ کی سیر کو گیا۔ جہاں جہانگیر اور شاہجہاں کی عمارتوں اور چشموں کے دلفریب مناظر سے ملاحظہ کئے۔ موضع پانپور میں جا کر زعفران زار کو دیکھا۔ بادشاہ کو کشمیر کی آمد و رفت میں اس قدر تکلیف و سختی کا امر نے آئندہ کشمیر آنا ترک کر دیا۔ بلکہ کہہ بھی دیا کہ بدوں ضروری امور ملکی کے سرزمین کشمیر میں صرف سیر و شکار کے لئے بادشاہوں کا آنا ہمارے حساب کے خلاف ہے۔ اخر تین ماہ کے قیام کے بعد صفر کو لاہور پہنچ گیا۔ اسلام خان بھی بادشاہ کے ہمرکاب لاہور گیا۔ اور ایسا آیا کہ پھر واپس نہ گیا۔ اس نے اپنی ایک سالہ حکومت ہی میں رعایائے کشمیر کو اپنی عدل گستری کے ذریعہ اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔

**سیف خان صوبہ کشمیر اول**
**سہ سال ۱۰۴۸ھ سے ۱۰۴۸ھ**

سیف خان شاہجہان کے زمانے کے صوبیدار کشمیر تربیت خان کا بیٹا تھا۔ اس نے ۱۰۴۸ھ میں نظامت کشمیر کا چارج لیا۔ مغل نے اس کی طبیعت بھی نام کی مناسبت سے بنائی تھی۔ سنا ہی متعصب اور متعصبی بادشاہی سے پاک صاحب رعب، جابر بے لحاظ، انصاف پسند اور اول درجے کا منتظم تھا۔ پیائش اراضیات و ترقیمہ جات وغیرہ پہلے ہی اسی نے سرینگر میں جاری کی۔ ایک مرتبہ خواجہ محمد صادق نقشبندی نے حساب کی تفاوت پر کسی پنڈت کو ایسا زدوکوب کیا کہ وہ مجروح ہو گیا۔ سیف خان نے برآشفتہ ہو کر خواجہ صاحب کو اسی کے مکان پر برج دارائی کے نیچے اس قدر تازیانے لگوائے کہ وہ اپنی جگہ بیہوش ہو گیا۔ اندر اٹھا کر لے گئے تو بیچارے نے راستے ہی میں سسک سسک کر جان دیدی۔ اس واقعہ سے سیف خان کی ایسی دھاک عوام کے دلوں پر ایسا جما کہ بڑے بڑے متعصب اور اور ڈاڑھی والے ملک بھی اس کی سیاست متعصب معاملت شماری سے کانپ اٹھے۔ اس کی ہیبت اور رعب سے لوگ بید کی طرح تھر تھر کانپتے تھے کسی کو مجال نہ تھی کہ اس کے سامنے آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اس کے عہد میں مرزبان دولت تبت نے سرکشی اختیار کر لی۔ بادشاہ نے سیف خان کو روانہ کیا کہ ایک معتمد اور فہمیدہ کارپٹی کی معرفت مرزبان تبت

کو پیغام بھیجو کہ وہ گمراہی کو چھوڑ کر سنہ شہنشاہ ہند کی متابعت اختیار کرے۔ اور سکہ و خطبہ بادشاہ کے نام کا اپنے ملک میں جاری کرے۔ اور مسلمانوں کے لئے وہاں ایک مسجد بنوائے اگر ان باتوں سے وہ انکار کرے تو اس کو اور اس کے ملک کو پامال کرے۔ سیف خان نے محمد شفیع ایک معتمد کے ہاتھ شاہی فرمان مرزبان تبت کو روانہ کیا۔ مرزبان کئی دنوں تک شش و پنج میں رہا آخر سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جمعہ کے دن اہل شہر کو جمع کرکے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھایا اور خطیب کے سر پر سے سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے۔ خلعت فاخرہ دیا۔ عالمگیر کے نام کا سکہ مسکوک کرایا۔ مسجد کی تعمیر کی حکم دیا۔ اور اس کے ثبوت میں مسجد کا نقشہ اور عالمگیری سکہ کی دو ہزار اشرفیاں اور نو ہزار روپیہ بادشاہ کے پاس روانہ کیا۔

ایک دن شیخ عبدالرشید چکنی آستانہ چرار شریف کی زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ راستہ میں حیدر ملک چاڈورہ کے بیٹے حسین ملک سے دوچار ہو گئے۔ اثنائے گفتگو میں سخت کلامی درمیان آئی حسین ملک نے صحابہ کرام کے نام سب و شتم کہنا شروع کر دیا جس سے سخت تنازعہ برپا ہو گیا۔ اور ہاتھا پائی کو نوبت آپہنچی۔ شیخ صاحب نے سرینگر واپس آکر ناظم کے پاس حرافہ کیا جس نے بعد تحقیقات بسیار اس خیال سے کہ کوئی فساد نہ برپا ہو مثل سکہ عالمگیر کے پاس بھجوادی جس نے قریبین کو طلب کیا اور بعد تحقیقات کے بموجب فاضی ملک کے فتوی حسین ملک کو قتل کرا دیا۔ اہل تشیع نے اس دردانگیز واقعہ کو پُر درد الفاظ میں ایک مرثیہ منظوم کیا جس کا ایک شعر بطور نمونہ یہاں بھی درج کیا جاتا ہے ؎

شد از ظلم و بے داد قوم یزید ہا ۔۔۔ حسین ابن حیدر شہید ہا

سیف خان کے شمالی کنارے پر باغ سیف آباد تعمیر کرایا اور اس کی سیرابی کے لئے نالہ سند واقعہ فدار سے نہر کھودنی شروع کی لیکن جب یہ نہر باغ کے نزدیک پہنچی تو اس کی تبدیلی کا حکم آپہنچا۔ آخر باغ اور نہر ادھوری چھوڑ کر ۱۰۷۶ھ میں واپس ہو گیا۔

| | |
|---|---|
| صیادر خان صوبہ کشمیر ایک سال ایک ماہ ۱۰۷۵ھ سے ۱۰۷۶ھ | ۱۰۷۶ھ میں صیادر خان نے |

نظامت کشمیر پر جانشین ہو کر عدالت گستری اور خصومت شعاری سے حکومت شروع کی یہ صوبہ بہادر قوم کا سید تھا اور خود تو بڑا صالح اور نیک اطوار تھا اور باوجود اس منصب جلیلہ کے کفش پہنکر پاپیادہ جامع مسجد جاتا اور غربا اور مساکین کے لئے دسترخوان کشادہ رکھتا لیکن قوم اوزبک جو اس کی مساحب اور مشیر تھی لوگوں کو سخت ستانے لگی اس قوم کے افراد صوبوں کی پردہ دری اور عفت شعاری کی عصمت شکنی کے علاوہ ناحق لوگوں کا خون بہانے لگے جس سے نیک سیرت مبارز خان کی عدالت و حرمت میں بھی فرق آنے لگا۔

اس کی حکومت کے دوسرے سال ۱۶۶۹ء میں سید اللہ خاں والد لڑکے کا شغر اپنے لڑکے نوازش خان کی مخالفت سے ناملک السلطنت ہو کر زیارت حرمین الشریفین کے لئے عازم مکہ ہوا عالمگیر نے ازراہ مہمان نوازی محمد صادق بخشی اور بعض دیگر امراء کو اس کی خاطر تواضع پر مامور کیا کشمیر پہونچنے پر مبارز خان نے اس کی ضیافت میں پچاس ہزار روپیہ خرچ کیا جس کے علاوہ بیشمار تحفہ و تحائف از قسم ظروف طلا و نقرہ اور دیگر عجائبات کشمیر بھی اس کے پیش کئے اور روانگی کے وقت خود بھی اس کے ساتھ ہی عالمگیر کی خدمت میں روانہ ہو گیا صرف ایک سال ایک ماہ نظامت ملک پر مامور رہا۔

**سیف خان صوبہ کشمیر بار ثانی**
**۳ سال ۱۶۶۹ء سے ۱۶۷۲ء**

۱۶۶۹ء میں دوسری مرتبہ سیف خان نظامت کشمیر پر ممتاز ہو کر آیا اور اپنے تکمیل طلب باغ میں بمقام وتہار اقامت پذیر ہوا اب کے اس نے قاضی عبدالرحیم کو مدار المہام جزو کل بنایا لیکن ملا محمد رضا کے بیٹے قاضی ابوالقاسم کو سالیانہ کدورت کے باعث ملک سے نکالدیا اور وہ اپنے مہرباں مبارز خان سابق صوبہ کشمیر کی حمایت میں چلا گیا جس کی رفاقت نے اسے ملک سے اخراج کرایا تھا۔

دوسری ماہ ستمبر سال ۱۶۶۹ء مطابق ماہ صفر ۱۰۸۰ھ میں قریب غروب آفتاب بمقام بجبہاڑہ آبادی شام سے صبح تک زمین یکساں حرکت میں رہی لیکن چنداں نقصان نہیں ہوا +

دوسری مرتبہ سیف خان نے آبادی ملک کی طرف گہری توجہ مبذول کی

بہت سے دلات آباد کئے ۱۶۷۸ء میں دہلی میں ایک کل تعمیر کرایا جس کی تاریخ یہ ہے ؎

زمن سال ہاکش خضر نہ ہفت صراط المستقیم اہل دین گفت

اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بھی آبادی مزروعات اور ترقی ملک کی کوششوں میں مصروف ہوگئی چوہدری مہیش شنکر نے جو ایک منصب دار تھا۔ موضع ایشہ براری متصل سرینگر میں باسٹھ طبقوں کا ایک وسیع اور دلکش باغ بنایا جس میں جا بجا فوارے اور آبشار تعمیر کرا کے اس نے اوسے باغ فردوس بنا دیا۔ اس باغ کی سرینگر سے آمد و رفت کے لئے اس نے سلطان سکندر کی قائم کی ہوئی بنیاد پر سڑک طیار کرائی جو اس کے مکان واقعہ محلہ نائید یار سے شروع ہو کر پل ڈل کے بیچوں بیچ الہ نائی کوس یعنے چار میل لمبی موضع ایشہ براری تک چلی گئی ہے جو اس وقت فراخ سڑک کا کام دے رہی ہے۔ اس سڑک پر بارہ پل ہیں جو ڈل کے دونوں چار شاخہ حصوں کا پانی ملاتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر یہ شعر کندہ ہے ؎

ہست تاریخ ایں خجستہ اساس باسٹھ پل ہمیش شنکر داس۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیف خان کے عہد میں شروع ہو کر یہ سڑک کئی سال میں طیار ہوئی۔ ناظم صوبہ چوہدری کا باغ دیکھنے کے بعد اکثر کہا کرتا تھا۔

"چوہدری ہمیش باغ نکرد۔ دروں سیف خان داغ کردی"

اس کے آخری عہد میں حضرت خواجہ عبدالاحد سرہندی جو ولی اکمل تھے۔ بتقریب سیاحت رونق افروز خطہ ہوئے۔ ناظم بڑی ارادت مندی اور خلوص سے اُن کی خدمت گذاری میں سرگرم رہا اور اپنے مکان کے ساتھ ہی آتش خانہ دارا شکوہ میں سکونت کے لئے جگہ دی جس سے اسے بھی فیوضات باطنی سے بہرہ ور ہونے کا موقع ملگیا۔ حضرت خواجہ تین ماہ کے قیام کے بعد خود تو واپس تشریف لے گئے لیکن سیف خان کے دل کو انہوں نے ایسا پکڑا کہ تمام شیخیاں اور چالاکیاں اور شان و شوکت ایک دم دور ہو گئیں۔ یہانتک کہ ۱۶۷۹ء میں منصب نظامت سے مستعفی ہو کر گوشہ نشین ہو گیا۔

| | |
|---|---|
| افتخار خان صوبہ کشمیر ۔ سال ۱۶۷۱ء سے ۱۶۷۹ء | افتخار خان نے مسند نظامت پر |

قدم رکھکر جیلی شاہزادہ محمد سلیم میں حکومت اختیار کی اور عدل و انصاف اور رعایا پروری سے حکمرانی کرنے لگا۔ اس کی چار سالہ صوبیداری اس امن و امان سے دنوں کی طرح گذر گئی کہ معلوم بھی نہ ہو سکی۔ اس کی واپسی کے نزدیک ہی مشہور خانہ آتشزدگی کا واقعہ ڈوڈہ میں بارہ ہزار گھر اور مسجد جامع بھی جل گئے تھے واقعہ ہوا۔

**قوام الدین خان صوبہ کشمیر**
**۴ سال ۱۰۸۱ھ سے ۱۰۸۵ھ**

۱۶۷۰ء میں صوبیداری کشمیر قوام الدین کے نام منتقل ہوئی اس نے بھی شاہزادہ سلیم کی جولی میں قیام کیا۔ قوام الدین شاہزادگان ایران کے احفاد سے تھا اور بڑا صاحب علم و متانت تمام اوصاف حسنہ سے متصف تھا۔ مجرموں کی شناخت اور تنبیہ کے لئے اس نے کلاہ شکنجہ ایجاد کی جو پرانی انگلینڈ کے فکز کیپ کی طرح اثبات جرم کے موقعہ پر ملزم کے سر پہنائی جاتی تھی۔

اس کے عہد میں خواجہ محمد شریف اور خواجہ محمد صابر و سادات دہ بیدی کے جامع اور مخدوم اعظم دہ بیدی کی نسل سے تھے وارد خطہ ہو کر مستقل طور پر یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔

افتخار خان کی نظامت کے اختتام پر آتشزدگی کا ڈوڈہ میں جو سانحہ ہوا تھا جل گئے۔ قوام الدین نے نئے سرے سے تعمیر کرا دیئے خصوصاً جامع مسجد سرینگر کی تعمیر پانچویں مرتبہ اسی کے عہد میں تکمیل کو پہنچی۔

تین سال تک عدل و انصاف سے حکومت پذیر رہکر ۱۶۷۵ء میں قوام الدین واپس چلا گیا۔

**ابراہیم خان صوبہ کشمیر ثانی**
**۴ سال ۱۰۸۵ھ سے ۱۰۸۹ھ**

۱۶۷۵ء میں پھر ابراہیم خان منصب صوبیداری کی عنان دوسری مرتبہ ہاتھ میں لیکر وارد کشمیر ہوا۔ اب کے سابقہ حکومت کی بدنامی رفع کرنے کی کوشش میں اس نے خلق خدا کو بہت آسائش و آرام پہنچایا۔ اور ملک کا انتظام بطریق احسن کیا۔

اورنگ زیب کی فرمانروائی میں ابراہیم خان کی صوبیداری متواتر چوتھا ثابت ہے۔ پہلے پانچ سال تو امن و امان سے گذر گئے۔ لیکن ۱۶۸۰ء کے آغاز سے رنج و محن کا گذر ہوا۔ زمانہ از سر نو تازہ ہو گیا۔ اس کی ابتدا ایک ماہ کامل کی

متواتر دو تراکم بارش باران سے ہوئی۔ جس سے طغیانی آب اس زور شور سے واقع ہوئی کہ تمام ملک پانی ہی پانی ہوگیا۔ مکانوں کے مکان بنیاد سے اوکھڑ گئے اکثر چوبی مکان سبتے بنائے مثل حباب پانی پر تیرنے لگے ان میں سے بعض مکانوں میں تو اہل خانہ بدستور بیٹھے ہوئے روتے پیٹتے چلے جاتے تھے دریا کے تمام پل بھی بہ گئے۔ زراعت اور مال مویشی بھی دریا برد ہوگئے۔

طوفان بیحد۔ اس طوفان کی تاریخ ہے۔ جو مقامات طوفان سے بچ رہے ان کی خبر گیری کو حضرت بھوسنچال تو دار ہوگئے۔ مدت تک زمین پانی کی طرح متحرک رہی۔ اس سے بھی بیشمار جانیں تلف ہوگئیں۔ ہزاروں مکانات گر کر خاک میں مل گئے۔ جب ان سے کسی قدر نجات ملگئی۔ تو اسی سال کوہستان کاشغر سے نکلکر قوم قلماق ملک تبت پر حملہ آور ہوئی۔ حاکم تبت مغلوب ہوگیا اور اس نے بادشاہ سے امداد مانگی۔ سرکشوں کی سرکوبی کے لئے عالمگیر نے افواج کابل و کشمیر بامور کیں۔ و ابراہیم خان کے بیٹے فدائی خان کو سالار فوج بنا کر خوانین کابل کے ساتھ تبت بھیجا۔ دو ایک معمولی لڑائیوں کے بعد قلماق پسپا ہو گئے۔ اور فدائی خان بیشمار مال غنیمت اور یرغمال کے ساتھ فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتا ہوا مراجعت پذیر ہوا۔

اس کے بعد ۱۶۶۵ء میں ایک ایسا ہنگامہ برپا ہوا جس نے ابراہیم خان کی ساری خدمات اس کی ذراسی لغزش سے خاک میں ملا دیں۔ بلکہ نظامت سے بھی معزول کر کے مقہور شاہی بنا دیا۔ وہ یہ ہے کہ محلہ حسن آباد[1] کے شیعوں میں سے عبدالشکور نے صادق نام ایک سنی کو مار پیٹ کی۔ اس واقعہ پر بہت سے شیعہ اور سنی جمع ہوگئے۔ اور اس جھگڑے نے شخصی شکر رنجی کی حدود سے نکلکر قومی عناد کی صورت اختیار کر لی۔ گالی گلوچ کے بعد ہاتھا پائی ضرب و جواب نوبت لاٹھی اٹھالی اور فریقین دو ہڑاد ہڑ پیٹنے لگے۔ ناظم بھی موقعہ پر پہنچا اور شیعوں کی حمایت اور پاسداری پر مستعد ہوگیا۔ اور عبدالشکور وغیرہ بانیان فتنہ کو اپنے

---

[1] حسن آباد اگرچہ سرینگر سے کچھ فاصلہ پر ہے لیکن اسی کا محلہ شمار ہوتا ہے اور اس میں شیعہ لوگ رہتے ہیں۔

مکان پر لے گیا۔ جس سے قاضی محمد یوسف کے دل میں آتش غیرت بھڑک اٹھی۔ یہ ماجرہ سنتے ہی آناً فاناً تمام سرینگر میں مشتعل ہوگئی اور تمام مسلمان لاٹھیاں اور ہتھیار لیکر اٹھ کھڑے ہوئے ابراہیم خان کے مقابلہ میں تو کچھ نہ کر سکتے تھے اور عبدالشکور بھی اس کے مکان میں پناہ گزین تھا۔ اس لئے انہوں نے موجد فساد کو چھوڑ کر حسن آباد کا رخ کیا اور تمام محلہ کو آگ لگا دی۔ یہ خبر سنکر فدائی خاں جوش جوانی اور خروش جہانبانی سے سرشار نظامت کی فوج آراستہ کر کے فسیوں کی امداد کے لئے حسن آباد پہنچا۔ ادھر سے تمام اہالیان شہر اور افواج کابل کے خوانین۔ سرید خان۔ الف خان اور مرزا منعم وغیرہ اپنی اپنی فوجیں لیکر شیعوں کی امداد کے لئے بڑھے۔ خواجہ محمد یوسف بڈہ بیدی۔ خواجہ محمد صابر۔ مرزا سلیم اور مرزا حلیم بیگ کاشغری سے شامل ہوکر شیعوں اور فدائی خان کی جماعت پر جا پڑے اور کشت وخون کا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جانبین کی بہت سی جانیں تلف ہوگئیں۔ آخکہ۔ بدمعاش لوٹیرے اور مفسد چاروں طرف لوٹ مار اور غارت وتاراج مچانے لگے آخر کار ابراہیم خان نے مجبور ہوکر عبدالشکور وغیرہ کو ان کے حوالہ کر دیا جس کو عوام نے اس کے بیٹوں سمیت قتل کر دیا۔ قاضی محمد یوسف لوگوں کی خودسری اور جوش وخروش سے خائف ہوکر اپنے مکان کو واپس چلا آیا۔ اسی اثنا میں ملا محمد طاہر مفتی اعظم اٹھا اور لوگوں کو ایسی سرکشی سے باز رکھنے کے لئے وعظ ونصائح کرنے لگا لیکن اس گفتگو نے اور الٹا اثر کیا۔ لوگ مفتی سے بھی منحرف ہوگئے تبکہ اس کے مکان پر حملہ کر کے اسے بھی لوٹ لیا۔ اسی اثنا میں انہوں نے شیعوں کے مقتدا بابا قاسم کو سر راہ پکڑ لیا۔ اور عذاب شدید سے مار ڈالا۔ اس پر فدائی خان فوج لیکر عوام کی ہدایت کے لئے دوبارہ محلہ اور مرزا سلیم کے مکان کے متصل لڑائی شروع ہوگئی۔ جس میں علاوہ کئی غریبوں کے مرزا سلیم بھی مارا گیا۔ اور بقا بابا نے جو خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے اعتقاد سے تھا۔ ناظم صوبہ کی حویلی کو آگ لگا دی جس پر ابراہیم خان نے غضبناک ہوکر سرکشوں کی تادیب کے لئے افواج قاہرہ تعینات کی۔ بقا!

قاضی محمد یوسف۔ خواجہ لالہ گرائی۔ خواجہ حاجی پاٹھے خواجہ قاسم لنگر وغیرہ روسا کے شہر گرفتار ہو گئے۔ اسی اثنا میں جب اورنگ زیب کو اس واقعہ کی خبر ملی۔ تو اوس نے ابراہیم خان کی معزولی اور حفظ اللہ خان حاکم لاہور کی تقرری کا فرمان بدیں مضمون بھجوا کر اوسے واپس بلا لیا۔

## مضمون فرمان

مغفور حضرت سبحان ابراہیم خان بدانند۔ جم غفیر و جمع کثیر از مردم کشمیر بغرض استادہ بپایہ سریر خلافت مصیر رسانیدہ مذکر آں مغفور فیما اسلاف را سزاوار قرار دادہ اکثرے از فرقہ مسلمین بشہادت رسانید۔ حال بحفظ اللہ خان حفظ اللہ صوبہ مفوض شدہ لازم کہ آن محذول خود را معزول دانستہ سر خود در فرمان الٰہی بسیار و غیر ازیں چارہ ندارد۔

اس حکم کے صدور پر ابراہیم خان اور فدائی خان کی آنکھیں کھل گئیں اور سپہ سالاروں کو ساتھ لیکر بغیر قیل و قال دار الخلافہ شاہی کو روانہ ہو گئے۔ جب لاہور پہنچے تو اسیروں کی رہائی کا حکم بھی پہنچ گیا اور وہ واپس آ گئے۔ ابراہیم خان آٹھ سال کی حکومت کے بعد بدستور سابق بدنامی کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر حفظ اللہ خان کو سونپ گیا۔

حفظ اللہ خان صوبہ کشمیر ۴ سال ۱۶۸۶ء سے ۱۶۹۰ء / ۱۰۹۸ھ سے ۱۱۰۲ھ

۱۶۸۶ء میں حفظ اللہ خان نے عنان حکومت ہاتھ میں لیکر سرکشوں کی گوشمالی کی۔ اور ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ دو سال کے بعد ۱۶۸۸ء میں اس نے عالمگیر کے فرمان سے ابوالفتح دیوان صوبہ کو قائم مقام چھوڑا اور خود راجوں کی سرکوبی کے لئے لشکر لیکر جموں کو روانہ ہوا۔ لیکن جموں فتح کر کے سیدنا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ اور ابوالفتح بدستور نیابت صوبہ کا کام سرانجام دیتا رہا۔ ایک سال بعد ۱۶۸۹ء میں اوس کو بھی بادشاہ نے بلا لیا اور یہاں ناظم صوبہ کے متعلقوں میں سے ایک شخص شیخ ابوالفتح نام نیابت صوبہ کا کام کرنے لگا۔ اس کے زمانہ میں حفظ اللہ کے لوگوں نے سخت تکلیف اوٹھائی۔ آخر ۴ سال کے بعد ۱۶۹۰ء میں حفظ اللہ خان کی صوبہ داری مظفر خان کے نام منتقل ہو گئی۔

**مسلم خان صوبہ کشمیر**
دو سال ۱۰۶۹ھ سے ۱۰۷۱ھ

مسلم خان شائستہ خان کا لڑکا تھا۔ ظالم۔ سفاک اور بیرحم تھا اس نے اپنی بداعمالیوں سے خلق خدا کو سخت بیزار و پریشان کیا۔ جو روبیداد پھر جاری کر دیئے جو خلاف شرع اور بدعت تھے۔ مثلاً نمک وغیرہ پر ظالمانہ ٹیکس پھر شروع ہو گئے۔ حضور صاحب علت تھا۔ اس نے ایسا رواج ڈالا کہ ایک مرتبہ کسی نے کلام اللہ کی نکابت کا دعویٰ اس کی عدالت میں دائر کیا۔ ثبوت کافی پایا۔ دو شنبہ کے موقعہ پر اس نے قرآن مجید سے ساڑھے سات سپارے بصیغہ چوتھائی کٹوا دیئے۔ ایسے ظالم حاکم کو خدا نے زیادہ عرصہ نہ رہنے دیا۔ اور دو سال حکمرانی کرنے پایا تھا کہ اورنگ زیب تک شکایتیں پہنچنے لگیں آخر اس سے جاگیر وغیرہ لے کر معزول کر کے واپس بلا لیا۔

**ابو النصر خان صوبہ کشمیر**
۶ سال ۱۰۷۱ھ سے ۱۰۷۷ھ

۱۶۶۱ء میں شائستہ خان کا دوسرا بیٹا ابو النصر خان صوبہ کشمیر ہو کر آیا۔ بھائی سے بڑھکر ظالم اور سفاک تھا۔ اس نے جور و ستمگری سے خلق خدا کو بالکل مجبور و مفلوک کر دیا۔

اس کے عہد کے دو واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک تو یہ کہ رستم نامی ایک شخص نے صحابہ کرام کی توہین کی۔ سنیوں نے توہین مذہب اور دل آزاری میں اس پر استغاثہ کیا۔ تحقیقات اور چشم بین ہونے کے بعد قاضی عبدالکریم کے فتویٰ سے رستم مانو قتل کیا گیا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ انہیں دنوں میں ماہ شعبان کے اندر ایک شخص میر حسین سبزواری کشمیر میں آیا اور اپنے آپ کو صاحب کشف و کرامت ظاہر کر کے کوہ سلیمان کے دامن میں سکونت پذیر ہوا۔ اعتقاد الاعتقاد کہاں نہیں ہوتے اور بقول شخصے ؎ چو حمق در جہان باقی است تفلس کس نماند۔ کشمیر میں بھی تو دو اعتقادوں کی کمی نہ تھی۔ لوگ جوق جوق جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اس کی خدمت اور اس کے احترام میں مسابقہ کرنے لگے ایک دفعہ ماہ رمضان کے دنوں میں ایسی دن کا حصہ باقی تھا کہ آسمان پر سیاہی چھا گئی اور طوفان باد و باراں نے اندھیری رات کا سماں پیدا کر دیا۔ لوگوں نے روزے افطار کر کے شام بھی پڑھ لی۔ نماز کے بعد جبکہ اکثر لوگ کھانا کھا چکے تھے یکایک سیاہی دور ہوئی اور سورج نکل آیا۔ مردہ دل زندہ ہو گئے

والوں نے پیر صاحب کو آسمان پر چڑھا دیا اور یہ مشہور کر دیا کہ یہ سب کچھ سید وارثی صاحب ہی کی کرامت کا نتیجہ ہے۔ سید وارثی کی شامت اعمال سے رفتہ رفتہ اس کی مصنوعی اور ہوائی کرامتوں کا چرچا عالمگیر جیسے واقف کار بادشاہ کے کانوں میں پہنچا نتیجہ یہ ہوا کہ سید وارثی صاحب کو بحکم شاہ عالمگیر ع پا بستہ رفتہ دگرے دست بستہ دگرے کشمیر سے نکلنا پڑا۔

آخر چھ سال کی حکمرانی کے بعد ۱۶۹۸ء میں ابو نصر خان نظامت کشمیر سے واپس دارالسلطنت میں بلوایا گیا۔

**فاضل خان صوبہ کشمیر**
**۱۲ سال ۱۱۰۹ھ تا ۱۱۲۱ھ**

ابو النصر خان کی جگہ فاضل خان ناظم صوبہ مقرر ہوا اس کا اصلی نام مرزا برہان تھا اور خانسامان کا عہدہ رکھتا تھا۔ مسند نظامت پر قدم رکھکر اس نے ملک کی کایا ہی پلٹ دی۔ رعیت پروری اور عدل و احسان میں مشہور آفاق ہو گیا۔ بہت سے مظالم جو سابقہ صوبیداروں کے عہد میں رائج ہو گئے اس نے یک قلم موقوف کر دیئے۔ علت حاصل نمک مزدوام داری اور چھتائی جو مظفر خان صوبیدار کے عہد میں بڑے زور و شور پر تھے اس نے ان سب کو موقوف کر دیا۔ اس کے علاوہ آفات ارضی و سماوی سے اگر محاصل ملک کو نقصان پہنچتا۔ تو فاضل خان مظلوم رعایا کو جرائی مالیہ میں مناسب رعایت دیتا یا جبراً معاف۔ میراث و ظائف و جاگیرات سے بھی اس نے رعایا کو بہرہ اندوز کیا اور اکثروں کو بڑے بڑے مناصب اور جاگیرات عطا کر کے بیخ و بنیاد چک کے بعد پہلی مرتبہ علوم کو منصب دار صوبہ میں بلا مزاحمت داخل کرنے کا دستور جاری کیا۔ سد ہشت چنار سرائے ہشت چنار خانقاہ حسن آباد خانقاہ جوگی لنگر اور مسجد کے متصل مدرسہ اور حمام بنوائے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے مواضعات۔ باغات۔ سرائیں بھی تعمیر کرائیں۔ اور پرانی عمارتوں کی مرمت اور ترمیم میں بھی بدرجہ اتم کوشش کرتا رہا۔

عیاں شاہسوار بیگ دار خوچی خانہ خواجہ محمد طاہر دیوانی میں عرصہ سے باہمی کدورت چلی آتی تھی۔ اس کے عہد میں ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں عید مبارک کی صبح کو لوگ نماز عید کے لئے عیدگاہ میں جمع ہو رہے تھے کہ خواجہ محمد طاہر

بیگ نے فریب سے سید مبارک کا معانقہ کرتے ہوئے اس پر پستول داغ دیا جس سے وہ فوراً مر گیا۔ شاہ سوار بیگ کے بھائی سوین بیگ نے جھپٹ کر قاتل کو بھی ہمیں ڈھیر کر دیا۔

اس کے بعد اسی سال حضرت محمد مصطفےٰ رسول عربی کے گیسو مبارک کا مستقر ہونے کا شرف حضرت بل کو حاصل ہوا جس کی تاریخ قلندر بیگ شاعر نے ان الفاظ میں منظوم کی ہے ؎

محتاجاں را بوقت حاجت طلبی — موئے مبارک است یا رسول عربی
یکے تنزل یکے ہاتف گفت — کشمیر بہ پیغمبر شد زموئے نبی

یہ موئے مبارک خواجہ نور الدین المعروف بہ امیر کبیر نے قیام بیجاپور کے دنوں میں بڑی کوشش اور خرچ سے حاصل کیا تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو موئے مبارک لاش کے ساتھ کشمیر روانہ کیا گیا۔

میرزا یوسف خود بھی فاضل خان تھا اور علما فضلا کا اعزاز و اکرام بھی بہت کرتا تھا جن کی صحبت کے اثر نے اسے بھی ایک نیک سیرت حاکم اور سچا مسلمان بنا دیا۔ ادائے نماز جمعہ کے لئے عموماً مسجد جامع میں جاتا۔ اور مشائخ وقت کی خدمت اور مقابر اولیا کی زیارت کے لئے بھی بصدق دل حاضر ہوتا۔ آخر ساڑھے بیس سال تک نظامت کشمیر کو حسن انتظام سے مستفیض کر کے ۱۰۲۰ھ میں منتقل ہو گیا۔

ابراہیم خان صوبہ کشمیر بار سوم
۵ سال ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۲۵ھ

۱۰۲۰ھ میں پھر ابراہیم خان کا تقرر ہوا گا۔ اور منقضیات سابقہ کی معافی حاصل کر کے تیسری مرتبہ کشمیر آیا۔ راستے میں مستعفی فاضل خان سے ملاقات ہوئی۔ اور دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ رخصت کے موقعہ پر خواجہ علی اکبر وقائع نگار نے جو حاضر مجلس تھا۔ دونوں کی موجودگی میں برجستہ یہ کہا ؎

حبیب رمضان آمد و ماہ رمضان رفت — صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آن رفت

اس مرتبہ منجملہ سابق ابراہیم خان تلافی مراقبات میں مشغول ہوا۔ شیعہ و سنی دونوں فرقوں کو ایک نظر سے دیکھنے لگا۔ رعایا کی بہبودی اور بہتری کے لئے

سی جملہ کرکے ایسا ہردلعزیز ہوگیا کہ لوگوں کو پچھلی سب شکایتیں بھول گئیں۔
ایک دن شاہی مخبروں نے ایک شخص کو اورنگ زیب کا بھائی شاہ شجاع بتلاکر اس کے روبرو پیش کیا۔ لیکن اس نے دیکھتے ہی اوسے رہا کردیا اکثروں کا خیال ہے کہ ابراہیم خان نے پہچانکر از راہ ترحم عمداً اوسے چھوڑ دیا۔
اس کے بعد ۱۰۷۱ھ میں عبداللہ خان والئے کاشغر کا بھتیجا ارسلا خان اپنے چچا کی دست تعدی سے بھاگ کر ملک کے لئے کشمیر آیا۔ لیکن ابراہیم خان اور اس کے درمیان کسی وجہ سے سوئی مزاجی پیش آئی اور ناظم نے عالمگیر کے حضور میں کثرت اخراجات۔ قلت محاصل۔ اور تعدد قساط ملک کی مشکلات کا نقشہ کھینچکر اس کے ذہن نشین کردیا کہ اس بارے میں مزید کارروائی کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ نے اس کی تجویز پر "مرد آخرین مبارک بندہ ایست" کا ریمارک دیکر ارسلا خان کو اپنے حضور میں بلالیا۔ اور کابل کی فوج اس کی امداد کے لئے مقرر کی۔ ارسلا خان کے ورود کشمیر کی تاریخ "خان عالیشان ہے"
اس کے بعد جلدی ہی عبدالفتاح گوجر نے پونچھ میں سرکشی اختیار کی لیکن گرفتار ہوگیا۔ آخرہ۔ سال کی نظامت کے بعد ۱۰۷۲ھ میں نیکنامی اور شادکامی کے ساتھ تبدیل ہوکر حکومت احمد آباد پر مامور ہوا۔

**نوازش خان صوبہ کشمیر**
**ایک سال چھ ماہ ۱۰۷۲ھ سے ۱۱۱۹ھ**

ابراہیم خان کے بعد نظامت کشمیر کا سہرا نوازش خان کے سر بندھا۔ چونکہ اسے کشمیر پونچھنے میں کچھ توقف لاحق ہوا اس لئے اس نے پہلے تو ملا اشرف صدر دیوان کو اپنا نائب بناکر مختار کارکرلیا۔ اور اس کے بعد خواجہ عبدالقدوس بیدی کو نیابت کا کام سپرد کیا۔ چند ماہ کے بعد جب اسے فراغت ہوگئی تو خود بھی عازم کشمیر ہوا۔ جب بارہ مولہ پہنچا تو اورنگ زیب کے انتقال کی خبر نے اس کی آئندہ جہانبانی کے سارے کھیل کو درہم برہم کردیا۔ اسی اثنا میں محمد معظم شاہ ولیعہد اورنگ زیب نے باپ کی دعا سے مطلع ہوکر نوازش خان کو مصمم ارادہ کشمیر سمیت پشاور بلا بھیجا۔ لیکن اس نے مردم کوہستان کے شور و فساد اور ملک کشمیر کی سرکشی کا عذر پیش کیا۔ اور جواب آنے تک خود سرینگر میں داخل نہیں ہوا بلکہ میدان عیدگاہ میں خیام افگن رہا۔

حبیب بادشاہ کی طرف سے مستقل صوبیداری کا حکم پہنچ گیا تو اس نے داخل شہر ہو کر عنان حکومت سنبھال لی عرصہ تخمیناً ایک سال تک عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کے بعد ۱۱۱۹ھ میں تبدیل ہو گیا۔ اور اس کی جگہ جعفر خان اعظم صوبہ مقرر ہو کر آیا۔

## قطب الدین محمد معظم شاہ عالم بہادر

ایام حکومت ۵ سال ۱۹ روز ۱۱۱۹ھ تا ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۰۷ء تا ۱۷۱۲ء

محمد معظم اورنگ زیب کا دوسرا بیٹا ۱۰۵۳ھ ۱۶۴۳ء پیدا ہوا۔ اور بڑے بھائی سلطان محمد کے انتقال پر ولیعہد سلطنت مقرر ہوا۔ ایام شاہزادگی میں دکن اور ایران کی مہموں سے کامیابی و فراغت حاصل کر کے اس نے باپ سے سرکشی اختیار کر لی لیکن گرفتار ہو گیا۔ اور سات سال تک قید رہا۔ آخر بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور کابل۔ پشاور۔ لاہور اور ملتان کا حاکم بنا دیا۔ باپ کی وفات تک بدستور اسی منصب پر ممتاز رہا۔ جب اورنگ زیب کے انتقال کی خبر اسے پشاور میں ملی تو فوراً آگرہ کو روانہ ہو گیا۔ لاہور پہنچ کر جب چھوٹے بھائی اعظم شاہ کی تاجپوشی کی خبر سنی تو اس نے بھی اپنا جشن تاجپوشی لاہور میں منایا۔ اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اعظم شاہ کو بمقام اکبر آباد لڑائی میں قتل کر کے دہلی محرم ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء میں دربار شاہی آراستہ کیا۔ اور شاہانہ جلوس مرتب کر کے اعیان مملکت کو انعام و اکرام اور خلاع فاخرہ سے سرافراز کیا۔ اور اپنے آپ کو شاہ عالم بہادر کے نام سے مشہور کیا۔ تاریخ جلوس میں یہ تین شعر قابل ملاحظہ ہیں ؎

قدسیاں تہنیت سال جلوس — بشنہ مرشد کامل گفتند۔
مرصہ جشن سشہنشاہی را — محفل خلد مشاکل گفتند
سال تاریخ ہمایون سعید — جشن شاہنشاہ عادل گفتند ۱۱۱۹ھ

تخت نشین ہو کر اس نے مرحوم اعظم شاہ کے بیٹوں اور دیگر لواحقوں کو سایہ عاطفت میں لیکر مورد الطاف خسروانہ کیا اور انہیں بڑے بڑے مناصب دیکر ہمراہ سے پٹنہ روانہ کر دیا۔

اسی سال ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء میں اس نے نوازش خان صوبیدار کشمیر کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ جعفر خان کو ناظم صوبہ مقرر کر کے کشمیر بھجوایا۔ آخر ۱۹ ماہ محرم ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء کو شاہ عالم بہادر ۶۷ سال کی عمر میں جبکہ بارادہ سیر کشمیر روانہ ہونے والا تھا ہوا۔ راہرو عالم جاودانی ہو گیا۔

یہ بادشاہ بہادر، عدل اور صاحب جود و سخا اور منبع لطف و احسان تھا۔ لیکن امور مملکت کی طرف سے کسی قدر لاپرواہ تھا۔ اس نے سلطان معز الدین الملقب جہاندار شاہ سلطان عظیم الدین المعروف عظیم الشان سلطان رفیع القدر المعروف رفیع الشان اور سلطان خجستہ اختر المتخلص بہان شاہ چار لڑکے چھوڑے جنہوں نے حسب معمول ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے پیدا کر لئے۔ مگر انجام کار ذوالفقار خان میر بخشی کی حسن سعی سے سلطنت جہاندار شاہ کے ہاتھ لگی۔

صوبیدار چو شاہ عالم بہادر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے۔

(۱) جعفر خان یکسال ۳ ماہ۔ ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء مطابق ۱۱۱۹ھ نہایت ۱۱۲۲ھ
(۲) ابراہیم خان ... تین ماہ ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء ... ۱۱۲۲ھ
(۳) نوازش خان بار ثانی یکسال ۵ ماہ ... ۱۱۲۳ھ/۱۷۱۱ء ... ۱۱۲۳ھ
(۴) عنایت اللہ خان ایکسال ۱۱۲۳ھ/۱۷۱۱ء ... ۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء ... ۱۱۲۴ھ

جعفر خان صوبہ کشمیر ایکسال ۳ ماہ ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء ۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء

جب تک جعفر خان خود کشمیر نہ پہونچ چکا خواجہ عبد الصمد وہیدی منصب نیابت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ناظم صوبہ خود پہنچا تو اوس نے حکومت کا رنگ ڈھنگ ہی بدل دیا۔ جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر خلق خدا کو جور و ستم سے سخت آزار پہنچانے لگا۔ مدام نشہ شراب سے مخمور ہو کر طرح طرح کے افعال شنیعہ اور کردار قبیحہ کا مرتکب ہوتا۔ لوگ مظالم سے تنگ آ گئے۔ اس کا تو کچھ بگاڑ نہ سکتے تھے لیکن ناظم کے

بہت سے شیروں اور پیشکاروں کے گھروں کو آگ لگا کر آمادہ فساد ہو گئے ابھی یہ ہنگامہ مشتعل نہ ہوا تھا کہ کثرت شراب نوشی سے جس کے باعث یہ پہلے بھی اکثر مریض رہتا تھا اس کو ایک سال تین ماہ کی حکومت کے بعد دنیا سے معدوم کر دیا۔ کسی مظلوم نے تاریخ وفات حسب ذیل کہی۔ جان جعفر خان بحیم۔ ۱۱۲۱ھ

جعفر خان کے ورثا اس کی لاش کو ہندوستان لے گئے۔ منصب صوبہ داری کچھ دنوں تک خالی رہا لیکن اراکین حکومت نے جلدی ہی نئے صوبہ کے پہنچنے تک قاضی محمد فاروق عرف عارف خان کو انصرام مہام کے لئے مقرر کر لیا۔

اس کے عہد میں ایک عورت نے پھکلی سے آکر محکمہ قضا میں سبکدوشی خود لیے جرم کا اقبال کیا جس کی سزا موت تھی۔ اہل عملہ نے اسے اس حرکت سے باز رکھنے کے لئے بڑی کوشش کی لیکن وہ اپنی منشا پر قائم رہی۔ آخر بہت سی مدد و کد کے بعد قاضی نے مجبور ہو کر اسے قتل کرا دیا۔ مشہور قاضی القضات قاضی حیدر الملقب قاضی خان جو دار الخلافہ شاہی میں اواخر حکومت عالمگیر سے اب تک مقدمات قضا سر انجام دے رہا تھا ۱۱۲۵ھ میں بمرض اسہال قضا پا گیا۔ اس کی لاش کشمیر لائی گئی۔ اور موضع پچھ پورہ کے باغ میں سپرد خاک کی گئی۔

**ابراہیم خان صوبہ کشمیر بار چہارم ۳ ماہ ۱۱۲۱ھ مطابق ۱۷۰۹ء**

احمد آباد۔ کابل اور پشاور کی خدمات سے اسے ابراہیم خان سے اپنے باپ علیمردان خان کے نام اور رتبہ تک پہنچا دیا تھا۔ اور اب چوتھی اور آخری بار ملک الموت نظامت کشمیر کے بہانے کشمیر لے آیا۔ جس نے تین مہینہ کے قلیل عرصہ میں اسے دار الآخرت میں پہنچا دیا۔

**نوریل خان صوبہ کشمیر بار ثانی ۱۱ سال ۵ ماہ ۱۱۲۱ھ مطابق ۱۷۰۹ء**

نئے صوبہ کے پہنچنے تک بھی عارف خان بدستور سابق مہام نظامت سر انجام دیتا رہا نوازش خان نے بھی دار و خطہ ہو کر اسے منصب نیابت پر بحال رکھا۔ بلکہ اس کی دیانت داری اور خدمات حسنہ سے محظوظ ہو کر اس نے بادشاہ سے امانت خان کا خطاب بھی دلوا دیا۔

اس کے عہد میں پہلے تو کثرت باران کے باعث طوفان سیلاب سے
مزروعات اور مکانات کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد حادثہ آتشزدگی
نے شہر سرینگر میں صراف کدل سے محلہ ملحی سرا اور اس کے اطراف تک
قریب بیس محلہ یا چالیس ہزار گھر صاف کر دیئے۔ ایک سال پانچ ماہ کی نظامت
کے بعد بادشاہ نے نوازش خان کو واپس بلوالیا اور اس کی جگہ عنایت اللہ خان
کو جو منصب خان سامانی پر ممتاز تھا عنایت کی۔

عنایت اللہ خان فرمانروائے کشمیر سنہ ۱۱۷۱ھ میں عنایت اللہ خان نے بھی اپنی طرف سے
بیچارہ ۹۔ ماہ ۱۱۷۱ھ سے ۱۱۷۳ھ | عارف خان امینی امانت خان کو نیابت کا پروانہ بھیجا
اس نے رعیت پروری دادگستری اور نیک نیتی سے اپنے منصب کو نباہا۔ اور
اپنے آقا کی متابعت اور فرمانبرداری میں سرگرم رہا۔ اس کی نیابت میں خلیل
بیگ شیعہ صحابہ کرام کو بدزبان کہنے کے جرم میں قاضی محمد اکرم کے فتویٰ سے
قتل کیا گیا۔ پرانے ناظم جعفر خان کے عہد میں سودرش پنڈت منصب پیشکاری
سرانجام دیتے ہوئے کئی ایک ظالمانہ اور ناشائستہ کارروایوں کا مرتکب ہوا
تھا۔ لوگ ناظم مذکور کے مظالم کا مصدر اسی کو سمجھتے تھے اور اسی کی ایذا رسانی
کے لئے آزار کھائے بیٹھے تھے۔ اب امانت خان کے وقت میں
موقعہ پاکر یہ لوگ اس پر حملہ آور ہو گئے۔ لیکن پنڈت عجب چال چلا۔ اس نے
فوراً لڑکوں سمیت خواجہ محمد آفتاب نقشبندی کے ہاتھ پر بیعت اسلام اختیار
کرلی۔ جس سے لوگوں کا کینہ فرو ہو گیا۔ اور اسے بھی نجات ملگئی۔ اسی سال
۹۔ ماہ کی نیابت کے بعد ۲۲۔ ماہ شوال سنہ ۱۱۷۳ھ میں امانت خان دنیائے فانی
سے کوچ کر گیا۔ اور ناظم کشمیر کو دوسرا نائب ڈھونڈھنا پڑا۔ چنانچہ اب کے اس
نے اپنے داماد مشرف خان کو نیابت صوبہ سے مشرف کیا۔ اس نیابت
کے تین مہینے گذرتے پر ۱۹۔ ماہ محرم سنہ ۱۱۷۴ھ کو شاہ عالم بہادر کا انتقال ہو گیا
تاہم اس کے جانشین جہاندار شاہ نے بھی عنایت اللہ خان کو تمثال مسند
کشمیر پر بحال رکھا۔ اس تغیر کے بعد بھی تین مہینہ تک تو مشرف خان ہی بدستور
نیابت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ لیکن اس کے بعد ماہ ربیع الاول سنہ ۱۱۷۴ھ میں

عنایت اللہ خان بذات خود وارد خطہ ہو کر مہام نظامت سرانجام دینے لگا۔ اس کی نظامت میں راجہ مظفر خان سمبیہ نے مظفر آباد میں شورش برپا کی۔ اور علاقہ دراوہ اور کرناہ جو مضبوط ریاست کشمیر میں شامل تھے اپنے قبضہ اقتدار میں لے آیا۔ عنایت اللہ خان نے اس کی گوشمالی کے لئے فوج کشی کی۔ اسی اثنا میں ۹ ماہ کی حکومت کے بعد جہاندار شاہ کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی اور فرخ سیر بادشاہ بنگیا جس نے تخت نشین ہوتے ہی ۱۷۱۳ء میں عنایت اللہ خان کو نظامت کشمیر سے معزول کر کے واپس بلوالیا۔

عنایت اللہ خان اصل باشندہ کشمیر کا تھا۔ سپہ سالار اللہ خان کا بیٹا اور قاضی موسیٰ شہید کے اعتقاد سے تھا۔ اس کی ماں مریم بی بی بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی تشریف آوری کے سو قعہ پر اپنی والدہ جان بی بی دختر ملا شریف ہمدان کی رفاقت سے زیب النساء بیگم عالمگیر کی تعلیم و تدریس کے لئے داخل حرم سرائے سلطانی ہوئی۔ اسی کی بدولت عنایت اللہ خان عالمگیر کے دربار میں پہنچا اور رفتہ رفتہ ذاتی حسن لیاقت سے ترقی کرتے کرتے منصب صوبیداری کو پہنچ گیا۔

## محمد معز الدین جہاندار شاہ

ایام حکومت ۹ ماہ ۱۷۱۲ء مطابق ۱۱۲۴ھ

یہ بادشاہ ۱۰ ماہ رمضان المبارک ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں اضلاع دکن میں پیدا ہوا۔ اور ۱۱۲۴ھ میں ذوالفقار خان کی اعانت سے تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے معاون کی صوابدید سے پہلے عظیم الشان کو قتل کیا اور پھر دوسرے چچا بیٹوں کو بھی یکے بعد دیگرے مار ڈالا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شاہزادوں کو قتل کیا اور کئی اپک کو چیتا نہ بھجوایا۔ ذوالفقار خان کو عہدہ وزارت اور آصف الدولہ کو وکیل مطلق بنایا۔ عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر کے بیٹے ہدایت اللہ خان کو نائب وزارت کا عہدہ عطا کر کے سعد اللہ خان کا خطاب دیا۔ عنایت اللہ خان

پر مستور نظامت کشمیر پر ممتاز رہا۔ اس کے عہد میں ناظم کشمیر نے راجہ مظفر خان سے بغاوت اختیار کرنے پر مظفر آباد پر فوج کشی کی لیکن ابھی لڑائی شروع ہونے نہ پائی تھی کہ عظیم الشان کے دوسرے بیٹے فرخ سیر نے جو ان دنوں حکومت بنگالہ پر مامور تھا بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اور بہت سی فوج لیکر آگرہ پر حملہ آور ہو گیا۔ جہاندار شاہ نے اپنے بیٹے اعز الدین کو اس کی مدافعت کے لئے بھیجا لیکن وہ مغلوب ہو گیا۔ اور بادشاہ کو خود بھتیجے کے مقابلہ پر میدان جنگ میں آنا پڑا۔ لیکن اس کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ خان جہان کو کلتاش لڑائی میں مارا گیا اور جہاندار شاہ بھاگ کر آصف الدولہ کے ہاں پناہ گزین ہو گیا جہاں اس احسان فراموش نے بجائے پناہ دینے کے جہاندار شاہ کو گرفتار کر لیا۔ فرخ سیر فتح کا ڈنکا بجاتا ہوا شاہجہان آباد میں داخل ہوا۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی عنایت اللہ خان کی نظامت کشمیر کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اور مسند مظفر آباد بھی بانمام رہ گئی۔

## معین الدین محمد فرخ سیر

ایام حکومت ۶ سال ۳ ماہ ۵ روز ۱۵ مطابق ۱۷۱۳ء بغایت ۱۷۱۹ء
مطابق ۱۱۲۴ھ بغایت ۱۱۳۱ھ

فرخ سیر ۱۵ ماہ رجب ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۴ء میں شاہزادہ عظیم الشان کے مشکی محل میں کشمیری حرم کے بطن سے پیدا ہوا۔ فرخ سیر پہلے دادا شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں حاکم بنگالہ مقرر ہوا۔ اس کی وفات پر جہاندار شاہ کے عظیم الشان کو قتل کر دینے نے اسے چچا سے منحرف کر دیا۔ خون پدری نے جوش مارا چنانچہ سادات بارہہ کی معاونت سے فوج لیکر اکبر آباد پر چڑھ آیا۔ اور ہمایوں فتح حاصل کر کے شاہجہان آباد آ گیا۔ پہلے تو اس نے جہاندار شاہ اور اس کے معاون ذوالفقار خان کو قتل کیا۔ پھر حکومت ہند پر متمکن ہو گیا۔ تاریخ جلوس

شدہ گوشم رسید از سپہر ہفتم بادشاہ — از سنہ تاریخ آں شہ چہ گفتہ ام

خواجہ اعظم مورخ تاریخ اعظمی نے تاریخ جلوس اس طرح لکھی ہے ؎

ازاں جملہ گفت اعظم کم رموز سلیمان ثانی بعدل و کرم

تخت حکومت پر قدم رکھکر اس نے پہلے تو اپنے خاندان کی صفائی کرنی شروع کی کئی بیگناہ شاہزادوں کو ملک عدم میں پہنچا دیا پھر امراء کی طرف متوجہ ہوا اور بلند اختر وغیرہ بہت سے امراء جن کے دماغ میں خیال خیرہ سری سما رہا تھا۔ ملک الموت کے حوالے کر دیئے۔

سید عبداللہ اور سید حسین جن کی سرپرستی اور معاونت سے فرخ سیر بادشاہ بنا مختار و خود مختار بن گئے۔ انہیں کی مشاورت کے مطابق بادشاہ نے عنایت اللہ خان کو کشمیر کی معزولی کا حکم بھجوا دیا۔ اور اس کی جگہ سادات خان بہادر معروف میر تقی جو بادشاہ کا خسر بھی تھا نظامت کشمیر کے لئے منتخب کیا گیا۔

اس کے بعد سادات بارہہ نے رفتہ رفتہ یہاں تک عروج پالیا کہ حکومت ہند کے مالک و مختار بن گئے۔ اور بادشاہ سے بھی بدسلوکی کرنے لگے فرخ سیر اپنی کوتہ اندیشی سے خود نادم تھا کہ اس نے انہیں کیوں اس قدر دخل دیدیا تھا لیکن مصلحت وقت کے لحاظ سے عموماً خاموش رہتا۔ مگر ان کی بے اعتدالیوں سے رات دن متردد رہتا۔ اسی اثناء میں اس نے اعتقاد خان کو قمقام الدولہ کا خطاب دیکر امور ملکی اس کے تفویض کر دیئے اور محمد مراد خان توزک کو اپنی پیشگاہ میں رکھ لیا۔ اس بات سے سادات کے سینہ میں آتش کینہ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے دکھن سے کسی شاہزادے کو جعلی معین الدین بنا لیا اور اس کی معاونت میں بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر کے شاہجہان آباد دہلی، آ گئے۔ یہاں انہوں نے قمقام الدولہ سے طرح مصالحت پیدا کر لی۔ اور خفیہ عہد و پیمان کر کے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ یہاں پر سنجر سیدوں کا ایمان قائم نہ رہا۔ اور انہوں نے فرخ سیر کو گرفتار کر لیا۔ پہلے تو اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دادی۔ پھر ایک ماہ کے عذاب شدید کے بعد بعمر ۳۲ سال ۸ ماہ ۲۱ روز ۱۷۱۹ء میں اسے مار ڈالا۔ اس عبرتناک واقعہ کی تاریخ بہت سے شعراء نے لکھی ہے مگر ذیل کا قطعہ سب سے زیادہ موزون اور مناسب حال ہے ؎

دیدہ می کرچہ با شاہ گرامی کردند صد بود جفا از رہ خامی کردند
تاریخ شہادت شہنشہ دل گفت سادات پوئے نمک حرامی کردند

فوج میر وسیع الاخلاق اور قدردان بادشاہ تھا۔ لیکن جو کچھ کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں کر سکتا تھا اور جو نہیں کرنا چاہتا تھا وہ کرتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ناتجربہ کاری سے عبداللہ خان کو وزارت کا منصب دیکر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال لیا حسین علی اور عبداللہ خان اور ان کے رسوخ سے دیگر سادات بارہ نے وہ عروج حاصل کیا کہ بادشاہ کٹ پتلی کی طرح ان کے قبضہ میں تھا۔ اس عروج سے نہ صرف بادشاہ کی جان ہی گئی۔ اور نہ صرف سادات بارہ اور یہ دونوں بادشاہ گر خود غرض و بدکردار بھائی تمام عالم میں مطعون ہی ہوئے بلکہ سلطنت کا شیرازہ بھی روز بروز بکھرتا گیا۔ جو لوگ اہل بصیرت ہیں وہ فوج میر کو تمام عیوب سے بری سمجھتے ہیں۔

**صوبیدار اور نائب جو فوج میر کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے**

سادات خان بہادر ۳ سال ۱۱ ماہ ۱۷ روز ۱۷۱۲ء نہایت ۱۷۱۵ء مطابق ۱۱۲۴ھ نہایت ۱۱۲۷ھ

نائب صوبیدار سادات خان۔

(الف) علی محمد خان ۲ سال ۱۷۱۲ء سے ۱۷۱۴ء مطابق ۱۱۲۴ھ سے ۱۱۲۶ھ
(ب) اعظم خان ایک سال ۱۱ ماہ ۱۷۱۴ء سے ۱۷۱۵ء سے ۱۱۲۶ھ سے ۱۱۲۷ھ
(ج) علی محمد خان ایک سال ۱۷۱۵ء سے ۱۷۱۶ء سے ۱۱۲۷ھ سے ۱۱۲۸ھ
(د) احترام خان ۱۷ روز ۱۷۱۶ء سے ۱۱۲۸ھ سے
(ہ) عنایت اللہ خان ۲ سال ۱۱ ماہ ۲ روز ۱۷۱۶ء سے ۱۷۱۹ء سے ۱۱۲۸ھ سے ۱۱۳۱ھ

نائب صوبیدار عنایت اللہ خان

(الف) میر احمد خان ۲ سال ۱۱ ماہ ۲ روز ۱۷۱۶ء سے ۱۷۱۹ء سے ۱۱۲۸ھ سے ۱۱۳۱ھ

باقی نائب صوبیداروں کا حال محمد شاہ کے عہد میں لکھا گیا ہے۔

**سادات خاں بہادر صوبہ کشمیر**

۳ سال ۱۱ ماہ ۱۷ روز ۱۷۱۲ء نہایت ۱۷۱۵ء
۱۱۲۴ھ ۱۱۲۷ھ

سادات خان بہادر نے نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے انتظام صوبہ کے

سے لئے کے بعد دیگرے چار نائب تعینات کئے اور ۱۲ سال ۱۱ ماہ ۱۷ روز کے بعد معزول ہو کر عنایت اللہ خان کے لئے جگہ خالی کر گیا۔

**علی مردان خاں نائب صوبہ کشمیر ۱۱۱۲ھ سے ۱۱۱۳ھ**

۱۷۰۰ء میں سادات خان بہادر کا پہلا نائب صوبہ زور کشمیر ہوا۔ عنایت اللہ خان کشمیر سے نکلکر بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ کو روانہ ہو گیا۔ جہاندار شاہ کی تباہی کے ساتھ ہی کشمیر میں بھی کھل بلی مچ گئی۔ جب عنایت اللہ خان لہم منظفر آباد کوا دہور چھوڑ کر واپس آ گیا تو منظفر خان بسہ کا حوصلہ بھی بڑھ گیا۔ جس نے کرناہ اور درادہ سے قدم بڑھا کر علاقہ کامراج میں بھی دست اندازی شروع کر دی اسی اثنا میں منظفر خان کا انتقال ہو گیا لیکن اس کا بیٹا ہیبت خان بدستور مخالفت پر جما رہا۔ علی محمد نائب صوبہ نے کشمیر پہنچکر مخالفوں پر فوج کشی کی اور ان کی پوری گوشمالی کی۔ آخر ہیبت خان نے تنگ آکر صلح کر لی جس سے مخالفوں کے تمام اسیر رہا کئے گئے۔ ہیبت خان نے اپنے بیٹے معز الدین کو بطور یرغمال بھجوایا اس کے بعد عبد العظیم خان دیوان صوبہ جو اکثر نائب صوبہ سے بدسلوکی سے پیش آتا تھا۔ راہ راست پر لایا گیا۔ انہیں دنوں میں عبد الفتاح کو جیرکے بیٹے عبد الرزاق نے بھر شورش برپا کی۔ علی محمد خان نے اس کا استیصال کیا بلکہ گرفتار کر کے سرینگر لے آیا یہاں ناظم صوبہ نے اس سے عہد و پیمان مستحکم کیا۔ اور باج و خراج مقرر و وصول کر کے اسے حکومت پونچھ پر بدستور بحال کر دیا۔ اسی اثنا میں علی محمد خان کے بعض عہدیداروں اور اہلکاروں نے رعایا سے کشمیر پر دست تعدی دراز کیا۔ اور بہت سی بدعتیں رائج کر دیں۔ جب اس کی شکایت بادشاہ کے پاس پہنچی تو سادات خان نے دو سال کے بعد اسے واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ اعظم خان کو نائب صوبہ بنا کر بھجوایا۔

**اعظم خان نائب صوبہ کشمیر ۱۱۱۳ھ سے ۱۱۱۴ھ ایک سال**

اس نے کشمیر میں داخل ہو کر علی محمد خان کے عہدہ داروں میں سے بہت سے آدمیوں کو معزول کر دیا۔ اور گیارہ ماہ تک عدل و انصاف سے حکمرانی کر نے کے بعد پھر علی محمد خان کے لئے جگہ چھوڑ کر مرخص ہو گیا۔

علی محمد خان نائب صوبہ بار دوم
ایک سال ۱۱۳۷ھ سے ۱۱۳۸ھ

دوسری مرتبہ ایک سال کے لئے سادات خان کا نائب مقرر ہو کر آیا اور ۱۱۳۷ھ میں معزول ہو کر واپس چلا گیا۔

احترام خان نائب صوبہ
۱۷ روز ۱۱۳۸ھ مطابق ۱۷۲۶ء

اب ناظم صوبہ نے احترام خان بخشی کو جو اس کا اپنا رشتہ دار تھا۔ نیابت صوبہ پر بھیجا لیکن ابھی کشمیر پہنچا ہی تھا کہ سادات خان خود صوبہ بیدار ہی کشمیر سے برطرف ہو گیا۔ اور اس کی جگہ عنایت اللہ خان ناظم صوبہ مقرر ہوا۔

## عنایت اللہ خاں صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۱ ماہ ۷ روز ۱۱۳۸ھ سے ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۶ء سے ۱۷۲۹ء

عنایت اللہ خان زیارت حرمین سے مراجعت پذیر ہو کر موروثی عنایات خسروانہ ہوا۔ اور بادشاہ نے اسے دوبارہ نظامت کشمیر پر سرافراز کر دیا۔ احترام خان خود تو ہمیشہ دارالسلطنت ہی میں رہا۔ لیکن انتظام صوبہ کے لئے اس نے میر احمد خان کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر ۱۷۲۶ء میں کشمیر بھیجوایا۔ میر احمد خان انتظام امورات سلطنت میں جیسی شہرت رکھتا تھا ویسے ہی اس نے کشمیر میں بھی پہنچکر رعایا کو عدل و انصاف اور جود و احسان سے منور کر دیا اس کی حکومت کے دو سال تین ماہ اور اٹھائیس روز مدت سلطنت ہند میں سادات بارہ کی سینہ زوری سے تغیر عظیم واقع ہوا۔ لیکن میر احمد خان اور اس کا آقا عنایت اللہ خان بدستور حکومت کشمیر پر مامور رہے یہاں تک کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر ۱۷۱۹ء میں محمد شاہ تخت نشین ہوا۔

# شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

ایام حکومت ۳ ماہ ۱۱ روز ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء

فتح سیر کا کام تمام کر کے سادات بارہ نے شاہزادہ ابوالبرکات کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھایا۔ لیکن بدقسمتی سے تھوڑے ہی دنوں میں تپ دق

سے اس نوجوان شاہزادے کو ہمیشہ کے لئے دنیا کے مخمصوں سے نجات دلادی۔

یہ بادشاہ ۷۔ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ کو بمقام دہلی رفیع الشان کے ہاں پیدا ہوا۔ اور ۱۹۔ رجب ۱۱۳۱ھ میں بیس برس ایک ماہ تیرہ روز کی عمر میں دنیا سے کوچ کر گیا۔

اس کے عہد میں نظامت کشمیر عنایت اللہ خان کے نام پر رہی۔ اور میر احمد خان نائب صوبہ بدستور حکمرانی کرتا رہا۔

## رفیع الشان ملقب شاہجہان ثانی

ایام حکومت ۳ ماہ ۲۷ روز ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء

یہ شاہزادہ ۵۔ ماہ صفر ۱۱۱۳ھ میں غزنی میں پیدا ہوا اور ۲۱۔ رجب ۱۱۳۱ھ کو سادات کی معاونت سے قلعہ دہلی میں تخت نشین ہوا۔ اور سر صفی خان قلعدار کی امداد سے عالمگیر کے بیٹے محمد اکبر کے لڑکا سلطان نیکوسیر قلعہ آگرہ میں تخت نشین ہو گیا۔ لیکن سید حسین شاہجہان ثانی کو ساتھ لیکر آگرہ پر حملہ آور ہوا۔ اور خونریزی کے بعد نیکوسیر کو شکست فاش دیکر قلعہ آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ نیکوسیر قید ہو گیا۔ موت نے اس بادشاہ کو بھی مہلت نہ دی اور ۳۔ ماہ ۲۷ روز کی جہانبانی کے بعد ۷ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۱ھ میں پندرہ برس کی عمر میں باجل طبعی داعی ناگہ اجل کو لبیک کہا۔

اس کے عہد میں بھی میر احمد خان بدستور عنایت اللہ خاں کی طرف سے نیابت صوبہ کشمیر کا کام سرانجام دیتا رہا۔

## ناصر الدین محمد شاہ غازی

ایام حکومت ۲۸ سال ۸ ماہ ۲۰ روز ۱۱۳۱ھ نہایت ۱۱۶۱ھ مطابق

سنہ ۱۱۳۱ھ لغایت سنہ ۱۱۶۱ھ

یہ بادشاہ ۲۳ سال ۵ ماہ ۲۳ ربیع الاول سنہ ۱۱۳۱ھ مطابق سنہ ۱۷۱۹ء کو بمقام غزنی جہانشاہ بن بہادر شاہ کے ہاں پیدا ہوا۔ اور اوائل ذیقعدہ سنہ ۱۱۶۱ھ مطابق سنہ ۱۷۴۸ء میں بمقام پانی سادات بارہ کے انتخاب سے زیب آرائے سریر سلطنت ہوا۔ تاریخ جلوس ۔۔۔۔ ظل رب ہے

بادشاہ کا اصل نام روشن اختر تھا۔ اپنی ماں نواب قدسیہ بیگم کے ہاں قید خانہ ہی میں پرورش پائی۔ بادشاہ ہو کر جب اس نے اپنا نام روشن اختر سے ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ رکھا تو قید خانہ سے نکلنے اور تخت پر بیٹھنے کے متعلق ایک شخص نے یہ برجستہ تاریخ کہی ؎

روشن اختر بود اکنون ماہ شد ۔۔۔ یوسف از زندان برآمد پادشاہ شد [۵۲]

جب اس نے تخت حکومت پر قدم رکھا تو اس کی عمر سترہ برس کی تھی۔ اور ملک فتنہ و فساد سے مملو تھا۔ البتہ اس کی ماں نے اچھی طرح اس کے ذہن نشین کر دیا تھا کہ سادات بارہ خود غرض اور احسان فراموش ہیں۔ چنانچہ در پردہ پہلے ہی سے وہ ان کی بیخکنی کے درپے ہو گیا۔ محمد شاہ کے اشارہ سے نظام الملک فتح جنگ نے دکن میں شورش برپا کر دی۔ اور بہت سے سادات بارہ جو اس علاقہ کے فرمانروا اور منصب دار تھے۔ مغلوب و مقتول کئے گئے۔ اس کی ہدایت کے لئے محمد شاہ بڑے جوش و خروش سے سید حسن علی خان کو ہمراہ لیکر روانہ دکن ہوا۔ راستہ میں محمد امین خان بخشی کے ایما سے میر حبیب رخان نے موقعہ پاکر سید حسن علی کا پیٹ چاک کر دیا۔ سید کے ہمراہیوں نے میر حبیب رخان کو تہ و بالا کر دیا۔ لیکن محمد امین بخشی کی فوج نے اتفاق محمد شاہ تمام سادات کو مغلوب و منکوب کر کے تباہ و ذلیل کر دیا۔ حبیب میر عبداللہ خان نے بھائی کا یہ حشر سنا تو امن سے نکل کر شاہ جہان آباد کے بڑھے اور سلطان ابراہیم کو قید سے نکال کر محمد شاہ کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ لیکن آخر کار گرفتار ہو کر سلطان ابراہیم

---

[۵۱] بقول مسیحی ۲۴ ربیع الاول۔

[۵۲] اس تاریخ میں ۱۱۳۱ھ سے زیادہ ہیں لیکن تاریخ ثبات حسب حال اور برمحل ہونے کی وجہ سے ۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۵ | ابوالبرکات خان ۲ سال | ۱۱۳۱ھ | ۱۱۳۳ھ |
| ۱۶ | آخوند خان | ۱۱۳۳ھ | ۱۱۳۴ھ |
| ۱۷ | میرسبحان | ۱۱۳۴ھ | ۱۱۳۵ھ |

نائب صوبہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۸ | ابوالبرکات خان ۲ سال | ۱۱۳۵ھ | ۱۱۳۷ھ |
| ۱۹ | مرزم خان | ۱۱۳۷ھ | ۱۱۳۸ھ |
| ۲۰ | ابوالبرکات خان ۲ سال | ۱۱۳۸ھ | ۱۱۴۰ھ |
| ۲۱ | دلیر خان ۲ سال ۸ ماہ | ۱۱۴۰ھ | ۱۱۴۳ھ |

نائب صوبہ

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۲ | ابوالبرکات خان ۲ سال | ۱۱۴۳ھ | ۱۱۴۵ھ |
| ۲۳ | جلیل الدین خان ۹ ماہ | ۱۱۴۵ھ | ۱۱۴۶ھ |
| ۲۴ | فخرالدولہ ۹ ماہ | ۱۱۴۶ھ | ۱۱۴۷ھ |
| ۲۵ | عنایت اللہ خان ثانی ۲ سال ۸ ماہ | ۱۱۴۷ھ | ۱۱۵۰ھ |
| ۲۶ | اسد یار خان ۲ سال | ۱۱۵۰ھ | ۱۱۵۲ھ |
| ۲۷ | ابوالمنصور خان ۲ سال ۸ ماہ | ۱۱۵۲ھ | ۱۱۵۵ھ |

## عنایت اللہ خاں صوبہ کشمیر

محمد شاہ نے سابقہ صوبہ عنایت اللہ خان کو بہ دستور حکومت کشمیر مرحمت کیا جس کی طرف سے سراندھ خان نائب صوبہ امور ملکی سرانجام دیتا رہا۔

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۲۸ | عنایت اللہ خان صوبہ ۲ سال ۸ ماہ | ۱۱۵۵ھ | ۱۱۵۸ھ |

سید احمد خان فوج میر کے زمانہ ۱۱۵۵ھ میں تین سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک کشمیر کی نیابت پر ممتاز رہا۔ تحقیقات جس کے انتقال کے بعد رفیع الدرجات اور رفیع الشان کی بڑے نام چند ماہ حکومت میں بھی وہ برابر اپنے عہدہ پر رہا۔ لیکن محمد شاہ کے زمانہ میں اس سے ابھی دو ماہ ہی بسر ہوئے تھے کہ ایک ایسا واقعہ عظیم پیش آگیا جس نے میر احمد خان کی تمام خدمات پر پانی پھیر دیا جس کی کیفیت یہ ہے کہ زمانہ سے استغلالی بعثتی رفیع الدرجات اور رفیع الشان کے

(۱۵) آنریمن ایک سال ۱۷۲۵ء سے ۱۷۲۶ء مطابق

(۱۶) امیر خان ۲ سال ۱۷۲۶ء سے ۱۷۲۸ء

نائب صوبہ

(۱۷) ابوالبرکات خان ۲ سال ۱۷۲۸ء سے ۱۷۳۰ء

(۱۸) ابوالبرکات خان ۳ سال ۱۷۳۰ء سے ۱۷۳۳ء

(۱۹) ابوالبرکات خان ۸ سال ۱۷۳۳ء سے ۱۷۴۱ء

(۲۰) دل دلیر خان ۲ سال ۸ ماہ ۱۷۴۱ء سے ۱۷۴۴ء

نائب صوبہ

(۲۱) ابوالبرکات خان ۲ سال ۱۷۴۳ء سے ۱۷۴۵ء

(۲۲) خلیل الدین خان ۹ ماہ ۱۷۴۵ء سے ۱۷۴۶ء

(۲۳) فخر الدولہ ۹ ماہ ۱۷۴۶ء سے ۱۷۴۷ء

(۲۴) حیدر خان عرف عنایت اللہ خان ثانی ۲ سال ۱۰ ماہ ۱۷۴۷ء سے ۱۷۵۰ء

(۲۵) سعد اللہ خان ۱۰ سال ۱۷۵۰ء سے ۱۷۶۰ء

(۲۶) ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ ۲ سال ۱۰ ماہ ۱۷۶۰ء سے ۱۷۶۳ء

عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر

احمد شاہ نے سابقہ صوبیدار عنایت اللہ خان کو معزول کر کے جس کی طرف سے میر احمد خان نائب صوبہ

میر احمد خان نائب صوبہ
۲ ماہ ۱۷۶۳ء مطابق ۱۱۷۶ھ

میر احمد خان فرخ سیر کے زمانہ سے کچھ زیادہ عرصہ تک کشمیر کا حاکم رہا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد رفیع الدرجات نام چند ماہ حکومت میں بھی وہ برابر اپنے عہدہ پر رہا تھا۔ اس لیے ابھی دو ماہ ہی گزرے تھے کہ پیش آگیا جس نے میر احمد خان کی تمام خدمات پر سے کر دیا۔ بے استقلالی بیتی رفیع الدرجات

کو اجداد کرام کے ساتھ ملائیں خواجہ عبد اللہ نے کہا کہ پہلے میر شاہور خان بخشی کے پاس جاکر عذر معذرت کرو پھر میں استقبال کے لئے جاؤنگا۔ جب محتوی خان میر بخشی کے گھر پہنچا تو وہ کسی بہانہ سے اٹھکر باہر گیا۔ اور باہر جاکر اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ چند محلوں سے لوگ جمع کرکے گوشوں میں چھپا دو۔ آپ پھر اندر آگیا جب محتوی خان رخصت ہونے لگا تو میر بخشی کے آدمیوں نے محتوی خان کے دو بیٹوں کو جو ظلم رسانی میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیا کرتے تھے نہایت عذاب و عقوبت سے قتل کیا۔ قاتلوں کی جماعت میں چونکہ شیعہ تھے جو محلہ چربیلی کے رہنے والے تھے۔ اس لئے اہل سنت کے ایک گروہ نے اُن کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ دو روز تک ہنگامہ جاری رہا۔ دو تین ہزار آدمی جن میں مغل کثرت سے تھے معہ زن و فرزند ہنگامہ جہالت کو دولت کی نذر ہو گئے۔ پھر یہ گروہ قاضی اور بخشی کے مکانوں پر گیا۔ قاضی تو بغیر الیاس کہیں بھاگ گیا اور بخشی کسی اور کے مکان میں جا چھپا۔

یہ شور و شر جاری تھا کہ سید اخر خان دیوان میوات نے بعض اور منصبداروں کے اتفاق سے بروز چہار شنبہ ۱۲۔ ماہ ذی قعدہ ۱۱۳۲ھ کو ملا محتوی خان کو قتل کرکے ملک کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائی۔ غرض اس دوران میں سنیوں نے شیعوں اور اہل تشیع نے اہل سنت کو قتل و غارت کیا اسی کشمکش میں مومن خان کشمیر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ محتوی خان مسجد میں بیٹھکر حکم احکام جاری کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو پابند اسلام بلکہ معد اسلام سمجھتا تھا۔ اس لئے شیخ الاسلام کا عہدہ بھی اس کے ساتھ منسوب تھا۔ جب مومن خان نے دیکھا کہ باوجود اس مفسد کے مرجانے کے ہنوز فتنہ و فساد جاری ہے اور اس کے حامیوں کی ایک کثیر جماعت موجود ہے تو اس نے مصلحت وقت سمجھکر اس کے بیٹے ملا شرف الدین کو اس کا جانشین کر دیا۔ مگر یہ بات شریف "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" کے مصداق نکلی۔ شرف الدین نے بھی ہندوؤں کی دل آزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اُن مسلمانوں سے بھی گن گن کر بدلے لئے جو اس کے باپ اور اس کی جماعت کے خلاف

تو شمن موجود ہے نیچے بیٹھا ہے تو پل ٹوٹا ہوا ہے۔ میر احمد نے یہ خبر لعنت و ذلت محتوی خان سے صلات حاصل کی۔ محتوی خان جوش و تکبر سے بھرا ہوا اہل ہنود کے مجلس میں کیا اور کوئی گھر ایسا نہ چھوڑا جسے لوٹا یا جلایا نہ ہو۔ مجلس رائے میر احمد کے مکان میں چھپا ہوا تھا۔ اس کو وہاں سے ذلت کے ساتھ نکالا اور کئی بے گناہوں کے ناک کان کاٹ ڈالے اور وہ باتیں کیں جو اسلام اور اخلاق اور قانون کے رو سے کسی مذہب اور کسی شخص کے ساتھ جائز نہیں ہیں۔ دوسرے دن میر احمد خان کو ہندوؤں کی حمایت اور مجلس رائے کی پناہ دینے کے الزام میں نیابت سے معزول کر کے خود کو کشمیر کا حاکم قرار دیا اور خطاب اپنا دیندار خان رکھا۔ پانچ مہینہ تک یہ سنگدل ملکی معاملات میں اجرا دیتا رہا۔ میر احمد خان کو گوشہ نشین کیا۔ اس زمانہ میں تاراد ڈاک اندریل کی لفیتیں تو موجود تھیں۔ دو تین مہینے کے بعد بادشاہ کو دہلی میں اس فتنہ و فساد کی خبر پہنچی۔ اس نے حکم دیا کہ مومن خان بخشی ثانی کو عنایت اللہ خان کا نائب بنا کر کشمیر بھیجا جائے۔ اور ہندوؤں کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے مالی امداد کے مراحم اور حسن سلوک کی دوا سے ان کے زخموں اور ان کی دلجاریوں کا اندمال کیا جائے اور اس شقی القلب کو سخت تنبیہ کی جائے۔ اور جب تک مومن خان وہاں نہ پہنچے عبد اللہ خان وہ بیدی نیابت کا کام کرے۔

عبد اللہ خان وہ بیدی نائب صوبہ ۵ ماہ ۱۲ روز سنہ ۱۱۴۲ھ تا سنہ ۱۱۴۳ھ

محتوی خان کا فساد عبد اللہ خان وہ بیدی کی کمزوریوں سے بھی فرو نہ ہو سکا بلکہ اس کے عہد میں محتوی خان نے محال صرف خاص پر بھی اپنا تصرف جما لیا اور باغی حد سے بڑھ کر لوٹ مار کرنے لگے۔

مومن خان نائب صوبہ ۱ ماہ ۲ روز سنہ ۱۱۴۳ھ مطابق ..... سنہ ۱۱۳۱ھ

اواخر شوال میں جب مومن خان کشمیر کے قریب پہنچا تو محتوی خان اپنے افعال سے شرمندہ ہو کر خواجہ عبد اللہ رئیس کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ آپ ایک جماعت معزز سادات کے شہر کی لیکر مومن خان کے استقبال کو جائیں۔ اور اس

کو اعزاز و اکرام کے ساتھ لائیں۔ خواجہ عبد اللہ نے کہا کہ پہلے میر شاہور خان بخشی کے پاس جاکر عذر معذرت کرو پھر میں استقبال کے لئے جاؤنگا۔ جب محتوی خان میر بخشی کے گھر پہنچا تو وہ کسی بہانہ سے اٹھکر باہر گیا۔ اور باہر جاکر اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ چند محلوں سے لوگ جمع کرکے گوشوں میں چھپا دو آپ پھر اندر آگیا جب محتوی خان رخصت ہونے لگا تو میر بخشی کے آدمیوں نے محتوی خان کے دو بیٹوں کو جو ظلم رسانی میں ہمیشہ اس کا ساتھ دیا کرتے تھے نہایت عذاب و عقوبت سے قتل کیا۔ قاتلوں کی جماعت میں چونکہ شیعہ تھے جو محلہ چربیلی کے رہنے والے تھے اس لئے اہل سنت کے ایک گروہ نے اُن کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ دو روز تک ہنگامہ جاری رہا۔ تین ہزار آدمی جن میں اہل کثرت سے تھے۔ معہ زن و فرزند ہنگامہ جہالت و غارت کی نذر ہو گئے۔ پھر یہ گروہ قاضی اور بخشی کے مکانوں پر گیا۔ قاضی شیر الیاس کہیں بھاگ گیا اور بخشی کسی اور کے مکان میں جا چھپا۔ یہ شور و شر جاری تھا کہ سید اظہر خان دیوان بیوتات نے بعض اور منصبداروں کے اتفاق سے بروز چہار شنبہ ۲۱۔ ماہ ذی قعدہ ۱۰۳۲ھ کو ملا محتوی خان کو قتل کرکے ملک کو اس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائی۔ غرض اس دوران میں شیعوں نے شیعوں اور اہل تشیع نے اہل سنت کو قتل و غارت کیا۔ کشمکش میں مومن خان کشمیر میں داخل ہو گیا۔ چونکہ محتوی خان مسجد میں بیٹھکر احکام جاری کرتا تھا۔ اور اپنے آپ کو پابند اسلام بلکہ عالم اسلام سمجھتا تھا۔ اس لئے شیخ الاسلام کا عہدہ بھی اس کے ساتھ منسوب تھا۔ جب مومن خان نے دیکھا کہ باوجود اس مفسد کے مرجانے کے ہنوز فتنہ و فساد جاری ہے اس کے حامیوں کی ایک کثیر جماعت موجود ہے تو اس نے مصلحت سمجھکر اس کے بیٹے ملا شرف الدین کو اس کا جانشین کر دیا۔ مگر یہ شریف "اگر پدر تنواند پسر تمام کند" کے مصداق نکلے۔ شرف الدین نے بھی ہندوؤں کی دل آزاری میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان مسلمانوں سے بن کر بدلے لئے جو اس کے باپ اور اس کی جماعت کے خلاف

تھے۔ عہد حکومت شیخ الاسلامی کی آڑ میں اس نے ہزاروں دلوں کو صدمے پہنچائے اور کئی گھر تباہ کئے۔ تشدد و فساد سے سر نکال عوام پر ظلم برداشت نہ کر سکے شورش سے یہاں تک غلبہ اختیار کیا کہ عنایت اللہ خان صوبیدار اور اس کے نائب مومن خان دونوں کو اپنے اپنے عہدوں سے استعفا دینا پڑا۔

محتوی خان اور اس کے بیٹے ملا شرف الدین نے کشمیر میں جو طوفان بے تمیزی مچایا۔

اس کا تھوڑا سا خاکہ اس زمانہ کے مشہور شاعر میر احسن اللہ خان عرف فصاحت خان نے اپنے چند شہر آشوب قصیدوں میں کھینچا ہے تذکرہ نویسوں کے درج ذیل کئے جاتے ہیں ؎

ماضی از قرب قیامت عمرہا کوتاہ شد ۔ باغباں از بیم آفت میوہ ہا را خام چید

دیگر ؎

ہر کہ فرمان نیز صحبت او داغ دل است ۔ لالہ داغ است کہ در صحبت نافرمان است

## عبد الصمد خان سیف الدولہ

سال ۵ ماہ ۱۱۳۳ھ سے ۱۱۳۷ھ

عبد الصمد خان نے نظامت کشمیر پر رقم ارضا حاصل کر کے عبد اللہ خان دیدیہ کو ۱۱۳۲ھ میں نائب صوبہ بنا کر قائم مقام بنایا لیکن اس سے انتظام صوبہ نہ ہو سکا اور تاریخ ماہ کے بعد ۱۱۳۳ھ کو عبد الصمد خان لشکر جرار ساتھ لیکر براہ لاہور محرم ۱۱۳۳ھ میں وارد خطہ ہوا۔ تاریخ۔ خرد چال آمد از لاہور۔

یہاں آکر اس نے حکمت عملیوں سے دام میں لا کر ملا شرف الدین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اسی طرح اس کے معتقدوں کو طرح طرح کے عذاب ہائے شدید سے راہ راست پر لے آیا۔ اس نے ایک دن میں ناچ کدل سے خواجہ یار بل تک قریب پچاس معتقدوں کو سولی پر چڑھایا جس سے تمام باغی اپنی اپنی جگہ دبک گئے۔ اور ان کی تمام سازشیں اور منصوبے ایک دم خاک میں مل گئے۔ مجملہ دیگر مظالم کے محتوی خان نے ہندوؤں اور منڈنوں کے لئے دستار یا ٹوپی گھوڑوں پر سوار ہونے۔ اچھا لباس پہننے حقہ پینے کی سخت ممانعت کر دی تھی۔

علاوہ ازیں ہندوؤں اور ہندوستان کے یتیموں کو تعلیم حاصل کرنے کی بھی سخت ممانعت تھی۔ عرصہ ڈیڑھ سال سے غریب ہندو بیکسی کی حالت میں ایسے ایسے کئی مظالم کا تختہ مشق ہو رہے تھے۔ عبدالصمد خان نے ان رکاوٹوں کو دور کر کے مظلوموں کے لئے آرام و آسائش کے دروازے کھول دیئے۔ چھ ماہ کے اندر تمام فسادات کی بیخ کنی کر کے اس نے نیابت ابوالبرکات خان اور عارف خان کے تفویض کر دی اور خود لاہور لوٹ گیا۔

ابوالبرکات خان و عارف خان نائب صوبہ
۷ ماہ ۱۱۳۴ھ سے ۱۷۲۲ء

شیخ سعدی فرما گئے ہیں۔ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند۔ اس ضرب المثل کو مدنظر رکھنے کے باوجود سیف الدولہ نے یہ کمال غلطی کی۔ کہ کشمیر میں بجائے ایک کے دو نائب بھیجے جن کے درمیان تھوڑے ہی دنوں کے بعد آتش حسد و کینہ بھڑک اٹھی دونوں کی باہمی مخاصمت سے انتظام صوبہ میں فرق آنے لگا۔ جس کی شکایت ناظم صوبہ کے پاس پہنچی۔ اس نے دونوں کو معزول کر دیا اور ان کی بجائے نجیب خان کو عنان نیابت سونپ دی۔ اس دوعملی کے زمانہ میں گرانی غلہ شروع ہو گئی +

نجیب خان نائب صوبہ
ایک سال ۱۱۳۵ھ سے ۱۷۲۳ء

۱۷۲۲ء میں چارج لیکر نجیب خان نے عدل و انصاف سے حکمرانی شروع کی اور ایک سال تک انتظام کرتا رہا۔ اس کے بعد عبدالصمد خان کی نظامت اختشام کو پہنچی اور بادشاہ نے اسے برطرف کر کے اعظم خان بہادر کو صوبہ کشمیر بنایا۔

۱۶ اعظم خان بہادر صوبہ کشمیر
ایک سال ۱۱۳۵ھ سے ۱۷۲۳ء تا

اعظم خان بہادر نے منصب صوبہ داری کا پروانہ حاصل کر کے سب سے پہلے عبداللہ خان دیوان کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن تربیاً اڑھائی ماہ کے بعد ۱۱۳۵ھ کے آغاز میں بذات خود رونق افروز کشمیر ہوا۔ اور امورات ملکی خود سرانجام دینے لگا۔ ناظم کے بعض کوتاہ اندیش رشتہ داروں کی بے اعتنائی اہلکاروں اور بدکردار یوں سے متصدیان دولت منحرف ہو گئے۔ اور انہوں نے

اعیان ملک سے اتفاق کر کے شورش برپا کر دی لیکن اعظم خان بہادر نے جلدی ہی حکومت عملی سے انہیں رام کر لیا۔

نائب ابوالبرکات خان کی نیابت سے قریب ڈیڑھ سال پہلے جو گرانی شروع تھی اعظم خان کے عہد میں اس سے بھی خوفناک صورت اختیار کر لی کہ غلہ بلال عیب ہو گیا۔ اخلص خدا فاقہ کشی سے قریب قریب کر گئی۔ آخر روپیہ کو ایک خروار شالی بکنے لگی۔ یہی حال دوسری جنس کا بھی تھا غلہ کا اس قحط کا زمانہ قریب ڈھائی سال تک پڑتا رہا۔ زور و شور سے ملک اور رعایا کی تباہی کر کے عنایت اللہ خان ۱۷۲۵ء میں ۱۱۳۷ھ میں قحط فرو ہوا۔ اس قحط عظیم سے بالجملہ اعظم خان قریب ایک سال تک نظامت کشمیر پر ممتاز رہ کر ۱۱۳۸ھ کو معزول ہو گیا۔

(۴) عنایت اللہ خان صوبہ کشمیر دوسری بار

ایک سال ۱۷۲۴ء / ۱۱۳۷ھ سے ۱۷۲۵ء / ۱۱۳۸ھ

۱۱۳۷ھ میں تیسری مرتبہ عنایت اللہ خان عروس ملک داری سے ہمکنار ہوا۔ اس نے فخر الدین خان کو نیابت صوبہ پر سرفراز کیا۔ اہل جانکاہ کو پشتوں سے ادائی مالگذاری معاف کر دیا۔ ایک سال تک بڑی قابلیت اور دانشمندی سے فرائض منصبی ادا کرتا رہا۔ جس کے انیسویں ۱۷۲۵ء میں عنایت اللہ خان کا انتقال ہو گیا اور محمد شاہ نے عقیدت خان بہادر کو صوبہ کشمیر مقرر کیا۔

(۵) عقیدت خان چھادس صوبہ کشمیر

۲ سال ۱۷۲۵ء / ۱۱۳۸ھ سے ۱۷۲۷ء / ۱۱۴۰ھ

۱۷۲۵ء میں عقیدت خان بہادر نے خان صوبہ داری ہائیں کی اس نے ابوالبرکات خان کو اپنا نائب مقرر کیا لیکن اس سے کام نہ چل سکا اور دو سال کے بعد ہی بدانتظامی کی شکایت بادشاہ کو پہنچیں۔ اس نے نائب کے ساتھ ہی ناظم صوبہ کو بھی معزول کر دیا اور صوبہ داری آغر خان کو دی۔

(۶) اغر خان صوبہ کشمیر

ایک سال ۱۷۲۷ء / ۱۱۴۰ھ سے ۱۷۲۸ء / ۱۱۴۱ھ

آغر خان نے کشمیر داخل ہو کر تقریباً چھ ماہ تک بڑے عدل و انصاف سے حکومت کی۔ لیکن اس کے بعد ہی طبیعت یک لخت پلٹ گئی۔ وہ جادۂ اعتدال سے منحرف ہو کر جور و ستم کرنے لگا۔ رعایا حاکم کے انداز قبیحہ کا تماشہ بن گئی۔ ابوالبرکات خان جو ابھی تک کشمیر ہی میں موجود تھا اس کے سدراہ ہوا۔ لیکن ناظم صوبہ نے اسے منسب پیشکاری عطا

کر کے اپنا خیر خواہ بنا لیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد کسی بہانہ سے گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ اور خود بے خوف ہو کر خلق خدا کو لوٹنے لگا کہیں تو فریب بازی اور حیلہ سازی سے مصادرہ اور جرمانہ اخذ کر لیتا اور کہیں زبردستی لوٹ مار مچا دیتا۔ نقد و جنس جو ہاتھ لگتا بٹیر اور بہمہ کر مضبوط کر جاتا مظلومان کشمیر نے کئی مرتبہ محمد شاہ کے پاس عرضیاں بھجوائیں۔ لیکن ذوالفقار الدولہ ظفر خان بخشی سوم جو بادشاہ کے حضور میں رہتا تھا۔ ناظم صوبہ کا سرپرست تھا۔ لوگوں کی چیخ پکار اور صوبہ کشمیر کے ظلم و ستم سے بادشاہ کو خبر تک نہ ہونے دی۔ یہاں تک کہ تنگ آ کر رعایا باغی ہو گئی۔ دو ماہ تک سخت شور و شر برپا رہا۔ لڑائی دنگہ اور خونریزی جاری رہی۔ اسی اثنا میں محمد شاہ کے وزیر اعظم نے ظفر خان بخشی کو جامع مسجد میں عوام کے روبرو جوتے لگائے اور سخت بے عزت کیا جس سے بخشی صاحب کو خیال ہوا کہ یہ مظلوم رعایا۔ یعنی کشمیر کی آہ کا اثر ہے جس نے اسے ایسا رسوا کیا ہے۔ اب اس نے تمام شکایتیں بادشاہ کے روبرو پیش کیں اور ناظم صوبہ کے نام عزل نامہ لکھوا لیا۔ ادھر رعایا نے کشمیر سے شکایتوں پر شکایتیں دیکر آغر خان کو بارہ مولہ پہنچا دیا تھا۔ ۱۳۔ ماہ رمضان ۱۱۴۱ھ کو وہیں شاہی پروانہ پہنچا جس کے پڑھتے ہی چپ چاپ ہندوستان کو روانہ ہو گیا۔

خواجہ اعظم صاحب مؤرخ تاریخ اعظمی اسی زمانہ میں ہوئے ہیں۔ علاوہ علم و فضیلت کے آپ صوفیائے کرام میں بھی شمار ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کی تاریخ اس پایہ قبولیت کو پہنچی ہے کہ اس کے مقابلہ میں سب تاریخیں ہیچ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جو واقعات ان کی کتاب میں درج ہیں۔ وہ اختراع اور مضمون سازی سے بہت کچھ بچے ہوئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب یہ پہلے پہل وارد خطہ ہوا تو اکثر اوقات ملاقات کے لئے خواجہ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا رہتا تھا اور بار ہا حسن عقیدت اور اخلاص مندی کے اظہار میں یہ شعر پڑھتا تھا اور اسی کے مطابق دو سال برابر سے نہیں

کا پہلا گیت ہے

الٰہی چہ چیز ہم آگہی چہ نسبت بخیر است خیر ہی

آنند خان کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ غزل اردو کی طرز اور ہے ؎

بچشم ابروئے نگار قسم بیخم تیغ آبدار قسم

خط او آیت ہدایت شد بسر صحف عذار قسم

کار شمشیر ہست کند ابرو بعلی ذوالفقار قسم

دیدہ غیر تیر نے بینند یک قسم صد قسم ہزار قسم

## (۷) امیر خان صوبہ کشمیر

۲ سال ۷ ماہ ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۹ء سے ۱۱۴۸ھ / ۱۷۳۵ء

آنند خان کی معزولی کے بعد ۱۱۴۱ھ میں امیر خان ناظم کشمیر مقرر ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے ابوالبرکات خان کو نیابت بخشی۔

| | |
|---|---|
| ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار سوم ۲ سال ۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۹ء سے ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۱ء | ابوالبرکات خان نے نیابت کشمیر پر ممتاز ہو کر کشمیر پہنچنے تک جلیل الدین خان کو اپنا قائم مقام رکھا۔ چند ماہ کے بعد ۱۱۴۲ھ میں خود بھی یہاں آگیا اور دو سال تک حکومت ملک پر مقتدر رہ کر ۱۱۴۳ھ میں احترام خان کے لئے جگہ خالی کر گیا۔ |
| احترام خان نائب صوبہ ۶ ماہ ۱۱۴۳ھ / ۱۷۳۱ء سے ۱۱۴۴ھ / ۱۷۳۲ء | اس کے عہد میں گرانی غلہ کی سخت شدت ہوئی۔ اور لوگ اس کے پاس فریادی آئے کہ غلہ تو بکثرت موجود ہے لیکن غلہ داروں نے گراں فروشی کی نیت سے سلہ آبپار رکھا ہے۔ احترام خان نے تا عاقبت اندیشی سے حکم دیدیا کہ اگر ایسا ہے تو غلہ جہاں دیکھو زبردستی لے جاؤ۔ اب کیا تھا لوگوں نے غلہ داروں پر لوٹ مچا دی اور کئی غلہ داروں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ فضیلت خان داروغہ عدالت اور محمد اشرف خان مفتی کو جنہوں نے گرانی غلہ کی اصلاح کرنے میں سعی کی تھی مفسدوں نے گرفتار کر لیا۔ اور مسجد جامع میں لیجا کر ذبح نہیں قتل کر دیا۔ ابوالبرکات خان کو احترام خان کی کوتہ اندیشی پر سخت افسوس ہوا۔ ایسی اثنا میں جمعہ کے دن احترام خان ادائے نماز کے لئے مسجد |

جامع گیا لیکن ابوالبرکات خان خانقاہ معلے کی نماز میں شامل ہوا اور عید تک نائب کے ہمراہ نہ گیا۔ اس بات پر احترام خان کا شک اور بھی بڑھ گیا اور وہ صبح ہی سے بھاری جمعیت کے ساتھ مکر ابوالبرکات خان پر حملہ آور ہو گیا۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ تلواریں کھنچ گئیں۔ خلاف توقع اہالیان شہر ابوالبرکات خان کی امداد پر مستعد ہو گئے۔ اور احترام خان کو جان بچانی بھی مشکل ہو گئی۔ وہ ہندوستان کی طرف بھاگ گیا۔ جب امیر خان ناظم صوبہ کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے احترام خان کو چھ ماہ کی نیابت کے بعد معزول کر کے ابوالبرکات خان کو مستقل قائم مقام بنا دیا۔

**ابوالبرکات خان نائب صوبہ بار چہارم**
**۵ سال ۱۱۴۳ھ سے ۱۱۴۸ھ**

چوتھی مرتبہ ۱۷۳۰ء میں ابوالبرکات خان نائب صوبہ بنا۔ اسی سال راجہ جسونت خان والئے مظفر آباد نے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ اور علاقہ کامراج میں داخل ہو کر اس نے تاخت و تاراج شروع کر دی۔ نائب صوبہ شاہی فوج لیکر سرکشوں کی سرکوبی کے لئے موضع گنگل پہنچا۔ رات کو غنیم گھات سے نکلا اور شاہی فوج پر حملہ آور ہو گیا۔ کشت و خون اور جدال و قتال کا ہنگامہ شروع ہو گیا۔ شاہ آباد کے نامدار ملک کا بیٹا مختار ملک اور اور بہت سے کشمیری سردار مارے گئے۔ جس سے نظامت کی فوج میں ابتری پھیل گئی لیکن ابوالبرکات خان بڑی جوانمردی اور عالی ہمتی سے پاؤں جمائے رہا۔ آخر کئی لڑائیوں اور بہت سی خونریزی کے بعد نوبت صلح پر پہنچی اور نائب صوبہ ناکام ہو کر مراجعت پذیر ہوا۔

اسی روز جبکہ بمقام گنگل کشمیریوں پر قیامت برپا ہو رہی تھی۔ پہر روز گذرے خانقاہ معلے کا سقف بالاخیر آگ سے بھڑک اٹھا۔ اور دو اڑھائی گھنٹہ کے اندر تمام خانقاہ جلکر زمین سے لگ گئی۔ دوسرے سال ۱۱۴۶ھ میں ابوالبرکات نے اسے از سر نو تعمیر کر دیا۔ ... تاریخ گفتہ ابوالبرکات

اس کے بعد دو سالہ امن و امان سے گذر گئے۔ آخر امیر خان کی نظامت موقوف ہو گئی +

## (۳۰) دل دلیر خاں صوبہ کشمیر

۲ سال ۱ ماہ ۱۱۴۸ھ سے ۱۱۵۱ھ

دل دلیر خان ہانی پت کا باشندہ اور شاہجہان کے رشتہ داروں میں سے تھا۔ اس نے ۱۷۳۵ء میں نظامت کشمیر حاصل کر کے ابوالبرکات خان کو بدستور اپنا نائب اور قائم مقام رکھا۔ خود بھی اس نے کئی مرتبہ کشمیر آنیکا ارادہ کیا لیکن لاہور سے آگے نہ بڑھ سکا۔

ابوالبرکات خان نائب صوبہ پانچویں
۲ سال ۱۱۴۸ھ سے ۱۱۵۰ھ

دل دلیر خان کی نظامت شروع ہوتے ہی بارش اس شدت سے شروع ہوگئی کہ مسلسل روز تک ایک تار جاری رہی جس کے طوفان سے ایک طلاطم پیدا ہوگیا۔ ہزاروں مکان بہ گئے بیشمار مویشی تلف ہو گئے۔ اور ایک مہینہ تک مکانوں کے صحن اور میدانوں میں پانی جمع رہا۔ اسی سال دوسری ذیقعدہ کو شدید زلزلہ آیا۔ اور کئی مکان گر گئے۔ ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔ یہ شور قیامت تین ماہ تک برپا رہا۔ ہر روز رات دن میں کئی مرتبہ زلزلہ آتے رہے۔ لیکن پہلے جیسے شدید نہ تھے۔ زلزلہ کی تاریخ اس فقرہ سے نکلتی ہے۔ اِنْبَلَی الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا ۱۱۴۸ھ

دوسرے سال ۱۷۳۶ء میں سیف خان والئے مظفر آباد نے پھر شورش برپا کی۔ نائب صوبہ نے میر جعفر کشت کو بے شمار فوج دیکر اس کی مدافعت کے لئے مامور کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمام قوم بمبہ کو مطیع و منقاد کر لیا لیکن جب واپس سری نگر پہنچا تو ابوالبرکات خان نے اس کی خدمات کی چنداں داد نہ دی جس سے میر جعفر کے دل میں کدورت پیدا ہوگئی اور اس نے دوبارہ قوم بمبہ کو ورغلا کر پھر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ ابوالبرکات خان نے دوبارہ میر جعفر کشت ہی کو اس مہم کے سر کرنے کے لئے مقرر کیا اور بہت سے منصب دار ساتھ دیکر اسے پرانہ بارہ مولہ روانہ کر دیا۔ میر کشت جب بارہ مولہ پہنچا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کر کے واپسی کی ٹھیرائی۔ اور وہیں سے لوٹ آیا۔ اہالیان شہر کو اپنے

شامل کرکے نائب کی بیخکنی کے درپے ہوگیا۔
غرہ ماہ رجب ۱۱۴۷ھ میں شہر کے پل کاٹ دیئے اور بغاوت کا جھنڈا
کرکے لوٹ مار مچانے لگا۔ ابوالبرکات خان بھی لڑائی کو نکلا اور اس
طرف شہر میں آگ لگادی جس سے قریب بیس ہزار گھر جل گئے
مہینے تک یہ جنگ وجدل بڑے جوش وخروش سے جاری رہا۔ اس
میں بہت سی آتش زدگیاں ہوتی رہیں۔ جن سے نصف سے زیادہ شہر
ہا۔ آخر کار میر جعفر کنٹ نے ابوالبرکات خان کے عمزادہ امانت خان
سے رابطہ اتحاد مستحکم کرلیا۔ اور پونچھ کے چوہدری عبدالرزاق سے کمک لیکر
صوبہ پر حملہ آور ہوگیا۔ ۱۴ محرم ۱۱۵۰ھ کو خونریز لڑائی ہوئی جس میں ابوالبرکات
ہم ہوکر لاہور بھاگ گیا۔ عوام نے اس کا گھر بار لوٹ کر حوالہ آتش کردیا
ومتاع جہاں کہیں غارت کرکے لے گئے۔ اس حادثہ پر دل دلیر خان
بادگار خان کے بھائی جلیل الدین خان کو نیابت صوبگی پر سرافراز کیا۔

جلیل الدین خان نائب صوبہ
۱۱۵۰ھ سے ۱۱۵۱ھ

اس کے عہد میں بھی میر جعفر کنٹ اور اس کے
ہمراہی فساد سے باز نہ آئے اور ہمیشہ غلہ داری
لوٹنے سے لوگوں کو لوٹنے لگے۔ اس کے علاوہ یا یا جب السلام نے
قاسم منقلی کی قتل سے بقیا۔ شیوہ اسلاف کو چھوڑ کر بہرزہ گردی پر کمر
لی۔ اس نے علاقہ اوڑ نگی پورہ کے ایک صاحب جیشیت تہیہ ارتحمد مراز
سے شادی کی تھی۔ اتفاقاً محمد مراد مرگیا۔ اور اس کی تمام جائداد کا مالک یا یا
سلام بنگیا۔ دنوں ہی میں دولتمندی کے نشہ نے اس پر سخوست اور عیاشی
کردی۔ اسی اثناء میں خیالی منصوبوں کی تکمیل کے لئے میر محمد جعفر کنٹ
موافقت پیدا کرلیا۔ لیکن جب اس جانبدیدہ سے پائی نا مراد
سری کی پوپائی تو چکے سے اس کا کام تمام کردیا۔ الغرض میر جعفر وغیرہ
دل کی کوششیں ناکام رہیں اور تمام ملک میں بدامنی اور بے چینی
ہی جس کے فرو کرنے میں نائب صوبہ قاصر رہا اور اس نے تمام
محمد شاہ کی خدمت میں لکھ بھیجے اور خود مستعفی ہوگیا۔ اتفاقاً انہی دنوں

۱ دلیر خان بھی مرگیا اور نظامت کشمیر بھر الدولہ کے تفویض ہوئی۔

(۹) فخر الدولہ صوبہ کشمیر

۹ ماہ ۔ ۱۷۳۹ء/۱۱۵۲ھ سے

یہ ناظم روشن الدولہ کا بھائی تھا۔ اس نے نظامت کشمیر پر اختیار حاصل کرکے قاضی خان کو اپنا نائب بنایا۔ مگر جموں سے ہی عرصہ کے بعد اخیر سال ۱۷۳۹ء میں خود بھی وارد خطہ ہوگیا۔ کچھ عرصہ تک فتنہ پردازوں اور مفسدوں کا قلع و قمع کرکے نظم و نسق ملک میں مصروف رہا۔ لیکن بعد میں لوگوں کو خلہ داری اور بغاوت کے بہانہ سے سخت تکلیف پہنچانے لگا۔ چنانچہ محمد فاروق خان کو خلہ داری کی تہمت لگاکر عوام کے ہاتھ سے مروا ڈالا۔ اسی طرح جلیل الدین خان اور قاضی خان وغیرہ کئی ایک آدمیوں سے مصادرہ کیا۔ انہیں زندان میں بھجوا دیا۔ اس کے بعد میر جعفر جو سرحد کا مزاج میں بدستور شور و فساد کر رہا تھا مورد عتاب ہوا۔ ناظم نے فوج کشی کرکے اس کی کمر ہمت توڑ دی۔ یہاں تک کہ وہ بھاگ کر علاقہ کہو نامہ میں جہاں اس کی موروثی زراعت اور زمینداری تھی چلا گیا۔ فخر الدولہ بھی ۹ ماہ کے بعد نظامت کے بوجھ سے سبکدوش ہوگیا۔

(۱۰) عنایت اللہ خان ثانی صوبہ کشمیر

۲ سال ۵ ماہ ۱۷۳۹ء/۱۱۵۲ھ سے ۱۷۴۲ء/۱۱۵۴ھ تک

یہ شخص میرا نے عنایت اللہ خان ناظم کشمیر کا بیٹا تھا اصلی نام اس کا عطیہ اللہ خان تھا۔ باپ کی وفات پر بادشاہ نے عنایت اللہ خان کا خطاب دیکر باپ کے منصب اور جاگیر پر سرافراز کر دیا۔ ۱۷۳۹ء میں فخر الدولہ کے بعد نظامت کشمیر پر مقتدر ہوا۔ اس نے عصام الدین خان کو نائب بنا کر کشمیر بھجوایا۔ لیکن فخر الدولہ نے جو ابھی تک کشمیر ہی میں تھا اسے جیل صوبہ بھیجکر سازش کے الزام میں ماخوذ کر لیے

فریب دیکر قید کر لیا۔ اور اس سے بہت سا روپیہ بطور جرمانہ وصول کر کے قاضی خان کو قائم مقام چھوڑ کر خود دہلی چلا گیا۔ اس کے بعد عصام الدین خان نے قاضی خان کو پس پا کر کے حکومت خود سنبھال لی۔ اس کے بعد جلد ہی ایک سال ۱۱۵۱ھ میں ہندوستان پر حملہ آور ہوا جب لاہور پہنچا تو فخر الدولہ نے اس کے وزیروں اور مشیروں سے رابطہ اخلاص بہم پہنچا کر نادر شاہ سے اپنے نام پر نظامت کشمیر کا حکم حاصل کر لیا۔ اور بہاڑی قوم کی ایک بڑی جماعت فراہم کر کے ماہ محرم ۱۱۵۲ھ میں کشمیر آ گیا۔ اور نادر شاہ کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرنے لگا لیکن عوام نے ایرانی بادشاہ کی سلطنت تسلیم کرنے میں ناراضگی ظاہر کی۔ اور شور و شر برپا ہو گیا۔ چالیس روز تک یہ فتنہ قائم رہا۔ اسی اثنا میں پانی پت کی لڑائی کے بعد جب محمد شاہ کی نادر شاہ سے صلح ہو گئی۔ اور صوبہ کشمیر بدستور شاہان مغلیہ کے دست تصرف میں رہا۔ اور یہاں کی نظامت بھی مثل سابق عنایت اللہ خان ثانی کے نام پر رہی تو اہالیان کشمیر نے اتفاق کر کے فخر الدولہ کو شہر سے نکال دیا لیکن وہ کینہ جو بمقام ہفت چنار جا مقیم ہوا۔ اس نے موقعہ پا کر اطراف سری نگر میں آگ لگا دی اور تاخت و تاراج کر کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ دو مہینہ تک یہ حالت رہی۔ آخر عوام کی مخالفت سے فخر الدولہ تنگ آ گیا۔ اور میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد ابو البرکات خان نے عنایت اللہ خان ثانی سے منصب نیابت حاصل کر کے کشمیر کی راہ لی۔ تین مہینہ بعد جب نادر شاہ کی آدمکشی سے فراغت ہو گئی تو عنایت اللہ خان خود بھی ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ میں وارد خطہ ہوا اور باتفاق ابو البرکات خان پانچ مہینہ تک انتظام ملک داری میں مصروف رہا۔ حتے الامکان نصفت شعاری اور معدلت گستری سے رعایا پروری کرتا رہا۔ متمردوں اور سرکشوں کا بھی اس نے قلع و قمع کر دیا۔ مشائخ وقت کی خدمت اور علماء و فضلاء

کی قدردانی سے تھوڑی سی حکومت میں عوام کی نگاہ میں اس نے کافی عزت حاصل کر لی۔ آخر الامر ابوالبرکات نے مفسدوں کے اغوا سے عنایت اللہ خان سے روگردانی اختیار کر لی۔ ایک دن نماز جمعہ کے بعد مسجد جامع کے باہر فریقین میں لڑائی شروع ہو گئی اس موقعہ پر ابوالبرکات خاں کے دیرینہ رسوخ اور شہرت نے عنایت اللہ خان کو مغلوب و منکوب کر دیا۔ دوسرے دن پھر بمقام عیدگاہ فریقین میں مقابلہ ہوا اس مرتبہ بھی ناظم صاحب شکست کھا کر شہر میں جا چھپا۔ اس کا لڑکا خلعت خان سوپور کی طرف بھاگ گیا۔ اور ابوالبرکات خود مختار حکومت کرنے لگا۔ اڑھائی ماہ کے بعد خلعت خان نے بیبت خان بمبہ کے بیٹے سے کمک لیکر کشمیر پر چڑھائی کر دی۔ بتاریخ ماہ شعبان ۱۰۵۳ھ میں بمقام ہارہ ترٹ ابوالبرکات خان اور خلعت خان میں سخت لڑائی ہوئی جس میں اول الذکر کو شکست ہوئی اور وہ میدان سے بھاگ گیا۔ عنایت اللہ خان محل اختفا سے باہر نکلا۔ اور سیٹھ کی معاونت سے مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ ابوالبرکات خان پونچھ جا پہنچا اور عبدالرزاق چوہدری کے لڑکوں محمد زمان اور محمد ولی کی امداد لیکر کشمیر پر چڑھ آیا۔ عنایت اللہ خان خواب غفلت ہی میں ڈوبا رہا تھا کہ مخالف دلنہ نار کے راستے دودوسری نگر میں داخل ہو گئے۔ اب خلعت اللہ خان بھی فوج لیکر ہفت چنار کے نزدیک جا پہنچا۔ اور غنیم سے دوبدو ہوا۔ لیکن لڑائی شروع بھی نہ ہونے پائی تھی کہ خلعت خان کی فوج مخالف سے جا ملی۔ اور اس بیچارے کو مایوس بھاگنا پڑا۔ ۱۹۔ ماہ شوال ۱۰۵۳ھ کو ابوالبرکات خان منصور سری نگر داخل ہو گیا۔ عنایت اللہ خان مقابلہ کو نکلا آدھی رات تک لڑتا رہا لیکن تمام ملک کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہ چل سکی اور اسے بھی سب بیٹے کی طرح روپوش ہونا اختیار کرنا پڑا۔ خام پور کے راستے سوپور پہنچا اور وہاں سے خلعت خان کو ساتھ لیکر راجہ محمود خان بمبہ کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے معہ اس کی فوج کے پھر کشمیر آ گیا۔ اور علاقہ کامراج میں لوٹ مار مچانے لگا۔ دو تین ماہ تک یہ فتنہ و فساد قائم رہا۔ آخر ماہ صفر ۱۰۵۴ھ میں

پونچھ والوں کی خواہش سے سری نگر آگیا۔ محمد دلی اور محمد زمان دونوں اس کے استقبال کے لئے گئے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ اسے شہر میں لے آئے۔ آدھی رات کے وقت محمد دلی کے اشارے سے دیبا رام نے اس کو قتل کر کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔

(۱۱) اسد یار خان صوبہ کشمیر

۴۔ سال ۱۱۵۴ھ / ۱۷۴۱ء عنایت ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء

عنایت اللہ خان کے انتقال کے بعد دو تین ماہ تک ابوالبرکات خان آزادانہ حکومت کرتا رہا۔ اسی اثناء میں محمد شاہ کی طرف سے اسد یار خان صوبہ کشمیر مقرر ہو کر آیا۔ اس نے بھی ابوالبرکات خان کا زور و شور دیکھ کر اس کی تبدیلی کا حوصلہ نہ کیا اور اسے بدستور اپنی قائم مقامی کا پروانہ بھجوا دیا پونچھ والے جن کی معاونت سے ابوالبرکات خان کو یہ منصب حاصل ہوا تھا اب جادۂ اعتدال سے باہر ہو گئے۔ نائب ناظم کو اپنا آلہ دہ خیال کر کے دست تعدی دراز کرنے لگے۔ ابوالبرکات بھی ان کی زیادتیوں سے دانت پیس رہا تھا لیکن ان سے اس کی کچھ پیش نہ چل سکتی تھی تاہم اس نے حکمت عملی سے ان لوگوں کو شہر سے نکال دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد پھر یہ لوگ استعداد کلی حاصل کر کے داخل شہر ہو گئے۔ لیکن ابوالبرکات خان نے شہر والوں کی معاونت سے انہیں پھر شہر بدر کر دیا۔ لیکن انہوں نے بیرون شہر بھی استقامت پا کر لڑائی شروع کر دی آخر الامر بروز جمعہ ماہ شوال ۱۱۵۵ھ کو وقت آخر شب اپنے لوگ قلعہ حاصل کر کے ابوالبرکات کے مکان میں آ گھسے۔ اتفاقاً اس وقت ابوالبرکات خان خانقاہ معلی کی زیارت اور مورچہ بندی کے ملاحظہ کے لئے گھر سے نکلا ہوا تھا انہوں نے مایوس ہو کر لوٹ مچا دی۔ اہل خانہ بہزار دقت جان سلامت لیکر نکلے۔ اسی اثناء میں جب ابوالبرکات خان کو اطلاع ہوئی تو وہ بھی اپنے ہمراہی جمع کر کے آ گیا اور دروازہ روک کر کھڑا ہو گیا کہ دشمن باہر نہ نکل سکیں ابوالبرکات کا تعاقب اچھا تھا تین روز کے بعد محمد دلی محمد زمان اور دیبا رام

تینوں مفسد امن کے دام تزویر میں اسیر ہو کر گرفتار ہو گئے۔ ۱۶ ماہ شوال ۱۱۵۲ھ کو اس نے انہیں قتل کر دیا۔ تین روز تک اہل پرگنہ پر قتل عام جاری رہا۔ جو کوئی ملتا کوتوالی میں لیجا کر پھانسی دیا جاتا۔ اسی طرح قریب پانچ سو گوجر قتل کئے گئے جس سے ابوالبرکات کی معاونت کا حق اور عنایت اللہ کے قتل کا قصاص بطریق احسن پورا ہو گیا تاریخ ہوئی ؎

خرد شمال فسنل ہمہ گوجران بگفتا سزائے بدطینتیاں

اس کارروائی کے صلہ میں ابوالبرکات خان کو محمد شاہ سے حضور سے بہادری کا خطاب ملا۔

اس کے بعد وہ کچھ عرصہ تک امن و امان سے بخوف و خطر حکومت کرتا رہا۔ ۱۱۵۶ھ میں دم دار ستارہ نمودار ہوا۔ جو مشرقی عقائد کے رو سے آفات ناگہانی کا پیش خیمہ متصور ہوتا ہے۔ اس کے بعد جلد ہی مفروضہ علامات بھی ظاہر ہونے لگیں۔ پہلے تو ابوالبرکات خان نائب صوبہ کسی شدید مرض میں مبتلا ہو گیا۔ پھر شکر اللہ بیگ کے پوتے بیر اللہ بیگ نے جو ابوالبرکات کے خاص پروردوں سے تھانہ داری کا مزاج پر متین تھا۔ حق نمک فراموش کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ابوالبرکات خان اپنی بیعت میں مبتلا تھا۔ اس کا تدارک نہ کر سکا جس سے اس کو بڑی تقویت ہو گئی یہاں تک کہ وہ کوہ نمک مظفر آباد اور پونچھ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شامل کر کے کشمیر کے شہر و دیہات میں آگ لگاتا اور بے دریغ شرکش لوگوں کا مال و اسباب اور ننگ و ناموس برباد کرتے ہوئے دلی کمک سے لڑنے کو سرینگر آ پہنچا۔ یہاں اس نے اہل تشیع سے موافقت پیدا کر لی اور انہیں اہل سنت کے مظالم یاد دلا کر فتنہ و فساد پر آمادہ کر دیا۔ اب سنیوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم ہونے لگے۔ ابوالبرکات خان یہاں سے ہٹ۔ بیر اللہ بیگ کا مزاج کی طرف بھاگ گیا۔ ابوالبرکات خان نے اس کا تعاقب تو نہ کیا۔ لیکن اس کے معاونوں کی گوشمالی کے لئے کم عقلی اور کوتہ اندیشی سے خانقاہ بڈی پل پر حملہ کر کے اہل تشیع پر سخت ناراضگی

ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ کو نظامت کشمیر پر متعین کر دیا۔ اس مرتبہ ابوالبرکات خان بہادر نے چار سال تک اسد یار خان کی نیابت میں حکومت کشمیر کی۔

## ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ صوبہ کشمیر

۲ سال ۸ ماہ ۲۰ روز سنہ ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء بغایت سنہ ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء

۱۱۵۸ھ میں صفدر جنگ نے نظامت کشمیر پر اقتدار پا کر اپنی جانب سے جان نثار خان بہادر شیر جنگ کو منصب نیابت پر سرفراز کر کے کشمیر بھجوایا۔

| جان نثار خان بہادر شیر جنگ نائب صوبہ ۲ ماہ | سنہ ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء سے | سنہ ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء |
|---|---|---|

اس نے کشمیر پہنچکر میدان عید گاہ میں رخت اقامت ڈالا۔ پہلے تو اس نے ابوالبرکات خان کو مخالفوں کی قید سے نکالکر بادشاہ کی خدمت میں بھجوایا اور پھر باغیوں اور سرکشوں کو حکمت عملی سے شہر و دیہات سے اخراج کر کے محبوس کر لیا۔ ان کے سرغنہ عبداللہ خان کو جو نئے ناظم کے آمد کی خبر سنکر کامراج کی طرف بھاگ گیا تھا۔ اس نے پاشمالیت و مدارا جلا کر اور اپنی ملازمت سے سربلند کر کے مشمول عنایات کر دیا۔ لیکن بعد میں فتنہ پردازی اور کینہ دری کی پاداش میں ملاقات کے موقعہ پر غافلانہ قتل کر دیا۔ اور سر اس کا بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ چھ ماہ کے اندر اندر جان نثار خان نے تمام فتنہ و فساد کو بیخ و بن سے نکالکر ملک کو صاف کر دیا اور خود مرجع خلائق بن گیا۔

ابوالبرکات خان دلی پہنچکر صرف ایک دو ماہ زندہ رہا۔ اور ۲ ماہ بقید ۱۱۵۹ھ کو دنیا سے کوچ کر گیا۔ ہر چند یہ شخص صاحب فطرت و سردست مدبر اور منصف مزاج تھا لیکن غرض نفسانی کے موقعہ پر ضوابط ملک داری کا لحاظ بھی نہ رکھتا تھا۔ ملازموں۔ اہلکاروں اور متعلقوں کی خورد و برد خیانت اور دست بُرد کو مشاہدہ بھی کر کے چشم پوشی کر جاتا تھا۔ خصوصاً آخری ایام میں جبکہ اس کا ستارہ عروج برج زوال میں آ گیا۔ تو اس کی ساری عقل جاتی

جیسا کہ شیعوں کی لوث میں ظاہر ہوا بجائے اس کے کہ دشمنوں کے
بڑھتی کو شمالی کا تدارک کرتا۔ اس نے ناحق ایک متقی فرقہ کے دل
میدہ کر کے اپنے آپ کو بے اعتبار بنا لیا۔ جس نے جلد ہی اسے
کھلا کر حکومت سے علیحدہ کر دیا۔ خوشنویس اعلیٰ درجہ کا تھا۔ املا اور انشا
زی میں یگانہ دہر اور شعر گوئی میں بھی بہرہ وافی رکھتا تھا اور شعراء و مشائخ
تعظیم و تکریم بھی بدل و جان کرتا تھا۔ ذیل کے اشعار اسی کے
ستادہیں ؎

صوفی سخن تازہ در آئین دارم — سرشتہ خطے زیارہ دیرین دارم
از طرز کلام من شکر مے ریزد — فرہاد بیا کہ حرف شیریں دارم۔

سیاسب بیگ خان نائب صوبہ
کشمیر ۱۰ ماہ ۲۴ روز سنہ ۱۰۴۶ھ تا سنہ ۱۰۴۷ھ

۱۰۴۶ھ میں افراسیاب بیگ خان تا
صوبہ مقرر ہو کر آیا۔ اس کا دور حکومت
ے درپے حوادثات سے مملو ہے۔ دو سال سے کشمیر میں جو بدامنی
ل رہی تھی اور بغض و عناد اور شور و فساد کا بازار جو گرم تھا۔ اس نے رعایا کو
ی شبینہ کا بھی محتاج کر دیا۔ اسباب، کشاورزی، مال مویشی اور غلہ اور محاصل
تی سب بیر اللہ خان کے پنجۂ تصرف میں آچکے تھے۔ اس کے علاوہ
شورہ شر کے زمانہ میں رعایا بھی کاروبار دنیاوی ترک کر کے فتنہ پردازی
بغض و انگیزی میں مصروف رہی ریاضت اول اور تاراج کے بیم و ہراس
ی مجبوراً کام کاج سے پہلوتہی کرتی رہی۔ خدا خدا کر کے جان نثار کی
ن نثاری سے کچھ عرصہ سے اس بدامنی اور بے چینی کو دور کر دیا۔
زمینداری کاشتکاری اور زراعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس پر سات
ون میں متواتر بارشوں سے ان کی ساری محنت دریا برد کر دی فصل
ہر رہا۔ ادھر غلہ داروں نے رکھا رکھا غلہ دبا رکھا اور سخت گرانی شروع
ئی۔ روز بروز اس کی شدت بڑھنے لگی اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ
ب روپیہ کو دو سیر غلہ بھی ہاتھ نہ آتا۔ فاقہ کشی سے لوگ اس قدر مرنے
گے کہ ان کی لاشیں سمیٹنا بھی مشکل ہو گئیں۔ کفن تو دستیاب ہی نہ ہوتا۔

گھاس میں لپیٹ کر مردے دفن کرتے یا دریا میں ڈال دیتے۔ جس سے پانی متعفن ہو گیا تھوڑے دنوں کے بعد اتنی ہمت بھی کسی کو نہ رہی مردے جہاں کے تہاں پڑے رہتے کتے بلیاں۔ کوے گدھ وغیرہ جانور گوشت کھا کر دفن کرنے والوں کے فرائض ادا کر دیتے۔ ماں۔ باپ بچوں کو ناشتہ بنا کر شدت گرسنگی رفع کرتے۔ ہزاروں بچے لڑکے لڑکیاں۔ روزمرہ فروخت ہوتے اور دو دو تین تین سکہ سے زیادہ مول نہ پا سکتے۔ اس آتش قہر الٰہی میں قریب ایک تہائی آبادی طعمۂ اجل ہو گئی۔ دوسری تہائی جلاوطن ہو گئی۔ اور تیسرا حصہ سخت مصائب جھیلکر بچے رہا۔ سات ماہ کامل یہی زور و شور رہا۔ آخر نئے فصل نے خدا کی عنایت کے دروازے کھول دیئے۔ انہیں دنوں میں خواجہ علاؤالدین نقشبندی المعروف خواجہ مزاد اور حاجی عتیق اللہ قادری تارتی نے عوام کے شور و واویلا پر شورش برپا کر دی۔ اور غلہ داروں پر تاخت و تاراج مچا کر ان کا مال و متاع اور گھر بار ویران کر دیا۔ افراسیاب بیگ نے ان کی ہدایت کے لئے فوج بھیجی جس نے محلہ ڈبینہ کدل میں جہاں مفسدوں کا ہجوم تھا ان پر تلوار چلانی شروع کی۔ ہزاروں مکان جلا دیئے۔ حاجی عتیق اللہ اور اس کے سارے ہمراہی ہلاک کئے گئے اور وہ روپوش ہو گیا۔ دوسرے دن نائب ناظم نے مصالحت کا سلسلہ چھیڑا اور خواجہ علاؤالدین نقشبندی اور بعض دیگر سربرآوردہ اصحاب کو دربار میں بلایا اسی اثنا میں حاجی عتیق اللہ بھی گرفتار ہو گیا۔ افراسیاب بیگ نے خواجہ صاحب کو سیاست قائم رکھنے کے لئے اس کے ہمراہیوں سمیت بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ اور ساتھ ہی میر بہاؤالدین قادری اور خواجہ ہاشم وہ بیدی کو بھی جن کا اس ہنگامہ سے کوئی تعلق نہ تھا گرفتار کر کے دہلی بھجوا دیا۔ حاجی عتیق اللہ کو جو نائب ناظم سے درشتی اور سخت کلامی کے ساتھ پیش آیا تھا قتل کرا دیا۔

انہیں دنوں میں مرحوم ابوالبرکات خان کا داماد میر عمر کو جو اپنے نانا مختشم بیگ کے ہاں موضع میر پنگنہ کماوہ پارہ پناہ گزین تھا۔

عادہ اعتدال سے باہر ہوا اس نے چند اوباشوں کو اکٹھا کر کے اسلام آباد کے تھانیدار کو قتل کر دیا۔ افراسیاب بیگ نے اس کی گوشمالی کے لئے فوج بھیجوائی جس نے محتشم بیگ اور اس کے لڑکوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا لیکن میر عمر بھاگ کر کشتواڑ چلا گیا۔ اس شور و شر کے فرو کرنے میں بھی رعایا کو سخت آزار پہنچا۔ تاریخ اس واقعہ کی دو قہر مردم کشمیر ہے۔"

دوسرے سال ۱۱۶۰ھ میں قحط نے پھر منہ دکھایا۔ سات آٹھ روپیہ کو خروار شالی بکنے لگی۔ انہیں دنوں میں دوسری جمادی الاول ۱۱۶۱ھ کو طوفان باد شروع ہوا جس سے ہزاروں درخت گر گئے۔ اور لوگوں کا بڑا نقصان ہوا۔ گرد و غبار سے تمام عالم پر سیاہی چھا گئی۔ اور ایسا اندھیرا ہوا کہ لوگوں نے دن دہاڑے چراغ روشن کر لئے۔ کوئی بیس دن بعد موسلا دھار بارش شروع ہوئی اور سیلاب برپا ہو گیا جس سے قریب بیس ہزار مکان بہ گئے لیکن خلاف معمول اس "طغیان پانی" نے قحط کی آفت رفع کر دی۔

اسی سال ۱۰ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو نادر شاہ آدھی رات کے وقت قوم قزلباش اور افشار کی سازش سے اپنے ہی خدمتگاروں کے ہاتھ سے مقتول ہو گیا۔ احمد شاہ ابدالی نے جو نادر شاہ کے مصاحبوں میں سے تھا۔ اپنی قوم کے چار پانچ ہزار آدمی لیکر پہلے نادر شاہ کے خزانوں کی خبر لی اور پھر عنان حکومت ہاتھ میں لیکر اس کی سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اور ربط و ضبط ممالک میں مصروف ہوا تمام مقبوضات میں معتمد بھیجے۔ کرنا در شاہ کی ساری سلطنت کا مالک بن گیا۔ منجملہ ان کے احمد شاہ کے ایک ناظم سردار جہان خان بامیزی نے جو صوبہ پشاور کی نظامت پر مامور ہوا افراسیاب بیگ سے سیر کشمیر کی اجازت چاہی۔ افراسیاب بیگ نے اس کی درخواست کو بکمال خوشی منظور کر لیا لیکن سردار جہان خان نہ تو کشمیر آیا اور نہ اس نے نائب ناظم کو کوئی مزید جواب دیا

جب اہالیان کشمیر نے احمد شاہ ابدالی کی تخت نشینی کا حال سنا تو
اُن کے لئے نئے سر دردی کا دوسرا ڈنگ نکل آیا انہوں نے احمد شاہ
ابدالی درانی کو لکھ بھیجا کہ آپ کشمیر کے لئے کوئی اپنا ناظم مقرر کر کے بھیجو ہم
ہم لوگ بغیر لڑائی جھگڑے کے ناظم حال کو اس کے حوالہ کر دیں گے۔ اتفاقاً
یہ عریضہ افراسیاب بیگ کے ہاتھ لگ گیا اس نے مصلحت وقت کے
لحاظ سے اور کوئی کاروائی تو نہ کی۔ مگر اس تحریر کو امرائے کشمیر کے
روبرو ڈال دیا اس وقت تو سب خاموش ہو گئے۔ لیکن انہیں تاشب
ناظم کی بدگمانی کا خیال پیدا ہو گیا اور اب وہ اندر ہی اندر پہلے سے بھی
زیادہ اس کی مخالفت پر مستعد ہو گئے۔ اسی قیل و قال کے درمیان ۱۱۷۱ھ
میں عصمت اللہ خان بھرا ہی محدث خان پسر دوئم محتوی خان مرحوم
بتسادر سے تین چار ہزار سوار ساتھ لیکر براہ توسہ میدان وارد خطہ ہوا۔
افراسیاب بیگ میر مقیم اور خواجہ ظہیر وغیرہ منصب داروں کو ہمراہ
لیکر غنیم کے مقابلہ کو نکلا۔ کریو وغیرہ اوڈر پر فریقین میں لڑائی شروع
ہو گئی۔ اگرچہ پاسندگان کشمیر خصوصاً سرداران دولت اکثر عصمت اللہ خان
کے مددگار اور معاون تھے۔ لیکن قضا و قدر نے کسی کی بھی پیش نہ
چلنے دی۔ افراسیاب بیگ ہر سہ فتحیاب ہو گیا۔ تاہم اعیان
سری نگر نے عصمت اللہ خان کی دلجمعی کی اور اسے مزید کوشش پر
آمادہ کر دیا اور وہ ہزیمت سے لوٹ کر سری نگر کی طرف بڑھا۔ موضع شالہ
بٹنگ سے دریائے جہلم پار کر کے موضع آبشار کے باغ
میں آ پہنچا۔ افراسیاب بیگ کو جب اطلاع ہوئی تو وہ بھی فوج لیکر
خواجہ موسیٰ کے باغ میں آ گیا اور پھر افواج اقاعنہ سے محاربہ و مقابلہ
شروع کر دیا۔ لیکن اب کے افراسیاب بیگ کو پیٹھ دکھانی پڑی اور
عصمت اللہ خان کوس ظفر پیکر سجا کر سری نگر میں داخل ہو گیا۔ جب محلہ
نوسہرہ میں پہنچا تو کسی شہر پناہ توڑہ سپاہی نے جو دیوار کی آڑ بنا کر باغ میں
چھپا ہوا تھا۔ سوراخ دیوار سے عصمت اللہ خان کا نشانہ کر کے ایک

ہی گولی سے اس کا کام تمام کر دیا۔ خواجہ جلال اپنے مقتول رفیق کا سر کاٹ کر بارہ مولہ کو نکل گیا لیکن افراسیاب بیگ نے اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا باقی فوج بھی کچھ تو جانیں لیکر بھاگ نکلی اور کچھ افراسیاب کی تیغ بُران کی نذر ہو گئی۔ محدث خان جو جنگ چیرہ اوڈر سے بھاگ کر اور جہ کدل کو آگ لگا کر اپنے مکان میں آ بیٹھا تھا عصمت اللہ خان کے قتل ہونے پر خواجہ خلیر کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ پھر وہاں سے بھاگ کر ہندوستان کو نکل گیا۔ عصمت اللہ خان کی لاش مقتل ہی میں سورہ کے راستہ پر مدفون ہوئی اور افراسیاب بیگ کو خدا نے ایسی حالت میں اپنی قدرت کاملہ کا تماشہ دکھا کر مظفر و منصور سری نگر میں پہنچا دیا۔ اس واقعہ کی تاریخ جان محمد بیگ سامی نے اس طرح قلمبند کی ہے ؎

تاریخ چنیں واقعہ سیکر دبیان — بالتنبیہ بلیغ ایں اعجبخوان

از خطہ کشمیر شد فوج پٹھان — اسپ و زر و نقد و سلحہ ماند دران ۱۱۶۱ھ

اس کے بعد جلدی ہی ۲۰ ماہ ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ میں محمد شاہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا احمد شاہ گدی نشین ہوا جس سے محمد شاہ کے وقت کی نظامت کشمیر بھی ختم ہو گئی۔

## محمد ابو النصر مجاہد الدین احمد شاہ

ایام حکومت ۶ برس ۳ ماہ ۳ روز ۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء

مطابق ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ ہجری

محمد ابو نصر مجاہد الدین ۲۷ ربیع الثانی ۱۱۳۵ھ کو سہ شنبہ کے دن بمقام دلی پیدا ہوا۔ اور واقعہ ۱ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو پانی پت میں تخت نشین ہوا۔ شجاع اور بہادر تھا ایام شاہزادگی میں اس نے بمقام سرہند فوجی لڑائی کے بعد احمد شاہ ابدالی پر تمایاں فتح حاصل کی اور یہ آخری فتح تھی جو شاہان مغلیہ میں سے اس بادشاہ کو نصیب ہوئی۔ اسے

اپنے وزیر سے شکر رنجی ہوئی جس کے باعث دربار شاہی میں مدام
بار پانا
اس کی سخت توہین کے چھٹے سال ۱۷۵۳ء میں آقا قلیخان صوبہ کشمیر کے
عہد میں ابوالبرکات خان کے بیٹے ابوالقاسم نے میر مقیم کنٹ نائب صوبہ
سے جنگ و جدل شروع کر دی اور اسے منہزم کر کے حکومت ملک
پر خود قابض ہو گیا۔ اسی اثنا میں میر مقیم کنٹ اور خواجہ ظہیر نے احمد شاہ ابدالی
کو تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا جس نے ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۶ھ میں عبداللہ خان ایشک
آقاسی کو کشمیر بھیجکر صوبہ مذکور کو بھی اپنے مقبوضات میں شامل کر لیا جس سے
حکومت ملک شاہان چغتائی کے ہاتھ سے نکل کر افاغنہ
کے ہاتھ آگئی۔

صوبیدار جو احمد شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ ۵ سال۔ از روز ۱۷۴۷ء لغایت ۱۷۵۲ء
مطابق ۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۶ھ ہجری

نائب صوبہ

(الف) فراسیاب بیگ خان ۴ سال ۸ ماہ۔ از روز ۱۷۴۷ء لغایت ۱۷۵۲ء
مطابق ۱۱۶۱ھ سے ۱۱۶۵ھ ہجری

(ب) احمد علی خان ۲ ماہ ۱۷۵۲ء سے ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۵ھ

(ج) ملک حسن ایرانی ۲ ماہ " " ۱۷۵۳ء " " سے
۱۱۶۶ھ ہجری

(د) آقا قلی خان ۵ ماہ ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۶ھ

نائب صوبہ

(الف) میر مقیم کنٹ ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۶ھ

ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ صوبہ کشمیر

۵ سال ۱۰ روز ۱۷۴۷ء / ۱۱۶۱ھ سے ۱۷۵۲ء / ۱۱۶۶ھ

محمد شاہ کے انتقال پر احمد شاہ نے بھی صفدر جنگ ہی کو الوزارت

کا پروانہ عطا کیا۔ جس سے افرا

افراسیاب بیگ نائب صوبہ
۴ سال ۱۰ ماہ ۱۰ روز ۱۱۶۲ھ سے ۱۱۶۷ھ

افراسیاب بیگ

عہد میں متواتر حادثات کا سفاید لرکے
نیابت کلی حاصل کر چکا تھا۔ اب مہام ملکی کے اندرونی معاملات کے
انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ سردار جہان خان ناظم پشاور عصمت اللہ خان
کے قتل کے بعد ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح افراسیاب
سے انتقام لے۔ دوبارہ فوج کشی کرنے کی جرأت تو نہ کر سکا۔ لیکن
اس نے طالب علی خان کو درپردہ ہمراز بنا کر اس کے قتل پر آمادہ
کر دیا۔ اس بدکیش نے باوجود اس کے کہ افراسیاب سے قرابتی رشتہ
بھی رکھتا تھا۔ اسے زہر دیکر مار ڈالا۔ حضرت بل کے متصل دفن کیا
گیا۔ لوح مزار پر یہ رباعی کندہ ہے ؎

نواب بہادر و فلک قدر — زیں دار فنا چو روئے برتافت
جبریل ز غیب گفت بہ بہ — زیر قدم رسول جا یافت

احمد علی خان نائب صوبہ
۲ ماہ ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۳ء

احمد علی خان افراسیاب کا بیٹا کشمیری
حرم کے بطن سے تھا۔ باپ کے انتقال پر
ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے نیابت صوبہ اسی کے سپرد کر دی
چونکہ یہ کم سن تھا۔ اس لئے اس کا گارڈین اور معاون ملک حسن ایرانی
مقرر ہوا۔ ملک حسن ابوالمنصور کے معتمدوں میں سے تھا۔ اس
لئے اسے احمد علی خان کی ماتحتی گوارا نہ ہوئی۔ اندر ہی اندر جلنے لگا۔
ایک دن باپ کی فاتحہ خوانی کے لئے احمد علی حضرت بل جا رہا تھا
کہ ملک حسن نے آقا باقر اور حسن علی ایلچی کی معاونت سے آثار مبارک
کے دروازے پر اسے گرفتار کر لیا اور ملاحوں کے ہاتھ سے
قتل کروا ڈالا۔ لاش سر پیٹ کر لاکر مٹی کے نیچے چھپا
دی۔

اپنے وزیر سے شکر رنجی ہوئی۔ معصوم کو یعنی احمد شاہ خان کا کام تمام کر کے
ملک حسین نیابت خود سنبھال بیٹھا۔ لیکن
بدستور برقرار رہتا۔
اس کی تخت نشینی ہی اپنی نیت کا بدلنا گیا۔ اور دو ماہ کے اندر ہی
اندر خواجہ ظہیر دیدہ مری کی ترغیب سے معزول کیا گیا۔ خواجہ
ظہیر جو افراسیاب کے عہد میں صاحب کار اور مدار المہام کے
تیسرے رتبہ پر ممتاز تھا۔ میدان خالی پا کر نیابت پر خود قابض ہو گیا۔ لیکن
اعیان ملک نے اس کی حکومت کو ناپسند کیا۔ اور احمد شاہ
چغتائی کے پاس نئے صوبیدار کی تقرری کے لئے
درخواست بھیجی۔ جہاں سے آلقلی خان صوبیداری کے
لئے منتخب ہوا۔

(۲) آلقلی خان صوبہ کشمیر

۱۱۶۵ھ سے ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۵ھ سے ۱۷۵۳ء

آلقلی خان نے نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے میر مقیم
کنٹ کو نائب اور قائم مقام بنایا۔ خواجہ ظہیر اپنی جلاوت طبع سے
خود بخود مدار المہام بنگیا۔ اور امورات ملکی باتفاق نائب سر انجام دینے
لگا۔ میر مقیم رفاہیت خلق اور آسودگی رعایا کے لئے ہمیشہ ساعی رہا۔
لیکن اس نے جنگی اخراجات کی زیادتی محسوس کر کے بہت سے
سپاہیوں کو معزول کر دیا اور باقیوں کی تنخواہیں بھی کم کر دیں جس سے
فوج بے دل ہو گئی۔ قریباً پانچ ماہ کے بعد ابوالبرکات خان
کے بیٹے ابوالقاسم نے جو آوارہ و پریشان محلہ قلاش پورہ میں
بیٹھا تھا۔ بعض منصب داروں کے اغوا سے معزول
شدہ سپاہیوں کو جمع کر لیا۔ اور کافی جمعیت بہم پہنچا کر یا سنبھے
تو دش ہوا۔ اپنے بھائی زین الدین خان کو اس نے ترکدل کے راستے
پر مامور کیا اور خود نالہ بار کے راستے محلہ دیدہ مری میر
کے مکان پر حملہ آور ہو گیا اس کے گھر بار کو آگ لگا کر مال و اسباب

کیا۔ دوران حملہ میں یہ شعر اس کی زبان پر تھا ؎

بعد ازیں دست من و دامان کوہ بیستون
وارث فرہاد منم از دعوئے خود چون

میر مقیم تاب مقاومت نہ دیکھکر علاقہ کہوٹا کی طرف بھاگ گیا خواجہ ظہیر بھی روپوش ہوگیا۔ اور ابوالقاسم مسند حکومت پر جا بیٹھا اس کے بعد میر مقیم نے قوم سمبہ کے آدمی فراہم کر کے علم مقابل کھڑا کیا لیکن ابوالقاسم حکمت عملی سے مصالحت کر کے اسے شہر میں لے آیا۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی صوبہ کشمیر شاہان دہلی کے قبضہ اقتدار سے نکل گیا۔ اور ابوالقاسم نے خود مرحکومت کی بنیاد ڈال دی۔ اسی اثنار میں جب احمد شاہ ابدالی بقصد تسخیر ہندوستان لاہور مقیم تھا۔ تو میر مقیم کشمی اور خواجہ ظہیر دیدہ مرہی سے کہ بوجہ خصومت و عداوت اسے تسخیر کشمیر پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس نے ۱۷۵۳ء مطابق ۱۱۶۵ھ کو عبداللہ خان ایشک اقاصی کو پندرہ ہزار جریدہ سپاہ ساتھ دیکر کشمیر بھجوایا۔ ایشک اقاصی جب راجوری پہنچا۔ تو ابوالقاسم خان نے سید محمد عابد کو بطور وکیل اس کے پاس بھجوایا۔ اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ تعلیمندی پیش کش کرنے کا اقرار کیا۔ ایشک اقاصی وہیں ٹھیر گیا اور نذرانہ مذکور کے پہنچنے کا انتظار دو ماہ کامل کرتا رہا۔ اسی اثنار میں ابوالقاسم نے خواجہ ظہیر کو قید خانہ سے بلا کر سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو بھی مدفون نہ کرنے دیا۔ تاریخ وفات۔ ظہیر گل ۱۱۶۵ھ

ایشک اقاصی جب انتظار بسیار متوجہ دیار کشمیر ہوا۔ ۱۷۵۴ء میں قصبہ شوپیان میں وارد ہو کر خیام زن ہوا۔ بمقام مذکور نعمت محمد سے جنگ و جدل شروع

ہوگیا۔ پندرہ روز تک آتش کارزار مشتعل رہی۔ آخر الامر ابوالقاسم کا سپہ سالار گل خان جنبر بی عبداللہ خان ایشک اقاصی سے لگیا اور قاسم بے حوصلہ ہوکر میدان سے بھاگ نکلا۔ لیکن گرفتار ہوگیا۔ ایشک اقاصی ہراجیت کے وقت اسے اپنے ہمراہ کابل لے گیا۔ جہاں اپنی حسن لیاقت اور قابلیت کے باعث وہ بادشاہ کا مقبول نظر ہوگیا کچھ عرصہ بعد وہاں سے ہندوستان آگیا۔ جہاں اس کا انتقال ہوگیا۔ اس نے صرف تین ماہ حکومت کشمیر کی۔ اور اسی عرصہ میں سلطنت ملک ایک خاندان سے نکلکر دوسرے خاندان کو دے گیا۔ ابوالقاسم خان بڑا عالی ہمت اور صاحب حوصلہ تھا۔ اور اگر بعض امیر احمد شاہ ابدالی کو حملہ کشمیر پر آمادہ نہ کرتے۔ تو تاریخ کشمیر کے اگلے صفحوں میں دوسرا ہی نقشہ دکھائی دیتا۔ اسے شعر و سخن کا بھی شوق تھا۔ صافی تخلص تھا۔ یہ رباعی اسی کی طبعزاد ہے ؎

بر رخ تو عارضت خط ریحان نوشتہ اند
یا بوستان گرد گلستان نوشتہ اند
نوشت ہیچ من کسے اوصاف زلف تو
جملہ نوشتہ لیک پریشان نوشتہ اند

# اورنگ ششم

## دور حکومت شاہان افاغنہ

از ابتدائے سنہ ۱۷۵۳ء الغایت سنہ ۱۸۱۹ء مطابق سنہ ۱۱۶۶ الغایت سنہ ۱۲۳۴ ہجری

پرسیدم از خرابی گلشن زباغبان  افغاں کشید و گفت کہ افغاں خراب کرد

اس خاندان کے بانی احمد شاہ ابدالی کی زندگی کے حالات بھی کارخانہ قدرت الٰہی کی پیچیدگیوں کا اعلےٰ ترین عقدہ ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر حیرت انگیز معما اس کے آقا نادر شاہ کی زندگی کا ہے جسکی سرپرستی نے احمد شاہ کو شاہان افاغنہ کی حکومت کا بانی بنایا۔ چونکہ ہمیں اس اورنگ سے ایسا ذہنی تعلق نہیں اس لئے اس کے ابتدائی حالات سے اغماض کر کے صرف وہی حالات قلمبند کئے جاتے ہیں جنکی اس اورنگ میں ضرورت ہے۔ احمد شاہ ابدالی محمد آفاق خاں بن عبداللہ خاں بن حیات سلطان کا بیٹا قوم سدوزئی المشہور ابدالی تھا۔ اسکے جد امجد پہلے ملتان واقعہ پنجاب میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے دادا عبداللہ خاں نے مع اپنی قوم کے سنہ ۱۱۲۹ھ میں ملتان سے ہجرت اختیار کر کے علاقہ ہرات میں بود و باش اختیار کر لی۔ وہاں بھی اس قوم کے قریب ساٹھ گھر پہلے سے آباد تھے۔ عبداللہ خاں ذاتی شجاعت اور دلیری کے باعث ساری قوم کا سرگروہ اور سرغنہ بن گیا اور اس نے ایسا عروج حاصل کر لیا کہ اپنے علاقہ کا خود مختار حاکم شمار ہونے لگا۔ کئی مرتبہ اس نے حاکمان ہرات کے برخلاف بغاوت کر کے شجاعت اور جلادت کے جوہر دکھائے۔ کچھ عرصہ تک مخالفوں کے ہاتھ میں قید بھی رہا۔ اور آخر کار زمان خاں والئے ہرات کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اسکے بیٹے نے بحیثیت مجموعی اس دامان کی زندگی بسر کی جب نادر شاہ تسخیر خراسان کے بعد ہرات پہنچا تو اس کا پوتا احمد خاں ابدالی شاہی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ ذاتی جوہر اور حسن اوضاع و اطوار سے اس نے نادر شاہ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اس کے خواصوں اور مقربوں میں داخل ہو گیا۔ اور بہر وقت بادشاہ کا

ہمرکاب رہتے لگا۔ نادر شاہ کو اس کی چال ڈھال ایسی پسند خاطر ہوئی کہ وہ بارہا کہا کرتا تھا کہ من در ایران و توران و ہندوستان ہیچ کسے مثل احمد خاں نیک محضر ندیدم" ایک دن اس کے متعلق نادر شاہ نے پیشین گوئی کی اور اسے مخاطب کر کے کہا۔ "اے احمد خاں این سخن یاد داری کہ بعد از من مالک ایں سلطنت تو باشی در آن وقت حقوق نعمت من یاد داری و فرزندان مرا در کنف حمایت خود نگہداری" چنانچہ ایسا ہی ہوا کیونکہ جب نادر شاہ مارا گیا تو اس کے لڑکوں میں سلطنت کے قابل کوئی بھی نہ تھا۔ اور احمد خاں نے میدان خالی پاکر فوراً تخت حکومت پر قبضہ کر لیا اور احمد خاں سے احمد شاہ بن گیا۔ نادر شاہ کی تمام فتوحات جو شہ اقتدار میں سے آیا ہندوستان پر بھی اس نے کئی حملے کئے اور وہ سرور چ پایا کہ العالمگیر کہلتا ہوں میں شمار ہونے لگا۔ ۱۷۵۲ء مطابق ۱۱۶۶ ہجری میں میر منعم کنٹ اور خواجہ ظہیر دیدہ مری کی ترغیب سے جس کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اس نے عبداللہ خاں اپنک افغانی کے ذریعہ کشمیر کو بھی فتح کر کے تمام دیرینہ انتظام کو درہم برہم کر دیا۔

قریب چھیاسٹھ سال تک کشمیر میں افاغنہ حکومت رہی۔ اس عرصہ میں جملہ کشمیر طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنا رہا۔ جس قدر صوبیدار کشمیر میں آئے تقریباً سب کے سب یہاں کی آب و ہوا سے متاثر ہو کر خود مختار بنتے گئے۔ آج ایک صوبیدار مقرر ہوا کل وہ باغی ہو گیا اس کی سرکوبی کے لئے دوسرا سردار آرہا ہے۔ جب اس نے کچھ دن کاٹے تو وہ بھی سرکش ہو گیا اب اس کے رام کرنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ جب تک کابل میں امن قائم رہا اور والی بادشاہ آئے دن تازہ تازہ مہمات بھیج کر کشمیر کو تہ و بالا کرتے رہے آخر جب وہاں بھی خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں اور محمود شاہ نے زمان شاہ کو گرفتار کر کے فتنہ و فساد کی بنیاد قائم کر دی۔ تو ان لوگوں کو اپنی پڑ گئی اور کشمیر کی حالت بگڑنے لگی ایسی حالت میں سلطنت کا استحکام کیسے ممکن تھا۔ کابل کی وہ حالت تھی ادھر وزیر فتح محمد خاں نے یہاں کی ابتریوں کو دور کرنے کے لئے ۱۲۲۹ ہجری میں مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب سے امداد لے کر کشمیر پر فوج کشی کر دی۔ اس کارروائی نے انتظام کشمیر کو بالکل بدل دیا۔ درحقیقت اسی امداد نے کشمیر کو مسلمانوں کے ہاتھ سے

ہمیشہ کے لئے نکال دیا کیونکہ وزیر صاحب نے اُس کے عوض ہمارا موصوف کو آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کیا تھا اور جب دوسرے سال سردار محمد عظیم خاں نے باہمی کشمکش کے باعث خراج دینا بند کر دیا تو والئے پنجاب کو بھی موقع مل گیا۔ فوراً فوج لے کر چڑھ آیا۔ اس سال تو ناکام ہی رہا لیکن ۱۷۶۹ء ۱۱۸۳ھ میں پنڈت بیربل کی ترغیب سے اُس نے پھر لشکر کشی کی سپہ سالار مصر دیوان چند نے داخل کشمیر ہو کر ملک کو تہ و بالا کر دیا اور حکومت ملک مسلمانوں کے ہاتھ سے چھین کر سکھوں کے ہاتھ میں دے دی۔

## شجرہ نسب

احمد شاہ ابدالی

| | | | |
|---|---|---|---|
| محمد شاہ | سلیمان شاہ | سکندر شاہ | پیر محمد |

ہمایوں محمد شاہ زمان شاہ عباس شاہ شجاع الملک شاہ پور فیروز شاہ
شہزادہ کامران شاہ شجاع الملک

# احمد شاہ ابدالی

ایام حکومت ۱۹ سال ۹ ماہ ۲۷ روز سنہ ۱۷۵۳ء لغایت سنہ ۱۷۷۲ء
مطابق سنہ ۱۱۶۶ھ لغایت سنہ ۱۱۸۶ ہجری

۱۰ جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۶ھ مطابق سنہ ۱۷۵۳ء میں نادر شاہ کے قتل کے بعد احمد خاں عنان حکومت ہاتھ میں لے کر احمد شاہ ابدالی کے نام سے مشہور ہوا۔ سلطنت مغلیہ کی کمزوری اور افغانوں کی فتوحات کا حال سنکر بعض امرائے کشمیر نے احمد شاہ سے سازباز کرنا شروع کیا۔ ابدالی کے پاس اپنے آدمی بھیجنے اور مغلوں کی کمزوری کی وجہ سے جو فتنہ و فساد اُٹھنے والا تھا۔ اس کی طرف اس کو توجہ دلائی۔ پہلے پہل سنہ ۱۷۴۸ء میں محمد شاہ خاں کشمیری سردار جہان خاں بابیتہی ناظم پشاور کے سپہ سالار عصمت اللہ خاں کو بھیجا یا۔ اس کے بعد ابوالقاسم خاں

کی زیادتیوں سے تنگ آکر میر معظم کشمیر اور خواجہ ظہیر دیدہ مری نے خط و کتابت کر کے احمد شاہ کو دوبارہ فوج کشی کرنے پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ اس نے لاہور سے عبداللہ خاں ایشک آقاسی کو کشمیر بھجوایا جس نے ابوالقاسم کو گرفتار کر کے ۱۷۵۲ء میں کشمیر میں حکومت افاغنہ کی بنیاد ڈالی۔ مگر کرپارام نے اہل کشمیر کے دلوں میں تدمور رانا افغانوں کے جور و تعدی کا جو بیم و ہراس بٹھا دیا تھا مغلوں کی بے پروا حکومت نے اسے بالکل دور کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے پٹھانوں کو بھی مغل ہی خیال کر کے دعوت کشمیر دی لیکن ایشک آقاسی نے وارد کشمیر ہو کر زوالیہ کے مظالم از سر نو تازہ کر دیئے اور انہیں یاد دلا دیا کہ مغلوں کی حکومت ان کے حق میں کیسی مفید تھی مگر خیر عافیت کسے وامد کہ بعیبے گرفتار آید۔ ایشک آقاسی خلق خدا کو طرح طرح کے عذاب شدید پہنچا کر انہیں کفران نعمت کا مزا چکھانے لگا۔ جلیل القدر کوہ ہے کی سختیوں سے چھڑوا کر مارڈالا۔ قاضی خاں سے ایک لاکھ روپیہ معاوضہ لیا۔ سپر ہی اس کے بیٹے کو ایسا عذاب دیا کہ بیچارہ تنگ آکر دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ پیرا نے شاہی خزائن و دفائن اور مال و اسباب تو فاتح عبداللہ کے لئے شیر مادر ہی تھے اس نے تمام رعایا پر لوٹ مار مچا دی۔ جور و ستم ظلم و تعدی کا وہ تازیانہ برسایا اور مذرانہ غرض جس طرح ممکن ہوا اس نے غریب رعایا کو لوٹنے میں کوئی فرق نہ رکھا۔ تمام ملک میں شور و واویلا برپا ہو گیا۔ ملا احمد اس واقعہ کو ان درد انگیز الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

شد زنے لغہ کوچہ فریاد — حرف افغان ہر دمیان افتاد
شور افغاں چہ بشنوم بے تیل — یاد م آید ز صور اسرافیل
بس کہ ہر شور کار افغان است — شور محشر دیار افغان است
ایں زماں خاصہ گوشہ کشمیر — شد ز افغان چو نے ہ نالہ پیر
خواست تا کیں مین میناز نگ — چو دل سنگ شود ز افغان تنگ
داشت دور از تصرف چشتہ — بے سر و از تصرف چشتہ
کرد بر وے مسلط افغاں را — بود ایں گل زمیں سلیماں را
شد ز دیواں کنوں سراسر باغ

www.maktabah.org

ناگہاں چو بلائے دامنگیر شاہ قاسمی رسید در کشمیر الخ

القصہ عبد اللہ خاں ایشک آقاسی باپنج ماہ چوبیس روز تک میر مقیم کنٹ کی رہنمائی سے جو روہنما کا بازار گرم رکھ کر عبد اللہ خاں کابلی کو منصب صوبیداری اور سوکھ جیون مل کو انتظام صاحب کاری سپرد کر کے خود بمرافقت میر مقیم ابو القاسم اور چند دیگر اعیان ملک ایک کروڑ روپیہ نقد وجنس کے ساتھ واپس چلا گیا۔ خواجہ عبد اللہ خاں کابلی نے ایشک آقاسی کی مراجعت پر ۱۶۵۳ء میں عنان حکومت ہاتھ میں لی اور عدل وانصاف سے کام لینے لگا۔ لیکن سوکھ جیون مل نے اُسے آرام نہ لینے دیا۔ خواجہ عبد اللہ کو منصب صوبیداری پر ابھی چار ماہ ۲۰ روز ہی کا عرصہ گذرا تھا کہ ابو الحسن بانڈے کی سازش سے سکھ جیون مل نے اسکو معہ اس کے فرزند کے قتل کر دیا۔

**سوکھ جیون مل** ۱۶۵۴ء سے سکھ جیون مل کی حکومت شروع ہوئی۔ اس نے ابو الحسن کو معاونت کے صلہ میں رتبہ صاحب کاری اور عزار المعالی دیا اور فتنہ وفساد مٹا کر خود مختار حکومت کرنے لگا۔ اسی اثناء میں جب احمد شاہ ابدالی نے عبد اللہ خاں کابلی کی موت اور سکھ جیون مل کی سرکشی کا حال سنا تو اس نے جیون مل کو اپنا باغی تصور کر کے کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہ سمجھی اور نظامت کشمیر کا پروانہ اسی کے نام بھجوا دیا۔ ساتھ ہی بادشاہ نے اپنا تسلط قائم رکھنے کے خیال سے عظمت اللہ خاں مرحوم کے خسر خواجہ کچک کو نائب صوبہ بنا کر کشمیر بھجوایا سکھ جیون مل بھی مقتضائے مصلحت پہلے تو بالکل خاموش ہو گیا اور نائب صوبہ سے متفق ہو کر حکمرانی کرنے لگا لیکن کچھ عرصہ بعد جب احمد شاہ ابدالی نے کچھ روپیہ اور دیگر تحفہ وتحائف کشمیر جو خراج ملک سے بھی دو چند مالیت رکھتے تھے ناظم کشمیر سے طلب کئے تو سکھ جیون مل نے ہٹ دھرمی سے عدم استطاعت ظاہر کر کے صاف انکار کر دیا۔ اور خواجہ ابو الحسن خاں بانڈے کے اتفاق سے بادشاہ سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے یہ بھی کوشش کی کہ خواجہ کچک ملک حسن خاں ایرانی۔ اعظم خاں اور میر عزت خاں کو بھی بغاوت میں شامل کر لے لیکن انہوں نے حقوق شاہی مدنظر رکھ کر انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے برخلاف

قریب دو ہزار جان نثار سپاہی سے کر مقام بارہ مولہ ٹوٹ گئے۔ سکھ جیون فوج لے کر ان کے تعاقب دوڑا۔ اور خونریز لڑائی کے بعد ملک حسن عظیم خاں اور میرہ خاں مقتول ہوئے اور خواجہ کیجک مغلوب ہو کر ملک سے بدر کیا گیا۔ سکھ جیون مل مظفر و منصور واپس آگیا اور اب اس نے حکم دیا کہ شاہ والا گہر بادشاہ دہلی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

خواجہ کیجک نے قیام کشمیر کے دنوں میں اپنے داماد کی تعزیت کرا کے مقبرہ طیار کر دیا اور اس کے متصل ایک مسجد بھی بنوائی۔ منجملہ دیگر اشعار کے عظمت اللہ خاں کی لوح مزار پر یہ شعر بھی کندہ کرایا ؎

کشمیر را ندید و نفس ہم نکرد راست ۔۔۔ خود را ازیں جہان بجہان دگر کشید

خواجہ کیجک کی واپسی پر احمد شاہ ابدالی نے مہر عبداللہ خاں ایشک اقاصی کو تیس ہزار سپاہ کے ساتھ جیون مل کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ ایشک اقاصی کا حوصلہ پہلی چڑھائی سے بڑھا ہوا تھا اس نے نواڈ دیکھا تا ڈھلین موسم سرما میں براہ پونچھ کشمیر پر حملہ آور ہوا۔ سکھ جیون بھی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کے لئے بمقام حیدر آباد پہنچا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ اسی اثناء میں بارش برف بھی بکمال شدت گرنے لگی جس سے افغان سخت لاچار ہو گئے۔ سکھ جیون مل نے بیرا خاں کو کہ کی معاونت سے غنیم کی فوج کو درہم برہم کر دیا۔ ایشک اقاصی بھاگ گیا۔ کئی پٹھان گرفتار ہو گئے۔ سکھ جیون مل نے اسیروں کو کاغذی ٹوپیاں پہنا کر سری نگر بھجوا دیا۔ اس کامیابی کی خبر اس نے بادشاہ دہلی کی خدمت میں بھجوائی جس نے سکھ جیون کو راجہ کا خطاب عطا کیا۔ اور ایک ہاتھی اور جواہر وار پالکی بطور خلعت بھی بھجوائی۔ ابوالحسن کو خاں کا خطاب دیا۔ اس پالکی کی توصیف میں ملا محمد توفیق نے یہ رباعی سرزدن کر کے راجہ سکھ جیون مل سے شایان انعام حاصل کیا ؎

ایں پالکی طاق کہ مطبوع دیگو است ۔۔۔ چشمے ہست کہ از بانس فرازش ابرو است

چترش پلک دیدہ و مژگان جہالر ۔۔۔ چوں یک دیدہ مہاراجہ وراو است

اس کے بعد راجہ سکھ جیون مل نے کوہستان کشمیر کے محافظوں کو جو عشیرا نہیں اطراف کے ہاشندے تھے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ قریب تیس ہزار سپاہی

تعینات کر کے ان کی بڑی ایرانیوں کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ اسی طرح قریب تیس منصب داروں کو جن سے اُسے اندیشہ تھا بلا تقصیر گرفتار کر لیا اور ان کا مال و اسباب بھی ضبط کر لیا۔

۱۱۶۸ھ/۱۷۵۵ء میں قحط کے آثار نمودار ہوئے جس سے ملک میں سخت شور اُٹھا لیکن خواجہ ابوالحسن خاں نے سرکاری محالات غلہ کے دروازے کھول دیئے اور تمام رعایا کے گھروں میں حسب حیثیت کئی کئی دنوں کا آذوقہ ڈال دیا۔ انہیں دنوں میں ڈڈی نے بھی کشمیر پر دھاوا کر دیا۔ چونکہ فصل کا موسم نہ تھا زراعت کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا لیکن اس نے بقول "طبخ بوستان خورد و مردم ملخ" قحط زدوں کے لئے خوراک مہیا کر دی۔ دوسرے سال ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۶ء میں اوائل موسم بہار میں ابوالحسن خاں نے منجملہ دو لاکھ خروار شالی جو سال گذشتہ کی تقسیم سے بچ رہی تھی ایک لاکھ خروار اہالیان سرینگر میں تقسیم کر دی اور باقی ایک لاکھ خروار مفصلات میں زمینداروں کو بطور تقاوی بھجوا دی۔ دوسرے سال بھی فصل اچھا نہ ہوا اور زمیندار لوگ زر تقاوی ادا نہ کر سکے۔ تو خواجہ ابوالحسن خاں نے سال آئندہ پر معطل کر دیا۔ اسی طرح یہ بقایا بیاسی سال تک زمینداروں کے تمام واجب الادا رہا۔ آخر ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں کہ نیل میاں سنگھ نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں بباعث قحط بالکل معاف کر دیا۔

ایک دن رات کے وقت جب کہ راجہ سکھ جیون علمائے اسلام سے صحیح بخاری کے متعلق مباحثہ کر رہا تھا شاہی اصطبل میں آگ لگ گئی۔ پاس ہی بارود خانہ تھا آگ کی چنگاریاں اُڑ کر بارود میں جا گریں جس سے سارا بارود خانہ بھڑک اُٹھا متصلہ مکانات ریزہ ریزہ ہو کر اُڑ گئے اور اس زور کا دھماکا ہوا کہ تمام شہر ہل گیا مکانوں کے دروازے ٹوٹ گئے بہت سی دیواریں تلف ہو گئیں اور گرد و نواح کے اکثر لوگ بیہوش اور زخمی ہو گئے۔

دو اڑھائی سال تک راجہ سکھ جیون ابوالحسن خاں کی صواب دید سے امور ملکی بخیر و خوبی سرانجام دیتا رہا لیکن فتنہ پرداز لوگوں کو یہ اس کا زمانہ پسند نہ آیا ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۹ء میں احمد شاہ ابدالی نے جو کابل سے واپس آ گیا تھا یہ دعویٰ کر کے کہ ہمایوں کہ درست پیرا

کر دی۔ تاہم خواجہ ابوالحسن خاں سفائی کی کوشش کرنے لگا چنانچہ شروع گفتگو کے لئے اس نے اپنے باغ میں راجہ سکھ جیون کے لئے ضیافت دیا کی لیکن جب راجہ مکان و عورت کو روانہ ہوا تو میر مقیم نے اسے سمجھایا کہ ابوالحسن خاں نے ضیافت کے کمرے کے نیچے بارود بچھا رکھا ہے۔ بیٹھتے ہی اس میں آگ لگا کر سب کو ہلاک کر دیگا۔ یہ سنکر راجہ بہت برافروختہ ہوا۔ راستے سے واپس لوٹ آیا اور ابوالحسن کو قید کر کے اس کے مواجہوں سے اس نے ایک لاکھ روپیہ بطور جرمانہ وصول کر لیا۔ اس کے بعد میر مقیم وزارت پر مستعد ہوا لیکن ایک ہی سال کے بعد اسے ابوالحسن کی قید پر سزا فرار کر کے مجوس کو پھر اپنے عہدہ پر مشکن کر دیا۔

دوسرے سال جب سکھوں نے پنجاب میں شورش برپا کی اور پنجاب کے بہت سے علاقے افغانوں کے ہاتھ سے نکل گئے تو سکھ جیون کو بھی لگ گیری کا شوق دامنگیر ہوا چنانچہ قریب چالیس ہزار سپاہی آراستہ کر کے اس نے سیالکوٹ بھمبر اور راکھنور وغیرہ پر چڑھائی کر دی حاکم سیالکوٹ محصور ہوا لیکن راجہ جموں کی مخالفت نے اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر بے تحاشا احراجات کے بعد سکھ جیون کو بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔ اس کے پیچھے قدم بھوئے بغاوت اختیار کر کے علاقہ کا مراج میں لوٹ مچا دی ابوالحسن خاں انکی عداوت کے لئے بارہ مولہ گیا لیکن راجہ کی ہزیمت کی خبر سنکر واپس آگیا۔ سکھ جیون نے کشمیر پہنچکر بعض اہلکاروں کو ابوالحسن سمیت غفلت کے جرم میں قید کر کے اپنی شکست کا غبار نکال لیا اور میر مقیم کو قید سے آزاد کر کے ابوالحسن کی جگہ مقرر کیا۔ لیکن پھر کچھ دن بعد راجہ صاحب کی عنایت سے میر مقیم اور ابوالحسن نے اپنی جگہوں کا تبادلہ کر دیا۔ انہیں دنوں میں میر خاں کھکہ نے شورش برپا کی اور سکھ جیون اس کی سرکوبی کے لئے بارہ مولہ گیا۔ پیچھے ابوالحسن نے بغاوت اختیار کر لی۔ شہر کے پل توڑ کر تمام کشتیاں اپنی طرف کھینچ لیں اور مطمئن ہو کر بیٹھ رہا۔ کچھ دن بعد جب راجہ واپس آیا تو اس نے میر مقیم کو آزاد کر کے عزت و حرمت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ دوسرے دن راجہ کے دس ہزار جرار سپاہی ہر طرف شناور دریا عبور کر کے ابوالحسن خاں سے نبرد آزما ہوئے۔ وہ اور اس کے سارے ہمراہی منتشر ہو گئے۔ راجہ کے آدمیوں نے ابوالحسن خاں

کے مکان کو آگ لگا دی اور اس کے متعلقوں کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ابل بھاگ کر کوہستان پونچھ کو چل گیا جہاں کچھ عرصہ آوارہ گردی کرنے کے بعد اس نے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کر لی۔

اس واقعہ کے بعد راجہ سکھ جیون نے پنڈت عوانند کو رتبہ وزارت عامی پر سرفراز کیا جس کی حسن تدبیر سے راجہ نے اپنی چال ڈھال کو بدل کر نہایت ہی قلیل عرصہ میں اپنے ملک کے بڑے حصہ کو فتح کر لیا اور اہل اسلام کی سخت بے حرمتی کرنے لگا۔ مسجدوں میں اذان کی ممانعت کر دی اور گاؤکشی سنگین جرم ہو گیا جس سے عوام راجہ کی طرف سے بد ظن ہو گئے۔ منجملہ ان کے ایک بھنجی شاہزادے نے جو مسمی پاس سوار ولد سکھ جیون کے حصہ سے راجہ کے زیر سایہ اوقات بسری کر رہا تھا ایک دن خلوت کے موقعہ پر راجہ کے ننانوے پر چہر ہو کر وار کر کے اسے زخمی کر دیا۔ اسی اثنا میں راجہ سکھ جیون کے سکھ ہما ہی آ پہنچے اور انہوں نے اسے موقع پا کر سیاہیوں اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ مقابلہ ہی زالا گر سے محلہ پانڈ ان تک سارا شہر لوٹ لیا۔ اسی طرح محمود خان کا بیٹا جو عظمت اللہ خان کے قتل سے کچھ عرصہ بعد وارد خطہ ہو کر کہیں متمکن ہو گیا تھا۔ راجہ کے حکم سے بمقام شاہ آباد مارا گیا۔ انہیں دنوں میں راجہ اعظم خان والی لاہور پہنچا تو اس سے سکھ جیون کی بن نہ آئی۔ اعظم ایلچی اور بہت سے تحفہ جات لے کر اس کے پاس گیا تو اس نے نور الدین خان بامیری کو چار ہزار جدید سپاہ دے کر اس کی گوشمالی کے لئے مقرر کیا جو راجہ جموں کو اعانت سے قوی سپاہ ان کے راستے سے ساتھ لیتا ہوا الچی پہنچ کر [illegible] ہو کر [illegible] ہو گیا۔ سکھ جیون بھی سات ہزار سپاہ لے کر مقابلہ کے لئے [illegible] اور بمقام کریوہ [illegible] قیام کیا۔ دوسرے دن عین جنگ کے موقعہ پر سکھ جیون کی فوج کا افسر بخت مل اضافوں سے جا ملا جس سے راجہ بد حوصلہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اثنائے پسپائی میں کسی آسیب یا [illegible] نے اسے گرفتار کر کے نور الدین خان کے پیش کیا جس نے دار الامارت لاہور کی نگر میں

---

شاہ اس مہم کے سلسلہ میں احمد شاہ ابدالی سے راجہ کرشن [illegible] بعد [illegible] آمد [illegible] کشمیر سے [illegible] ہزار [illegible] حسب [illegible] ارسال [illegible] کا حکم دیا جو [illegible] کے [illegible] تک راجگان جموں کو [illegible] ان دنوں جموں راجہ رنجیت دیو کے زیر حکم تھا۔ ۱۲

داخل ہو کر اس کی آنکھیں حجام کے استرے سے نکلوا دیں۔ کچھ عرصہ بعد نور الدین خاں نے راجہ مقہور کو بادشاہ کے پاس بھجوا دیا لیکن اس نے بھی اس کے حال پر کوئی التفات نہ کی بلکہ اس کو ناہی کے ہاتھ میں حوالہ کر کے بھجوا دیا۔

راجہ سکھ جیون بڑا شجاع اور دلاور تھا جب اس کی آنکھیں نکلوائی گئیں تو اس جوانمرد نے آہ تک نہ کی۔ پنڈت مہانند اور کل بھٹ سے پہلے اول درجے کا بڑا متعصب جید ریاضی طبیعت اور عبادت گزار تھا۔ مسلمان علماء و فضلا کی بڑی عزت کرتا تھا۔ ہفتے کے دن جامع میں بذات خود جا کر دستار فاخرہ اور قیمتی پوشاک حاصل کرنے کی غرض سے جاتا۔ اور عید اور نوروز کے جشن بڑی دھوم دھام سے مناتا تھا۔ اسے شعر و سخن کا بڑا شوق تھا۔ نور الدین بامیزی کے مداح اور ہونے سے پہلے اس نے ایک غزل مترنم کی تھی جو اس موقعہ پر بطور پیشگوئی کے خاتمہ ہوئی ہے

چشم از رخ جہاں بپوشیدہ بہ — سر سوے حوال آن نادیدہ بہ
ہر کہ چوں من دشت جا بر ترک گل — عاقبت در خاک رفتن غلطیدہ بہ
چند روزے خود تماشہ کردہ ام — زیں چمن گلہا سے عبرت چیدہ بہ
گر دمی شیریں و ہر عشرت ہوس — زیں سیہ ماہ جہاں تنہا بہ
باز اگر چشم جہاں بینم دہنہ — چوں گدایاں در بدر گردیدہ بہ

حالت نابینائی میں ہمیشہ یہ رباعی ورد زبان رہتی تھی ؎

ہر چند کہ تلخ تر نفس دنی را — پائید نہ کردن ناکردنی را
تا دیدہ آخر نادیدنی را — تا دیدہ آخر نادیدنی را

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے راجہ سکھ جیون کی ابتدائی حکومت کشمیر کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ اگر پنڈت مہانند اور اس کو تعصب مذہبی کی طرف مائل نہ کر دیتا تو کچھ شک نہیں کہ اس کی حکومت کئی مسلمان صوبیداروں اور بادشاہوں سے بدرجہا بہتر ہوتی۔ وہ نہایت علم دوست حاکم تھا۔ وہ راجہ جے سنگھ مسلمان زین العابدین اور شاہجہان اکبر کی طرح اپنے عہد اور گذشتہ زمانوں کی ایک مکمل تاریخ لکھوانے کا بہت شوقین تھا۔ چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل سات شعرا کو تاریخ

کشمیر منظوم کے تیار کرنے کے لیے بیس قلمرو شاہر سے دیئے۔ محمد علی خاں
میتن۔ عبدالوہاب شائق۔ ملا سراج۔ محمد جان بیگ سامی۔ ملا محمد توفیق رحمت اللہ
نوید حسن راجہ سکھ جیون چونکہ خود شاعر تھا۔ اس لئے شعرا کی قدردانی بھی کرتا تھا
بلکہ ہر ہفتہ یک شنبہ کے دن مشاعرہ بھی ہوا کرتا تھا جس میں راجہ اکثر مرتبہ خود بھی
شامل ہوتا۔ تاریخ کشمیر کے سات حصے کر کے مندرجہ بالا سات منتخب الدہر شعرا کو
تقسیم کر دیئے گئے۔ اور ساتھ ایک بیت کے لئے ایک ایک روپیہ انعام کا وعدہ کیا گیا
شائق نے ساٹھ ہزار ملا توفیق نے دو ہزار سامی نے ایک ہزار بیت۔ ابھی تیار کیا تھا
کہ راجہ سکھ جیون کا آفتاب اقبال برج زوال میں آگیا۔ اور یہ بے نظیر تاریخ نامکمل
رہ گئی۔

محمد جان بیگ سامی نے راجہ سکھ جیون کی شان میں کئی قصیدے بھی لکھے
اور چونکہ مشاعرہ سرکاری میں اقتدار کلی رکھتا تھا اس لئے نہایت لہانند کی خاطر
بھی اسے منظور تھی اور اس کی تعریف میں بھی اس نے اکثر قصیدے لکھے۔ ایک
نظم کے چند شعر درج ہیں جن میں سعدی کے الفاظ کو کس خوبی سے بدلا ہے

کار پرداز قدر مانند است ۔ آنکہ ہست از قبلہ روئے ہا
سے غلامی بہ نام او تنخواہ ۔ نقد و جنس و برات ہا کرہا
گفتہ در باب حسنش روزی ۔ سعدی آں آگہ از مقدر ہا
رزق ہر چند بیگماں بر سد ۔ شرط عقل است جستن از در ہا

راجہ سکھ جیون مل نے ۱۱۷۲ھ سے ۱۱۷۶ھ تک آٹھ سال ایک ماہ اور ۱۵ دن
روز شمس بڑی شان و شوکت اور خود سری سے حکومت کشمیر کا ڈنکا بجایا۔ اسکے
انجام کی نسبت کسی نے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

در ہزار و یکصد و ہفتاد و پنج ۔ سکہ جیون شد تباہ بامال و گنج

نور الدین خاں بامیزئی راجہ کا کام تمام کر کے سرکشوں اور خیرہ سروں کی سرکوبی
کی طرف متوجہ ہوا اور تین ماہ کے اندر اندر تمام انتظام درست کر کے واپس آگیا۔
راجہ سکھ جیون مل احمد شاہ ابدالی کے امیروں سے تھا اور اگرچہ اس نے منصب
صاحبکاری پر سرافراز ہو کر خود سری اختیار کی۔ لیکن دوانا گھر بار شاہ درانی کے

عید گاہ آرہے تھے کہ راستہ میں جڑی بل کے شیعوں سے جھگڑا پیدا ہوگیا۔ انہوں نے خواجہ صاحب موصوف کی نسبت بے ادبانہ گفتگو کی جس سے عوام کے دلوں میں سخت اشتعال پیدا ہوگیا اور انہوں نے جڑی بل کو آگ لگا کر شیعوں پر لوٹ مچادی۔ بلند خاں نے اس ہنگامہ کو فرو کرکے تحقیقات شروع کی جس میں تینتیس کی زیادتی پائی گئی اور صوبیدار نے بعضوں کے ناک اور کان کٹوا دیئے اور بعضوں کو جرمانہ کی سزا دی۔ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں کثرت بارودت کے باعث دریائے بہت اور تمام جھیلوں اور چشموں کا پانی دو دو گز تک منجمد ہوگیا۔ اسی سال نظامت کشمیر کی ناہمواریوں سے سبکدوش ہوکر بلند خاں واپس آگیا۔ جب جیون پہنچا تو بیک اجل کے پیشوائی کرکے اسے عدم آباد میں پہنچا دیا۔

(۱۰) نورالدین خاں بامیزئی صوبہ کشمیر
ایک سال ۱۱ ماہ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء سے ۱۱۷۹ھ/۱۷۶۶ء

اس مرتبہ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء میں نورالدین خاں بامیزئی صوبہ کشمیر پہنچکر وارد خطہ ہوا۔ اس نے قاضی خاں کو عہدۂ قضاۃ سرافراز کیا۔ اور میر مقیم کنٹ اور کیلاس درگ کو علی الترتیب منصب بدانہ المہامی اور صاحبکاری بخشا۔ یہ دونوں کچھ عرصہ تک تو باتفاق کام کرتے رہے۔ لیکن بعد میں حامد خاں نے کان بھر کر میر مقیم کنٹ کو کیلاس درگ کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ وہ ناظم صوبہ کو سمجھا بجھا کر بالیہ سرکار کی وصولی میں دقت کرنے لگا۔ پہلے سال میں دو مرتبہ قسط وصول ہوئی تھی میر مقیم نے روزانہ مقرر کر دی جس سے کیلاس درگ سخت تنگ آگیا۔ اس لئے اس نے حکیم میر قانون گو پرگنہ کہوہامہ کو پستول دے کر میر مقیم کے قتل پر مستعد کیا۔ جس نے ایک دن رات کو موقعہ پاکر میر مقیم کو خواب استراحت میں جا دبوچا اور کان میں گولی لگا کر اس کا کام تمام کر دیا۔ لیکن جلد ہی اور گھبراہٹ میں پستول وہیں چھوڑ گیا۔ دوسرے دن تفتیش میں طمانچہ پر کیلاس کا نام کھدا ہوا پایا گیا۔ تاہم نورالدین خاں نے اس امر کی چنداں پرواہ نہ کی اور مقتول کے رشتہ داروں کو اطمینان دلاسا دے کر ٹھنڈا کر دیا۔ لیکن جب اس کا لڑکا میر نقیر اللہ کنٹ پونچھ سے واپس آیا تو اس نے ناظم کے پاس استغاثہ کیا۔ لیکن نورالدین نے اسے بھی ٹال دیا جس سے میر نقیر اللہ ناراض ہوکر احمد کے لئے راجہ رستم خاں کے پاس پونچھ چلا گیا۔ لیکن وہاں بھی اس کی مراد بر نہ آئی پھر وہ راجہ محمود خاں بمبوا کے مظفر آباد کے پاس جا پہنچا

اور وہیں بیٹھ کر موقعہ کا انتظار کرنے لگا۔

اسی تناء میں جب احمد شاہ ابدالی لاہور پہنچا تو نورالدین خاں اپنے بھائی کو ہمراہ لیکر اور گورنر پرگنہ مذکور کو قائم مقام چھوڑ کر خود بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اس کے پیچھے نعل خاں خٹک جو ناظم صوبہ کے خاص معتمدوں میں سے پرگنہ پیروہ کا سربرآوردہ جاگیردار تھا اور جس نے ناظم کی سرپرستی میں اقتدار حاصل کر کے موضع پل برس واقعہ پرگنہ مذکور میں ایک مضبوط قلعہ بھی بنا رکھا تھا حق نمک فراموش کر کے باغی ہو گیا۔ اور جان محمد کو حکومت سے برطرف کر کے ۱۷۶۶ء میں نظامت کشمیر کا مالک خود بن گیا۔ اور کوئی اس کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکا۔ سمجھتا تھا کہ یہ حکومت چند روزہ ہی ہے دل کھول کر رعایا کو لوٹنے لگا۔ خصوصاً تعصب مذہبی کے باعث اس نے فرقہ ہنود کو سخت ایذا پہنچائی۔ انہیں دنوں میں حافظ عبداللہ جو دراصل شیعہ مذہب کا پیرو تھا اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے وعظ اور دیگر ذرائع سے صحابہ کرام کی توہین کرنے لگا مگر جلد ہی پکڑا گیا۔ عالموں و فاضلوں نے اسے خواجہ کمال الدین نقشبندی کے پیش کیا جس نے ملزم کو بعد تحقیقات رفض و تبرہ کی تسبیب بائیس شہادتیں قلمبند کرنے کے بعد خانقاہ نقشبند کے ایوان مبارک میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اسی سال بلائے فوط بھی نمودار ہوئی جس سے تمام رعایا چلا اٹھی قریب چھ ماہ تک اسی مار دگیر اور مصیبت و آفت کا زمانہ رہا جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے نورالدین خاں کو معزول کر کے خورم خاں کو اس کی جگہ کشمیر روانہ کیا۔

تورم خاں صوبہ کشمیر گیارہ ماہ
۱۹ روز ۱۷۶۷ء سے ۱۷۶۷ء
۱۱۸۰ھ ۱۱۸۱ھ

۱۷۶۶ء ۱۱۷۹ھ میں خورم خاں خلعت صوبیداری زیب تن کر کے لشکر جرار کے ساتھ روانہ کشمیر ہوا جب بارہمولہ پہنچا تو نعل خاں ٹھہر گیا اور حوف زدہ ہو کر سری نگر خالی کر کے اپنے قلعہ میں جا چھپا چنانچہ نیا ناظم بلا مزاحمت داخل شہر ہو گیا۔ اس نے کیلاس رر کو ترتیب حاجتمندی عطا کیا جس سے فرقہ ہنود کے دلوں سے نعل خاں کے مظالم کا وسوسہ دور ہو گیا اور وہ عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے لگے۔ خورم خاں کم ہمت۔ کاہل الوجود اور دنیا پست گھاٹ آدمی تھا چنانچہ اس نے نظامت کے سر انجام میں بھی پوری توجہ نہ دے سکا۔ دشمنوں کو تقویت حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد ۱۷۶۷ء میں سید قطب اللہ

منتظر آباد سے محمد وخان ہمہ کی امداد کے لئے سوپور آگیا۔ لعل خاں بھی اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس سے آملا اور دونوں بالاتفاق لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ ادھر سے خورم خاں اور کیلاس در بجے سے سوپور کی جانب روانہ ہوئے۔ انہوں نے امیر خاں جو کشمیر کو راہ بارہ مولہ کی حفاظت پر متعین کیا تھا دیکھ کر میر فقیر اللہ اپنے ہمراہیوں محمود خاں اور لعل خاں سمیت کھوئامہ کی راہ سے ہامہ آگیا۔ ان کے پیچھے خورم خاں نے بھی پٹن سے ادھر کا راستہ لیا لیکن راستے میں کسی دھوبی نے دھلے ہوئے کپڑے دھوپ پر ڈالے ہوئے تھے جن کے پاس سے بھیڑ بکریاں گذر رہی تھیں۔ ناظم صوبہ نے ان دونوں باتوں کو بدشگونی پر محمول کیا اور وہیں سے سری نگر کو لوٹ آیا اور بے حوصلہ ہو کر دوسرے دن راموہ چلا گیا۔ مخالفوں نے تین روز تک آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی۔ آخر جب انہیں معلوم ہو گیا کہ سری نگر خالی ہے تو وہ بھی آ داخل ہوئے اور تاخت و تاراج کرنے لگے۔ اس سے دو سرے دن وہ لوگ خورم خاں کے غضب میں راموہ پہنچے تھوڑی سی جد و جہد کے بعد خورم خاں منہزم ہو کر شوپیاں چلا گیا۔ اسی دوران میں لعل خاں کی آنکھ زخمی ہو گئی اور وہ اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ کر اپنے قلعہ میں چلا گیا۔ ادھر امیر خاں جو کشمیر سے راہ بارہ مولہ کی محافظت سے ہاتھ اٹھا کر مرہن کے راستے شوپیاں آگیا جہاں سے ناظم صوبہ اور کیلاس در کے ہمراہ جنوب کے راستے احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں چلا گیا۔ خورم خاں نے قریب ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی کی۔

| | |
|---|---|
| میر فقیر اللہ گنٹ صوبہ کشمیر ۱۱ سال ۲ روز | سنہ ۱۷۶۷ء میں میر فقیر اللہ گنٹ نے حکومت |
| سنہ ۱۷۵۳ء مطابق سنہ ۱۱۶۶ھ سے سنہ ۱۱۷۷ھ | صوبہ پر قبضہ اقتدار حاصل کر کے احمد شاہ |

ابدالی کی مطاعیت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے رفیق لعل خاں کو شکر دار مقرر ہونے کے لئے لکھا۔ لیکن وہ نہ آیا اس لئے اس نے فاضل گنٹ کو فوج دیکر اس سے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ مگر لعل خاں معمولی لڑائی کے بعد قلعہ کو آگ لگا کر پونچھ بھاگ گیا جہاں سے سیدھا بادشاہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد میر صاحب نے دوسرے مخالفوں کی بیخ کنی اور گوشمالی پر کمر باندھی اور

قوم ہمیو کی سادات سے اب کا قصاص لینے کی خاطر اس نے ترکستان ہندوستان پہنچ کر
دلتدی شروع کی یہ بات سنتے ہندوؤں کو قتل کر دیا ہندوؤں نے مسلمان ہو کر جان بچائی
تمام ملک میں شور و واویلا اور چیخ سے پہنچ گیا اس کے شر سے ہندو ہر طرف
روپوش ہو گئے

کچھ عرصہ تک میر فقیر اللہ احمد شاہ ابدالی کے وکیل کی حیثیت سے خراج وصول کرتا رہا
لیکن روز مرہ کے تقاضے نے اس کے دماغ میں خود سری کی ہوا بھر دی اس نے مالیہ کی
ادائیگی میں سست روی شروع کر دی شراب خانہ شراب اسی کا دیرینہ شوق تھا
اسی کا دور چلتا رہا حالت مخمور ہی میں اس نے طرح طرح کی سزائیں ایجاد کیں
اسی کی ترنگ میں اس نے ایک دن اپنے ماموں کو گھوڑے کے ساتھ باندھ کر
کھینچ کر مروا ڈالا۔ اسی اثنا میں تیمور شاہ کابل پہنچ گیا اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں
سر بلند کیا اور ناظم کشمیر کے مظالم و منافقت و ریا و تغیر الفاظ میں کھینچ کر اس نے روایات
کشمیر کی پیکیسی میر بادشاہ کو مترجم کیا۔ اسی اثنا میں وکلائے کشمیر نے بھی ناظم کی
روداد دانی کی شکایت احمد شاہ کو لکھ بھیجی جس سے بادشاہ سخت برافروختہ ہو گیا اور
اس نے میر نور الدین خاں بامیزئی کو سرکردگی کی سرکوبی پر متعین کر کے کشمیر روانہ
کیا۔ حملہ آور سنہ پورہ پہنچ کر میر فقیر اللہ کو سابقہ راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور
لداخ پر حملہ آور ہونے کو کہا اس نے جواب دیا کہ اگر وہ راستہ اختیار کرنے کی تو حکومت اسی کی ہے لیکن اس
راستہ میں زاد کے علاقہ سے جواب تک زاد باجبر نور الدین خاں نے تلی خندان کو
لڑ کر مکے راستہ آگے روانہ کیا جس نے موضع چھانڈل پہنچ کر میر فقیر اللہ کے
گماشتہ سرستا کو گرفتار کر کے صبح کے وقت قتل کر دیا اور بڑے زور و شور سے
آگے بڑھ آیا۔ اور نور الدین خاں بھی تو سیدان کے موضع گوری پور پہنچ گیا میر
فقیر اللہ بھی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کو نکلا لیکن شکست کھا کر سری نگر بھاگ گیا
نور الدین خاں بھی راولپور کے راستہ دار الامارت کو پڑھ آیا۔ اس اثنا میں میر فقیر اللہ
بھی قوم ہمیو کا لشکر لیکر مقام بارہ مولہ پر حملہ آور ہو گیا لیکن شراب خانہ جراب نے
بد حواس کر کے اسے بد حوصلہ کر دیا اور وہ خود بجنور و مراج کی طرف بھاگ گیا۔ قوم
ہمیو داخل سرینگر ہو گئی اور کئی ایک ملحدوں کو قتل و تاراج کر کے اپنے علاقہ کو لوٹ

گئی۔ نورالدین خاں ایک ماہ تک عیدگاہ میں نہیں زن رہا لیکن میر فقیر اللہ سند نے اطاعت قبول کی اور نہ اس کے قابو چڑھا بلکہ موقع پا کر کشتی کے راستے کامراج کی طرف نکل گیا۔ اور کوہستان کرناہ میں جا پہنچا۔ جہاں شراب نے جان لے کر اس کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔

نورالدین خاں بامیزی صوبہ کشمیر یار دویم
۷ سال، ۱۰ ماہ ۱۱۷۲ھ سے ۱۱۷۷ھ

دوسری جریدہ میر فقیر اللہ خاں کو منصب دے کر کے نورالدین خاں نے خلعت

لعہ عید الاضحی پہنا۔ اور لعل محمد خاں کے صلاح و مشورہ سے امورات ملکی و مالی پر توجہ کر سرانجام دینے لگا۔ شروروں اور مفسدوں کی گوشمالی کر کے اس نے ملک میں امن و امان قائم کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد محمد خاں خزانچی نظامت کشمیر کا پروانہ لے کر مظفر آباد پہنچا۔ لیکن نورالدین خاں نے جادہ اعتدال سے منحرف ہو کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور خود خزانچی صاحب کو بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑا۔ اس کے بعد کپلاس درجو خورم خاں کے ہمراہ کابل گیا ہوا تھا۔ اور اسے دولت کی استمداد سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور تسخیر کشمیر کا بیڑا اٹھا کر سپہ سالاری کی خورم خاں روانہ ہو گیا۔ جب یہ دونوں پشاور پہنچے تو ناظم صوبہ لعل محمد خاں کو قائم مقام چھوڑ کر براہ جموں ملک سے نکل گیا۔ اور فریقین کی جدوجہد کا تماشہ دیکھنے کے لئے جموں ہی میں اقامت پذیر ہو گیا۔ پیچھے لعل محمد خاں نے فوج آراستہ کرنی شروع کی۔ اور مصارف جنگ کے لئے تاجروں اور منصب داروں کو تاخت و تاراج کرنے لگا جس سے اعیان ملک رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ اسی اثنا میں جب خورم خاں مظفر آباد پہنچ گیا۔ تو لعل محمد خاں بھی معہ فوج و سپاہ بارہ مولہ کو روانہ ہو گیا اور میر حسین کنٹ اور اس کے بھائیوں کو ہاتھ میں کر کے ساتھ لے گیا۔ خود بارہ مولہ ٹھہرا لیکن اپنے بھائی سیف اللہ خاں کو خورم خاں کے مقابلہ کے لئے کوہ مست بھیجا مگر وہ شکست کھا کر واپس آ گیا۔ جب لعل محمد خاں نے بسبب اندرونی غلط فہمی اور غنیم کے مقابلہ پر اپنی طاقت کو بہت کمزور دیکھا۔ تو بغیر کسی مزاحمت کے اپنے قلعہ میں گیا۔ خورم خاں میدان خالی پا کر سیدھا سری نگر آ گیا۔ اور مسند حکومت پر متمکن ہو کر جدید نظامت کا بانی مبانی ہوا۔

رحم خاں صوبہ کشمیر بار دوئم
۱۱ ماہ ۱۷۷۱ء سے ۱۷۷۲ء

نظامت پر قبضہ حاصل کر کے اس نے میر فاضل کنٹ کو قید سے رہا کر دیا اور اسے رئیس الملک و بخشی کا عہدہ دیا۔ امیر خاں جو اٹشیر کو جو شاہی لوح کا سردار تھا اس نے لعل محمد خاں کی سرکوبی کے لئے بھیجوایا لیکن وہ ناکام واپس آ گیا کیونکہ لعل محمد خاں کو آئے دن پونچھ سے تازہ بتازہ کمک پہنچتی رہتی تھی اور اس کا قلعہ ہی تقریباً ناقابل تسخیر تھا۔ امیر خاں کی مہمیں بروہ گاہ بیگاہ قلعہ سے باہر نکلتا اور دیہات پر گھنہ بیروہ اور بانگل میں غارت گری کر کے گاؤں کو آگ لگا دیتا اور پھر قلعہ میں جا بیٹھتا تھا۔ خورم خاں نوشت راشے اور پیت ہتی سے لعل محمد خاں کی بیخ کنی اور استحکام سلطنت کا تدارک نہ کر سکا۔ امیر خاں جو اٹشیر نے اس کی شکایت بادشاہ کے پاس بھیجوائی جہاں سے امیر خاں جو اٹشیر ہی کے نام صوبیداری کا فرمان نکلا اور خورم خاں چھ ماہ کی حکومت کے بعد براہ جموں واپس چلا گیا یا نہیں دنوں میں نورالدین خاں جو ابھی تک جموں میں مقیم تھا خورم خاں کے وہاں پہنچنے سے ایک دن پہلے دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔

امیر خاں جو اٹشیر صوبہ کشمیر ایک سال
۱۱ ماہ ۱۷۷۱ء سے ۱۷۷۲ء

۱۷۷۱ء میں امیر خاں جو اٹشیر سند نظامت پر متمکن ہوا اس نے میر فاضل کنٹ کو مختار المہام جزو وکل بنایا اور تمام امورات ملکی و مالی اسی کے تفویض کر دیئے خود ہر وقت محفل عیش و عشرت میں شرب شراب اور سماع نغمہ و سرود میں مشغول و مصروف رہتا فاضل کنٹ کو موقعہ مل گیا اور اس نے سبز مقیم کے قصاص میں کیلاس ڈر کو سر دربار گرفتار کر کے عذاب شدید سے مار ڈالا اور فرقہ ہنود پر طرح طرح کے جور و ستم کر کے بیچاروں کو ذلیل و خوار کر دیا۔

لعل محمد خاں نے قلعہ سے نکل کر قصبہ ناگام میں بغاوت اختیار کی۔ میر فاضل کنٹ اس کی سرکوبی کے لئے خود گیا لیکن وہ میدان چھوڑ کر بدستور قلعہ میں متحصن ہو گیا۔ چنانچہ روز بروز عبداللہ خاں نے سری نگر پر شبخون مارا اور راجوسکھ جیون کے محلات کو جو محلہ زالگیر میں واقعہ تھے آگ لگا دی۔ اسی اثنا میں امیر خاں کو معلوم ہوا کہ شاہی لشکر کے بعض کشمیری سردار اور سپاہی لعل محمد خاں سے ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے اس جو اٹشیر

نے غضب ناک ہو کر فریب تین سو آدمیوں کو فوراً روانہ کیا ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بعد جلدی
ہی اصل محمد خاں ہی کسی مرض شدید میں مبتلا ہو کر مر گیا اور قلعہ کے باہر مدفون ہوا
اہل و عیال اس کے بھاگ کر پونچھ چلے گئے۔ امیر خاں اس کی لاش سری نگر لے آیا
جہاں دوبارہ جنازہ پڑھ کر خانقاہ معلے کے صحن میں لب دریا دفن کرایا گیا۔ مرحوم کی
شجاعت اور جلادت کی سب نے تحسین و آفرین کی۔

ان جھگڑوں سے فارغ ہو کر ناظم صوبہ نے پھر عیش و عشرت کا بازار گرم کر دیا
اسی عیاشی کے طفیل اس نے جھیل ڈل کے درمیان ۴۰ گز لمبا اور ۳۰ گز چوڑا ایک
مصنوعی جزیرہ تعمیر کرایا جو سونہ لنک کے نام سے مشہور آج تک امیر خاں کی رنگینی
طبع کا نشان دیتا ہے۔ اس جزیرہ پر اس نے ہفت منزل کا مکان بنوایا جس کے
سقف پر بذریعہ دولاب آبشار اور فوارے جاری کرائے۔ عموماً اسی میں تفریح
طبع کے سامان مہیا کرتا تھا۔ اور بعض اوقات کاروبار مملکت بھی اسی جگہ سرانجام دیتا
تھا۔ انہیں دنوں میں نند پور کے ملاحوں کی ایک لڑکی سے جو رعنائی اور دلربائی میں
ثانی نہ رکھتی تھی اس نے نکاح کر لیا اور اس کی خاطر وہیں سونہ لنک پر ایک عالیشان
محل تعمیر کرایا۔ اس کے بعد اس نے باغ امیر آباد بنوایا۔ اور مقابلہ بادشاہوں کے
نشیمن اور باغات سے پتھر وغیرہ مصالحہ اکھیڑ کر اپنے باغ میں لگوایا۔ ناظم کی اس کارروائی
سے اس کے رشتہ داروں یعنی ملاحوں کو بھی موقعہ مل گیا اور انہوں نے تمام پرانی
عمارتیں اور باغ ویران کر دیئے۔ اور پتھر اور دیگر اسباب لوٹ کر لے گئے۔ باغ
امیر آباد کی تکمیل پر اس نے سری نگر میں قلعہ شیر گڈھی طیار کیا جس سے اوپر کی طرف
یعنی جانب جنوب دریائے بہت پر امیر اکدل کا پل بھی اسی نے بنوایا۔ شیر گڈھی
کے موقعہ پر پہلے ایک پرانا باغ تھا جو قوم ڈار کی موروثی ملکیت میں تھا اور انہیں کے
نام سے ڈارہ باغ مشہور تھا۔

بعض اوقات ناظم صوبہ باغ امیر آباد سے ادھر کر اسی باغ میں آجاتا اور یہیں عدالت
کرتا۔ کچھ عرصہ بعد[1] اس نے ڈارہ باغ میں ایک عالی شان دیوان خانہ بھی بنوالیا۔ اتفاقاً

---

[1] کچھ عرصہ بعد امیر خاں جو افشیر کے مخالفوں نے اسکی تمام عمارتوں کو منہدم کر کے جزیرہ سونہ لنک
پر جیل خانہ طیار کر دیا جہاں دائم الحبس قیدی محبوس کئے جاتے تھے۔ ۱۲

اسی سال ۱۷۷۱ء میں طغیانی آب سے تمام پل اور بے قصاد مزروعات دریا برد ہو گئے اور امیر خاں کا دیوان خانہ بھی تباہ ہو گیا۔ امیر خان کے بعد اس نے ڈاڑہ باغ کی تعمیر شروع کرائی اور سیلاب کے بچاؤ کے لئے سنگین فصیل بنا کر اس نے اسے قلعہ بنا دیا۔ فصیل کے اندر کئی عالیشان عمارتیں بھی بنوائیں اور ڈاڑہ باغ کا نام تبدیل کر کے اسے شیر گڑھی کے نام سے موسوم کیا جو آج تک اسی نام سے مشہور چلا آتا ہے۔ آخر ۱۷۷۲ء میں احمد شاہ ابدالی کے انتقال کے بعد امیر خاں جو کشمیر کی نظامت حالت تذبذب میں آ گئی۔

# تیمور شاہ درانی (ابدالی)

ایام حکومت ۲۱ سال ایک ماہ ۱۷۷۲ء لغایت ۱۷۹۳ء مطابق
۱۱۸۶ھ لغایت ۱۲۰۷ھ ہجری

احمد شاہ ابدالی کے ہاں چار بیٹے تیمور شاہ، سلیمان شاہ، سکندر شاہ اور پرویز پیدا ہوئے۔ منجملہ ان کے تین چھوٹے لڑکوں کو اس نے اپنی حین حیات ہی قید کر رکھا تھا اور جو تیسرے اور سب سے بڑے کو ہرات کی صوبیداری پر تعینات کیا ہوا تھا۔ وفات پر وزیر شاہ ولیخان نے بادشاہ کے دوسرے بیٹے سلیمان شاہ کو جو اسکا داماد بھی تھا قید سے نکال کر مسند نشین کر دیا۔ جب تیمور شاہ نے باپ کے انتقال اور بھائی کی جانشینی کی خبر سنی تو وہ بعجلت تمام لشکر جرار کے ساتھ عازم قندھار ہوا۔ شاہ ولیخاں ڈیڑھ سو لڑوں کے ساتھ اس کے استقبال کو آیا لیکن تیمور شاہ نے قاضی فیض اللہ خاں کی سلامت سے انگوخاں درانی کو شاہ ولیخاں کے قتل پر مقرر کیا جس نے راستہ ہی میں دغا کر کے اس کے دو بیٹوں اور ایک بھانجے کو قتل کر دیا۔ تیمور شاہ کھلے دروازے داخل قندھار ہو کر مسند نشین ہو گیا۔ اسی دن باغیوں کا قلع قمع کر کے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔ سکہ

چو شد تیغ آرد طفر تاج خورشید ۔۔۔ بنامش بر چہر و نقش سکہ تیمور شاہ
بجز نگین ۔۔۔ علم شد از عطایات الٰہی ۔۔۔ بعالم دولت تیمور شاہی

اس بادشاہ نے اپنا دارالامارت ہمیشہ کے قندھار سے کابل منتقل کیا۔ موسم گرما میں کابل رہتا اور سردیوں میں پشاور چلا آتا تھا۔ امیر خاں جو اشیر کو اس نے دلیر جنگ کا خطاب عطا کیا اور نظامت کشمیر بھی بدستور اسی کے نام رکھی

تیمور شاہ کے عہد حکومت میں بھی کشمیر میں طوفان بے تمیزی بدستور برپا رہا خصوصاً اس کے صوبیداروں کریم داد خاں اور آزاد خاں نے تو ظلم و تعدی کو وہ عروج دیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی تاہم اس کی حکومت میں سلطنت افاغنہ کا پورا سکہ جما رہا اور ۲۱ سال ایک ماہ کی جہانبانی کے بعد ۱۷۹۳ء میں بمقام پشاور مرض الموت میں مبتلا ہو کر کابل کو روانہ ہو گیا جہاں ۱۸ شوال ۱۲۰۶ھ / ۱۷۹۲ء کو دنیائے فانی سے رخصت کر گیا تاریخ ہوئی ست محمد شافع تیمور بادشاہ ۱۲۰۷ھ

تیمور شاہ کے سات بیٹے چھوڑے۔ ان میں سب سے بڑا ہمایوں تھا جو اول درجہ کا عیاش تھا باپ نے اسے حکومت قندھار پر سرافراز کر رکھا تھا۔ دوسرا بیٹا محمود ہرات کا حاکم تھا۔ تیسرا زمان شاہ کابل میں حکمران کندھار اور باقی چاروں بیٹے عباس شاہ۔ شجاع الملک۔ شاہ پور اور فیروز شاہ سب کے سب کابل ہی میں موجود تھے مگر انہیں حکومت ملک سے کوئی تعلق نہ تھا۔

## صوبیدار جو تیمور شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) امیر خاں جو اشیر دلیر جنگ ۴ سال ایک ماہ ۱۷۷۲ء سے ۱۷۷۶ء مطابق ۱۱۸۶ھ سے ۱۱۹۰ھ

(۲) حاجی کریم داد خاں ۲ سال ۱۰ ماہ ۱۷۷۶ء سے ۱۷۷۹ء " ۱۱۹۰ھ سے ۱۱۹۳ھ

(۳) آزاد خاں ۲ سال ۴ ماہ ۱۷۷۹ء سے ۱۷۸۵ء " ۱۱۹۳ھ سے ۱۱۹۹ھ

(۴) مدد خاں اسحاق زئی (سیف اللہ) ۱۰ ماہ ۱۷۸۵ء سے ۱۷۸۶ء " ۱۱۹۹ھ سے ۱۲۰۰ھ

(۵) امیر داد خاں ۲ سال ۱۷۸۶ء سے ۱۷۸۸ء " ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۰۲ھ

(۶) ملا غفار خان ۴ ماہ ۱۷۸۸ء " ۱۲۰۲ھ

(۷) جعفر خاں الکوزئی ۴ سال ۵ ماہ ۱۷۸۸ء سے ۱۷۹۲ء " ۱۲۰۲ھ سے ۱۲۰۷ھ

(۸) میر زا خاں ۴ ماہ ۱۷۹۲ء سے ۱۷۹۳ء " ۱۲۰۷ھ

امیر خاں جو اشیر دلیر جنگ صوبہ کشمیر ۴ سال ایک ماہ ۱۷۷۲ء سے ۱۷۷۶ء / ۱۱۸۶ھ سے ۱۱۹۰ھ

تیمور شاہ کے عہد حکومت

میں چند ماہ تک توجہ انشیر خطاب کی خوشی میں بادشاہ کی مطابعت میں گرم جوشی ہی ظاہر کرتا رہا لیکن اس کے بعد کشمیر کے خوشگوار باغات اور جمیل ڈل کی تازہ ہوا نے اس کے دماغ میں بسی ہوئے خود سری ڈال دی اور شاہ کابل کی فرمانبرداری کا طوق گردن سے نکال کر خود مختار فرمانروائی کرنے لگا۔ مذہب تشیع کا پیرو تھا سرکشی اختیار کر کے اپنے دین کی ترویج میں مصروف ہوا۔ اور مسلمانان اہل سنت کو سخت ایذائیں پہنچانے لگا۔ واقعہ ہا دشعبان ۱۱۶۸ھ میں اس نے حافظ عبداللہ کے عصا میں خواجہ کمال الدین نقشبندی کو انور ملک بلوچ کے ہاتھ سے نقب زنی کروا کے مروا ڈالا۔ اسی طرح خواجہ فتح اللہ کلہٹر عالی ملک شاہ وی اور ابوالبرکات کے بیٹے نورالدین خاں کو بھی توہین مذہب تشیع کے جرم میں خفیہ طور پر قتل کرا دیا۔ بایں امیر آباد میں اس نے زر کثیر سے سید امیر کربلائی کی ماتمداری کے لئے ایک سیاہ خیمہ نصب کر رکھا تھا۔ شیخ الاسلام قاضی خاں اور دیگر مفتیان سری نگر کو جمع کر کے اس نے اذان میں کلمہ علی ولی اللہ شامل کرنے کے لئے مجبور کیا وہ لوگ تو خوف جان سے اس وقت خاموش ہو رہے لیکن خود مجتہد اس کے دل پر کوئی غیبی رعب چھا گیا اور وہ اس حکم کے اجراء سے باز آ گیا۔ رفتہ رفتہ امیر خاں کی زیادتیوں کی خبریں تیمور شاہی دربار میں بھی پہنچ گئیں اس نے علی اکبر خاں کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ انتظام صوبہ پر مامور کر کے بھیجا جب وہ حدود مظفر آباد میں پہنچا تو ناظم صوبہ کے معاون قوم بمبوزئی نے مزاحمت کی اور اسے آگے نہ بڑھنے دیا۔ وہ بیچارہ وہیں سے کابل کو لوٹ گیا۔ اس واقعہ پر امیر خاں کا حوصلہ اور بھی بڑھ گیا اور اس نے بمقام سوپور محمود خاں بمبہ سے ملاقات کر کے اس کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی ولی خاں کمبکو اور امیر خاں کھکہ کی لڑکیاں اپنے عقد میں لایا جس سے اس قوم کے ساتھ بھی رابطہ اتحاد قائم ہو گیا۔ اس کے بعد ناظم صوبہ سے میر زرا کا ظلم کو نیابت سے معزول کر دیا۔ تبت کے راستے میں تین مستحکم قلعہ بنائے۔ اور بعض زمینداران گنڈ سرسنگھ کو سازش کے الزام میں قتل کر دیا۔ علی اکبر خاں کی مراجعت پر تیمور شاہ نے حاجی کریمداد خاں کو لشکر جرار دے کر امیر خاں جوانشیر کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اس نے کریمداد خاں کے بھائی زمان خاں کو بیشمار تحفہ و تحائف دے کر بادشاہ کی خدمت میں

بھجوا دیا اور امرائے دربار اعلیٰ کے ساتھ بذریعہ خط و کتابت حکم آور یعنی حاجی کریم داد خاں کی واپسی کا فیصلہ کریں۔ چنانچہ وہ براہ چھکلی واپس چلا گیا۔ باوجود اس کے ناظم صاحب نے شیوہ جور و تعدی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ یہاں تک کہ تمام رعایا برخلاف ہو گئی اس وقت اس نے کوشش کی کہ کسی طرح عوام کو راہ راست پر لائے۔ چنانچہ اس نے اپنے معتمدوں کو اس ہنگامہ کے فرو کرنے کے لئے متعین کیا۔ لیکن لوگ اس کی نسبت اس کے کارکنوں سے جو زیادہ تر رذالت پیشہ ہندو اور ملاح تھے ناظم سے بھی زیادہ جلے بیٹھے تھے۔ غرض اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ تاہم اس کے ہر وقت بیدار رہنے سے اتنا ضرور ہوا کہ بغاوت رک گئی۔ لیکن عبدالنبی اور ملا مجید وغیرہ چند اکابران شہر سرتیچ پا کر بادشاہ کی خدمت میں چلے گئے اور دوبارہ حاجی کریم داد خاں کو اس کی تادیب کے لئے ہمراہ لائے۔ علی اکبر خاں کی طرح محمود خاں بھی کریم داد خاں کے سد راہ ہوا لیکن اس جوانمرد کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہ چل سکی اور وہ باوجود نقصان کثیر معہ فوج دسپاہ ۱۱۷۰ھ کو بارہ مولہ پہنچ گیا۔ اب کے امیر خاں کا کوئی داؤ نہ چلا اور آمادہ پیکار ہو گیا۔ اس نے تاتار قلیخاں افشار کو بے تعداد فوج کے ساتھ مقابلہ کے لئے بارہ مولہ بھیجا جس نے وہاں پہنچ کر بمقام گورس بولی قیام کیا۔ اور کریم داد کی پیش قدمی کا انتظار کرنے لگا۔ یہ تو اپنے کیمپ ہی میں بیٹھا رہا۔ اور حاجی کریم داد موضع جانہا رپورہ کے پاس سے چالیس ہزار سواروں کے ساتھ دریائے بہت عبور کر کے قصبہ ٹین میں آپہنچا تاتار قلی خاں بھی اس کے پیچھے ٹین آگیا۔ لیکن خلاف توقع عہد و پیمان کر کے شاہی فوج سے مل گیا۔ اسی طرح میر فاضل کنٹ بھی کہو ٹمہ سے لوٹ کر کریم داد خاں سے جا ملا۔ یہ حالت دیکھ کر امیر خاں پامردی کا مقولہ عمل میں لایا اور شاہ آباد کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں کے زمینداروں نے عوزا سے راہ سے گمراہ کر کے ایسے سنگلاخ اور دشوار گذار درہ کوہستان میں ڈال دیا جہاں سے بخیر و عافیت نکلنا مشکل بلکہ محال ہو گیا۔ اسی اثنا میں کریم داد خاں کے سردار معروف خاں اور علی اکبر خاں شاہ آباد کے زمینداروں کی وساطت سے مطرو کے سر پر آپہنچے اور اُسے گرفتار کر کے آقا کے پاس لے گئے۔ جس نے ہاتھ پاؤں باندھ کر پالکی میں

کی حراست میں اسے کابل بھجوا دیا۔ کچھ عرصہ تک قید رہا آخر بادشاہ نے اس کا قصور معاف کر کے اسے آزاد کر دیا۔ اس مرتبہ یہ خان نے ۴ سال ایک ماہ حکمرانی کی۔

حاجی کریم داد خان صوبہ کشمیر ۷ سال ۱۰ ماہ ۱۱۹۰ھ سے ۱۱۹۷ھ

حاجی کریم داد خان نے ایسر خان کی گرفتاری کے بعد نظامت کشمیر پر اقتدار حاصل کر کے سیر فاضل کمنٹ کو مختار مایہ اور مشکل امور سلطنت ملکیہ بنایا لیکن جلد ہی چند ماہ کے بعد ۱۱۹۲ھ کو تحصیل مالیہ میں قصور کرنے کے باعث اسے قتل کرا دیا جس کے بعد اس نے قاضی عبدالرحیم کے بھائی محمد کو عہدہ قضا و بخشی اور دلاور خان کو منصب صاحبکاری عطا کیا۔ اسی سال اس نے اپنے بیٹے مرتضیٰ خان کو کابل سے بلا بھیجا۔ ۱۱ ماہ شعبان ۱۱۹۳ھ کو وہ سری نگر پہنچ گیا اس کا استقبال بڑی دھوم دھام سے کیا گیا اور سلامی کے توپیں اتنی چلائی گئیں کہ ان کے متواتر آواز سے نظامت کے دیوان خانہ کلان کے دو طاق گر گئے جس سے اکثر لوگ زخمی ہو گئے بعض لوگ ایسے مجروح ہوئے کہ کچھ دنوں تک مسک مسک کر اس استقبال کی توپوں کی نذر ہو گئے۔

کچھ عرصہ بعد ۱۱۹۵ھ حاجی کریم داد خان نے مرتضیٰ خان کو تسخیر اسکردو پر مامور کیا جس نے بڑی جد و جہد کے بعد راجہ مراد خان حاکم اسکردو کو مغلوب کر لیا اور رباج و خراج اور یرغمال لے کر منظفر و منصور مراجعت پذیر ہوا۔ ناظم صوبہ نے فتحنامہ تیمور شاہ کی خدمت میں بھجوایا جس نے اس کے صلہ میں اسے شجاع الملک کا خطاب عطا کیا۔ اسی سال راجہ رنجیت دیو والئے جموں نے تیس ہزار سپاہ کے ساتھ بانہال کے راستے کشمیر پر چڑھائی کی لیکن شکست کھا کر واپس ہو گیا۔ تاہم والئے جموں کی اس کارروائی سے ناظم صوبہ کو قطعاً معلوم ہو گیا کہ اقوام کشتہ کہلکہ و بمبہ کی سازش سے راجہ مذکور نے کشمیر پر فوج کشی کرنے کی جرأت کی چنانچہ اس نے پہلے تو قوم کمنٹ کو سیدھا کیا۔ پھر اقوام کہلکہ و بمبہ کے تدارک کے در پے ہوا۔ ۱۱۹۷ھ میں محمود شاہ بمبہ کی سرکوبی کے لئے جس سے اشارہ پر رئیس کشمیر میں کریم داد خان کے ساتھ بہت بڑے درجہ امت کی تھی تاراقلی خان کو سات ہزار آدمی

کے ساتھ مظفر آباد بھجوایا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو فتح خاں راجہ کشتواڑ نے صحیح راستہ سے گمراہ کر کے ایک ایسے تنگ درہ میں پہنچا دیا کہ یہ بالکل بے بس ہو گیا۔ اسی اثناء میں فتح خاں نے حملہ آور ہو کر فوج کشمیر کا تمام مال و اسباب اور اسلحہ و ہتھیار چھین لئے اور اسے بے دست و پا کر کے ناظم کشمیر کے پاس واپس بھجوا دیا۔ نادر علی خاں کی حماقت سے کریم داد خاں اس قدر غضبناک ہوا کہ جوش غضب میں اس کو قتل کرا دیا۔

حاجی صاحب سلہ ان جھگڑوں جھمیلوں سے فراغت کلی حاصل کر کے چور و بلوا اور ظلم و ستم کا بازار ایسا گرم کیا کہ تمام رعایا الامان الامان کر اٹھی۔ مال و دولت غارت کرنے کے علاوہ اس نے اعلیٰ و ادنیٰ کے پردہ ناموس کو چاک کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ بلا تفریق مذہب تمام اقوام اس کے مظالم سے نالاں تھیں کئی قسم کے ٹیکس ہی اس نے رعایا پر لگا دیئے تھے۔ ان میں سے چند ٹیکس پر ہم بھی ہیں۔ ان میں سے ایک ٹیکس زر پنا تھا جو منصب داروں اور جاگیرداروں سے وصول کیا جاتا تھا اکثر حالتوں میں یہ ٹیکس آمدنی سے بھی دوگنا چوگنا ہوتا تھا۔ اس نے منصب داروں اور جاگیرداروں کو ان ٹیکس کا بھی حق ادا کر دیا۔ چنانچہ کئی ستم رسیدگاں مال و اسباب فروخت کر کے مقروض ہو گئے۔ دوسرا ٹیکس زر اشخاص کے نام سے مشہور تھا یہ تاجروں اور دیگر متمول اصحاب سے وصول کیا جاتا تھا۔ اور تیسرا ٹیکس جو بات تھا اور یہ ٹیکس زمینداروں سے وصول کیا جاتا تھا جس سے شہر و دیہات سبھی ویران ہو گئے۔ زمینداروں سے محصول وارد خراج کے باغوں کے باغ جو نہایت مغلیہ کے وقت سے چلے آتے تھے کاٹ کر انکی لکڑیاں بازاروں میں فروخت کیں اور زر ثمن وصول کیا۔ سادات اسے ان کے چھوٹے چھوٹے باغوں پر لگائے کہ محصول اور ٹیکسوں سے بڑی آمدنی ہوتی ہے۔ جب انہوں نے محصول کر لیا۔ ان پر قرقی کی دھمکی دی پھر اس نے اسلحہ ہر گاؤں کو مقرر کر کے کہا تھا جو اول درجہ کا سفاک اور بیباک اور اعلیٰ درجہ کا ظالم و جابر تھا اور بدلحاظ آدمی تھا پانچ سو سپاہی گشت کرتا اور ایسے ایسے ظالم رعایا دار مقرر تھے جو اہل کشمیر سے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ایک دفعہ حاجی صاحب سے ملنے اور اس کے نائب اور ہر کارہ کو پیادہ

اور ان کے قتل کا اتہام کابران ہندو پر لگایا چنانچہ انہیں گرفتار کر کے سخت ایذا پہنچانے لگا یہاں تک کہ انہوں نے ہر کاروں کے عوض پچاس ہزار روپیہ لانہ مصادرہ دینا منظور کر لیا۔ اس رقم کا نام زر دو وقر رکھا گیا۔ اسی طرح چشیہ وروں اور حرفت گروں پر بھی اس نے کئی طرح کی بدعتیں پیدا کر دیں مولانا رام تلی کے مشورہ اور رہنمائی سے شال بافوں پر پہلے پہل داغ شال کا ٹیکس لگایا گیا اور باج گذاروں سے اقساط خراج و باج پیسہ وصول ہونا معمول بن گیا مصیبت تنہا نہیں آتی انہیں تشاول و تاراج کے دنوں میں ۱۰۶۵ھ ۱۶۵۵ء میں سخت ہیضہ پھیل آیا جس سے ہزاروں مکان گر کر ویران ہو گئے یہ زلزلہ چھ ماہ تک بڑی شدت سے رہا لیکن حرکت سال بھر محسوس ہوتی رہی۔ دوسرے سال ۱۰۶۶ھ ۱۶۵۶ء میں شدت سرما کے باعث دریائے بہت اور جھیلیں یخ بستہ ہو گئیں جس سے رعایا کی مصیبت اور بھی زیادہ ہو گئی۔

جب اپنے ملک کو ویران کر چکا تو اسے راجہ مسعود خاں والیٔ مظفر آباد کی سرکوبی کا خیال آیا ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۷ء میں عازم مظفر آباد ہوا۔ بارہ مولہ پہنچا اس نے بمقام گورس ہونے قیام کیا جہاں سے اس نے پیر دخاں اہبکہ کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے سری نگر بھجوا دیا اور اس کے لڑکے بہادر خاں کو یرغمال بنا کر مظفر آباد اپنے ساتھ لے گیا۔ مسعود خاں گھبرا کر بھاگ گیا لیکن اس کے متعلقوں اور سپاہیوں میں سے بہت سے آدمی گرفتار ہو گئے۔ واپسی پر جب گھاٹی پہنچا تو بہادر خاں اہبکہ غسل کے بہانے دریائے بہت پر گیا جہاں سے جان بچا کر بھاگ نکلا۔ شاہ پار ہو گیا۔ دوسرے دن پچاس ساتھیوں بہادر خاں سے کر کریم داد خاں کے لشکر پر آ پڑا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے بھگو کر سلامت واپس چلا گیا۔ اسی جدوجہد میں کریم داد خاں کی فوج کا ایک افسر دیوان جسونت نام بھی مارا گیا۔ شجاع الملک حاجی کریم داد خاں حضرت سات سو سپاہ ساتھ لے کر گورس پہنچ گیا اور دوسرے دن کوچ کر کے سری نگر چلا گیا جہاں اس نے اسی دن پیر دخاں اہبکہ کو محمد شیر گوہی میں قتل کر دیا اور لاش اس کی سید حسین کے مشورہ سے مقبرہ میں مدفون ہوئی۔ باقی تیاریوں کے بعد حکم دیا کہ روسا نہ دس دس آدمی جھیل ڈل میں غرق کئے جائیں۔

اپنے عہد حکومت میں اس نے فرقہ تشیع کی ترجیح و ترویج کو فرض منصبی سمجھا۔ اور انہیں ایسا ذلیل و خوار کر دیا کہ وہ عرصہ دراز تک سر نہ اٹھانے کے قابل نہ رہے خواجہ کمال الدین شہید کے قاتل کو بعذاب شدید قتل کر کے سر اسکا خانقاہ نقشبندیہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا۔ ان مظالم کے علاوہ باغ امیر آباد کو خواہ مخواہ خداوند وسطے کی عداوت میں ویران کر دیا۔

۱۷۸۳ء/۱۱۹۷ھ میں تیمور شاہ کے بھائی سکندر شاہ نے علاقہ کامراج میں داخل ہو کر شورش برپا کی۔ ناظم صوبہ نے اس کی مدافعت کے لئے اپنے بیٹے آزاد خاں کو مامور کیا۔ سکندر شاہ لڑائی سے بھاگ گیا اور آزاد خاں مظفر و منصور واپس آگیا ان دنوں کریم داد خاں مرض صعب میں مبتلا تھا۔ اس نے وصیت کی کہ وہ اسکے مرنے کی خبر کابل نہ بھجوائے۔ آخر ۱۲ ماہ صفر ۱۱۹۷ھ/۱۷۸۳ء کو انتقال کر گیا۔ امرائے دولت نے آزاد خاں کے پہنچنے تک اس واقعہ کو پوشیدہ رکھا جب وہ پہنچا تو اس نے باپ کی لاش خانقاہ معلی کے احاطہ میں مدفون کرائی۔ تاریخ وفات

ظالم گور ۱۱۹۷ھ دیگر ظالم بمرگ

کریم داد خاں نے ۱۲ سال ۱۰ ماہ کی حکمرانی کے عرصہ میں جامع مسجد اور علی مسجد کی مرمت کے سوا اور کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اس کے علاوہ عید ان مایہ سوم سے اس نے توت کے تمام درخت کٹوا دیئے اور ان کی جگہ سفیدار وں کی صفیں لگا دیں اور گھوڑ دوڑ کے لئے عید ان بالکل مسطح ہموار کر دیا۔ آخر صوبہ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ آزاد خاں کے سپرد کر کے اسے اپنے نقش قدم پر چلنے کا سبق دے گیا۔ آخر عمر میں اسے اولیا کرام کی مقابر کی زیارت کا شوق پیدا ہو گیا اور کچھ کچھ راستی پر آنے لگا تھا لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی کہ کوئی نیک کام کرتا۔

**آزاد خاں صوبہ کشمیر ۲ سال ۳ ماہ ۱۷۸۳ء/۱۱۹۷ھ سے ۱۷۸۵ء/۱۱۹۹ھ**

آزاد خاں نے رعایت حکمرانی بلند کر کے دلاور خاں قلی کو منصب وزارت المہامی عطا کیا۔ اور تیمور شاہ کی مطابعت کا اعلان کر کے حکومت کرنے لگا۔ ساتھ ہی اس نے امرائے کابل کی وساطت سے بادشاہ سے نظامت کشمیر کا فرمان بھی حاصل کر لیا۔

آزاد خاں کے حالات لکھتے ہوئے قلم کا سیہ فرق ہوتا ہے۔ سیاہ سند
بیٹا جو رو بید ادمیں باپ سے بھی بڑھ کر نکلا۔ خود تو معمولی لباس
پہنتا تھا لیکن اس کے غلام اور چوبدار فوق البطرف پوشش اور زربفت کی پہنے
ریب تن کئے ہوئے نظر آتے تھے۔ سیر و شکار کے لئے بڑی دھوم دھام
اور تزک و احتشام سے نکلتا۔ اور شیر و پلنگ سے عہدہ اٹھنے کو ہر وقت آمادہ رہتا
اور بادشاہ کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔

پہلے سال ہی اس نے کشتوار پر چڑھائی کر دی۔ وہاں کے راجہ کو گرفتار کر کے
کشمیر لے آیا۔ لیکن یہاں خلاج خانہ سے سرفراز کر کے اس نے اسے پھر حکومت
کشتوار پر بحال کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عنان عزیمت پونچھ کی جانب معطوف
کی۔ راجہ رستم خاں والئے پونچھ خوف کے مارے بھاگ گیا۔ آزاد خاں ایک ہفتہ
تک لوٹ مار مچا کر اور گوبند پنڈت کو قتل کر کے واپس آگیا۔ دوسرے سال اس
نے پھر چڑھائی کی لیکن اس مرتبہ رستم خاں نے بیشمار نذرانہ پیش کش کر کے صلح کر لی
اسی طرح اس نے راجہ راجوری کو بھی مطیع کر کے مشمول عنایات کیا۔ اس کے
بعد آزاد خاں نے کچھ دنوں کشمیر میں قیام کیا۔ کہہ کر میدان یا موجہ میں نہر جاری
کرنے کی کوشش شروع کی۔ پہلے نالہ ڈول سے نہر نکالی گئی لیکن اس کا پانی
میدان مذکور میں نہ پہنچ سکا پھر ٹھہ واری کے چشمہ دریائے بہت سے نہر نکالی گئی
لیکن پھر بھی کامیابی نہ ہو سکی اور مجبوراً اس طرف سے اسے خاموشی ہی اختیار
کرنی پڑی۔ کچھ دنوں کے بعد سلطان گڑھائی پر ہم اختیار کرنے کے ارادہ سے اور علاقہ
پہاڑ کے راجوں پر یورش کرنے کے لئے اس نے تمام پرگنہ جات کشمیر کے زمینداروں
کو بار برداری کے لئے بیگار پکڑ لیا جس سے شور و شر برپا ہو گیا۔ آزاد خاں جب
مظفر آباد کے حدود میں پہنچا تو تمام پہاڑی راجے خوف سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور
آزاد خاں بغیر کسی کامیابی کے واپس آگیا۔

جب چاروں طرف سے کامیابی اور سرفرازی نے منہ دکھایا تو ناظم صوبہ
کا دماغ آسمان پر اڑنے لگا۔ اس نے بادشاہ سے بھی سرگردانی اختیار کر لی۔ اپنے
بھائی محمد خاں کو جو قبل بادشاہ کی خبر سکالی کا ہمیشہ ذمہ دار رہتا تھا قید کر دیا۔ اسی طرح غفور خاں

ادھر عسکر خاں کو ملک سے خارج کر دیا اور شیر علی خاں اور خواجہ محمد گنائی کو قتل کر دیا لیکن اپنے خیر خواہوں امیروں سرداروں اور سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے اس نے تمام خزانہ و دفائن جو اس کے باپ نے ٹھون رکھے تھے پانی کی طرح خرچ کئے بہادر انعام و اکرام بخشے فوج جمع کی اور سلطان مراد کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر کے اس نے اپنے آپ کو نادر شاہ ثانی کے نام سے مشہور کیا۔ اس بغاوت کی اطلاع جب تیمور شاہ کو ہوئی تو اس نے میر زا محمد علی المخاطب کفایت خاں کو ناظم کشمیر کی ہدایت کے لئے بطور سفیر کشمیر بھیجا۔ اس شہزادہ نے آزاد خاں کو حکمت عملیوں کے سبز باغ دکھا کر بہت سے تحائف دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور تین لاکھ روپیہ نقد و جنس بطور خراج شاہی وصول کر کے کابل کو لوٹ گیا۔ ابھی راستہ ہی میں تھا کہ تیمور شاہ نے بلدہ بازی سے آزاد کے بھائی عزیز قلی خاں اور نوروز خاں کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ بھائی کی سرکوبی پر مامور کر کے کشمیر بھیجدیا۔ آزاد خاں بھی غرہ ماہ شوال ۱۱۹۳ھ میں عین اس وقت جب کہ عظیم دریائے کشن گنگا کے دوسرے کنارے پر خیمہ زن تھا مظفر آباد پہنچ گیا۔ چند سپاہی ساتھ لے کر شاہی فوج کے دیکھنے کے لئے دریا کے کنارے پر جا کھڑا ہوا دوسری طرف سے کسی نے آواز دی کہ اے ایستادگان کیستید۔ آزاد خاں نے جواب دیا کہ بندہ شاہ آزاد است اور بندوقوں کے چند فیر کر کے واپس آگیا۔ دو تین دن بعد ہنگامہ کارزار برپا ہوا اور طرفین سے مورچہ بندی کر کے لڑنے لگے۔ پہلے دن کی لڑائی میں آزاد خاں کی فوج میں خطرہ پھیل گیا۔ لیکن اسی وقت لڑائی بند ہو گئی اور فریقین اپنے اپنے کیمپ کو لوٹ آئے۔ دوسرے دن آزاد خاں استقامت کر کے پھر لڑائی کو نکلا۔ لیکن اس دن ہی اس کی فوج کے سردار علی محمد عباسی اور ملا اعظم مارے گئے اور قریب دو ہزار سپاہی دریا میں ڈوب گئے جس سے گھبرا کر آزاد خاں بھاگنے لگا لیکن اس کے چچیرے بھائی پہلوان خاں نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کر کے اسے کھڑا کر دیا اور خود اپنے سپاہیوں کو حوصلہ افزائی کر کے پھر لڑائی میں ٹوٹ پڑا جس سے شاہی لشکر میں ابتری پھیل گئی۔ آزاد خاں، عثمان خان چوپلانی کو گرفتار کر کے مظفر آباد سے بارہ مولہ کو لوٹ آیا۔ عزیز قلی خاں منہزم ہو کر

علاقہ پکھلی میں چلا آیا۔ اور سنتے سرے سے چڑھائی کی تیاری کرنے لگا۔ آزاد خاں ابھی بارہ مولہ ہی میں تھا کہ وہ بمقام ہیرپور دریا عبور کر کے موضع کچھوامہ میں پہنچ گیا اتفاقاً انہیں دنوں میں قحط عظیم اٹھا یہاں تک کہ روپے کو سیر غلہ بھی نہ ملتا تھا ساتھ ہی تمام ملک میں وبا ہیضہ بھی پھیل گئی جس سے قریب بیس ہزار آدمی مر گئے فصوصاً علماء و فضلا کو اس وبا نے چن چن کے نابود کیا۔ البتہ علاقہ کچھوامہ اور پرگنہ بہاگ اس بلائے ناگہانی سے بچ رہے۔ لڑائی کے باعث درآمد نمک مسدود ہو گئی جس سے نمک بھی نایاب ہو گیا اور چاول کے بھاؤ بکنے لگا۔ ایک تو یہ بلائیں تھا ہی تھیں دوسرے غنیم کشمیر کے غلبہ پا جانے سے تمام ہی لشکر کے سامان حرب اور رسد وغیرہ پہنچنے کے وسائل اور راستے مسدود ہو گئے جس سے مرتضیٰ خاں سخت پریشان ہو گیا تاہم برسی جانفروشی سے ڈٹا رہا آخر بہت سی جد و جہد و جنگ و جدل کے بعد کچھ تو فاقہ کشی اور وبا سے تباہ ہو گیا اور کچھ آزاد کے ہاتھ سے ویران ہو کر ذلیل و خوار ہوا۔ اسی اثنا میں نور جنگ قلی خاں۔ قاضی محمد یعقوب خاں وغیرہ چند سپاہی افسر بھی گرفتار ہو گئے جس سے مرتضیٰ خاں کا رہا سہا حوصلہ بھی جاتا رہا اور بہاگ کے پونچھ کے راستے پشاور چلا گیا۔ آزاد خاں دوبارہ فتح و نصرت کا گیت گاتا ہوا سرینگر آ گیا۔ یہاں آکر پہلے تو اس نے اپنے نائب مدار المہام دیوان سنگھ کلان کو بمقام ہشت چنار قتل کیا۔ اور پھر شیخ عبد النبی اور آیت اللہ بانڈے کو بھی اسی جگہ عدم آباد کی پہنچا دیا اس کے بعد آزاد خاں نے بمقتضائے مصلحت قمر الدین اللہ خاں کو بادشاہ کابل کی خدمت میں بھجوایا اور بشفاعت کلام اللہ سابقہ تقصیرات کی معافی مانگی لیکن تیمور شاہ نے منظور نہ کیا۔ تاہم کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے کفایت خاں کو نور جنگ قلی خاں وغیرہ محبوسوں کی رہائی کے لئے آزاد خاں کے پاس بھجوایا۔ آزاد خاں بڑی تعظیم و تکریم سے اسکے ساتھ پیش آیا۔ لیکن نور جنگ قلی خاں اور اس کے بیٹے دونوں کو میدان ماہ پورہ میں اس کے روبرو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ملا نور محمد کو حسن پیش خدمت کے ہاتھ سے نور باغ میں غرق آب کرا دیا۔ انہیں دنوں میں راجہ محمود خاں بہ عنوان سفارت کے لئے سرینگر آیا اور ناظم نے معاف کر کے اسے خلاع فاخرہ سے ممتاز کیا لیکن وہ بیچارہ دو تین دن بعد تقاضائے ربانی سے انتقال کر گیا۔ اس کے ہمراہی لاش لاہور آباد

سے گئے۔

رعایا سے بڑھ کر منصب دار اور اراکین دولت بھی آزاد خاں کے جور و ستم سے بید کی طرح کانپتے تھے اور اندر ہی اندر اس کی بیخ کنی کے در پے تھے۔ منجملہ ان کے پہلوان خاں اور ملوک خاں نے عظمت خاں قاقبچی محافظ شہبستان کو ورغلا کر ظالم کے قتل پر آمادہ کر دیا جس نے ایک دن رات کے وقت موقعہ پا کر آزاد خاں پر پستول کا فیر کیا۔ گولی ران پر لگی اور وہ کمال اضطراب اور انقلاب کی حالت میں قلعہ شیر گڑھی کی فصیل کے ایک در پچے سے دریا میں کود پڑا اور کشتی میں بیٹھ کر دلارام قلی کے ہاں چلا گیا۔ عظمت خاں پہلوان کو ساتھ لے کر وہاں بھی جا پہنچا اور کشتی پر جہاں محافظ اور پناہ گزین دونوں بیٹھے تھے انہوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ لیکن آزاد خاں کو کوئی آسیب نہ پہنچا۔ البتہ دلارام قلی خفیف سا مجروح ہو گیا۔ اب آزاد نے فراغت پا کر فوج آراستہ کی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے میدان مایہ سومہ میں آ گیا۔ پہلوان خاں اور ملوک خاں بھی اپنی اپنی جماعت کے ساتھ مقابلہ پر آ گئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلوان خاں اور ملوک خاں تنگ آ کر قلعہ شیر گڑھی میں متحصن ہو گئے۔ آزاد خاں بھی محاصرہ سے تنگ آ کر اونتی پورہ چلا گیا جس سے پہلوان خاں کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ قلعہ سے نکل کر اس کے تعاقب میں دوڑا۔ پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ بین خونریزی کے موقعہ پر عظمت درانی خنجر نکال کر آزاد خاں پر حملہ آور ہوا لیکن جونہی اس کے چہرہ پر اس کی نظر پڑی خوف طاری ہو گیا اور کانپنے لگا اسی وقت میدان چھوڑ کر نکل گیا۔ پہلوان خاں پھر منہزم ہو کر سری نگر بھاگ آیا۔ آزاد خاں بھی ان کے تعاقب پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے بیٹھ گیا۔ سات دن رات جانبین میں گولہ باری ہوتی رہی آخر محصورین تنگ آ کر رات کے وقت قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے آزاد خاں نے سراسیمہ و ہراساں ان کا تعاقب کیا۔ اور سب کو گرفتار کر کے لے آیا۔ پہلوان خاں، ملوک خاں اور ان کے متعلق قریباً بیس آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور عظمت درانی کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ اسی سال سری نگر محلہ جھگی پورہ میں حادثہ آتش زدگی واقع ہوا جس سے بہت سے گھر جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ دوسرے سال ۱۰۱۹ھ کو سخت ہیضہ پھیل آیا جس سے بہت سے مکان گر گئے

اور سینکڑوں آدمی دب کر مر گئے۔ تین چار ماہ تک تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خفیف سے زلزلے آتے رہے۔

نور جنگ قلی خاں کے قتل کے بعد تیمور شاہ نے سیف الدولہ مدد خاں اسحاق زئی کو پچاس ہزار جریدہ سپاہی دے کر آزاد کو حلقہ تنبیہ میں لانے پر مامور کیا۔ اس نے اپنی فوج کے دو حصے کئے ایک حصہ بارہ مولہ کے راستے بھیجا اور دوسرا حصہ قریب تیس ہزار سپاہی خود اپنے ہمراہ لے کر براہ کرناہ سوپور چنار گل علاقہ کامراج میں آ داخل ہوا۔ آزاد خاں بارہ مولہ کی فوج سے ہم شیرہ ہونے کے لئے بمقام دلنہ بیٹھا تھا کہ مدد خاں سیف الدین خاں کنٹ کی رہبری سے کوہ ہمہ اور لار کے راستے ۱۴ ماہ صفر ۱۱۹۵ھ کو سری نگر آ کر بمقام ہفت چنار مقیم ہو گیا۔ عبد العزیز خاں نائب صوبہ کو اس نے شہر گڑھی سے نکال کر قتل کر دیا۔ جب آزاد خاں نے سنا تو اس نے اہل و عیال پونچھ بھجوا دیئے۔ اور خود سوپور ہ دلنہ سے کوچ کر کے خوشی پورہ میں آ بیٹھا۔ اس کا ایک سردار اسلام خاں سیف الدولہ سے مل گیا۔ جبر آزاد خاں نے اس کے دو بیٹے اور ایک لڑکی دریا میں غرق کر دی اور اسکی بیوی کا وامن عصمت اپنے سپاہیوں سے پاک کرایا۔ مدد خاں بھی کوچ کر کے خوشی پورہ آ گیا۔ اور مخالف سے معرکہ جدال و قتال شروع کر کے خون کی ندیاں بہانے لگا۔ دار و گیر کے موقعہ پر آزاد خاں نے باواز بلند پکار کر کہا کہ اگر کوئی شخص مدد خاں کا سر کاٹ کر میرے سامنے لائیگا تو ایک لاکھ روپیہ انعام پائے گا اور اگر کوئی شخص اسے زندہ پکڑ لائے تو اسے دو لاکھ روپیہ دونگا۔ روپیہ کی لالچ میں بہادر سنگھ نام ایک بہادر اس خطرہ کے انعام پر آمادہ ہو گیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر مدد خاں کے سر پر جا پہنچا لیکن اس جوانمرد نے گھوڑے سمیت اٹھا کر بہادر سنگھ کو اپنے آگے بٹھا لیا چاہتا تھا کہ زندہ ہی آزاد خاں کے حوالہ کر آئے لیکن اس کے سپاہیوں نے ایک ہی وار سے اسکا کام تمام کر دیا۔ بالآخر آزاد خاں کے کئی سردار بھی مدد خاں سے جا ملے اور وہ بیچارہ برگشتگی روزگار سے لاچار ہو کر میدان سے نکل گیا۔ مدد خاں کوچ کر کے سری نگر علمدار میں داخل ہو گیا۔ کچھ دن کے بعد آزاد خاں نے صبر کر کے ہمت باندھی اور مدد خاں کی فوج پر شبخون مارا

لیکن اس کے ایام برگشتہ تھے اس کی ایک بھی پیش نہ گئی اور بھاگ گیا۔ راستے میں شاہی سپاہیوں نے اُسے روکا لیکن وہ شاہ ولی خاں کا حجام رجب بن مہدی بنکر پونچھ کیطرف نکل گیا۔ کچھ عرصہ تک راجوری وغیرہ کی اطراف میں آوارہ گرد رہ کر پھر پونچھ آگیا اور اس فکر میں ہوا کہ وہاں کے راجہ رستم خاں کو گرفتار کر کے اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ لیکن راجہ مذکور نے اس کے خیالات سے آگاہی پاکر اُسے محصور کر لیا۔ اتفاقاً اسی دن مدد خاں کا سپہ سالار اسلام خاں بھی وہاں پہنچ گیا اور اس نے آزاد کا محاصرہ کر لیا یہاں تک کہ آخر کار محصور نے تنگ آکر خودکشی کر لی۔ اسلام خاں نے اس کا سر کاٹ کر مدد خاں کے پاس بھجوا دیا جس نے اُسے تیمور شاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ بادشاہ نے ایسے بہادر کے مرنے پر سخت افسوس ظاہر کیا تاہم اس کی ماں سے اس نے دو لاکھ روپیہ بطور مصادرہ وصول کر لیا۔

اس نے دو سال اور چار ماہ کی حکمرانی میں ایک ہی نیک کام کیا اور وہ یہ تھا کہ شاہ نعمت اللہ صاحب کی خانقاہ واقعہ صفا کدل جو جل گئی تھی از سر نو تعمیر کرا دی۔ یوں تو تمام عہد افاغنہ کشمیر کے لئے ایک تازیانہ عبرت تھا۔ لیکن ان باپ بیٹوں کا زمانہ تو اہل کشمیر پر قہر الٰہی سے کم نہ تھا۔ غضب خدا کا رعایا فاقوں سے تباہ حال ہو رہی ہے۔ اور یہ باپ بیٹا اپنے اپنے عہد میں لوٹ کے مصالحات سے اس کا اور بھی کچھ مزید حال کر رہے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے پھل دار درختوں کو اس خوف سے کہ ظالم اور جابر حاکم پیداوار زیادہ بتا کر لے جائیں گے جڑ سے کھود کے پھینک دیتے ہیں جس سے پھلوں کی شکل ہی بدل جاتی ہے اور ذائقہ بھی خراب ہو جاتا ہے۔ تاکہ ملکی اور کھٹائی کی وجہ سے یہ میوہ حاکموں کو مرغوب نہ ہو سکے۔ ان دونوں کے عہد میں غریب رعایا کو بیگار کے ظلم سے بھی تباہ کیا گیا ہے۔

سیف الدولہ مدد خاں اسحاق زئی صوبہ ۱۶۸۵ء میں جب مدد خاں نے صدر مقام کشمیر ۱۰۹۶ھ سے ۱۶۸۶ء ۱۰۹۷ھ ہجری پر قدم رکھا۔ تو اس نے دیکھا کہ ملک کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ لوگ افغانوں کی شکل دیکھتے ہی [illegible] ظلم کا نمونہ ہے۔ اس لئے اس نے محسوس کیا کہ عام رعایا [illegible]

اور نہایت نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ چنانچہ اس نے ملامت سے کام لینا چاہا لیکن معلوم ہوا کہ بعض فتنہ پرداز لوگ اپنی خود غرضیوں اور جاہ طلبیوں کے لئے شر و شور پیدا کرتے اور حکام کو خود ظلم و ستم پر آمادہ کرتے ہیں۔ آخر اس نے نامی گرامی سرکشوں اور خیرہ سروں کو شکنجۂ عتاب میں کھینچا جس سے ایک شور برپا ہو گیا۔ اور لوگ مدد خاں کو کریم داد خاں اور آزاد خاں کے مظالم کا نتیجہ سمجھنے لگے چنانچہ تاریخ ہوئی ؎

در تواریخ نیک ہزار و دو صد ظلم آزاد دار سید مدد

آخر جب مفسدوں کے استیصال کے بعد امن و امان کی صورت نظر آگئی تو اس نے رعیت پروری اور دادگری کا شیوہ اختیار کر لیا۔ عالموں فاضلوں کی تعظیم و تکریم کرنے لگا۔ ہر جمعہ کی رات کو علمائے دین کو بے تکلف ضیافت دیتا چنانچہ ان کی صحبت نے اس کے افغانی خیالات بالکل بدل دیئے اور اس نے کریم داد خاں اور آزاد خاں کا ناقابل برداشت جزیہ ہی موقوف کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن انہیں دنوں میں ملا غفار خاں میر سامان و صوبہ مالیہ کے لئے وارد خطہ ہوا اور اس نے ہندوؤں سے اس جزیہ کے بارے میں رضا نامہ عام لکھوا لیا جس سے مدد خاں کی کوشش ضائع گئی۔ دس ماہ کے بعد میر داد خاں فرمان صوبہ داری حاصل کر کے وارد خطہ ہوا۔ مدد خاں اس وقت علاقہ وچھہ میں قیام پذیر تھا۔ وہ سب سے نئے صوبہ دار کی ملاقات کے لئے سید ہا تیمور شاہ کے حضور میں چلا گیا۔

میر داد خاں صوبہ کشمیر ۲ سال
سنہ ۱۱۷۶ھ سے سنہ ۱۱۷۸ھ

جب میر داد خاں خلعت نظامت سے سرافراز ہوا تو ملا غفار خاں منصب نیابت کا مالک تھا۔

دونوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ انہوں نے ملا حبیب اللہ قاضی اور ملا قوام الدین کو صدر عدالت بنایا اور بخشی دلارام قلی کو عہدۂ آخر دیوانی عطا کیا۔ سوجان کر جو آزاد خاں کے عہد میں ہوئے خود سری سے دماغ معطر کر چکا تھا سے انتظام پر کیسے قناعت کر سکتا تھا۔ ناظم اور نائب کے درمیان منافقت کر کے اس نے نفاق ڈال دیا جس سے معاملات ملکی کے انصرام میں جھگڑے اٹھنے شروع ہو گئے دلارام قلی کی قدر بڑھ گئی۔ فریقین اس کی معاونت کے خواستگار تھے۔ تمام دفاتر

سرکاری میں اس نے ہندو اور پنڈت بھرتی کر لئے مسلمانوں کی حق تلفی ہونے لگی۔ ادھر میر داد اور ملا غفار کا نفاق خصومت کے درجے سے نکل کر مخاصمت کے رتبہ کو پہنچا جس کی اطلاع بادشاہ کو بھی ہوئی اور اس نے فشان خواں درانی کو تحقیقات اور تصفیہ کے لئے بھجوایا لیکن وہ بغیر فیصلہ کے مداخل نشاہی لیکر واپس ہو گیا جس سے منافسین کو اپنے اپنے منصوبوں کی تکمیل کا موقعہ مل گیا۔ اور انہوں نے علانیہ دشمنی شروع کر دی۔ جب ۱۷۶۷ء میں بادشاہ نے مرتضیٰ خاں کو خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے اس جھگڑے کے تصفیہ کے لئے کشمیر بھجوایا۔ یہاں پہنچکر اس نے اعلان کر دیا کہ ناظم یا نائب میں سے جو کوئی مالیہ سرکاری کا ذمہ دار بنے حکومت ملک اسے منتقل کیا جائے گا۔ ملا غفار خاں نے ذمہ داری کی تحریر دینے سے انکار کیا اور کابل کو روانہ ہو گیا۔ نظامت میر داد خاں کے سپرد ہوئی۔ اس نے تحصیل مالیہ کی بنیاد پر طرح طرح کے مظالم جاری کر دیئے جس سے گرانی غلہ شروع ہو گئی اور پانچ روپیہ خروار شالی بکنے لگی۔

واعظ شہر حافظ کمال جو محلہ ملار ٹپہ میں رہتا تھا حاجی کریم داد خاں کے عہد میں رفض گوئی کی پاداش میں وعظ خوانی سے معزول کیا گیا تھا لیکن اپنے مکان پر وہ اکثر وعظ خوانی کرتا اور لوگوں کو زیارت مقابر اولیاء و نذر و نیاز فقراء سے منع کرتا رہتا تھا۔ جب اس نے اپنے راستے میں کوئی مزاحم رکاوٹ نہ پائی تو روضہ روضۂ صحابہ کرام اور اولیائے عظام کو برے الفاظ سے یاد کرنے لگا۔ جس سے بعض راسخ الاعتقاد مسلمانوں کے دلوں میں مذہبی جوش بھڑک اٹھا اور انہوں نے اس کے برخلاف قاضی حبیب اللہ کے پاس استغاثہ دائر کیا۔ جس نے ثبوت پر پہلے تو گدھے پر سوار کر کے اسے تمام شہر میں پھرایا اور پھر سرعام ہفت چنار قتل کر دیا۔ اس کے بعد دیوان دلا رام قلی نے جواب شیران خاص میں داخل ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کو عموماً ستانا شروع کیا۔ اس لئے بعض علماء دین جمعہ کے دن مسجد جامع اور خانقاہ معلی کے دروازے مقفل کر کے دیوان مذکور پر حملہ آور ہو گئے۔ لاٹھی پتھر سے اسے مجروح کر دیا۔ عین وقت پر ناظم صوبہ کو اطلاع ہو گئی اور اس نے فوراً آدمی بھیجا کہ مسجد اور خانقاہ کے دروازے کھلوا دیئے

اور مفسدوں کو تسلی آمیز وعدہ وعید دے کر واپس لے آیا۔ انہیں دنوں میں میر حیدر کنٹ نے بھی کامراج میں شورش اٹھائی لیکن میر داد خاں کے آدمی اُسے گرفتار کر لائے آخر دو سال کی حکمرانی کے بعد ۱۷۸۹ء میں میر داد خاں مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور ۱۵ ماہ رجب ۱۲۰۳ھ کو جان حق تسلیم کر کے سید منصور کے احاطہ میں مدفون ہوا۔

ملا غفار خاں صوبہ کشمیر ۴ ماہ ۱۷۸۹ء مطابق ۱۲۰۳ھ

میر داد خاں کے انتقال پر ملا غفار خاں صوبیدار کے پہنچنے تک مرحوم کا ایک رشتہ دار اسماعیل خاں مہام ملکی سرانجام دیتا رہا۔ کچھ دن بعد ملا غفار خاں خلعت صوبیداری ترتیب فن کر کے ۱۷۸۹ء میں وارد خطہ ہو گیا۔ اس نے میر حیدر کنٹ کو قید سے رہا کر کے حکومت شروع کی لیکن جلد ہی چار ماہ بعد واپس ہو گیا۔

میر دار جمعہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر ۴ سال ۵ ماہ ۱۷۸۹ء سے ۱۷۹۴ء عیسوی

۲۷ ماہ ذیقعدہ ۱۲۰۳ھ ہجری کو میر دار جمعہ خاں نے میر صوبیداری پر جلوس کیا اور عدل و انصاف میں مشغول ہوا۔ کچھ دن کے بعد اس نے اپنے بیٹوں عبداللہ خاں اور محبت خاں کو بھی کشمیر بلا لیا۔ منجملہ ان کے عبداللہ خاں قاضی ملک مقرر ہوا۔ اس نے ترک مناصب اور عدالت کا اجارہ بشیر خاں کو دے دیا لیکن ملا قوام الدین نے اس لچھے دار کو معزول کرا کے بالکل بے دخل کر دیا۔ میر دار جمعہ خاں کی حکومت شروع ہونے کے پہلے سال ہی کثرت بارش سے طوفان سیلاب برپا ہوا جس سے مفصلات کی تباہی کے علاوہ سرینگر میں بھی بہت نقصان ہوا۔ سدر قاضی زادہ ٹوٹ گئی اور محلہ خانیار اور رعنہ واری میں بہت سے مکان گر کر ویران ہو گئے۔

ایک سال کے بعد ملا فاضل درانی ناظم کشمیر کی طلبی کے لئے پشاور سے مامور ہوا۔ جمعہ خاں نے اپنی جگہ محبت خاں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا یا۔ جو اپنی قابلیت سے کچھ عرصہ کے بعد خلعت اور انعام حاصل کر کے واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب تیمور شاہ دلی پشاور پہنچا تو اس نے عبدالرحیم خاں کو تنقیح حساب کے لئے روانہ کشمیر کیا۔ یہاں سے میر حیدر اور دلارام کو ساتھ لے کر ناظم صوبہ گزارش محاسبہ کے لئے خود عبدالرحیم خاں کے ہمراہ گیا اور محبت خاں کو قائم مقام چھوڑ گیا۔ انہیں دنوں

بیں جڈی بل اور حسن آباد کے شیعوں نے ماتم سرائے تعمیر کر کے علانیہ ماتم داری شروع کر دی۔ نائب صوبہ نے اسلام خاں کو تحقیقات پر مامور کیا۔ اس کی رپورٹ پر محبت خاں جمعہ کے دن معہ اژدہام عام موقعہ پر پہنچا۔ ماتم سرائے کو بنیاد سے اکھیڑ دیا اور شیعوں کو سخت تنبیہ کی۔ تین ماہ کے بعد سردار بہی فراغت حاصل کر کے بکمال اقتدار واپس آگیا۔

اس کی واپسی پر زبردست حسن علی خاں بمبو نے کامراج میں بغاوت برپا کی۔ لیکن مغلوب و منکوب ہوگیا۔ انہیں دنوں میں راجہ رستم خاں والئے پونچھ نے کوہستان کشمیر میں لوٹ مچا دی۔ خصوصاً بھیڑ بکری اور مال و مویشی کے ریوڑ کے ریوڑ اور گلہ کے گلہ غارت کر کے لے گیا۔ جمعہ خاں خود عازم پونچھ ہوا۔ رستم خاں نے گھبرا کر مطالبت اختیار کر لی۔ اور مال مسروقہ کے مالکوں کا راضی نامہ حاصل کر کے ناظم کے پاس بھجوا دیا۔ اس کے وکلا کو زر خلعت دے کر مرخص کیا۔ اسی اثناء میں والئے راجوری بہادر خاں کہنہ کو گرفتار کر کے لے گیا۔ جمعہ خاں فوج کشی کر کے راجہ مذکور کو معہ خراج شاہی بطور یرغمال سری نگر لے آیا۔ اس کے بعد ۱۷۹۱ء میں ناظم صوبہ حسب مطالبہ رحمت اللہ خاں کو قائم مقام چھوڑ کر تیمور شاہ کی خدمت میں گیا۔ پیچھے اقوام کہکہ و بمبو نے کامراج میں شورش برپا کر دی لیکن رحمت اللہ خاں نے جلد ہی ان کو مغلوب کر لیا۔ ۱۲ محرم ۱۲۰۷ھ میں جمعہ خاں کرناہ کے راستے داخل کشمیر ہوگیا۔ اور دو ماہ بعد ماہ ربیع الاول میں بعارضہ اسہال فوت ہو کر سید قمر الدین کے مقبرہ میں مدفون ہوا۔ جہاں سے کچھ عرصہ بعد اس کی لاش کو قندہار لے گئے۔ اس کے بعد تین ماہ اور ۱۲ روز تک اسکا بیٹا رحمت اللہ خاں جو پہلے بھی قائم مقام صوبہ رہ چکا تھا۔ امور ملکی سرانجام دیتا رہا۔ آخر ۱۲ جمادی الثانی میں تیمور شاہ نے میرزا خاں کو صوبیداری کشمیر پر ممتاز کر کے بھجوایا۔

میرزا خاں صوبہ کشمیر نہم ماہ
سنہ ۱۷۹۲ء سے سنہ ۱۷۹۳ء
۱۲۰۷ھ ۱۲۰۸ھ

میرزا خاں نظامت کشمیر پر ممتاز ہو کر سنہ ۱۷۹۲ء میں وارد خطہ ہوا۔ اس نے زمام اختیار اپنے بھتیجے میر نظر خاں کے سپرد کر دی اور خود حکمرانی سے کنارہ کش ہوگیا۔ میر نظر خاں نے خواجہ حبیب اللہ یوانی کو عہدہ صاحبکاری عطا کیا اور ملا قوام الدین کو منصب قضاۃ بخشا۔ اور ایلچیان سے

حکومت کرنے لگا۔ چار ماہ بعد تیمور شاہ بادشاہ کی وفات کی خبر کشمیر پہنچی جس سے سیر افغان کی نظامت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

# زمان شاہ درانی

ایام حکومت ۹ سال ۱۰ ماہ سنہ ۱۷۹۳ء تا ۱۸۰۲ء مطابق
سنہ ۱۲۰۷ھ تا سنہ ۱۲۱۶ھ ہجری

تیمور شاہ کی وفات پر امرائے دولت مثل قاضی فیض اللہ خاں وزیر و فادار خاں عبدالغفار خاں خزانچی اور پائندہ خاں بارکزئی نے جو وفات مصالحتاً مخفی رکھی تمام دیگر امرائے دولت اور رؤسا نے کابل کو سر دیوان حاضر کر کے انہوں سے دروازے بند کر دیئے اور بادشاہ کی وفات کا اظہار کیا۔ تقریباً سب نے متفق الرائے ہو کر مرحوم کے تیسرے بیٹے شاہ زمان کو تخت نشینی کے لئے منتخب کیا اگرچہ بعض رؤسا اور شاہزادگان نے عباس شاہ کو ترجیح دی لیکن اس وقت مخالفوں کا غلبہ دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ اسی قیل و قال کے درمیان چاشت کے ہنگام بغیر کسی آمد و رفت کے دربار بر خواست ہو گیا۔ اور اعیان مملکت نے بے خبری کے عالم میں شاہ عباس کے دروازہ پر حفاظتی پہرے کھڑے کر دیئے دوسرے دن وزیر وفادار خاں نے سب کو متفق کر کے زمان شاہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ تاریخ جلوس۔

دروغش چہ دلخواہ و چہ جانکاہ نشست — خورشید بر آمد ز افق ماہ نشست
از گردش مہر و ماہ تیمور ز تخت — بر خواست نواب زمان شاہ نشست

۱۲۰۷ (نواب زمان شاہ ۔ تیمور از تخت)

زمان شاہ نے وفادار خاں کو امیر الملک رحمت اللہ خاں کو معتمد الدولہ اور شیر محمد خاں کو فخار الدولہ کے خطابات عطا کئے۔ اور وفادار خاں کی لڑکی اپنے عقد نکاح میں لا کر حکومت و عشرت کے مزے لینے لگا۔

سکہ طراز یافت بحکم خدائے بر و بحر — رواج سکہ دولت بنام شاہ زمان

نگین۔ قرار داد از الطاف خویشتن بزداں۔ نگین حکم جہاں را بنام شاہ زماں

کچھ دنوں کے بعد زمان شاہ نے سوائے شجاع الملک کے باقی تمام شاہزادوں کو جو کابل میں موجود تھے باندیشۂ بغاوت نظر بند کر دیا لیکن پھر افغان مفسدوں نے اسے چین نہ لینے دیا اور اپنے عہد حکومت میں ہمیشہ بھائیوں سے لڑتا رہا آخر کار آٹھ سال اور سات ماہ کی خونریز لڑائیوں کے بعد ۱۸۰۳ء/۱۲۱۶ھ میں درہ خیبر میں بڑے بھائی محمود شاہ کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا جس نے بکمال بے رحمی محبت و اخوت کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر محبوس بادشاہ کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی۔ اور پھر بڑے بھائی ہمایوں شاہ کے پاس قندہار بھجوا دیا۔ زمانہ کوری میں زمان شاہ نے یہ ابیات حسب حال منظوم کر کے اپنی شاعرانہ قابلیت کا نمونہ پیش کیا ہے

ز نرگس کسے کے بگیرد گلاب ز چشمان من چوں گرفتند آب

ز احوال چشم چو پرسند کسے بگو کور شد دیدۂ آفتاب۔ مخلص

تخت نشینی کے بعد چار ماہ سے زیادہ عرصہ تک زمان شاہ خانہ جنگیوں کے تدارک میں لگا رہا اور معاملات کشمیر کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو سکا آخر ماہ ربیع الاول ۱۲۰۸ھ کو اس نے میر زمان خاں کی بجائے اس کے بیٹے میر ہزار خاں کے نام فرمان صوبیداری نافذ کیا۔

## صوبیدار جو زمان شاہ کے عہد میں حکومت کشمیر پر مامور ہوئے

(۱) میر ہزار خاں ۸ ماہ ۱۷۹۳ء سے ۱۷۹۴ء سابق ۱۲۰۷ھ سے ۱۲۰۸ھ

(۲) میر رحمت اللہ خاں ۴ ماہ ۱۷۹۴ء " سنہ ۱۲۰۸ھ

(۳) کفایت خاں ایک سال ۱۷۹۴ء سے ۱۷۹۵ء " ۱۲۰۸ھ سے سنہ ۱۲۰۹ھ

(۴) ارسلا خاں ایک سال ۱۷۹۵ء سے ۱۷۹۶ء " ۱۲۰۹ھ سے سنہ ۱۲۱۰ھ

(۵) عبداللہ خاں الکوزی ۵ سال ۱۱ ماہ ۱۷۹۶ء سے ۱۸۰۲ء " ۱۲۱۰ھ سے سنہ ۱۲۱۶ھ

میر ہزار خاں صوبہ کشمیر ۸ ماہ
۱۷۹۳ء سے ۱۷۹۴ء
۱۲۰۷ھ سے ۱۲۰۸ھ

نائب صوبہ میر ہزار خاں نے بادشاہ کی وفات کی خبر سنکر کچھ دن تو رسومات ماتمداری میں سوگوار رہی پھر کمر کسے اور اس کے بعد انتظام ملک کو درست کر کے ماہ ذوالحجہ میں علاقہ کاشراج

کی طرف گیا۔ اثنائے دورہ میں ناصر علی خاں۔ ابراہیم خاں۔ صفدر علی خاں اور سربلند خاں راجگان کوہستان دیجنہ و کہاوڑہ خلعت فاخرہ اور عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔ کامراج سے پھرتا ہوا اچگزلا گیا جہاں اس نے چشن عید منایا اور نالہ سندھ کے کناروں پر چپراغان کا تماشہ دیکھا۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۰۲ھ میں زمان شاہ نے اسی کے نام فرمان صوبیداری بھجوایا۔ زمان شاہ پشاور آیا تو اس نے کاظم خاں پیش خدمت کے ہمراہ خراج سلطانی بھجوانے کے لئے میر ہزار خاں کو کہا۔ لیکن اس نے ناعاقبت اندیشی سے شاہی حکم کی تعمیل نہ کی بلکہ جادہ اطاعت سے قدم باہر رکھ کر خود مختار بن بیٹھا۔ اور لوگوں پر طرح طرح کے جور و ستم کرنے لگا خصوصاً ہندوؤں اور شیعوں پر تو اس نے قیامت ہی برپا کر دی۔ ہزاروں بے گناہ ہندوؤں کو قتل کرا دیا۔ سینکڑوں کو بوریوں میں بند کر کے جھیل ڈل میں ڈال دیا۔ مولا رام علی کو تو پہلے ہی واقعہ ۱۲ ماہ ذوالحجہ ۱۲۰۱ھ کو بمقام خانیار قتل کرا دیا تھا۔ باقیوں پر ایسی ایسی بدعتیں جاری کر دیں کہ میر فقیر اللہ بھی مات ہو گیا۔ تمام ہندوؤں پر زر جزیہ لگایا۔ دفتر دیوانی موقوف کر دیا اور حساب مالیہ بھی کہاتے میں درج کرنے کا حکم دیا۔ ہندوؤں کو فارسی پڑھانے کی سخت ممانعت کر دی۔ اسپر زمان شاہ نے میر عزا خاں کو بیٹے کے سمجھانے بجھانے کے لئے کشمیر بھجوایا لیکن یہ سعادت مند بیٹا باپ کی بھی کب سنتا تھا بلکہ برخلاف اس کے اس نے اسے بھی قید کر دیا۔ اب زمان شاہ نے احمد خاں شیخی باشی اور رحمت اللہ خاں پسر جوہر خاں الکوزئی کو بڑے تزک و فتوح کے ساتھ اس کی تادیب کے لئے بھجوایا۔ میر ہزار خاں نے بعض اکابران فرقہ مہنود کو جو اس کی قید میں تھے زندان سے آزاد کرنے کے ساتھ ہی دریا میں غرق کر کے قید ہستی سے بھی آزاد کر دیا۔ اور خود بمقام بارہ مولہ صفوف مدافعت آراستہ کر کے لڑنے کو طیار ہو گیا۔ قریب تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک لڑائی شروع رہی آخر الامر میر ہزار کے سردار جنگو خان۔ علم خان۔ میاں خاں اور غلام علی خاں لڑائی کے موقعہ پر شیخی باشی سے جا ملے۔ ہزار خاں میدان سے فرار ہو کر خانقاہ معلی میں جا چھپا لیکن گرفتار ہو گیا۔

رحمت اللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر
۴ ماہ ۱۷۹۴ء مطابق ۱۲۰۸ھ

ہزار خاں کی گرفتاری کے بعد منصور میں ۱۴ ماہ رمضان ۱۲۰۸ھ کو داخل سری نگر ہوئے

رحمت اللہ خاں الکوزئی نظامت پر متعین ہوا۔ اور ساتھ ہی احمد خاں بھی بانشی اسکی نظروں میں کھٹکنے لگا جھگڑے قضیے پیدا ہو گئے۔ ایک ماہ کے اندر ہی بادشاہ نے دونوں کو واپس بلا لیا۔ اور روانہ ہونے سے چار ماہ بعد رحمت اللہ خاں میر ہزار خاں احمد خاں خواجہ عیسیٰ اور پنڈت نند رام ٹیکو کو ساتھ لے کر روانہ حضور ہو گیا۔ جہاں پہنچ کر خواجہ عیسیٰ تو واپس چلا آیا۔ لیکن نند رام مکھو رفتہ رفتہ اپنی ذاتی حسن لیاقت سے امیر الملک وزیر و نادر خاں کے ہاں عہدہ دیوانی پر متقرر ہو گیا۔

کفایت خاں صوبہ کشمیر ایک سال ۱۷۹۴ء ۱۲۰۹ھ

اس کی واپسی پر زمان شاہ نے ۱۷۹۴ء میں کفایت خاں کو نظامت کشمیر کی خلعت سے سرفراز کیا۔ اس نے کشمیر پہنچکر میر زاہد الدین اور میر نور الرضاء کو صدارالمہام۔ ملا مسعود کو قاضی اور ملا عبداللہ کو مفتی بنایا اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے لگا۔ یہ شخص نیک اندیش اور سخاوت شعار رہا۔ تین ماہ تک انتظام مملکت حسن و خوبی سے سرانجام دے کر زمان شاہ کے مطالبہ پر میر زاہد الدین کو قائم مقام چھوڑ کر کابل چلا گیا انہیں دنوں میں آغا رحیم نام ایک ملک البخار بدعوے قصاص محمد تقی خواجہ عیسیٰ دیوانی کو بقریب اپنے مکان پر لے گیا۔ اسے حمام میں اس نے بٹھا کر دروازے بند کر دیئے اور نیچے آگ جلا دی جس سے حمام سخت گرم ہو گیا۔ قریب تھا کہ خواجہ عیسیٰ کا کام تمام ہو جائے کہ اتفاقاً کسی راہرو نے اس کی چیخ پکار سنی جس نے بعض اور لوگوں کی امداد سے اسے حمام سے باہر نکال عیدگاہ کے میدان میں پہنچا دیا۔ عوام نے از حد حمام کر کے آغا رحیم کے گھر بار کو آگ لگا دی۔ اسی اثنا میں اہل تشیع خواجہ عیسیٰ کے مکان پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر اہل سنت نے بھی شیعوں پر حملہ کر دیا۔ خواجہ عیسیٰ کو خود چھوڑ کر بھاگ لے گئے اور عوام میں سخت ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بہت سی خونریزی اور تباہی کے بعد اہل تشیع بھاگ گئے اور خواجہ عیسیٰ کا مکان بچ گیا۔ پانچ چھ ماہ کے بعد کفایت خاں بادشاہ سے رخصت حاصل کر کے پھر دارالکشمیر آ گیا۔ انہیں دنوں میں قحط عظیم کے عدم و وجود کے اعراج میں مشغول ہو گئے۔ اور تجارت گرمی چلانے لگی کفایت خاں

نے اُن کی تادیب کے لئے محمد عالم میرزا عبدالرحیم اور میرزا ابوالحسن کو مقرر کیا مگر خان جہان سنا جر علی خاں اور سکندر علی خاں نے سوپور آکر میرزا بدرالدین سے جنگ شروع کر دی خان جہان چھاپہ مارتے ہوئے مارا گیا اور باقی سرکشوں نے میرزا رضا کی وساطت سے صلح کر لی۔

کفایت خاں نے بھی ایک سال تک کشمیر میں حکمرانی کی۔ امورات ملکی کے انصرام میں ہمیشہ کام دل مشغول رہا۔ رعایا اس سے عام طور پر خوش رہی محلہ خانیار میں اکبری سرائے باغ اس کی یادگار ہے۔

| | |
|---|---|
| ارسلا خاں صوبہ کشمیر ایک سال | سنہ ۱۰۰۹ھ سے سنہ ۱۰۱۰ھ |
| سنہ ۱۰۰۹ھ سے سنہ ۱۰۱۰ھ | ۱۶۰۰ء سے ۱۶۰۱ء |

سنہ ۱۰۰۹ھ میں ارسلا خاں کا بیٹا ارسلا خاں صوبہ دار کشمیر مقرر ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے محمد خاں جو الٹیر کو نائب اور میرزا کاظم کو صاحب کار اور متصیلدار بنا کر روانہ کشمیر کیا۔ ۵ ماہ شوال سنہ ۱۰۰۹ھ کو محمد خاں سری نگر پہنچا۔ کفایت خاں سابق صوبہ دار شیر گڑھی خالی کر کے اپنے باغ واقعہ محلہ خانیار میں چلا گیا۔

محمد خاں جو الٹیر نے سریر حکومت پر اقتدار حاصل کر کے حکمت عملی سے کنایت خاں کو نادر پور سے بلا لیا۔ اور شیر گڑھی میں محبوس کر دیا۔ چند روز بعد شاہی ایلچی کے ہمراہ کابل بھیج دیا۔ محمد خاں نے ابھی دم بھی نہ لیا تھا کہ خان بلوچ۔ خداداد خاں اور رستم خاں نے اتفاق کر کے شیر گڑھی کا محاصرہ کر لیا۔ نائب ناظم نے قوم جو الٹیر کی متعدد جمعیت کے ساتھ قلعہ کے دروازے بند کر لئے اور بالائے حصار بیٹھ کر گولہ باری کرنے لگا لیکن میاں خاں اور رستم خاں نے جسارت کی اور سیڑھی لگا کر قلعے پر چڑھ گئے محمد خاں کو انہوں نے گرفتار کر لیا لیکن پھر باہمی سازش کر کے میاں خاں رستم خاں اور خداداد خاں تینوں بالاتفاق حکومت کرنے لگے۔ اسی ابتری کی حالت میں تقریباً ایک سال گذر گیا۔ بادشاہ کو خبر ہوئی لہٰذا اس نے سپہ سالار محمد خاں معمار الدولہ کو عبداللہ اور حاجی خاں کے ساتھ آتش نشاں کے بجھانے کو بھیجا۔ انہوں نے کابلیوں کے ساتھ باغیوں اور سرکشوں کا قلع قمع کر کے ملک کو فتنہ و فساد سے پاک کر دیا۔ آخر کار محمد خاں عبداللہ خاں کو حاکم کشمیر بنا کر محمد خاں اور میاں خاں وغیرہ کو اپنے ہمراہ کابل لے گیا

| | |
|---|---|
| عبداللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر ۲ سال ۱۰ ماہ | سنہ ۱۰۱۰ھ سے سنہ ۱۰۱۲ھ |
| | ۱۶۰۱ء سے ۱۶۰۳ء |

عبداللہ خاں الکوزئی

سنہ ۱۷۹۶ء میں حکومت کشمیر پر متسلط ہو کر اپنے بھائی رحمت اللہ خاں کو تمائیم مقام بنایا۔ اور خود دفاع الدولہ کے ہمراہ روانہ کابل ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب واپس آیا تو اس نے پنڈت سہج رام کو تیسرا صاحبکاری عطا کیا۔ اور ربط و ضبط ملک میں مصروف ہوا۔ ایک سال کے بعد بموجب طلبی اپنے دوسرے بھائی گلستان خاں کو نائب اور میر یار رضا کو اس کا مشیر اور صلاح کار بنا کر خود روانہ کابل ہو گیا۔ اس کی روانگی کے بعد صفدر علی خاں اور شیر بلند خاں بمبو نے اشراف کا مزاج میں لوٹ مار مچا دی۔ گلستان خاں ان کے مقابلہ کو نکلا۔ اس کے چند نامور سردار مثل یار خاں اور مومن خاں وغیرہ مارے گئے۔ قوم بمبو کا مشہور سردار علی خاں بھی قتل ہو گیا اور بہت سی آدمی گرفتار ہو گئے۔ ناظم صوبہ بھی ۱۲۱۳ھ کو مع حصہ ہو کر کشمیر پہنچ گیا اور انتظام ملک کے درپے ہوا۔ آہستہ آہستہ اس نے تمام سرکردہ سرغنوں کو امور ملکت سے بیدخل کر کے سری نگر سے نکال دیا۔ اپنے بعض اقربا کو کار پردازی اور دستہ برداری پر مامور کیا۔ ہندی اور کوہستانی اقوام کو مناصب جلیلہ عطا کئے قریب تیس ہزار پیادہ و سوار قوم بومی کے بھرتی کر کے جنگی طاقت کو بھی بڑھا لیا۔ اس کے بعد اس نے اضافات کشمیر پر چڑھائی کی۔ اور پونچھ، راجوری مظفر آباد وغیرہ کو قبضہ اقتدار میں لا کر ہر ایک کو باج گذار بنایا۔ راجہ کرم اللہ والئے راجوری کو گرفتار کر کے کشمیر لے آیا اور یہاں سے بڑی عزت و حرمت اور شان و شوکت سے اسے رخصت کیا۔

بہادر خاں والئے پونچھ کو بھی گرفتار کیا۔ لیکن جلد ہی اسے رہا کر دیا۔ جب دوسری مرتبہ اس نے بغاوت کی تو پھر اسے قید کر کے لے آیا اور کچھ عرصہ کے بعد اسے زہر دلوا کر مار ڈالا۔ اس کی جگہ وزیر روح اللہ کو حاکم پونچھ بنایا۔ فتح خاں بمبو کو مظفر آباد تک تمام علاقہ پہاڑ جاگیر میں دے دیا۔ اسکی بیٹی اپنے عقد نکاح میں لایا جس سے فتح خاں کی بھی عزت افزائی ہو گئی۔ اور ناظم صوبہ بھی قوم بمبو کی چھیڑ چھاڑ سے مطمئن خاطر ہو گیا۔ اسی سال شاہباز خاں بلوچ کی صوبہ بھی معہ قبیل بے شمار اسباب و جہیز داخل حرم ہوئی۔

عبداللہ خاں رفاہ عام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ اس نے عدل و انصاف

اور جود و الطاف کے دروازے چھوٹوں بڑوں کے لئے سادی کھول رکھے تھے۔ رعایا اس کی حکومت کی شکر گذار تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی اسقدر آبادی ہو گئی کہ ایک روپیہ یا بارہ آنے کو خروار بکنے لگی۔ لوگ فارغ البال اور مرجع الحال ہو گئے۔

اسی اثناء میں پنڈت نکو میر الملک وزیر دفادار خاں کی توجہ سے ترقی کرتے کرتے دیوانی تک پہنچ گیا اور بادشاہ کے خاصوں میں شمار ہونے لگا۔ تباہر بات سے اس کا بھائی شیر دا جو کشمیر میں بڑی شان و شوکت سے ایام زندگانی بسر کر رہا تھا۔ بہت تنگ ہو گیا۔ شاہی باج و خراج اسی کی معرفت بھیجا جاتا تھا۔ ۱۲۱۵ھ میں شیر دا اس کو ناظر صوبہ سے کدورت ہو گئی۔ چنانچہ دیوان نند رام کی تحریک سے بادشاہ نے عبداللہ خاں کو کابل بلا بھیجا۔ عبداللہ خاں اپنے بھائی عطا محمد خاں کو اپنا قائم مقام بنا کر خود روانہ کابل ہو گیا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس کے دوسرے بھائی وکیل خاں نے وزیر دفادار خاں کی معرفت جو اسکا ہم طرف تھا بادشاہ سے حکومت صوبہ کا فرمان حاصل کر لیا۔ جب عبداللہ خاں کابل پہنچا تو وزیر نے حساب کی کمی بیشی کے بہانے مقہور کر کے بالاحصار میں قید کر دیا۔ اور ملا احمد کو عطا محمد خاں کی گرفتاری اور وکیل خاں کی سند نشینی کے لئے بیشمار فوج کے ساتھ کشمیر روانہ کیا۔ عبداللہ خاں نے بھی اپنے معتمدوں کے ذریعہ عطا محمد خاں کو کہلا بھیجا کہ غنیم کو ملک میں داخل نہ ہونے دے۔ ملا احمد دریائے کشن گنگا پر پہنچا تو عطا محمد خاں نے ظاہر وکیل خاں کو جو کشمیر میں رونق افروز تھا قتل کر کے افواج قاہرہ کے ساتھ بارہ مولہ پہنچ گیا جہاں سے اس نے ملا احمد کی مدافعت کے لئے بہت سی فوج مظفر آباد بھیجوائی۔ دریائے کشن گنگا کے کنارے طرفین نے معرکہ کارزار گرم کر دیا۔ آخر کار الدال عطا محمد خاں نے حکمت عملی سے اپنا لشکر پیچھے ہٹا لیا۔ اور کٹھائی میں آکر انتظار کرنے لگا۔ ملا احمد فتح و نصرت کا نقارہ بجاتا ہوا اور پامال کرتا آیا۔ جب درہ بولیاسہ کے درمیان پہنچا تو فتح محمد خاں بمبہ نے گرفتار کر کے عطا محمد خاں کے پاس بھجوا دیا۔ جس کی فوج مغلوب و منکوب ہو کر منتشر ہو گئی جس سے بہت سا مال غنیمت فتح محمد خاں کے ہاتھ لگا۔ عطا محمد خاں نے شیر دا اس کو قید کر لیا اور مطمئن ہو کر بیٹھ رہا۔

ماہ محرم ۱۲۱۷ھ کے عاشورہ کے موقعہ پر بعض اہل تشیع نے اصحابہ کبار کے نام علانیہ لعن کرنا شروع کر دیا جس سے عوام اور خوانین کابل کے سینوں میں آتش عصبیت بھڑک اٹھی۔ انہوں نے سری نگر کے بعض اعیانشوں اور بدمعاشوں کو روانہ کر کے شیعوں پر غارت برپا کر دی۔ مال و دولت لوٹ لیا اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی۔ اس کے بعد جلد ہی علی مسجد واقعہ میدان عیدگاہ کو آگ لگی اور مسجد مذکور بالکل شہید ہو گئی۔ بعد میں گل محمد خاں کے اہتمام سے دوبارہ تعمیر ہوئی۔ انہیں دنوں میں زمان شاہ کا ستارہ اقبال زوال میں آ گیا اور وہ کشمیر کو ایسی ابتری کی حالت میں چھوڑ کر رہائی کے ساتھ ہی گرفتار ہو گیا۔

## محمد شاہ درانی و شجاع الملک

ایام حکومت ۱۲ سال ۱ ماہ ۱۸۰۲ء لغائیت ۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۱۶ھ لغائیت ۱۲۳۴ھ ہجری

زمان شاہ کی گرفتاری کے ساتھ ہی احمد شاہی خاندان کی حکومت کا زوال شروع ہو کر فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا جس نے ان کی سلطنت کا سلسلہ ہی منقطع کر دیا۔ رہائی کی آنکھ میں نکال کر ۱۲۱۶ھ کو محمد شاہ تخت کابل پر جلوہ افروز ہوا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب کہ بغاوتوں کی سرکوبی کے لئے شاہزادہ کامران کے پاس قندھار گیا تو اس نے مختار الدولہ کے بھتیجے یحییٰ خاں اور رحمت اللہ خاں کے خزائن و دفائن سب ضبط کر لئے جس سے مختار الدولہ آشفتہ خاطر ہو گیا چنانچہ اس نے بعض امرائے دولت سے اتفاق کر کے ۱۸۰۴ء ۱۲۱۹ھ میں تیمور شاہ کے پانچویں بیٹے شجاع الملک کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ محمود شاہ معمولی لڑائی کے بعد گرفتار ہو گیا اور شجاع الملک نے اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کر دیا ؎

سکہ زد از فیض حق بر سیم و زر ۔۔۔ شاہ شجاع الملک شاہ بحر و بر

اس کے بعد بھی لڑائی جھگڑے برستور قائم رہے یہاں تک کہ ۱۸۰۹ء ۱۲۲۴ھ میں لڑائی کے موقعہ پر مختار الدولہ شجاع الملک کے ہاتھ سے مارا گیا جس سے اس کی حکومت

کا بھی خاتمہ ہو گیا اور اسی سال وہ بمقام پشاور عظیم خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب کے پاس چلا گیا محمود شاہ سدوزئی فتح محمد کی معاونت سے بر کھلگے افغانستان و خراسان کا بادشاہ بن گیا۔

اس زمانہ ابتری میں جب کہ بادشاہوں کو ہر وقت تاج و تخت کے چھننے کا خیال دامنگیر رہتا تھا۔ انتظام ملک کی طرف کس طرح متوجہ ہو سکتے تھے کشمیر بھی اس خانہ جنگیوں سے نہ بچ سکا اور ۱۸۰۲ء سے جو صوبیدار یا حاکم صوبہ کشمیر مقرر ہو کر آیا درحقیقت محمود شاہ ہی اس کے جانشین کے محکوم ہوتے البتہ ان کا قدم ذرا غنہ سے ہوتا انہیں امن اور نظم میں دخل کرتا ہے۔ ورنہ اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ سب کے سب خود مختار رہتے۔ یہاں تک کہ آخر کار ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے کشمیر پر قبضہ کر کے نئی طرز حکومت کا سلسلہ ڈالا۔

## صوبیدار جو محمود شاہ و شجاع الملک کی عہد میں حکومت کشمیر پر مامور رہے

(۱) عبداللہ خاں الکوزئی ۵ سال ۱۸۰۲ء سے ۱۸۰۷ء مطابق ۱۲۱۷ھ سے ۱۲۲۱ھ
(۲) عطا محمد خاں ۵ سال ۱۸۰۷ء سے ۱۸۱۲ء ۱۲۲۱ھ سے ۱۲۲۷ھ
(۳) محمد عظیم خاں ۶ سال ۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۹ء ۱۲۲۸ھ سے ۱۲۳۴ھ
(۴) جبار خاں ۶ ماہ ۱۸۱۹ء ۱۲۳۴ھ

عبداللہ خاں الکوزئی صوبہ کشمیر
۵ سال ۱۸۰۲ء سے ۱۸۰۷ء
۱۲۱۷ھ سے ۱۲۲۱ھ

جب محمود شاہ نے بغاوت کشمیر کر کے فتح محمد خاں کی امداد سے قندھار اور کابل فتح کر لیا تو زمان شاہ جو ان دنوں لاہور میں مقیم تھا عازم کابل ہوا۔ لاہور کی صوبیداری اس نے خواجہ کابل کو دینی چاہی لیکن زمانہ کی ابتری کو مدنظر رکھ کر کسی نے منظور نہ کیا مجبوراً رنجیت سنگھ مہر سنگھ اور صاحب سنگھ کو بالاتفاق لاہور کی حکومت تفویض کر کے بسرعت تمام پشاور پہنچا۔ اور محمود شاہ کی مدافعت پر طیار ہو گیا۔ اسی فتنہ و شر کے زمانہ میں عبداللہ خاں الکوزئی کشمیر میں مقتول گیا۔ اور وزیر جان نثار خاں دانا و غدا بالاستقلال کشمیر کے فرمانروا مقرر ہوئے۔ وزیر موصوف نے کرتلہ سے نکل بھاگا اور کشمیر آ گیا یہاں سے اس نے ایک لاکھ روپیہ نقد و جنس دانا و غدا کو دیا اور بڑی عزت و حرمت سے اسے مرخص کر دیا۔ خود

شاہان کابل کی مطابعت سے سر پھیر کر خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ محمود شاہ اپنے سامانوں
میں سرگرداں آہا کشمیر کی طرف متوجہ نہ ہو سکا جس سے عبداللہ خاں کو اور بھی تقویت
ہو گئی ۱۷۸۹ء میں جب شجاع الملک نے محمود شاہ کا تخت چھین لیا تو وہ اپنے
مقبوضہ علاقہ کے اندرونی رشتہ داریوں سے مطمئن ہو گیا۔ اسی سال کشمیر میں سخت زلزلہ
آیا جس سے بہت سے مکان گر گئے ہزاروں بکریں نیچے دب کر مر گئیں۔ عورتوں
کے حمل وضع ہو گئے۔ کئی موقعوں پر زمین پھٹ گئی اور خانقاہ معلی کا کلس بھی گر گیا
دوسرے سال ۱۷۹۰ء میں کثرت باراں سے سیلاب آیا۔ اور ہیرہ نجات کا
بہت نقصان ہوا۔ لیکن سری نگر کو چنداں آسیب نہ پہنچا۔ ۱۷۹۱ء میں شدت
برودت کے باعث جھیلیں چشمے دریا اور پانی منجمد ہو گئے لوگ بوجھ اٹھا کر یخ
بستہ پانی پر چلتے پھرتے کوئی دو ماہ تک یہی حالت رہی۔ اسی سال موسم گرما شروع
ہوتے ہی جب شجاع الملک قندھار سے پشاور آیا تو اس نے عبداللہ خاں مختار الدولہ
کو عبداللہ خاں کی سرزنش اور گرفتاری کے لئے کشمیر بھجوایا جس نے مظفر آباد پہنچکر
ابراہیم خاں کی معرفت اسے پیغام بھیجا کہ اگر وہ حلقہ اطاعت گردن میں ڈال کر شاہی
باج و خراج ادا کرے تو بلا مزاحمت نظامت خطہ پر مامور رہے ورنہ ذلیل و خوار
ہوگا۔ عبداللہ خاں ایسی دھمکیوں کو کب خاطر میں لاتا تھا۔ نخوت و رعونت سے
تو دربار اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ بے شمار فوج غنیم کی مدافعت کے لئے بھیجی جو
موضع سیدہ میں جا بیٹھی۔ مختار الدولہ پہلے تو مصلحتاً خاموش رہا آخر رجگان علاقہ
ہاڑ کو اپنے ساتھ متفق کر کے اس نے لڑائی شروع کر دی۔ عبداللہ خاں کی فوج
منہزم ہو کر واپس بھاگی اور مختار الدولہ دریائے کشن گنگا عبور کر کے ۱۷ ذیقعدہ
مذکور کو موضع لار میں آ گیا۔ وزیر روح اللہ کی عتاب و بد سے عبداللہ خاں بھی
موضع سیدہ سے اٹھا اور دریائے بہت پر پل طیار کر کے موضع دوابہ گام میں غنیم کی
فوج سے ہم نبرد ہو گیا۔ فریقین نے شجاعت و مردانگی کی خوب داد دی۔ آخر کار
عبداللہ خاں مضروب ہو کر قلعہ ہیرہ میں جا چھپا۔ بہت سے ہزیمت خوردہ سپاہی
پل عبور کرتے ہوئے دریا میں گر کر غرق ہو گئے۔ ۱۷ ذوالحجہ ۱۲۳۰ھ کو مختار الدولہ
مظفر و منصور سری نگر میں داخل ہوا۔ عبداللہ خاں کی سرکوبی کے لئے اس نے

اپنے بیٹے عطا محمد خاں کو مقرر کیا جس نے قلعہ ہیرہ کا محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا اور بہت سخت و خونریز واقع ہوئی آخر کار ۱۲ ماہ بیساکھ ۱۲۲۱ھ کو پیر اہل کے عبداللہ خاں کا کام تمام کر کے تمام جھگڑوں کا فیصلہ کر دیا۔ تاریخ تکمیلیہ میں کہتے ہیں کہ مختار الدولہ نے حکیم جواد سے سازش کر کے اسے مسمرہ کر دیا تھا مرحوم کے اہل و عیال نے کچھ عرصہ تک محمد خاں کے انتظار میں حوض بھرا رہنے دیا قلعہ سامور اور دارو مدار رکھا بالآخر عبداللہ خاں کی والدہ نعش لے کر مختار الدولہ کے پاس آ گئی چند روز تک سید نصر کے خیمہ میں لاش امانت رکھی گئی سامور پہنچا اور جب میں کشمیر کی خاں ولی محمد خاں اور میر بابا کے ہمراہ کابل بھیجا دی گئی۔

عبداللہ خاں الکوزئی عالی ہمت، بہادر، رعایا پرور، منصف مزاج اور اول درجے کا منتظم تھا اس نے اقتدار سے مرنے تک دس سال دس ماہ تک کشمیر میں حکومت کی رعایا کی بہبودی اور آسائش کا خیال اسے ہر وقت دامنگیر رہا۔ جس سے ملک خوشحال اور فارغ البال ہو گیا۔ البتہ ۱۲۱۹ھ میں جب کہ وہ سخت بیمار تھا حکیم جواد نے جو شیعہ مذہب کا معتقد تھا تعصب مذہبی سے ناظم کو بدنام کرنے کے لئے اسے روزمرہ دو شیعہ لڑکیوں سے مباشرت کرنے کی صلاح دی۔ اس طریق سے بعض بہادروں اور ملک و قوم کی ننگ و ناموس کے دشمنوں نے شہ نشینوں اور عالی خاندانوں کو دھمکیاں دے دے کر دشت بٹورنی شروع کی سلک میں یہ افسوسناک حالت دو سال تک جاری رہی۔

عطا محمد خاں صوبہ کشمیر دو سال ۱۰ ماہ ۱۸۰۶ء سے ۱۸۱۳ء ۱۲۲۱ھ ۱۲۲۸ھ

عبداللہ خاں کے انتظام کے بعد کشمیر محمد خاں اپنی ۱۰ ماہ تک انتظام صوبہ کے لئے کشمیر میں رہا جس کے بعد اپنے لڑکے عطا محمد خاں کو حکومت کشمیر پر نامزد کر کے خود روانہ کابل ہو گیا۔ عطا محمد خاں کی تاریخ جلوس ۱۲۲۱ھ افضال رحمانی ہے۔

پنڈت بیج رام کو اس نے عہدہ دیوانی عطا کیا۔ اور خود عدل و احسان اور فیاضی و امتنان میں مصروف ہوا ہمیشہ آبادی رعایا اور ترقی زراعت میں مصروف رہتا اس کی نیک نیتی اور خوش انتظامی سے محاصل ملک بھی دوچند ہو گیا۔ اور بقول تقاضائے آسودہ اور خوش و خورم رہی اس کے عہد میں بہت لوگوں کو غیبی خزانے

وصیت کی لیکن سردار نے ان سے ایک پیسہ کا مواخذہ نہ کیا اور تمام کے تمام انہیں خوش قسمتوں کے پاس رہنے دیئے۔ علماء فضلاء اور مشائخ عظام کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ حکومت کی رعونت اور پوشاک کے تکلف سے بالکل پاک ہمیشہ سادہ لباس میں رہتا تھا اور مقدمات عدالت بذات خود فیصلہ کرتا تھا اور اثنت کے قضیوں میں موقع پر پہنچتا اور فریقین کے روبرو فیصلہ دیتا۔ اکثر اوقات ورثہ اپنے ہاتھوں مرتا میں تقسیم کرتا اور غریبوں سے صرف ایک روپیہ اپنے مشیلچی کو دلواتا تھا۔

سنہ ۱۱۳۳ھ میں عطا محمد خاں کا باپ مختار الدولہ لڑائی میں مارا گیا۔ شجاع الملک اعظم خاں کے ہاتھ سے شکست کھا کر بھاگ نکلا اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب کے ہاں پناہ گزین ہو گیا یہ دیکھ کر ناظم کشمیر نے علانیہ بغاوت کا جھنڈا کھڑا کر دیا۔ اس لئے ۱۲۴۷ھ میں اکبر خاں پامیر سے اور سید افضل خاں بہت سی سپاہ کے ساتھ عازم کشمیر ہوئے۔ عطا محمد خاں بھی فوج آراستہ کر کے بارہ مولہ میں قیام کیا جب حملہ آور بمقام شاہدرہ وارد ہوئے تو لڑائی شروع ہو گئی جس میں شاہی فوج مغلوب و منکوب ہو کر لوٹ گئی۔ اور عطا محمد خاں فتح و نصرت کے ساتھ متوجہ دارالخلافہ ہوا۔ جہاندیدہ سپاہی تھا اس کامیابی سے بھی عطا محمد خاں کو پوری دلجمعی نہ ہوئی۔ اس لئے وہ آئندہ حملوں کے مدافعہ کے لئے ہتھیار سامان حرب و ضرب مثل توپ بندوق بارود وغیرہ اسلحہ کا اس نے ایک بہاری ذخیرہ فراہم کر لیا۔ قصبہ سوپور و بارہ مولہ میں مورچہ بندی کے لئے سنگین برج بنوائے پل بارہ مولہ مرمت کرایا اور ۱۲۴۶ھ میں کوہ ماران واقع سری نگر پر ایک بلند مضبوط اور مستحکم قلعہ تیار کیا۔ تمام قلعوں اور مورچوں میں بہت سا سامان جنگ بہم جمع کر دیا۔ یہاں تک کہ آئندہ حملوں کے روکنے کے لئے تدبیر کے تمام ضروری لوازمات سرانجام دے کر غنیم سے بے کھٹکا ہو بیٹھا۔ اکرم خاں پامیری جیسے دلاور کی ناکامی کے بعد سلطنت کابل کی ابتری سے دلاوران کابل میں سے کسی کو جرأت نہ ہو سکی کہ تسخیر کشمیر کا ذمہ اٹھائے جس سے عطا محمد خاں کو بھی لڑائی کی تیاریوں کے لئے کافی مہلت مل گئی۔ آخر کار جب محمود شاہ والئے کابل کے فرمان سے ذریعہ فتح محمد خاں کابل تشریف لا کر انتظام کر چکا تو غرہ ماہ شعبان ۱۲۴۶ھ کو عازم کشمیر ہوا۔ ادھر

جب عطا محمد خاں نے سنا کہ شجاع الملک مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زیر سایہ موضع تلنبہ میں قیام پذیر ہے تو اس نے دیوان نتھو رام اور اپنے ہمائی جہانداد خاں کو اس کی خدمت میں بھیجا جنہوں نے وزیر جہانداد خاں اور عبدالکریم خاں کی وساطت سے شجاع الملک کے ناں بار یابی حاصل کی اور سمجھا بجھا کر مظفر ۱۷ شوال ۱۲۲۶ھ کو اسے حسن خاں اور ملا عنایت اللہ خاں کشمیری کے ہمراہ لے آئے۔ ناظم نے بمقتضائے مسلحت شجاع الملک کو قلعہ رامکوٹ میں قید کر دیا اور وزیر جہانداد خاں اور عبدالکریم خاں کو دو تین ہزار سپاہی دے کر قلعہ اٹک کی محافظت کے لئے بھجوا دیا۔ اسی اثنا میں جب وزیر فتح محمد خاں دریائے اٹک کے کنارے پہنچا تو عطا محمد خاں کے حسن انتظام اور استحکام سلطنت سے خوف زدہ ہو کر وہیں ٹھہر گیا۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے پنجاب سے کمک کے لئے درخواست گزار رہا۔ مہاراجہ موصوف نے آٹھ لاکھ روپیہ سالانہ خراج مقرر کر کے دیوان گنگا رام چند کو بیس ہزار سوار و پیادہ وزیر کی معاونت پر مامور کیا۔ ۱۸۱۲ء میں وزیر بھی دریائے اٹک عبور کر کے سکھوں سے آملا۔ پھر دونوں لشکر متفق ہو کر ۱۸۱۲ء کو بیرہ پور کے راستے کشمیر کو بڑھے۔ عطا محمد خاں بھی موضع بلہ پور میں آ بیٹھا اس نے تقسیم کی مدافعت کے لئے بے شمار فوج کوہ پیمہ بنجال پر استادہ کر دی۔ لڑائی شروع ہوئی کشمیری فوج کے دو تین سو سردار اور کئی آدمی فتح محمد خاں کے پاس چلے گئے۔ تاہم باقی فوج بڑی شجاعت اور دلاوری سے لڑتی رہی حملہ آوروں کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر کار کشمیری منہزم ہو کر بھاگ نکلے۔ جب عطا محمد خاں نے اس ہزیمت کا حال سنا تو بلہ پورہ سے سری نگر واپس آ گیا اب اس نے شجاع الملک کو قلعہ سے نکالا اور اسے ساتھ لے کر خود مقابلہ کو نکلا اسی اثنا میں وزیر موضع راجپور پہنچ گیا تھا۔ شجاع الملک اور عطا محمد خاں اس کے عقب میں آ ٹھہرے اور صف آرائی کرنے لگے۔ لڑائی کے موقع پر عطا محمد خاں نے اس خیال سے کہ مبادا شجاع الملک بھی غنیم سے مل جائے اس کے گھوڑے کے پٹھوں میں نیچیں لگا کر زمین میں گاڑ دیا۔ اسی حالت میں بیٹھا رہ شجاع الملک سپر کرتا تھا۔ عطا محمد خاں کی فوج ایک ایک کر کے وزیر سے آملی یہ حالت دیکھ کر

عطا محمد خاں اور شجاع الملک میدان سے بھاگ نکلے عطا محمد تو قلعہ فیروز پور میں محصور ہو گیا۔ اور شجاع الملک بدستور سابق قلعہ ماران میں بھیجا گیا۔ نظام کا بھائی غلام محمد خاں قلعہ ماران کی محافظت پر مقرر ہوا۔ انہیں دنوں میں دم دار ستارہ نکلا جس کو شیعہ مذہب عقائد کے رو سے عطا محمد خاں نے اپنے لئے تباہی کا پیش خیمہ تصور کیا۔ وزیر فتح محمد بھی راولپور سے کوچ کر کے بمقام چھچھ بل سری نگر آ گیا۔ پانچ چھ دن کے بعد عطا محمد خاں نے بمقتضائے مصلحت شجاع الملک کو بھی شیر گڑھ میں بلا لیا۔ دونوں نے متفق ہو کر دیوان حکم چند کے ساتھ سازش کر لی حکم چند نے حاضرہ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ دونوں محصورین دیوان موصوف کے پاس چلے گئے۔ اس کارروائی سے وزیر فتح محمد خاں سخت جھنجلایا۔ چاہتا تھا کہ حکم چند کا کام تمام کر دے لیکن اس کے پشت پناہ کے خود سے رہ گا گھونٹ پی کر دم بخود ہو گیا۔ دوسرے دن حکم چند کی حمایت سے عطا محمد خاں وزیر کے قیام گاہ میں چھچھ بل آیا۔ ملاقات پر کچھ عملی جواہرات وزیر کے پیش کئے۔ اصلی جواہرات اور سونا چاندی تمام مال و اسباب لے کر عیال و اطفال پٹھانوں کو روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک لاکھ روپیہ والے پنجاب سے بھی بٹور کر ۱۸۱۳ء میں قلعہ اٹک کا قبضہ اسے دے گیا۔ چند روز بعد آٹھ لاکھ روپیہ کی ہنڈوی لے کر حکم چند بھی مرخص ہو گیا اور شجاع الملک کو اپنے ساتھ لاہور لے آیا۔

محمد عظیم خاں صوبہ کشمیر ۲ سال
۱۸۱۳ء سے ۱۸۱۵ء

اس کے بعد وزیر فتح محمد خاں دو تین ماہ تک کشمیر کے بندوبست میں مصروف رہا اور پھر دیوان انند رام کو ساتھ لے کر کابل چلا گیا۔ نظام کشمیر اپنے بھائی محمد عظیم خاں کے سپرد کر گیا۔ راستے میں اس نے قلعہ اٹک کی بازیافت کے لئے سردار جہاں داد خٹک سے لڑائی چھیڑ دی لیکن منہ کی کھا کر کابل کو بھاگ گیا۔ کشمیر میں محمد عظیم خاں نے ۱۸۱۴ء کو سر برآوردہ سند کا سکھ سوامی ہو کر پنڈت سچ رام کو بدستور منصب دیوانی پر ممتاز رکھا۔ ساتھ ہی دیوان بیرو اس کو رتبہ صاحب کاری عطا کر کے امور ملکی تمام و کمال پنڈتوں ہی کے حوالہ کر دیئے۔ محمد عظیم خاں کے موجب فساد اٹک واپس پنجاب کو خراج موعودہ وصول نہ کر دیا جس سے مہاراجہ

رنجیت سنگھ کے دل میں آتش کینہ برافروختہ ہوئی اور اس نے ۱۸۱۴ء / ۱۲۲۹ھ میں
مول سنگھ کو بہ ہمراہی نامدار ہنگرٹنڈی دل لشکر کے ساتھ براہ سدھ کشتیواڑ بھیجا۔ اور
خود قصبہ رنجیہ سے اقامت گزین ہو کر فتح کشمیر کی تہنیت کا انتظار کرنے لگا۔ محمد عظیم خاں
بھی لوائے مقابل کھڑا کر کے موضع سید آباد میں آگیا۔ سکھوں کی فوج ہمراہان راہ
کی شکستہ پائی سے موضع سدھ میں آپہنچی۔ اتفاقاً اسی دن بارش باراں کمال شدت
سے شروع ہوگئی۔ برودت اس درجہ بڑھ گئی کہ گرم ملک کے رہنے والے
الامان الامان پکار اٹھے۔ بیچارے تمازت آفتاب کے بھلسے ہوئے ٹھنڈے لباس
پہنکر کشمیر آئے تھے۔ سردی کے مارے اکڑ گئے۔ بارود تر ہوگیا۔ رنگ چقماق نے
آگ دینے سے انکار کر دیا اور ہر کشمیری بہادر بڑھ بڑھ کر تلوار مارنے لگے۔ مصیبت زدہ
سکھوں نے سر پیٹ کر پیر و سدھ کے دامن میں پناہ لی اور محمد عظیم خاں نے
بابا خاں کو دو تین ہزار جرار سوار دے کر دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔ جس
نے صبح دم خون آشام نیام سے نکال کر خالصوں پر قیامت برپا کر دی۔ شام سے
پہلے پہلے قریب تین ہزار سکھ طعمہ اجل ہو گئے۔ بقیہ ماندگان سب گاہ سے
بھاگ کر پیر و سدھ پر چڑھ گئے۔ دوسری ماہ شعبان ۱۲۲۹ھ کو خبر ملی کہ سکھوں کی
تازہ دم فوج توسہ میدان کی راہ سے موضع راجپار کی طرف بڑھی چلی آرہی ہے۔
محمد عظیم خاں نے خواجہ احمد اللہ خاں اچک زئی کو فتح محمد خاں سلطان محمد خاں اور
فیض اللہ خاں کو بہ معاونت روح اللہ خاں راجپار کے راستے تعین کیا اور خود
دوسرے دن کریو سدھ پر چڑھا۔ سکھ شدت برودت سے مفلوج و سکوت
ہو کر درختوں اور چٹانوں کی اوٹ میں سہمے بیٹھے تھے کہ غنیم نے انہیں بیدار
کر دیا۔ چار و ناچار آگے بڑھے اور صبح سے شام تک سارا دن بڑی چوائی دسی
اور شجاعت سے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ فریقین کے بہت سے سردار اور افسر
مارے گئے۔ بابا خاں بھی بضرب گولی ہلاک ہوا۔ باوجود اس کے تمام کو فیصلہ کئے
بغیر جانبین اپنے اپنے کیمپ کو لوٹ آئے۔ اسی دن احمد اللہ خاں وغیرہ نے
توسہ میدان میں ہنگامہ خونریزی برپا کر دیا۔ دونوں میدانوں میں کئی روز تک
طرفین کے بہادر لڑتے مرتے اور کٹتے رہے۔ اسی اثناء میں راجہ آغر خاں نے

مہاراجہ رنجیت سنگھ کو سنایا کہ افغانوں نے سدھو سارسی فوج قتل کر ڈالی ہے یہاں تک کہ خبر دینے والا بھی کوئی نہیں بچا۔ یہ سنکر رنجیت سنگھ بے حوصلہ ہو گیا اور فوراً کوچ کر کے راجوری کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ خاں نے کوٹلی تک تعاقب کیا اس ہزیمت سے بہت سا مال غنیمت پٹھانوں کے ہاتھ آیا۔ منجملہ اس کے خاص رنجیت سنگھ کی سواری کا ایک مشکی گھوڑا بھی محمد عظیم خاں کے سامنے پیش ہوا جسکی آنکھوں سے فراق آقا کے باعث آنسو ٹپک رہے تھے۔ جب سکھوں نے رنجیت سنگھ کے بھاگنے کی خبر سنی تو پہلے تو سہ میدان والی فوج نے روئے فرار اختیار کیا اور پھر سدوزئی سپاہ نے بھی مار پر سے ہاتھ اٹھا لیا اور واقعہ ۱۱ ماہ شعبان کو لاہور کو لوٹ گئی۔ محمد عظیم خاں مظفر و منصور سری نگر آ گیا۔

رنجیت سنگھ کی ناکام واپسی اور محمد عظیم خاں کی فتح یابی پنڈتان کشمیر کے لئے آفت و مصیبت کا پیش خیمہ بنی جسکی کیفیت یہ ہے۔ کہ اس فتح سے عظیم خاں کی جرأت و ہمت بڑھ گئی۔ جو رفتہ رفتہ غرور و تکبر تک پہنچ گئی۔ اور جس نے رعایائے کشمیر کو دوسری مصیبت میں ڈال دیا۔ رعایائے کشمیر میں سے پنڈتان کشمیر کی تباہی خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ سردار محمد عظیم خاں کو کئی قرائن اور بعض کامل تحقیقات سے معلوم ہوا کہ رنجیت سنگھ کو پنجاب سے کشمیر میں لانے کا باعث فرقہ ہنود ہی ہے جو کشمیر میں بجائے اسلامی حکومت کے ہندوانی حکومت کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب تحقیقات سے یہ امر بایۂ ثبوت کو پہنچ گیا تو اس نے نمک حراموں اور باغیوں کو چن چن کر تلاش کیا۔ اور ان کی سرزنش اور سرکوبی پر کمر باندھ لی۔ سب سے پہلے دیوان ہیرا داس کو قتل کیا۔ جو اس کے خیال میں باغیوں کا سرغنہ تھا۔ اس کے علاوہ کئی معززین ہنود کی بے حرمتی و بے عزتی کی گئی۔ سب سے بڑھ کر یہ سزا دی کہ ہندوؤں پر از سر نو جزیہ لگا دیا۔ جس سے وہ لوگ کانپ اٹھے۔ جو اسکی استطاعت نہ رکھتے تھے۔

گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس گیا یعنی بعض مسلمان بھی محمد عظیم خاں کے غضب کا شکار ہو گئے۔ جو اپنی ذاتی اغراض کے لئے ہندوؤں سے ملے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے منصب داروں کے عہدے چھین گئے۔ اور جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط

ہو گئیں۔ آفات ارضی کی یہ شدت و کثرت دیکھ کر بلائے سماوی بھی خانہ کشی پر
میں آ پہنچی۔ چنانچہ قحط اس شدت سے شروع ہوا کہ کیا ہندو اور کیا مسلمان سب
چلا اٹھے۔ ایک خروار شالی سولہ روپے کو بھی بمشکل دستیاب ہوتی تھی۔ جب
زمین و آسمان خلق خدا کی تباہی و بربادی پر آمادہ ہو جائیں تو ان غریبوں کا کیا
ٹھکانا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملک ویران ہو گیا اور بیشمار لوگ شہنگ اجل کا لقمہ ہو کر فراغت
سے مخلصت پا گئے۔ دیوان ہیرا اس کے قتل کی تاریخ جور عظیم اور آغاز قحط کی
تاریخ قحط عظیم ہے۔ ان تاریخوں میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ لفظ عظیم ۱۱۷۳ھ
نام سے نسبت خاص بھی ہے۔

اب بیچارے شجاع الملک کا حال سنئے جب وہ دیوان محکم چند کے ہمراہ لاہور
پہنچا تو رنجیت سنگھ اس سے بڑی مہربانی اور سلوک شاہانہ سے پیش آیا۔ لیکن
بعد میں اس نے مشہور حرص اور دست درازی کی سیرت کو ظہور میں لا کر اس خانہ میں
اس کو قید کر دیا اور نہایت تنگ کرنا شروع کیا۔ جب شاہ شجاع سے کوہ نور اور
اس کے ساتھ بہت سے اور جواہرات بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ نے چھین لئے
تو وہ بیچارا اپنے اہل و عیال جان بچا کر لدھیانہ بھاگ آیا جہاں سرکار انگریزی کی
حمایت میں آ گیا۔ لیکن ملک رانی کا نفقہ بدستور قائم تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد کشمیر
چلا گیا وہاں سے تھوڑی سی کمک لے کر کشمیر پر حملہ کر دیا۔ جب موضع کوہن پر گنڈیر
میں پہنچا تو محمد عظیم خاں کی طرف سے امیر محمد خاں مقابلہ پر نکلا۔ ابھی جنگ شروع
ہو رہی تھی کہ محمد عظیم خاں خود بھی کشمیر سے مدافعت شجاع الملک کے لئے روانہ ہو گیا
شجاع الملک تاب مقاومت نہ لا کر کشتواڑ کو بھاگ گیا اور وہاں سے پھر پھر کر
پھر لدھیانہ میں سرکار انگریزی کی پناہ میں آ گیا۔ باوجود ان شکستوں اور آئے
دن کی بدحالیوں اور بدقسمتیوں کے بادشاہی کی حرص کم نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ پھر
لدھیانہ سے کچھ امداد لے کر باہر نکلا۔ اور کابل و قندھار کو فتح کر لیا۔ دو سال تک حکومت
نہ کرنے پایا تھا کہ زمان شاہ کے لڑکے نے اس کو قتل کر دیا۔

حکومت کے آخری دنوں میں جب محمد اعظم خاں کا قصہ ختم ہو گیا تو اس نے
پنڈت جیونرائن میر منشی اور سوکھ رام کو تحصیل مالیہ کا ذمہ دار مقرر کیا۔ منجملہ ان کے

پنڈت بیربل کے نام ایک لاکھ روپیہ باقی رہا۔ سردار نے تنگ طلبی شروع کی۔ بہت سی قیل و قال کے بعد بیربل نے فاتحہ کو سر دربار پکار کر کہا کہ تمکن خامی فصل از خدا کہ تو محرر میگرم" اس لیے بالکل طور پر گفتگو سردار کے ناگوار خاطر ہوئی۔ نسبت سنگھ سے سازش کرنے کی وجہ سے پہلے ہی اس سے ناراض تھا۔ اگلی پچھلی کدورت جو تھی ہوئی اور اس نے ایک مقدمہ بقایا کی وصولی کے لئے بیربل کے مکان پر تعینات کئے۔ بیربل ٹال مٹول کرتا رہا دو تین دن کے بعد سردار نے بیربل سے پوچھا کہ بیربل تمہارا بھاگنے کا ارادہ رکھتا ہے اس نے تسلی دی کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بصورت دیگر میں ذمہ دار ہوں محمد عظیم خاں مطمئن ہو گیا اور بیربل نے پنڈت نے بیربل سے جا کر کہا کہ اگر بھاگنے کا ارادہ ہے تو جلدی کرو اور آج کل ہی نکل جاؤ ورنہ پھر موقعہ نہ آئیگا۔ بیربل فوراً تیار ہو گیا۔ بیوی کو تو اس نے واسطہ گاک ہرکارہ کی حفاظت قدرس گوجوار ہی کے مکان پر چھوڑا اور خود اپنی جاگیر میں موضع پانبڑ گام پرگنہ ویرناگ میں چلا گیا جہاں سے اپنے بیٹے راجہ درگا کو ساتھ لیکر موضع وہنسواں میں جو ملکان گھوڑ سی کی جاگیر میں تھا جا پہنچا مکوں سنے سابقہ رابطہ کے لحاظ سے پنڈت موصوف کی بڑی آؤ بھگت کی اور بارش برف کے زور و شور کے درمیان ملک ذوالفقار اور ملک کاشگار نے نور جمال ساکن نندی گدہ کی معاونت و رفاقت سے پہاڑ عبور کر کے اسے جموں پہنچا دیا۔ راجہ گلاب سنگھ والئے جموں نے بھی اسکی بڑی عزت کی کچھ دن وہاں ٹھیرایا پھر اپنے بھائی راجہ دھیان سنگھ کے نام سفارش دیکر اسے لاہور بھیج دیا۔ بیربل جب کشمیر سے پار ہو گیا تو محمد عظیم خاں کو اسکی فراری اور ملک کاشگار اور ذوالفقار کی امداد و ہی کا حال معلوم ہوا سخت برافروختہ ہوا۔ فوج بھیجکر ملکان گھوڑ سی کے مکانات ویران کر دیئے ان سے فارغ ہو کر بیربل کے پس ماندوں کی تلاش کرنے لگا۔ میرزا پنڈت سے پوچھا کہ بیربل کہاں گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر ہوس دنیا نہیں رکھتا تو گنگا جائیگا ورنہ رنجیت سنگھ سے فوج لیکر کشمیر آجائیگا۔ سردار نے پوچھا کہ اب اسکا کیا علاج ہے اس نے کہا کہ کشتن بیربل۔ پنڈت اتنی سی بات سے میرزا پنڈت کو تو چھٹی ہو گئی۔ سردار نے واسطہ گاک ہرکارہ باسی کو پکڑا اور بیربل کی بیوی کا پتہ پوچھنے لگا تو دن میں لاکھ روپیہ بھی اس سے بطور رشوت نہ لیا لیکن اس نے سراغ نہ بتایا۔ اسی اثناء میں بیربل کے داماد منشی ٹیلوک چند نے بیوی کی معرفت اس کو ڈھونڈ نکالا اور سردار کو آگاہ کر دیا۔ وہ اسی وقت گرفتار کی گئی۔ سپاہی اس کو شیر گڑھی میں لیجا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں اس عصمت شعار نے الماس چاٹ کر خود کشی کر لی۔ واسطہ گاک ہرکارہ کا

پیٹ چاک کیا گیا۔ راجہ زین کی بیوی ہی گرفتار کر کے سلطان کے حوالہ کی گئی اور اسے کسی چٹھان کے حوالہ کر کے کابل ہی بھجوا دیا۔ جہاں وہ عرصہ دراز تک آباد رہی۔ یہ عورت پنڈت بجو کی ماں تھی لیکن بجو اسکے پیرنل کو کوئی واپس نہ لا سکا۔ اور وہ راجہ حیدان سنگھ کی وساطت سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں داخل ہو گیا۔

انہیں دنوں میں خواجہ نور شاہ نے جو اس وقت ایک بیس اختیار بااعتبار تھا محمد عظیم خاں کو پنڈتوں کی تعدد پروری اور بدیشی نے باہر کرنے کے اسباب پر آمادہ کیا کہ وہ انہیں کاروبار سلطنت سے بیدخل کر دے اور وعدہ کیا کہ محمد ناظم سے اجازت حاصل کر کے وہ انکی جاگیر کے علاوہ اسے تین لاکھ روپیہ بھی وصول کر دیگا۔ مگر اس نے اس تجویز کو منظور نہ کیا۔ تاہم نور شاہ میر پنڈت سے دلی کدورت رکھنے کے باعث باز نہ آیا چنانچہ ایک دن میر زا پنڈت کو معہ کر کے پنڈتوں میں پھینکا اور پھر آگ لگا دی لیکن دیوان بیجی رام نے وقت پر اسے آگاہ کر دیا اور وہ قضائے حاجت کے بہانے آ کر اپنے مکان کو چلا آیا۔ دوسرے دن بیجی رام نے خواجہ صاحب کے مکان پر حملہ کروا دیا اور وہ تین لاکھ روپیہ اکٹھا کر کے عظیم خاں کو پہنچا دیا۔

فتح کشمیر کے بعد وزیر فتح محمد خاں قندھار چلا گیا تھا محمود شاہ چند سال تک اسکے حسن انتظام سے باستقلال تمام حکومت کرتا رہا لیکن آخر میں شاہی خاندان والوں کی باہمی کدورت نے تخت بامنی پھیلا دی جسکی ابتدا اسطرح ہوئی کہ محمود شاہ نے اپنے چھوٹے بھائی حاجی فیروز الدین کو حاکم ہرات مقرر کر رکھا تھا اسکا بیٹا شاہزادہ کامران چاہتا تھا کہ وہاں کی حکومت اسکے ہاتھ میں آ جائے اسنے باپ کو بہتیرا کہا لیکن بھائی کی رعایت اور پاس داری سے اس نے ایک نہ سنی۔ آخر کامران نے وزیر فتح محمد خاں سدوزئی سے موافقت جوڑ لی۔ اس نے بادشاہ کو فیروز شاہ کی سرزدلی پر آمادہ کر دیا۔ محمود شاہ نے وزیر باتدبیر ہی کو فوج ہرات کے خالی کرانے پر مامور کیا جب یہ پہنچا تو خلاف توقع فیروز شاہ بھی مقابلہ کو طیار ہو گیا۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ادھر یہ لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ ادھر دوست محمد خاں ایک دستہ لشکر سے شہر میں داخل ہو گیا اور اس ملک کو خالی دیکھ کر ہرات پر قابض ہو گیا تمام مال و اسباب و اسلحہ و سامان پر قابض ہو کر اس نے فیروز شاہ کے حرم خانہ کو بھی جو قلعہ میں مقیم تھا تہ و بالا کر لیا۔ اس نے شاہزادہ کامران کی بہن کے ہاتھ سے انگشتر بند بھی نکال لیا جو دو لاکھ روپیہ سے زیادہ مالیت کا تھا۔ دوست محمد خاں نے فیروز شاہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ جب شاہزادہ کامران کو دوست محمد خاں کی زیادتیوں کی اطلاع ہوئی تو بہت ناراض ہوا چنانچہ جب

... وزیر فتح محمد خاں فتح ہرات کا مژدہ اور شروع لیکر شاہنامہ کیمخدمت میں حاضر ہوا تو اس نے بہت بار وزیر کی آنکھیں نکلوا دیں لیکن محمود شاہ کو خبر ہوئی تو اس نے کامران کو سخت لعنت ملامت کی اور فتح محمد خاں کو خلعت سامدار اور دیگر بدستور وزارت پر مستاثر رکھا۔ چونکہ عدم بصارت کے سبب تمام ملکی کے انصرام میں دقت واقع ہوتی تھی اس لئے وزیر نے اپنے بھائی محمد عظیم خاں کو کشمیر سے بلوا بھیجا۔ محمد عظیم خاں نے تمام مال و اسباب زیورات و جواہرات نقد و جنس جو ایک کروڑ سے زیادہ مالیت کا تھا سمیت حرم خانہ اپنی روانگی سے پہلے پنڈت سچ رام مدار المہام کے ہمراہ کابل بھجوا دیا۔ اس کے کچھ دن بعد اپنے بھائی جبار خاں کو حکومت کشمیر دے کر سال کی درمیانی کے بعد ۱۹۱۸ء میں آپ بھی روانہ کابل ہو گیا۔

سردار جبار خاں صوبہ کشمیر
۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۳ء

بھائی کی روانگی پر ۱۹۱۹ء میں جبار خاں نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ یہ شخص جسم و دل سے صاف مزاج مگر سادہ لوح تھا۔ ممکن تھا کہ اسکے عہد میں تمام خوبیوں کے ساتھ جو زمانہ افاغنہ سے کشمیر میں نازل ہو رہے تھے دو ور ہو جائیں لیکن انقلاب زمانہ نے اسکے ایام حکومت کو دفعۃً کی اور جلد ہی اسے حکومت ملک سے برطرف ہونا پڑا۔

محمد عظیم خاں کے کابل میں واپس چلے جانے کی اطلاع جب عوام کو ہوئی تو پنڈت ہیرا مل نے شیر خاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کو شمیر کشمیر کی دعوت دی۔ سانپ کا کاٹا رسی سے بھی ڈرتا ہے کشمیر کی برف اور کشمیریوں کی شمشیر زنی کا مزا رنجیت سنگھ چکھ چکا تھا۔ یکایک لشکر کشی کی جرأت نہ کر سکا لیکن ہیرا مل نے اسے طرح طرح کے سبز باغ دکھائے اور کامیابی کا یقین دلایا اور کہا کہ تمام سپاہ جان و مال سے آپ کی ہے اور ملک میں جو ظلم و ستم ہو رہا ہے اس کے لحاظ سے فتح کشمیر کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ رنجیت سنگھ آخر کار راضی ہو گیا تاہم اس نے نقصان فوج اور مصارف جنگ کا ذمہ ار ہیرا مل کو بنایا اور اسکے لڑکے راجہ دھیان سنگھ کو بطور یرغمال اپنے حضور میں رکھا۔ دیوان چند ظفر جنگ بہادر کو سپہ سالار اعظم گلاب سنگھ و دیوان بھبوں سردار ہری سنگھ نلوہ، سردار جوالا سنگھ پدانیہ، شکھا سنگھ چھینی، سردار لہنا سنگھ اٹاری والا اور ڈیرہ شاہزادہ کھڑک سنگھ وغیرہ تیس ہزار سے زیادہ سپاہ دیکر ہیرا مل کے ساتھ کشمیر بھجوایا۔ جب وہ بمقام پونچھ پہنچا تو کچھ دن آرام کر کے اس نے فوج کے دو حصے کئے ایک حصہ راہ پیر پنجال کے راستے اور دوسرا پونچھ کی طرف سے بڑھا۔ سردار جبار خاں بھی ولی محمد خاں عبداللہ خاں اور عبدالرحمن خاں وغیرہ سرداروں کو ہمراہ لیکر سپہ پورہ میں آگیا۔ افواج مخالفہ جب کوہ پیر پنجال کی چوٹی پر پہنچیں تو افاغنہ لشکر جسکو جبار خاں نے پہلے ہی سے راستہ کی محافظت پر مامور کر رکھا تھا سکھوں پر ٹوٹ پڑا

بہت سی خونریزی کے بعد پٹھان ہتھیار ڈال کر شوپیاں کے پاس پہنچ گئے۔ دوسرے دن جبار خاں بھی کمر ہمت باندھ کر تعاقب پر چل کھڑا ہوا۔ سید عبدالرحمن خاں بھی مارا گیا لیکن پٹھان بدستور جوش و خروش کے ساتھ بڑھ بڑھ کر حملے کرتے رہے اسی اثنا میں اتفاقاً بہادر خان ظفر نشان بہادر پر کسی نے جبار خاں کے بازو پر زخم کاری لگایا جس سے بیتاب ہو کر وہ سری نگر کو بھاگ گیا اور ایسا بدحواس ہوا کہ سری نگر پہنچتے ہی مال و اسباب اٹھا کر بارہ مولہ کے راستہ کابل کو روانہ ہو گیا سردار کی یہ حالت دیکھ کر تمام پٹھان بھاگ گئے۔ سید حسین چندیہ نے کہ کر تمام ملک کو ویران کرنے لگا ۴۰ ہزار پٹھانوں نے کسی طرح کم و بیش لوٹ مار اور غارت و تاراج سے ملک کو تہ و بالا کر دیا۔ غریب الوطن پٹھان ایک ایک کر کے بھاگنے لگے۔ مکہ پر قزاقوں نے جہاں کہیں پٹھانوں کا نام سن پایا گھر کا گھر محلہ کا محلہ اور گاؤں کا گاؤں تباہ کر دیا۔ اسی طرح تمام ملک کو ویران کر کے ۱۰ ماہ ۱۷ سنہ ۹۶۲ ہجری مطابق ۱۰ ماہ رمضان سنہ ۱۲۳۳ کو فاتح دیوان چندیہ گدی پر بیٹھ گیا۔ تاریخ ہوئی۔ بولو جی دگر وجی کا فاتحہ۔ بولو جی دگر وجی کی نتھ ۔ ۹۶۲ ہجری

جب کوئی بادشاہ یا حاکم وقت نشہ حکومت سے بیخود ہو کر رعایا کے حالات سے بیخبر اور بیہودہ عیش سے لاپروا ہو جاتا ہے یا اپنے نزدیکی رشتہ داریوں سے چشم پوشی کر کے تمام دار و مدار ظالم اور جابر اہل کاروں کے ہاتھ میں دیدیتا ہے تو اس بدنصیب ملک میں فتنہ و فساد شروع ہو جاتا ہے اور بے چینی و بدامنی رعایا میں پھیل جاتی ہے یہ ضروری بات ہے اور قدرتی بات سے چلی آئی ہے کہ جب فاتح کسی ملک کو فتح کرتا ہے تو اپنا رعب اور دبدبہ دکھانے کیلئے بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو اخلاقاً جائز نہیں ہوتیں لیکن پولیٹکل نکتہ خیال سے وہ لازمی ہوتی ہیں مثلاً بڑے بڑے آدمیوں کو زیر اثر کر لینا۔ اس ملک کی پہلی شاہی یادگاروں کو منہدم کرنا رعایا پر مختلف طریقوں سے اپنا رعب بٹھانا وغیرہ وغیرہ یہ زبردستیاں چند دنوں کے لئے محض لازمی ہوتی ہیں لیکن جو بادشاہ ہمیشہ کیلئے فاتحانہ کچلے پیسے رہنے کی خواہش کرتا ہے وہ قوت قدم کو ذلیل و حقیر سمجھتا ہے اور اس سے جانوروں کا سا سلوک کرتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اسکی کوشش اسکی زندگی کیلئے پانی کا ایک بلبلہ ہے جسکو عنقریب زوال کے ساتھ ٹکر کھانا ہوتا ہے ایسے ہی نا عاقبت اندیش اور پست فطرت حاکموں میں سے بعض افغان حاکم اور [illegible] جنہوں نے اپنی اخلاقی اور روحانی کمزوری کی بنا پر کشمیر اور اسکی ہندو مسلمان رعایا کو تباہ کر دیا۔ اصول ملک داری کی طرف کسی حاکم نے توجہ نہ

ہیشہ رعایا کی دل آزاری اور سرکشی کی طرف مائل رہتی ہے کیونکہ
کی نسبت زیادہ ستم رسیدہ تھا اور ہر حکومت سے سرکشی کرتا رہا
خاندانوں کے ہنگامے مٹ گئے اور ہر ایک حکومت ہر
نظر آئے متعصب نہ تھے اور ہر ایک حکومت ہر
ہندوؤں کو یکساں عزت ہی ملتی رہی اور ہر
کوئی صورت نظر نہ آئی جیسا کہ پہلے کے زمانہ سے

ان تینوں اور ان کی حکومت کے حالات سے
ولی صفت کہ کشمیر کی سرزمین سے
مردان ہند و کشمیر کو آگاہ کر دیا تھا چنانچہ حضرت شاہ صاحب
شمار ہوتی ہیں ہمان دونوں نظموں کا خلاصہ
کے بعد مغلیہ کے عہد حکومت اور پھر
تک کے حالات ہیں ہے لیکن اس حصہ نظم کا کشمیر کے تاریخی واقعات سے
اسلئے وہ قلمزد کیا جاتا ہے۔ آپ کی یہ دونوں نظمیں بہت مشہور ہیں اور عوام اکثر
دوقت سے بخوبی آشنا ہیں۔ پیشتر اسکے کہ آپ کی نظموں کا خلاصہ درج کیا جائے
ایک تعارف کیا جاتا ہے جو خاص اسی واقعہ کے متعلق ہے یعنی اس میں یہ اشارہ ہے کہ
سنہ ۱۳۴۲ ہجری میں ملک اور بادشاہ اور مذہب و ملت میں ایک خاص تبدیلی ہو جائیگی
یعنی کشمیر میں مسلمانوں کی حکومت اختتام کو پہنچے گی اور کوئی اور حکومت شروع
ہوگی جس کا دین و مذہب مسلمانوں سے الگ ہوگا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

در سال غلیرد اگر جانی بینی ملک و ملک و ملت و دین بر گردد

اب دونوں نظموں کا خلاصہ لکھا جاتا ہے

---

سنہ آپ کا نام رکن الدین بھی تھا لیکن شاہ نعمت اللہ کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ وطن حصار تھا۔
بہ اشارہ غیبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے تربیت خواجہ بابائے قادری و پسرش بابا عثمان وغیرہ
مرزبان کشمیر عہد پچکان رونق افروز خطہ ہوئے۔ چک پل متصل سیفا کدل میں قیام فرمایا۔ بزرگان کشمیر
اور جم غفیر آپ سے فیض یاب ہوا۔ آپ جناب حضرت محبوب سبحانی سے بھی اور ہر جید سلسلہ قادریہ سے واسطہ تھا لیکن
بھی کسی خاص سلسلہ سے بھی مشغول فرماتے تھے ۱۲ ربیع الاول کو انتقال فرمایا۔ آپ شیخ محمد درویش قادری سے

پہلی نظم کا خلاصہ ؎

نادر شاہ بہم برایران استاد ملک ہند — قتل جہلی ہیں زند و تیغ آں پیدا شود
بعد از و احمد شہ کو ہست گیتی را پناہ — او بملک ہند آید حکم آں پیدا شود
چوں کند قصد سفر آن پادشہ سوئے بقا — رخنہ اندر خاندانے زاں میاں پیدا شود
قوم سکھاں چیرہ دستی چوں کند بر مسلمین! — تا چہل ایں چیرہ دستی اندراں پیدا شود

دوسری نظم کا خلاصہ ؎

سکہ از شور و شر بر دور قمر ے بنیم — حال سلطان خراسان چہ تیرے بنیم
بعد از آں سال غلو آید رساند دیپاو — نقطۂ منور بہ آفاق تیرے بنیم
شوے کشمیر کشد رنگ دوبارہ لشکر — بار اول نہ نمش خون جگرے بہر منا
بار دوم چو کشد از پئے تسخیرش باد — حسب تقدیر بر و فتح و ظفرے بنیم
کفر غالب شود و میرود دین بر ہم — شرع و اسلام بسے نقص مضرے بنیم
زرد باشد کہ نرنگ آید و شورے سازد — ہند و پنجاب بسے زیر و زبرے بنیم
کرد حق واقف اسرار مرا تا ایں جا — من ندانم پس ازیں پیچ خبرے بنیم

## تمام شد تاریخ کشمیر جلد دوم عہد اسلامیہ

---

## جلد سوم

میں حکومت فرمانروایان خالصہ و حکومت موجودہ و حکمران خاندان کا ذکر ہوگا انشاء اللہ

---

لہ سکھوں نے جب پہلی مرتبہ کشمیر پر یورش کی ہے تو شکست کھا کر اور اپنی جان بچا کر پنجاب کو واپس بھاگ آئے تھے۔ دوسری مرتبہ جب لشکر کشی کی تو کامیاب ہو گئے۔ اس واقعہ کو بطور پیشگوئی حضرت شاہ نعمت اللہ نے کئی سو سال پیشتر ہی بیان فرما دیا ہے۔ مؤلف